بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا

بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے
اُنکی جانوں اور اُنکے مالوں کو اس قیمت پر کہ
اُنکے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں
پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سچا وعدہ ہے۔

(التوبہ ۱۱۱)

حضرت علامہ ابن النحاس ابو زکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہید رحمہ اللہ کی ایمان افروز مقبول کتاب
مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ومثیر الغرام الی دار السلام کی اردو تلخیص و تشریح

فضائلِ جہاد

مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر:

مکتبۂ عرفان

نام ـــــــــــ فضائلِ جہاد

مصنف ـــــــــــ امیر المجاہدین حضرۃ مولانا محمد مسعود ازہر صاحب

اشاعت ا تا ۳۰ ـــــــــــ ۳۹۶۰۰

اشاعت ۳۱ (جدید) ـــــــــــ رجب ۱۴۳۱ھ

تعداد ـــــــــــ ۲۲۰۰

صفحات ـــــــــــ ۸۸۰

قیمت ـــــــــــ ۲۸۰ روپے / نٹ

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

مکتبہ الجمیلؒ دکان نمبر 5 دوسری منزل سبحان اللہ سینٹر، نزد تحصیل والی مسجد فیصل آباد 0321-7828028

مکتبہ الایمان دکان نمبر ۱۳۱، ندیم ٹریڈ سینٹر، محلہ جنگی، عقب قصہ خوانی بازار پشاور 0321-9013592

رحمانی کتاب گھر دکان نمبر 2، نزد نور ربحانی مسجد لسبیلہ چوک کراچی 0321-2063739

مکتبہ عثمان وعلی، نزد بند حسن شادی ہال، کوثر کالونی بہاولپور 0321-6837145

مکتبہ السلام، اعظم مارکیٹ کمیٹی چوک راولپنڈی 051-51118510

ادارہ اشاعت الخیر، حضوری باغ ملتان، فون 061-4514929

کشمیر نیوز ایجنسی، کوٹلی، آزاد کشمیر 05866042256

مکتبہ الحسن، اردو بازار لاہور 042-7241355

رجسٹرڈ

مکتبہ عرفان

ناشر

اسٹاکسٹ مکتبۃ ابن مبارک

37۔ حق سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

موبائل: 0321-4066827 فون: 042-7324844

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ

فہرست

باب ۲

فصل

فصل

فصل

باب ۳

باب ۴

باب ۵

باب ۶

باب ۷

باب ۸

فصل

باب ۹

فصل

باب ۱۰

فصل

باب ۱۱

فصل

فصل

باب ۱۲

فصل

باب ۱۳

فصل

فصل

باب ۱۴

فصل

فصل

باب ۱۵

باب ۱۶

فصل

فصل

باب ۱۷

فصل

باب ۱۸

باب ۱۹

باب ۲۰

فصل

فصل

فصل

باب ۲۱

باب ۲۲

باب ۲۳

باب ۲۴

فصل

باب ۲۵

فصل

باب ۳۶

اہم فصل

فصل

باب ۲۷

باب ۲۸

باب ۲۹

فصل

فصل

باب ۳۰

فصل

فصل

باب ۳۳

فصل

فصل

خاتمۃ الکتاب

فضائلِ جہاد مختصر

۴۰ احادیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

زیرِ نظر کتاب "فضائلِ جہاد کامل" علّامہ ابن النحّاس شہیدؒ (متوفّٰی ۸۱۴ھ) کی ایمان افروز اور مقبول کتاب "مَشَارِعُ الْاَشْوَاقِ اِلٰی مَصَارِعِ الْعُشَّاقِ وَمُثِیْرُ الْغَرَامِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ" کی اُردو تلخیص وتشریح ہے۔

مَشَارِعُ الْاَشْوَاق کا جو نسخہ بندہ کے سامنے ہے، وہ دَارُالْبَشَائِرُ الْاِسْلَامِیَۃ بیروت نے ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء کو شائع کیا ہے، یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، دونوں جلدوں کے صفحات کی تعداد بارہ سو ستائیس ہے جن میں سے ایک ہزار پچیس صفحات پر کتاب کا اصل مواد ہے جبکہ باقی صفحات پر دیگر الحاقی مواد اور مختلف فہرستیں ہیں، یہ کتاب جامعہ اُمُّ الْقُریٰ مکّہ مکرّمہ کے دو متخصصین شیخ محمد علی اور شیخ محمد خالد اِسطنبولی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

بندہ کے پیشِ نظر اصل کتاب کی تلخیص وتشریح تھی، اس لئے بندہ نے اس کے حاشیہ کو موضوع بحث نہیں بنایا۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ (جو آٹھویں صدی کے اخیر اور نویں صدی کے آغاز کی مشہور علمی، روحانی اور جہادی شخصیت ہیں) نے اپنی اس کتاب کی ترتیب میں قرآن مجید کے علاوہ ایک سو اکتیس سے زائد کتب سے مدد لی ہے، ان تمام کتابوں کے حوالے آپ کو بکثرت ملیں گے۔

کتاب کی تلخیص وتشریح کا کام مؤرّخہ ۱۲/ جُمادی الأُولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۴/ستمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعۃ المبارک شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس کا مُبارک اختتام مؤرّخہ ۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۸/ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات کو ہوا۔

کتاب کی تلخیص وتشریح کے دوران کہیں خالص ترجمے اور کہیں خالص تشریح کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر مفید تبدیلیاں اور اضافے بھی کیے گئے ہیں، بعض ضعیف

احادیث، مکررات اور دورِ حاضر کے اعتبار سے غیر اہم مباحث کو حذف کر دیا گیا ہے اور ہر باب کے آخر میں دعوتِ جہاد یا دعوتِ فکر کا بطورِ تعلیق اضافہ کیا گیا ہے، بندہ کی طرف سے کئے جانے والے اکثر اضافات کے اول اور آخر میں یہ نشان [ ] دیا گیا ہے، البتہ خاتمۃ الکتاب کے دونوں حصوں میں مُصنّف اور مُترجِم کی عبارت کے درمیان امتیازی خط نہیں ہے، کیونکہ اس میں کافی تبدیلی کی گئی ہے۔

کتاب کے مُصنّف علاّمہ ابن النَّحَّاس ابوزکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دِمشقی ثُمَّ دِمیاطی شہید نَوَّرَ اللہُ مَرقَدَہٗ ایک خوش نصیب عالم دین اور بزرگ تھے، انہوں نے مَشَارِعُ الْاَشْوَاق جیسی جامع اور مقبول کتاب لکھی، جس کی ہر سطر اپنے پڑھنے والے کے دل میں ایمان کی حلاوت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا کرتی ہے، یہ کتاب ایک طرف تو مُصنّفؒ کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہے، جبکہ دوسری طرف مُصنّفؒ خود بھی جانباز مجاہد تھے اور وہ صلیبیوں کے خلاف مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے، چنانچہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھے ہوئے تمام فضائل کا خود کو مستحق ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مردِ حق کی شہادت کو بھی قبول فرمائے اور ان کی اس جذبات آفرین کتاب کو بھی، آمین۔

اس کتاب کی تلخیص و تشریح کے دوران عزیز القدر سلطان احمد میانا نے کتاب کے مُسَوَّدے کی ترتیب میں نہایت شغف اور جانفشانی سے تعاون کیا ہے، نیز عزیز القدر شاہد لطیف نے اپنی مخلصانہ خدمت اور محنت کے ذریعے کتاب کا کام کرنے میں سہولت پہنچائی، نیز عزیز القدر حافظ ناصر اکرام نے بھی حتی الوسع ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رستے میں قید ان تینوں نوجوانوں کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام ہم سب کیلئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حُضور کامیابی اور سرخروئی کی دعاء فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قید دیگر تمام مجاہدین کیلئے بھی دعاء فرمائیں گے۔

تقریباً ساڑھے سات سال قبل بندہ نے فضائلِ جہاد کے عنوان سے کام شروع کیا تھا اور اس کتاب کا حصہ اوّل جس میں صحیح بخاری کی چالیس جہادی احادیث کی تشریح و توضیح کی گئی تھی،

بار بار شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت سے نوازا، بندہ کا ارادہ اس کتاب کو دس حصوں میں مکمل کرنے کا تھا مگر حصہ اوّل کے بعد کام رک گیا اور اس کتاب کو مکمل کرنے کی تمنا پوری نہ ہو سکی، مگر اب الحمدللہ زیرِ نظر کتاب نے کسی حد تک اس تمنا کو پورا کر دیا ہے اور اس کتاب میں وہ اکثر مواد موجود ہے جس کو فضائلِ جہاد کے دس حصوں میں پیش کرنے کا ارادہ تھا، چنانچہ اس کتاب کو اب ''فضائلِ جہاد کامل'' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اور ''فضائلِ جہاد حصہ اوّل'' کو بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

اللہ ارحم الراحمین کا شکر ہے کہ اس نے اس دیرینہ ایمانی و قلبی تمنا کو پورا فرمایا ....

اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو آخرت میں مغفرت، نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو مسلمانوں کی بیداری اور مجاہدین کے جذبوں کی تازگی کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

محمد مسعود ازہر

۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۸ء یوم الاحد

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمّابعد! رات کے سوا دس بج چکے ہیں، مغرب کے بعد سے ہجری تاریخ بدل چکی ہے یعنی جُمادی الاُولیٰ ۱۴۱۹ھ کی دسویں تاریخ شروع ہو چکی ہے، مگر شمسی تاریخ ابھی تک نہیں بدلی، اس میں ابھی پونے دو گھنٹے باقی ہیں، یعنی ابھی تک ستمبر ۱۹۹۸ء کی پہلی تاریخ چل رہی ہے۔ میرے سامنے ایک کتاب کی فوٹو اسٹیٹ جلدیں رکھی ہوئی ہیں، یہ جہاد کی مشہور و مفید کتاب مَشَارِعُ الْاَشْوَاق کی دو جلدیں ہیں۔

کتاب کیا ہے؟ علم و معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ میرے پیر و مرشد مُربّی و محبوب حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مجھ ناچیز گناہگار پر بے پناہ شفقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تقریباً اڑھائی سال پہلے تہاڑ جیل میں یہ کتاب بھجوائی تھی۔ اس مبارک کتاب کے چند صفحات پڑھ کر فوراً ہی یہ خیال ذہن پر سوار ہو گیا کہ اس کتاب کا اُردو میں بھی ترجمہ یا کم از کم تلخیص ضرور ہونی چاہیے، کیونکہ اس کتاب میں تقریباً ان تمام شُبہات کا جواب موجود ہے جو جہاد کے خلاف خُصوصی طور پر برصغیر پاک و ہند میں پھیلائے گئے ہیں اور اب تک پھیلائے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف اس کتاب کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مُصنّف عَلّامہ ابوزکریا احمد بن ابراہیم بن محمد الدِمشقی ثُمَّ الدِمیاطی المعروف عَلّامہ ابن النحاسؒ اپنے وقت کے عظیم مجاہد تھے۔ ان کی پوری زندگی علم و جہاد کے گرد گھومتی ہے اور بالآخر انہیں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت کی عظیم نعمت بھی نصیب ہوئی۔ آپ خود سوچیے! اس طرح کے عالم باعمل مجاہد و شہید کے قلم سے نکلنے والی تحریر کس قدر پُراثر ہوگی۔

حضرت مُصنّف شہیدؒ نے نہایت عرق ریزی اور جگر سوزی سے یہ کتاب مُرتّب فرمائی

ہے۔ یہ کتاب ایک طرف جہاد کے تقریباً تمام قابلِ ذکر پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، تو دوسری طرف اس میں نہایت درد کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کی حقیقت، عظمت اور ضرورت سمجھائی گئی ہے۔ گذشتہ اڑھائی سال میں میں نے جب بھی اس کتاب کے چند اوراق اپنے ہم قفس رُفقاء کو سنائے تو انہوں نے بار بار ایک ہی سُوال پوچھا کہ کیا اس کتاب کا اُردو ترجمہ دستیاب نہیں ہے؟ اور ہر کسی نے یہ کہا کہ اگر یہ کتاب اُردو میں دستیاب ہوجائے تو ہماری دعوتِ جہاد کو زبان نصیب ہوجائے گی اور ہمیں اپنے اَہلِ خانہ کو کسی طرح کی مزید ترغیب و تسلی دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مگر مجھے نہ تو یہ معلوم تھا کہ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہوا ہے یا نہیں اور نہ یہ معلوم تھا کہ کسی نے ابھی تک اس کارِ خیر کو شروع فرمایا ہے یا نہیں؟ زندگی کے دن رات جیل کی زنگ آلود سلاخوں کے پیچھے تیزی سے گزرتے گئے اور مجھے اس کتاب پر کام کرنے کا نہ ہی موقع ملا اور نہ فرصت۔ ابھی کچھ دن سے پھر یہ خیال مجھ پر مُسلّط ہوگیا ہے کہ جہادی دعوت اور جہادی علم کا یہ عظیم خزینہ کسی نہ کسی شکل میں اُردو خواں طبقے کے سامنے آنا چاہئے۔ چنانچہ فوراً اپنے اکابر سے استشارہ کیا تو یہی جواب ملا کہ اگر تم یہ کام کردو تو بہت فائدہ ہوگا۔ اکابر کے اس حکم کے بعد اب میں نے اللہ تعالیٰ پر تَوکّل کرتے ہوئے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اور مجھے صرف یہی حرص ہے کہ جہاد کی مُؤثّر دعوت جلد سے جلد مسلمانوں تک پہنچ جائے اور اس مُبارک کام کی بدولت مجھ گنہگار کی بخشش کا کچھ سامان ہوجائے۔ میں آج رات کام شروع کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھ گیا ہوں مگر ایک طرف تو میری جہالت میرے لئے ایک آڑ ہے، کیونکہ اس فصیح و بلیغ کتاب کی تلخیص و ترجمے کیلئے جس علمی اِستعداد کی ضرورت ہے وہ میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ ترجمہ تو کوئی خاص مشکل کام نہیں ہے مگر ایک باعمل شخص کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ کی ترجمانی کا حق ادا کرنا بے شک ایک مشکل کام ہے اور میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس میں آسانی کیلئے اِستعانت کرتا ہوں۔

سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ

دوسری طرف جیل کے وہ حالات ہیں جو ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ حالات کیا ہیں؟ اور

کیسے ہیں؟ نہ تو انہیں بیان کرنے کا کچھ فائدہ ہے اور نہ میری خواہش ہے کہ انہیں تفصیل سے بیان کروں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی سے دعاء کی جاسکتی ہے کہ وہ ان حالات سے نجات عطاء فرمائے اور کھلی فضا میں اپنے دین کا کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

یہاں خُطوط پر سخت قسم کی پابندی ہے، اپنے ان رشتہ داروں کے عِلاوہ، جن کے نام جیل حکام نے لکھ رکھے ہیں، کسی اور کو خط لکھنے کی اجازت نہیں ہے...... خط لکھ کر کھلے لفافے میں جیل حُکام کے حوالے کیا جاتا ہے، وہ اسے پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد اگر مناسب سمجھتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں، ورنہ فائلوں میں محفوظ کر لیتے ہیں...... کسی بھی خط میں جہاد کا تذکرہ سب سے بڑا گناہ ہے، جس پر نہ صرف خط روک لیا جاتا ہے بلکہ لکھنے والے کی حتی الوسع زبانی یا جسمانی خاطر تواضع بھی کی جاتی ہے، یہی حال آنے والے خطوط کا ہے۔ جیل حُکام کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجاہد قیدیوں کو دبا کر رکھیں اور انہیں ذہنی و جسمانی طور پر مفلوج کر دیں، معلوم نہیں ان دردناک حالات میں یہ کام پورا ہو سکے گا یا نہیں؟ مجھے تو بس اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے، اگر میرے برے اعمال آڑے نہ آئے تو انشاء اللہ وہ ضرور مدد فرمائے گا۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

اسی طرح کتابوں کی بھی سختی ہے، لغت اور تفسیر و حدیث کی محض چند کتابیں دستیاب ہیں، چنانچہ ذہن میں بہت کچھ ہونے کے باوجود کتابوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے حوالے غیرہ لکھنے اور تفصیلات سمجھنے کے مواقع بے حد محدود ہیں۔ اِن حالات میں اُن دنوں کی قدر آتی ہے، جب بڑے بڑے کتب خانے دسترس میں تھے اور ہزاروں کتابوں تک بڑی سہولت سے رسائی تھی، مگر اب تو وہ مناظر محض افسانہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے عِلاوہ جیل میں ایسے چھوٹے بڑے واقعات روز مرّہ کا معمول ہیں جو انسان کو یکسو نہیں رہنے دیتے، بلکہ مستقل ذہنی تشویش میں مُبتلا رکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور رحمت لامحدود ہے، اب تک اس نے جس طرح دستگیری فرمائی ہے، اگر اس کے کچھ واقعات لکھوں تو یقیناً ایک ایسی مفصّل کتاب بن

سکتی ہے جسے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور قوت کا یقین ضرور حاصل ہو جائے گا، مگر ان واقعات کو فی الحال نہ لکھنا ہی مناسب بلکہ قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان کرشموں کا اثر ماضی میں وقتاً فوقتاً محبوب قارئین تک پہنچتا رہا ہے، وہ خود اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ دن پہلے پاکستان کی ایک جیل میں اسیر میرے ایک محترم ومکرم دوست کا اخبار میں مطبوعہ ایک خط نظر سے گزرا جس میں انہوں نے جیل میں میرے درس وتدریس کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ پاکستان کی جیل میں جو سختی کی جارہی ہے وہ ہندوستان کی جیلوں میں نہیں ہے۔ یہ خط پڑھ کر میں نے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا جس نے واقعی مجھے جیل میں بے حد سہولتیں عطاء فرما رکھی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سہولتیں جیل حکام کی طرف سے یا انڈیا حکومت کی طرف سے قطعاً نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے تو ہمیں تمام تر انسانی حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔ پانچ سال ہونے کو ہیں ابھی تک کسی کورٹ یا جج کی شکل نہیں دیکھی۔ رہائی اور ضمانت کا تو تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ابھی تک نہ تو چالان پیش ہوا ہے اور نہ فردِ جرم عائد کی گئی ہے۔ اپنے گھر والوں سے ملنے کی تو کیا بات، اسی جیل میں بند کشمیری مجاہدین اور مسلمانوں سے ملنے پر بھی پابندی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت پر لاکھوں بار قربان ہو جاؤں کہ اس نے اس کنوئیں میں بھی روح کی تسکین کے بے شمار ایسے اسباب عطاء فرما رکھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی اور دے سکتا ہے اور نہ کوئی چھین سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخفی رحمت اس انداز سے برس رہی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دُوربینیں اور ریڈار انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ کاش! ہمارے اعمال اچھے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور زیادہ برستیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ ابھی تک دل میں جذبۂ جہاد زندہ ہے اور الحمد للہ ہر آئے دن جہاد کی دعوت عام کرنے کا ولولہ بڑھتا جارہا ہے۔

بلکہ ہر واقعہ اور ہر سانحہ یہی سبق سکھا رہا ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کیلئے بیدار کیا جائے، اِسی میں بے شمار مسائل کا حل ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے جب ایک قیدی کے رونے اور چیخنے پکارنے

کی آوازیں آرہی تھیں تو دل میں یہی خیال آرہا تھا کہ ایک مشرک بنئے کو آخر یہ ہمت کس طرح ہوگئی کہ اس نے اُمّتِ مُسلمہ کے ایک نوجوان کو ماں بہن کی گالیاں دیں، اگر آج اُمّتِ مُسلمہ زندہ ہوتی اور بیدار ہوتی تو یہ نوجوان اس ذہنی کرب کا شکار نہ ہوتا، مگر یہ نوجوان چیختا رہا اور نامعلوم کتنے نوجوان بوڑھے اور بچے اسی طرح چیخ رہے ہوں گے، کراہ رہے ہوں گے، مگر کون ان کی آواز سنے؟ کسی کو ہنسنے اور قہقہے لگانے سے فرصت ہو تو یہ تکلیف گوارا کرے...... ہم بحیثیت ایک اُمّت مُردہ ہو چکے ہیں، اِسی لئے ہم میں سے کچھ چیخ رہے ہیں اور کچھ قہقہے لگا رہے ہیں، لیکن اگر یہی صورت حال رہی تو پھر قہقہے بھی چیخوں میں دب جائیں گے۔ رات کی تاریکی میں مظلوموں کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو آسمانی عذاب کو بلا رہے ہیں اور وہ عذاب اب پھیلتا جا رہا ہے، اس عذاب کا علاج صرف ایک ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

مسجدِ اقصیٰ اور بابری مسجد کے بعد اب کعبۃ اللہ اور مسجدِ نبوی ﷺ کی گرم آہیں ہمیں بیدار کرنے کیلئے کافی ہیں، بابری مسجد کا منبر گر چکا ہے، کاش! اُس کے بعد ہر مسجد کا منبر اپنے جگر کا خون آنکھوں اور زبان سے بہا کر ہر مسلمان کو مساجد کا محافظ بنا دیتا، مگر کسی جگہ مسجد کی کمیٹی اجازت نہیں دیتی تو کہیں خطیب خود اس درد سے محروم ہے، جو درد اس منبر پر بیٹھنے والے ہر فرد کیلئے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارے اکابر ہمیں رو رو کر، جھولیاں پھیلا پھیلا کر گورے انگریز کی مکاری، گیتا دی اور ناپاک عزائم بتاتے رہے، مگر ہم مسلم لیگ اور کانگریس کے نعروں میں اُلجھ کر اس دعوت سے بہرے بن گئے جس کے نتیجے میں آج گورے کافر نے حجازِ مُقدّس پر قبضہ جمانے کیلئے وہ سب کچھ کر لیا ہے جو وہ حجاز کی محافظ غافل قوم کے خلاف کر سکتا تھا۔ آج ایک طرف تو حرم کی فضاؤں میں امریکی اور برطانوی طیاروں کی منحوس آواز گونج رہی ہے، جبکہ دوسری طرف حرم شریف کے منبر و محراب سے یہود و نصاریٰ کے خلاف تقریر تو درکنار بددعاء کرنے پر بھی پابندی ہے۔ آج ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر ہمارے اپنے بھائیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے...... ہمارے ہی ملکوں کی فضاؤں سے گزار کر دشمنوں کے میزائل ہمارے سینے پر داغے جاتے ہیں، مگر ہر طرف خاموشی ہے اور ہر طرف سناٹا۔ کیونکہ ہم بزدل ہو چکے ہیں، ہمیں

زندہ رہنے کا سلیقہ تک بھول چکا ہے، ہمیں تو بس خوبصورت گاڑی، مضبوط بنگلے، موبائل فون اور ٹھنڈے ائیر کنڈیشنز کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ پانے کے لئے ہمیں امریکہ کی غلامی کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہم جَو کی روٹی کھا کر عزت سے جینا جانتے تو ہمارے ملکوں میں جَو اور گندم وافر مقدار میں ہوتی ہے، اگر ہم بے غیرتی کے زرق برق لباس کی بجائے اون اور سوت کا باعزت لباس پہنتے تو اس کیلئے ہمیں نہ کہیں سے قرضہ لینے کی ضرورت ہے اور نہ کافروں کی استعمال شدہ مشینیں خریدنے کی۔ ہمارے نبی ﷺ کا لباس کیا تھا؟ آپ ﷺ کی خوراک کیا تھی؟ اگر کائنات کے سب سے حسین شخص آقائے دو جہاں ﷺ سر میں تیل ڈال سکتے تھے تو آج طرح طرح کی کریموں کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ کیا ہم اپنے ملک میں پیدا ہونے والے پھلوں کا رَس خود نکال کر نہیں پی سکتے؟ پھر ہمیں امریکی کوکا کولا اور پیپسی کی کیا ضرورت ہے؟ گھروں میں پڑا ہوا سونا اور ہیرے جواہرات کس کام کے ہیں؟ کیا ان کی وجہ سے ہمارے گھر چمکتے ہیں؟ یا ان کی بدولت ہم محفوظ رہتے ہیں؟ ایسا سونا کس کام کا، جس کے ہوتے ہوئے ہم اپنے خوبصورت بوسنیائی بھائیوں کو کفن تک نہ دے سکے۔ ایسے جواہرات کس کام کے، جن کے ہوتے ہوئے ہم ماضی میں اپنی افغان بہنوں کو قبر تک نہ دے سکے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کتنا سونا تھا؟

کیا اس سونے سے وہ اسلحہ نہیں خریدا جا سکتا جو حجاز کے ریگستانوں کو امریکی ابوجہل صفت فوجوں کا قبرستان بنا دے؟ بے شک خریدا جا سکتا ہے مگر یہ کام تو وہی کرے جسے اسلام سے محبت ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ سے جنّت کا خریدار ہوگا اور جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی غیرت ہوگی، مگر ہم لوگ ابھی تک پورے مسلمان ہی نہیں ہوئے، بلکہ ہم تو ہندوؤں کی طرح صرف شادی کارڈوں پر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، آخر یہ کارڈ کس کام کے ہیں؟ جبکہ ہماری عصمتیں بازاروں میں نیلام ہو رہی ہیں، شادی پر لاکھوں روپے آخر کس غرض سے خرچ کئے جاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں ہے، ہمارے ہر طرف غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں، ہمیں ہر طرف سے سسکیاں اور آہیں سنائی دے رہی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں

نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے اور جنہوں نے ہمارے خون کو چوس کر نام نہاد ترقی حاصل کر رکھی ہے، وہ ہمارے دشمن ہیں، مگر ہم انہیں کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں لاکھوں روپے فیس جمع کرا کے اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ کیا ہم اتنے گر چکے ہیں کہ ہمیں روزی کے لئے اپنی زبان نہیں بلکہ دوسروں کی بولی سیکھنی پڑتی ہے؟ کبھی آپ نے اس مسئلے پر غور کیا؟ آخر یہ کون لوگ ہم پر مُسلّط ہیں جو ہمیں اپنی زبان تک نہیں بولنے دیتے، یہ چاہیں تو صرف تین منٹ میں ایک قرارداد پاس کر کے انگریزی کو دھکے دے کر اپنے ملک سے باہر نکال دیں، مگر یہ خاندانی غلام ایسا نہیں کرتے، کیونکہ انہیں حکومت صرف اسی لئے ملی ہے تاکہ وہ ہمیں گوروں کا غلام بنائے رکھیں۔

اللہ کی قسم! ہم نے جہاد چھوڑ کر سوائے ذلت کے اور کچھ نہیں پایا۔ آج ہمیں ترقی کے نام پر بندروں کی طرح نچایا جا رہا ہے...... گورا ظالم ہم سے کروڑوں ڈالر لے کر ہمیں بلیڈ اور ریزر دیتا ہے تاکہ ہم اپنی شکل اس کی طرح بنانے کیلئے اپنا منہ رگڑیں...... گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں جوتے بھیجتا ہے تاکہ ہم اسی کے بنائے ہوئے جوتوں کو گلے کا ہار اور اپنی عزت کا تاج سمجھیں، حالانکہ ہم خود اپنے جوتے بنا سکتے ہیں...... گورا ظالم کروڑوں ڈالر لے کر ہمارے لئے پتلونیں، ٹائیاں اور جیکٹیں بھیجتا ہے تاکہ ہم اپنے فطری تشخص سے محروم رہیں...... گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں ایسی دوائیاں بھیجتا ہے جنہیں کھا کر دس مزید بیماریاں لگتی ہیں اور بالآخر ہم ان کے علاج کیلئے پھر گورے کے ملک جا پہنچتے ہیں، حالانکہ ہمارے نبی ﷺ کی سیرت میں اور ہمارے جنگلات کی بوٹیوں میں ہماری صحت کیلئے سب کچھ موجود ہے...... گورا ظالم کھربوں ڈالر لے کر ہمارے لئے گاڑیاں بھیجتا ہے تاکہ ہم گھوڑوں کی پیٹھ سے محروم رہیں اور نئے ماڈلوں کے چکر میں پڑ کر خود کوئی گاڑی نہ بنائیں...... گورا ظالم کیمرے، ٹی وی، ویڈیو اور کمپیوٹر کے ذریعے ہمارے ملکوں میں فحاشی سپلائی کرتا ہے اور اس کے بھی ہم سے اربوں ڈالر وصول کرتا ہے...... گورا ظالم ہماری عورتوں کیلئے فیشن اور بے حیائی کا سامان بھیج کر ہماری جیبوں سے کروڑوں ڈالر نکال لیتا ہے، مگر ہم بے وقوف جانوروں کی طرح اُس کے سامنے ناچتے ہیں، اُسے جھک کر سجدے کرتے ہیں اور اس جیسا بننے کیلئے ہر بے وقوفی کرتے ہیں۔ اگر میں

وہ طریقے لکھوں جنہیں اپنا کر گوروں نے آج عربوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور وہ ان کی دولت دونوں ہاتھوں سے لُوٹ رہا ہے تو غم کی وجہ سے آپ کا کلیجہ منہ کو آجائے گا، یہ سب کچھ میں نے یورپ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرا دل خون کے آنسو رویا۔

یاد رکھئے! ہمیں اپنی ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی ذرہ بھر ضرورت نہیں ہے، البتہ ان کھٹملوں اور مچھروں کو زندہ رہنے کیلئے ہمارے خون کی ضرورت ہے۔ وہ صدیوں تک ہمیں جزیئے دے کر آپس میں لڑتے مرتے رہے، مگر پھر انہوں نے کچھ گُر سیکھ لئے اور ہم اپنے راستے کو بھول گئے، ایک زمانے میں یورپ کی سلطنت کے ساٹھ شاہزادے سلطان بایزید یلدرمؒ نے زندہ گرفتار کئے تھے اور پھر انہیں زندگی کی بھیک دے کر چھوڑ دیا تھا، مگر آج اسلامی دنیا امریکی میزائلوں کی زد میں ہے...... کل تک یورپ کی قومیں ہمارے جوتے صاف کرتی تھیں، مگر آج ہمارے حکمران ان کے تلوے چاٹ رہے ہیں اور ان کے بدبُودار رخساروں پر ہمارے کسان کی خون پسینے کی کمائی نچھاور کر رہے ہیں...... کل تک اَہلِ یورپ ہمارے غلام تھے، مگر اب ہم نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور ہم ترقی کے جھوٹے فریب کا شکار ہو چکے ہیں۔ آج اگر ہمارے ملکوں کا سرمایہ یورپ جانا بند ہو جائے اور ہم یورپ اور امریکہ کی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں اور جوتے اور کپڑوں میں اپنی عزت ڈھونڈنے کی بجائے عزت کا فیصلہ میدانِ جنگ میں کریں، تو انشاء اللہ پھر یہی امریکہ اور یورپ اپنا وجود کھو بیٹھیں گے اور وہ ہماری غلامی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ممکن ہے آپ کو یہ سب کچھ ناممکن نظر آئے، مگر میں ہزار بار مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ ممکن ہے، ماضی کی رُوم وفارس کی سلطنتیں آج کے امریکہ اور یورپ سے زیادہ طاقتور تھیں، مگر ان کا حشر کیا ہوا؟

آج کا یورپ اور امریکہ تو اندر سے دیمک خوردہ ہے، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائے اور ہر شخص جہاد کی تربیت حاصل کرے اور تمام مسلمان منظم ہو کر ایک امیر کی اطاعت میں جہاد کے لئے متحرک ہو جائیں اور اقوام متحدہ اور امریکہ کے احکامات کے خلاف کھُلم کھُلا بغاوت کا اعلان کریں، اپنی زندگیوں کو سادہ بنائیں اور اپنے معاشرے کو

اسلامی بنائیں، امریکہ اور تمام اسلام دشمن طاقتوں کے ہر طرح کے سامان کا بائیکاٹ کریں، دوسروں کے سامان پر انحصار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ فطری اسباب اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اپنے اندر غیرت ایمانی کے جذبے کو جگائیں۔ جب تک اجتماعی طور پر کوئی ترتیب نہ بنے، ہر مسلمان انفرادی طور پر یہ سارے کام کرے اور یہ نیت رکھے کہ اگر مجھ اکیلے کو پوری دنیا کے کفر سے ٹکرانا پڑا تو میں اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفّظ کی خاطر اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ دوسروں کو دیکھنے کی بجائے ہر شخص اپنی ذِمّہ داری کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کسی کو دیکھنا ہو تو پھر طالبان کو دیکھے جو الحمدللہ اسلامی عظمت کا تابندہ نشان بن کر طلوع ہوئے ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کسی اور سے نہیں...... وہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں کسی اور کے سامنے نہیں...... وہ جانتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بالکل سچ ہے کہ اگر پوری دنیا تمہیں نفع پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر پوری دُنیا تمہیں نقصان پہنچانے کیلئے متحد ہو جائے تو صرف اتنا نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ تو جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے تو پھر اقوام متحدہ اور امریکہ کے سامنے جھکنے کی کیا ضرورت ہے؟

یاد رکھئے! اسلام دنیا میں غالب ہونے کیلئے آیا ہے مگر ہماری بُزدلی، نفس پرستی اور ناجائز خواہشات نے آج کُفر کو غالب کر رکھا ہے، یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے اور اس جُرم کی تلافی صرف اور صرف جہاد کے ذریعہ سے کی جا سکتی ہے۔ اپنی مسلمان قوم کو یہی دعوت دینے اور یہی پیغام سمجھانے کیلئے میں نے زیرِ نظر کتاب کی تلخیص کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ اپنا خُصوصی فضل فرما کر مجھے اس کارِ خیر کی توفیق عطاء فرمائے اور میرے سامنے جو رکاوٹیں سینہ تان کر کھڑی ہیں، انہیں دور فرمائے اور اس کاوِش کو مسلمانوں کی بیداری اور میری بخشش کا ذریعہ بنائے۔ والسلام

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

۹ رجمادی الاُولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲ رستمبر ۱۹۹۸ء بوقت ایک (۱) بجے شب

باب ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- کفار سے جہاد کا حکم اس کی فرضیت اور ان لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں
- فرضِ عین، فرضِ کفایہ
- ان لوگوں کیلئے بعض وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں اس سے پہلو تہی کریں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں
- اے مسلمان! تجھے کس چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟

جہاد اِقامت توحید کا ذریعہ ہے

”یعنی اگر یہ ”سنت اللہ“ ہمیشہ سے نہ چلی آئی ہوتی کہ ظالموں، سرکشوں، زبردستوں کا زور، انسانوں ہی کے بعض گروہوں کے ہاتھ سے تڑوا دیا جاتا رہتا تو اب تک جو جو عمارتیں توحید کی مرکز رہی ہیں مثلاً مسجدیں جو اب بھی اسی غرض کے لیے ہیں اور اہلِ کتاب کی مذہبی عمارتیں، جو اپنے اپنے زمانہ میں یہ کام انجام دے چکی ہیں، سب ختم ہو گئی ہوتیں۔ گویا جہاد کی مشروعیت و مطلوبیت ”اقامتِ توحید“ ہی کی خاطر ہے“۔ (فتح الجواد، ۳/۱۹۳)

فرض کا وزن کم نہ کریں

فرض ایک بڑی اور بھاری چیز ہے اس کے ساتھ کفایہ کا لفظ لگنے سے اس کی اہمیت کم یا ہلکی نہیں ہو جاتی، بعض ناواقف لوگ فرضِ کفایہ کو سنت اور نفل سے بھی ہلکا سمجھتے ہیں لیکن فرض تو ایک قطعی اور لازمی حکم ہوتا ہے۔ (فتح الجواد، ۳/۱۳۹)

جہاد کے بغیر دین مکمل نہیں

جہاد کا مبارک عمل زندہ کیے بغیر اتباعِ رسول ﷺ کا دعویٰ مکمل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے خود بنفسِ نفیس جہاد کیا اور اپنے رُفقاء کو جہاد کی ترغیب دی اور اپنی اُمت کے لئے جہاد کو جاری فرمایا۔ (فتح الجواد، ۲/۲۰۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

کفار سے جہاد کا حکم اس کی فرضیت اور ان لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں، پہلی فصل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی سات آیات اور انتیس احادیث و آثار سے جہاد کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❶

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ:۲۱۶)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❷

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ:۲۴۴)

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو اور سمجھ لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❸

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ (البقرہ:۲۵۱)

اور اگر اللہ تعالیٰ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرا دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پُر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر مہربان ہے۔ (کہ انہوں نے جہاد کا حکم نازل فرما کر فساد کے خاتمے اور امن کے قیام کی صورت پیدا فرما دی۔)

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۷

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ (التوبہ: ۵)

مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ و اور انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۸

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ (التوبہ: ۲۹)

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اُسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہلِ کتاب ہیں یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۹

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (الحج: ۴۰)

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ زبردست غالب ہے۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں امام ابو عبداللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "شُعَبُ الْاِیمان" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں یہ بات کھول کر سمجھادی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ [مجاہد] مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ روکیں اور مسلمانوں کو اس بات کی قوت عطاء نہ فرمائیں کہ وہ مشرکوں اور کافروں سے مرکزِ اسلام کا دفاع کر سکیں اور کافروں کی طاقت کو توڑ سکیں اور ان کی قوت

کو پارہ پارہ کرسکیں تو شرک زمین پر چھا جائے گا اور دین تباہ و برباد ہو جائے گا۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاد ہی دین کی بقا اور دینداروں کی اپنی عبادات میں آزادی کا واحد راستہ ہے، جب جہاد کا یہ مقام ہے تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ وہ ارکانِ ایمان میں سے ایک رکن ہو، مسلمانوں کو چاہئے کہ جس قدر ہو سکے اپنے اندر جہاد کرنے کا حد درجہ حرص پیدا کریں۔" (کتاب المنہاج فی شعب الایمان، ص:۴۲۶، ج:۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط (محمد:۴)

پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔

آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر میدانِ جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑانا لازم ہے۔

یہ چند آیات تو بطورِ نمونہ ہیں، ورنہ وہ آیات جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین اور اسلام دشمنوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے، بہت زیادہ ہیں۔

[آیئے! اب اس موضوع پر کچھ احادیث شریفہ اور آثار کو پڑھ کر اپنے ایمان کو جِلا بخشتے ہیں]۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، پھر جب وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں گے تو ان کے جان و مال سوائے شرعی حق کے ہم سے محفوظ ہو جائیں گے اور ان کا حساب اللہ (تعالیٰ) کے ذمے ہوگا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ، [وہ امیر] نیک ہو یا فاسق، نماز تم پر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے، وہ نیک ہو یا فاسق، اگرچہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ (ابوداود)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں:۔

❶ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے، اُس سے [ہاتھ اور زبان کو] روکنا کہ ہم نہ تو کسی گناہ کی وجہ سے اُسے کافر قرار دیں اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اُسے اسلام سے خارج سمجھیں۔

❷ جہاد جاری رہے گا جب سے اللہ (تعالیٰ) نے مجھے مبعوث کیا ہے، یہاں تک کہ میری اُمت کے آخری لوگ دجّال سے لڑیں گے، کسی ظالم کا ظُلم یا کسی عادل کا عدل اس جہاد کو نہیں روک سکے گا۔

❸ تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابنُ الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے یہ شرطیں رکھیں کہ تم اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور رسُول ہیں، پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے اور رمضان کے روزے رکھو گے، زکوٰۃ دو گے، بیت اللہ شریف کا حج کرو گے اور اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرو گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! ان میں سے دو چیزوں [یعنی زکوٰۃ اور جہاد] کی میں طاقت نہیں رکھتا، زکوٰۃ کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ میرے پاس چند اُونٹ ہیں جو میرے گھر والوں کے دودھ اور سواری کے کام آتے ہیں اور جہاد کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ لوگ کہتے ہیں جو شخص جہاد میں میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا تو وہ اللہ (تعالیٰ) کے غضب کو دعوت دے گا، میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدانِ جنگ میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا دل گھبرا جائے [اور میں بھاگ کھڑا ہوں]۔ ابنُ الخصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ [یہ بات سن کر] رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر اُسے ہلایا اور فرمایا: نہ صدقہ دو گے، نہ جہاد کرو گے تو جنّت میں کیسے داخل ہو گے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! میں آپ سے [ان تمام چیزوں پر] بیعت کرتا ہوں، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمالیا۔ (المستدرک)

فائدہ:

یہ روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "السُّنَنُ الکُبریٰ" میں بھی ذکر فرمائی ہے۔

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! گھوڑے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور اسلحہ رکھ دیا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ اب لڑائی [جہاد] ختم ہوچکی ہے۔ [یہ سن کر] رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ [جو جہاد ختم ہونے کا گمان کررہے ہیں] جھوٹے ہیں، جہاد تو ابھی شروع ہوا ہے اور میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرتی رہے گی اور اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اللہ (تعالیٰ) ان کی خاطر کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کرے گا تاکہ ان کے ذریعے ان [مجاہدین] کو روزی دے، [یعنی اُمت کے یہ مجاہد لوگ کافروں سے لڑیں گے تو کفار کے اموال ان کے ہاتھ آئیں گے،] یہ [مجاہدین] قیامت تک جہاد کرتے رہیں گے اور گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک ہمیشہ کیلئے خیر رکھ دی گئی ہے [اور] جہاد بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ یاجوج ماجوج نکل آئیں۔ (رواہ النسائی نحوہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو! مشرکوں کے ساتھ، اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ (ابوداؤد، نسائی، حاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

اَلْسِنَتِكُمْ [یعنی اپنی زبانوں سے جہاد کرو] کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کی ایسی مذمت کرو اور انہیں ایسی سخت باتیں سناؤ جو انہیں بری لگیں اور انہیں ان باتوں کے سننے سے تکلیف ہو۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر [مسلمان] میت کی نمازِ جنازہ ادا کرو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔

(ابن ماجہ، ابن عساکر)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کے آٹھ حصے ہیں:۔ اسلام قبول کرنا ایک حصہ ہے، نماز ایک حصہ ہے، زکوٰۃ ایک حصہ ہے، حج ایک حصہ ہے، جہاد ایک حصہ ہے، رمضان کے روزے ایک حصہ ہے، امر بالمعروف ایک حصہ ہے، نہی عن المنکر ایک حصہ ہے اور محروم ہوگیا وہ شخص جس کے پاس [ان حصوں میں سے] کوئی حصہ بھی نہ ہو۔ (ابو یعلیٰ)

فائدہ:

یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ:

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ (تعالیٰ) نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کا حکم دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع فرمایا، [لوگ جمع ہو گئے اور اُن سے] مسجد بھر گئی اور کچھ لوگ [باہر] اُونچی جگہوں پر بیٹھ گئے، تب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ میں [خود] ان پر عمل کروں اور تمہیں بھی اس نے ان باتوں پر عمل کا حکم فرمایا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ صرف اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، بے شک اس شخص کی مثال جو اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس شخص کی مانند ہے، جس نے خالص اپنے مال یعنی سونے چاندی سے ایک غلام خریدا اور اُسے کہا: یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کاروبار ہے، پس تم یہ کاروبار کرو اور اسکا نفع مجھے لا کر دو، پس وہ غلام کام تو کرتا ہے مگر اس کا نفع اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو دے دیتا ہے، پس تم میں سے کون شخص یہ بات پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ [جس طرح تم اپنے غلام کے بارے میں یہ پسند نہیں کرتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں یہ پسند نہیں فرماتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں] اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں نماز کا حکم فرمایا ہے، پس جب تم نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر توجہ نہ کیا کرو، کیونکہ جب تک بندہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتا، اللہ (تعالیٰ) بھی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں روزے کا حکم دیا ہے، بے شک روزے دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں مُشک کی تھیلی لے کر بیٹھا ہو، چنانچہ وہ خوشبو سب کو اچھی لگتی ہے اور بے شک روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں صدقہ کرنے

کا حکم دیا ہے، بے شک صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جسے دشمن قید کر لیں اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر اُسے قتل کرنے کیلئے لے جائیں، تب وہ کہے کہ میں اپنا تھوڑا زیادہ تمام مال تمہیں بطور فدیہ دیتا ہوں، پس وہ مال دے کر اپنی جان چھڑا لے [اسی طرح صدقہ دینے والا شخص صدقہ دے کر عذابِ الٰہی اور آفات سے خود کو بچا لیتا ہے] اور اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کیا کرو، بے شک اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑ رہا ہو اور وہ کسی مضبوط قلعے میں پناہ لے کر اپنی جان دشمن سے بچا لے، اسی طرح بندہ صرف اللہ (تعالیٰ) کے ذکر کی بدولت ہی شیطان سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں [یعنی اپنی اُمت کو] پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں، ان باتوں کا حکم مجھے اللہ (تعالیٰ) نے دیا ہے:- ❶ [امیر کے حکم کو] سننا، ❷ [امیر کی] اطاعت کرنا، ❸ جہاد کرنا، ❹ ہجرت کرنا، ❺ [مسلمانوں کی] جماعت کو لازم پکڑنا، بے شک جو شخص ایک بالشت کے برابر جماعت سے الگ ہوا، اُس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکال دیا مگر یہ کہ وہ دوبارہ جماعت میں لوٹ آئے۔“

(ترمذی وقال حدیث حسن صحیح، نسائی (مختصراً) وابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فتحِ مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی، البتہ جہاد اور نیتِ جہاد باقی ہے اور جب تمہیں [امیر کی طرف سے] نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم [جہاد میں] نکل پڑو۔ (مسلم)

فائدہ:

یہی حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

عبدالمؤمن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھ سے نجدہ بن نفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب پوچھا:

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ [اگر تم جہاد میں نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ التوبہ: ۳۹]

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے عرب کے قبائل میں سے ایک

قبیلے کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا تو انہوں نے سستی کی، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بطور عذاب کے بارش بند کردی۔ (ابوداؤد، حاکم)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اور اس سے پچھلی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس مسلمان کو جہاد میں نکلنے کا حکم امیر کی طرف سے دے دیا جائے اُس پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے، اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے اُس وقت جہاد فرضِ کفایہ ہو۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں جہاد کا ذکر فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد [عام حالات میں] فرضِ کفایہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کو فضیلت دی، کیونکہ نماز فرض عین ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد [ہمیشہ فرضِ کفایہ نہیں رہتا، بلکہ] کبھی فرضِ عین بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا۔

فائدہ:

[قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (التوبہ:۴۱)

اس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ جہاد میں نکل پڑو ہلکے اور بوجھل۔ ہلکے اور بوجھل یا خفیف وثقیل سے کیا مراد ہے؟ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی وضاحت کیلئے آگے کئی آثار پیش فرمائے ہیں اور اس آیت سے بھی جہاد کی فرضیت کو ثابت فرمایا ہے۔]

ابو راشد الحبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، وہ حمص [نامی شہر میں] کسی صرّاف کے چھوٹے صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے —— اور جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دے دیا ہے، [پھر آپ اس بڑھاپے میں جہاد کی مشقت میں خود کو کیوں ڈال رہے ہیں؟] حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقوں کے راز کھولنے والی سورۃ [یعنی سورۃ توبہ] مجھے نہیں بیٹھنے دیتی۔ [اس سورۃ میں] اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا [یعنی جس حال میں بھی ہو جہاد میں نکلو۔] (تفسیر ابن جریر طبری)

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا" کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ بوڑھے ہو یا جوان [ہر حال میں جہاد میں نکلو۔] (مصنف ابن ابی شیبہؒ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی "خِفَافًا وَّثِقَالًا" کی یہی تفسیر فرماتے ہیں [یعنی "خِفَافًا" سے مراد جوانی "ثِقَالًا" سے مراد بڑھاپا]۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: چُست ہو یا غیر چُست [یعنی طبیعت ہَشاش بَشاش اور دل جہاد میں نکلنے پر راضی ہو تب بھی نکلو اور اگر طبیعت ہَشاش بَشاش نہ ہو اور دل نہ چاہے، تب بھی جہاد میں نکلو]۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ)

حضرت ابو اَیُّوب اَنصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابو العوام رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سال جہاد کا ناغہ فرمایا، پھر آپ نے یہ آیت "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا" پڑھی تو فوراً جہاد میں نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس آیت میں مجھے تو کوئی چھوٹ نظر نہیں آتی۔

حضرت حَکَم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا" کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ مشغول ہو یا فارغ [یعنی اگر دینی یا دنیوی، ذہنی یا جسمانی طور پر مصروف ہو تب بھی جہاد میں نکلو اور اگر فارغ ہو تب بھی نکلو]۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ)

مشغول اور فارغ کا ایک معنی یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جس شخص کے پاس ایسی چیزیں [باغات، تجارت وغیرہ] ہوں جنہیں چھوڑ کر جانا اُسے ناگوار گزرتا ہو، ایسا شخص مشغول ہے اور جس کے پاس ایسی چیزیں نہ ہوں وہ غیر مشغول ہے۔

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خَفِیف [ہلکے] سے مراد بہادر اور ثَقِیل [بھاری] سے مراد بزدل ہے، [یعنی تم بزدل ہو یا بہادر ہر حال میں جہاد کیلئے نکل پڑو]۔ (تفسیر ابن جریر طبریؒ)

تفسیر قرطبی میں حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت [اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا] کا درست مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا ہے، خواہ جہاد میں نکلنا ان کیلئے آسان ہو یا مشکل۔

امام زُہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی ایک آنکھ کام نہیں کر رہی تھی، ان سے کہا گیا کہ آپ تو بیمار ہیں، [پس اس مجبوری و معذوری کی وجہ سے گھر میں بیٹھ رہیں]۔ یہ سُن کر فرمانے لگے: "اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری سب کو نکلنے کا حکم دیا ہے، اگر میرے لئے میدان میں جا کر لڑنا ممکن نہ بھی ہوا تو میں مجاہدین کی تعداد بڑھاؤں گا اور ان کے سامان کی بھی حفاظت کروں گا"۔

اِسی طرح روایت ہے کہ شام کے غزوات میں ایک شخص نے ایک ایسے بزرگ کو میدانِ جنگ میں لڑتے دیکھا جن کی پلکیں بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر گری ہوئی تھیں، اس شخص نے کہا: چچا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے، [پھر آپ اس بڑھاپے میں کیوں اس قدر مشقت اُٹھا رہے ہیں]۔ یہ سن کر وہ فرمانے لگے: اے بھتیجے! ہم خفیف [ہلکے] ہوں یا ثقیل [بھاری] ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمرو بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحد کے دن فرمایا: میں نابینا آدمی ہوں، آپ لوگ لشکر کا جھنڈا مجھے دے دیں، کیونکہ اگر علمبردار [جھنڈے والا] پیچھے ہٹ جائے تو پورا لشکر شکست کھا جاتا ہے، مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کون مجھ پر وار کرنا چاہتا ہے، چنانچہ میں اپنی جگہ پر ڈٹا رہوں گا [اور کسی حملے کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا]۔ [یہ تو ان کا جذبہ تھا مگر] اس دن جھنڈا برداری کی سعادت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، عطیہ بن ابی عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفہ کی لڑائی کے دنوں میں حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ [شوقِ جہاد میں] اپنی لمبی زرہ کو لشکر کی صفوں کے درمیان گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا" پڑھی تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے اور ہم بوڑھے ہوں یا جوان ہمیں نکلنے کا حکم دیا ہے، تم میرا سامانِ جہاد تیار کرو۔ [ان کے عزم اور تیاری کو دیکھ

کر] ان کے بیٹے کہنے لگے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جہاد فرمایا ہے، اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔ [مگر وہ خود نکلے] پھر انہوں نے سمندری لڑائی میں حصہ لیا اور دوران جہاد جہاز ہی پر انتقال فرمایا، ان کے رُفقاء نے کوئی جزیرہ ڈھونڈنا شروع کیا تاکہ انہیں دفن کرسکیں، تو انہیں سات دن بعد اس میں کامیابی ملی، [ان سات دنوں میں] حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک میں کوئی تغیّر نہ آیا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت امام ضحّاک رحمۃ اللہ علیہ آیت "کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ کُرۡهٌ لَّکُمۡ" کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جہاد کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ گراں گزری، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اَجر و ثواب، ان کی فضیلت، شہادت کے بعد ان کی زندگی اور ان کیلئے [خاص] روزی کا بیان فرمایا تو پھر [اللہ تعالیٰ کے وعدں پر] یقین رکھنے والوں نے جہاد پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دی، پس انہوں نے جہاد کو اپنا محبوب بنالیا اور اس میں انہیں خوب رغبت ہوگئی، یہاں تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں جانے کیلئے سواری مانگتے تھے، مگر جب اللہ تعالیٰ کے رسُول ان کے لئے سواری نہ پاتے تو وہ روتے ہوئے واپس لوٹتے تھے، اس غم میں کہ ان کے پاس جہاد کیلئے خرچہ نہیں ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت عمرؓ بن خطّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم لوگوں پر تین سفر لازم کر دیئے گئے ہیں:۔ حج، عمرہ اور جہاد۔

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ قبلہ رُخ ہو کر دس قسمیں کھاتے اور فرماتے کہ جہاد تم پر فرض ہے پھر فرماتے کہ اگر تم چاہو تو میں مزید قسمیں بھی کھا سکتا ہوں۔

(مُصنّف عبدالرزاق)

فصل

فرضِ عین، فرضِ کفایہ

[اس فصل میں مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جہاد کب تک فرضِ کفایہ رہتا ہے اور کب فرضِ عَین ہو جاتا ہے، اِسی ضمن میں مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ نے فرضِ کفایہ اور فرضِ عَین کا معنی بھی بیان فرمایا ہے اور جہاد کے حکم کے بارے میں مختلف فُقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے اقوال کو بھی جمع فرما دیا ہے۔

آیئے! اب ان اقوال اور مسائل کو ترتیب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ غور کرتے ہیں کہ ان اقوال و مسائل کی روشنی میں ہمارے زمانے میں جہاد کا کیا حکم ہے؟]

❶ تمام علماء کرام کا اِتّفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے مُلکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے مُلکوں پر چڑھائی کرنا فرضِ کِفایہ ہے۔ (الھدایہ، اعلاء السنن)

❷ حضرت سَعید بن المُسَیِّب رحمۃ اللہ علیہ اور علّامہ ابنِ شُبرُمہ رحمۃ اللہ علیہ [جیسے حضرات تابعین] کے نزدیک جہاد ہر حال میں فرضِ عَین ہے۔ [کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کیئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ مُنافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے، چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرضِ عَین ہے، اِسی لئے جہاد بھی فرضِ عَین ہے۔ یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر یہ اور اس طرح کے اور کئی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرضِ عَین ہونے پر پیش فرماتے ہیں۔]

❸ فرضِ کِفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کیلئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گُناہ بھی نہیں رہتا، لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گنہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گنہگار ہوں گے، معذور بھی اور غیر معذور بھی۔

[حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کے ہاں بھی یہی تفصیل ہے۔] (الہدایہ، اعلاء السنن)

❹ فرضِ کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے، مسلمانوں کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزاریں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو، البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے:۔

مسلمانوں کی کمزوری، دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ [یعنی ان ضروریات اور اعذار کی وجہ سے فرضِ کفایہ جہاد کو مؤخر کیا جا سکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیاری کر سکیں، لیکن اگر جہاد فرضِ عین ہو چکا ہو تو پھر مؤخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا] لیکن اگر تاخیر کیلئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا ناغہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اس بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الام، ص:۱۶۸، ج:۴)

❺ امام الحرمین رحمہ اللہ (المتوفی ۴۷۸ھ) ارشاد فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اصولیین کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک قہری دعوت ہے [یعنی جہاد ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کارفرما ہوتی ہے]، اس لئے جس قدر ممکن ہو اسے ادا کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں صرف مسلمان باقی رہیں اور ذمی [یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں]۔ چنانچہ [فرضِ کفایہ کی ادائیگی کیلئے] سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور سے ہر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جا سکے۔ (روضۃ الطالبین، ص:۲۰۹، ج:۱)

❻ حنابلہ رحمہم اللہ میں سے صاحب المغنی رحمہ اللہ [علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ] فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا [یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا] فرض ہے اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا، کیونکہ جہاد

فرضِ کفایہ ہے [تو جب تک کفایت نہ ہو، اس کی فرضیت باقی رہے گی]، اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی، اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی، ص:۳۴۸، ج:۸)

❼ اِمام قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے اِمام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنانِ اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے، امام یا خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتمد کو بھیجے گا، پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنانِ اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور [دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں] ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک [ان سے لڑیں گے] کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کرلیں۔ (الجامع لاحکام القرآن، ص:۱۵۲، ج:۸)

❽ جِہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جِہاد نہ کر سکے، لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سر درد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جِہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اِسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو۔ یہ اِمام اَحمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی [فقیہ] کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہؒ، ص:۳۴۷، ۳۴۸، ج:۸)

[حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (اعلاء السنن)]

❾ علماءِ کرام کا اتفاق ہے کہ [فرضِ کفایہ] جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے، ماں باپ کی غیر موجودگی میں دادا، دادی کا بھی یہی حکم ہے، بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی دادا، دادی سے اجازت ضروری ہے۔ (المغنی لابن قدامہؒ، ص:۳۵۸، ج:۸)

❿ [جہاد اگر فرضِ کفایہ ہو تو] اس آدمی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو؟ اس بارے میں فُقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔ امام ابوبکر ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الاَشراف" میں لکھا ہے کہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایسے مقروض شخص کو جِہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ نہ ہو۔ اِمام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رُخصت دی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ مقروض آدمی کیلئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے، خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام، ص:۱۶۳، ج:۴)

ابنِ المُنذِر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبدُاللہ رضی اللہ عنہ کے والد جہاد میں نکلے تھے، حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدمی کیلئے جہاد منع نہیں ہے، بشرطیکہ اس نے ایسا ترکہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اَحمد بن حَنْبَل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مَسلک ہے اور انہوں نے ابنِ المُنذِر رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت جابِر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبدُاللہ بن حَرام رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے دلیل پکڑی ہے۔ (المغنی لابن قدامہؒ، ص:۲۶۰، ج:۸) واللہ اعلم۔

امام اَبُوزَکَرِیّا نَوَوِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اُسے جِہاد سے نہیں روکا جائے گا، کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر مقروض تنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرضے کی ادائیگی کیلئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجودہ مال میں سے قرض اداء کر سکے، تو ایسے مقروض کو جِہاد میں نکلنے کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کیلئے نکلنا جائز نہیں ہوگا اور اگر قرضے کی ادائیگی کیلئے کوئی وقت مقرّر ہے تو پھر [اس وقت سے پہلے] مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا، یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (روضۃ الطالبین، ص:۲۱۰، ج:۱۰)

[حضرات حنفیۃ رحمہم اللہ کے ہاں جب جہاد فرضِ عین ہو تو مقروض کو قرض خواہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، بلا اجازت جا سکتا ہے۔

لیکن اگر جہاد فرضِ کفایہ ہو اور مقروض جِہاد کا ارادہ کرلے اور قرض خواہ غائب ہو، تو پھر دو صورتیں ہیں:- ❶ اگر مقروض کے پاس قرض کی ادائیگی کی گنجائش ہے تو وصیت کرلے اور جہاد پر چلا جائے۔ ❷ قرض کی ادائیگی کی گنجائش نہ ہو تو بہتر ہے کہ ادائیگی کا کوئی ذریعہ تلاش

کرلے اور اگر اس صورت میں بغیر اجازت کے چلا گیا تو مکروہ ہے۔

اگر قرض خواہ نے اجازت دی لیکن قرضہ مُعاف نہ کیا تو جہاد میں جانا درست ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ ڈھونڈ لے۔

اگر قرض کی ادائیگی کی کوئی مدت مُقرَّر ہے اور ابھی باقی ہے اور مقروض مجاہد مدت سے پہلے لَوٹنے کی تَوَقُّع رکھتا ہے تو پھر بھی قرض خَواہ کی اجازت کے بغیر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (الفتاوی الھندیہ، ص:۲۱۱، ج:۲)]

جہاد اگر فرضِ عینؒ ہو جائے

⓫ مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سارے مسائل اس وقت کے ہیں جب جہاد فرضِ کفایہ ہو۔ لیکن اگر کافر ہمارے کسی شہر [یا علاقے] میں داخل ہو جائیں، یا اُس پر چڑھائی کردیں، یا شہر کے دروازے کے باہر آکر حملے کی نیّت سے پڑاؤ ڈال دیں اور اُن کی تعداد اُس علاقے کے مسلمانوں سے دُگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرضِ عَین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی، بشرطیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو، یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خَواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔ امام ابوحَنِیفَہ، امام مَالِک اور امام اَحْمَد بن حَنْبَل رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مَسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کردیں اور مسلمانوں کو لڑائی کیلئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اُس شخص پر تنہا لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ مارا جائے گا، یہ مسئلہ ہر مسلمان کیلئے ہے خَواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار، اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور [بچ کر] گرفتار بھی، تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیئے تو [غلیظ] ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے، اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے، کیونکہ جان بچانے کیلئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

[حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کا مسلک فتاوی عالمگیری میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ:

عام مشائخ کے مسلک کے مطابق جہاد ہر حال میں فرض ہے، ہاں! نفیرِ عام سے قبل فرضِ کِفایہ ہے اور نفیرِ عام کے بعد فرضِ عَین۔ نفیرِ عام کا مطلب یہ ہے کہ کسی شہر والوں کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ دشمن تمہاری جان و اولاد اور تمہارے مال پر چڑھ دوڑا ہے، لہٰذا اس اطلاع سے ہر اُس شخص پر جہاد فرضِ عَین ہو جائے گا جو جہاد کی قدرت رکھے، (یعنی دفاع فرضِ عین ہوگا) اور اگر اُس شہر والے دشمن کے مُقابلے سے عاجز آگئے یا انہوں نے جہاد میں سستی دکھائی تو ساتھ والوں پر جہاد فرضِ عَین ہو جائے گا اور اِسی ترتیب سے فرضِ عَین ہوتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا۔ (الفتاوی الھندیہ، ص: ۲۱۱، ج: ۲)]

عَلاَّمَہ اَذرَعی رحمۃ اللہ علیہ [اَلمُتَوَفّٰی ۷۸۳ھ] اپنی کتاب "مُغْنِیَۃُ الْمُحْتَاجْ" میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے رِیش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر ابھی یا آئندہ بے حیائی کا اِرتکاب کر سکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے، بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر [اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کیلئے جان کی قربانی دینی چاہئے] اور اگر جس عَلاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مُقابلے پر نکل چکے ہوں جو مُقابلے کیلئے کافی ہوں، تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مُسافتِ سفر [یعنی اڑتالیس میل (۷۸ کلومیٹر) کی مُسافت] پر ہوں، تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرضِ عَین ہو جائے، گا جیسا کہ اس عَلاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔

عَلاَّمَہ مَاوَرْدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے، اِقدامی نہیں رہا، اس وجہ سے یہ ہر اُس شخص پر فرض ہوگا جو اس کی طاقت رکھتا ہو، [تاکہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دِفاع کیا جا سکے جو کہ فرض ہے] اور جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے، مُسافتِ سفر [اڑتالیس میل (۷۸ کلومیٹر)] کی دُوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اُس شہر کی طرف جہاد کیلئے روانہ ہو، اگرچہ وہ خود اس شہر

یا اس کے آس پاس کا رہنے والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کیلئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیّت تو ساقط ہو جائے گی، لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجرِ عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مَسافتِ سفر کے اندر رہنے والوں پر سے فرضیّت ساقط نہیں ہوگی، اگرچہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مُقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدانِ جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہوگا۔

۱۲ وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے، مَسافتِ سفر [اڑتالیس میل (۷۸ کلومیٹر)] سے زیادہ دور رہتے ہوں، تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مَسافتِ سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مُقابلہ کرنے کیلئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرضِ عَین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہاد اَلْاَقْرَب فَالْاَقْرَب کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے، اس میں کسی مَسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے، بلکہ قریب والوں پر، پھر ان کے بعد والوں پر، پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ یہ خبر آ جائے کہ کافروں کو شکست ہو گئی ہے اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ [حضرات حَنَفِیّہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مَسلک ہے۔ (عالمگیری)]

۱۳ جو شخص لڑائی والے شہر سے مَسافتِ سفر کے اندر ہوگا اس پر جہاد کی فرضیّت کیلئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے، البتہ اگر مَسافتِ سفر سے دُور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے، البتہ توشے کا ہونا جہاد کی فرضیّت کیلئے شرط ہے، کوئی قریب ہو یا دُور۔

۱۴ اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور بیابانوں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ اِمامُ الْحَرَمَین رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ دارُالاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا، [اس لئے

ان کو نکالنے کیلئے جہاد فرضِ عین ہوگا] لیکن خود امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آبادی ہی نہیں ہے، ان کیلئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دارالاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں؟ (روضۃ الطالبین، ص:۲۱۶، ج:۱۰) واللہ اعلم۔

⑮ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آچکے ہوں، تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کیلئے باہر نکلیں [اور لڑتے رہیں] یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو جائے اور مرکزِ اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل وخوار ہو جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ص:۱۵۱، ج:۸)

یہی مطلب ہے علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرضِ کفایہ رہتا ہے، [بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں]۔ (شرح السنہ، ص:۳۷۴، ج:۱۰)

یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

[مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:] اس باب کی مناسبت سے یہ چند مسائل میں نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں، ان مسائل کی تفصیلات کی اصل جگہ فقہ کی کتابیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

دعوت

[آپ نے جہاد کے فرضِ عین اور فرضِ کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے، یہی وہ بحث ہے جسے آڑ بنا کر آج بہت سے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں اُلجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، حالانکہ آپ نے خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرضِ کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے امن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے! کہ کیا آج

مسلمان اَمن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ وپکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور عُقوبت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز اَمن میں نہیں ہیں، بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جارہے ہیں جو سَفّاک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اُس وقت فرضِ کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے اندر ہوں، مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سربیائی درندے ہوں یا اسرائیلی، ایتھوپیا کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے عَلاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے، تو کیا اب بھی جہاد فرضِ کفایہ ہے؟ امریکی راکٹ اسلامی اِمارت پر گر رہے ہیں، برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدودِ حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے، کیا ان حالات میں بھی جہاد فرضِ کِفایہ ہی رہے گا؟ اگر جہاد اب بھی فرضِ کِفایہ ہے تو پھر فرضِ عین کب ہوگا؟ کیا اُس وقت جب اُمّت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا؟ کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی خیبر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ مُنوَّرہ میں جشن منا رہے ہوں گے؟ کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریستورانوں میں پکا کر کھایا جائے گا؟ شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا، ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے، ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا، ہمارے بچوں کے سَروں سے فٹ بال تک کھیلی جاچکی ہے، شعائرِ اسلام کو دنیا میں ذلیل و رسوا کیا جارہا ہے، چلیے! تھوڑی دیر کیلئے آنکھیں بند کر کے اور دل تھام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے، تو ذرا بتایئے! کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے؟ فرضِ کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر کافروں کے ملک پر حملہ کریں، یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہو رہا ہے؟ فرضِ کفایہ میں تو

مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں، مگر آج خود ہم پر حملے کئے جا رہے ہیں، فرضِ کِفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مُسَلَّح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، مگر آج تو ہمارے مُلکوں میں ہماری نسلوں کو مُرتد بنایا جا رہا ہے، فرضِ کِفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو اسلام کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر اَمن سے رہو، مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی، معلوم ہوا کہ فرضِ کفایہ بھی اداء نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آج پوری اُمَّت ذِلّت و پستی کا شکار ہے اور کافر قومیں اِسے نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو! اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرضِ عَین ہے یا فرضِ کِفایہ، بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان مَوقوف ہے۔ تم اسے فرضِ عَین سمجھو یا فرضِ کِفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اُوپر فرض کر رکھا ہے، وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اُتر آئے ہیں، کل تک مسلمانوں کے پاس مرکزیت کا فُقدان تھا مگر الحمدللہ آج افغانستان میں اسلامی اِمارت[1] قائم ہو چکی ہے۔

اے محمد عربی ﷺ کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے، تمہاری غیرت کس طرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن عَلاقوں کو تمہارے پاک نبی ﷺ نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا، وہ اب پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں، فضول لفظی بحثیں چھوڑو! زمین پر دیکھو! کُفر تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو! رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اُتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔

---

[1] افسوس کہ امریکہ اور اتحادی افواج نے افغانستان پر حملہ کر کے اِمارت اِسلامیہ کو ختم کر دیا ہے، مگر اِمارت اسلامیہ کے مجاہدین گذشتہ آٹھ سالوں سے قابض افواج کے خلاف کامیاب جہاد کر رہے ہیں۔

فصل

ان لوگوں کیلئے بعض وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں اس سے پہلوتہی کریں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ: ۲۴)

کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں پسند کرتے ہو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

اس آیتِ شریفہ میں ان لوگوں کیلئے کافی تنبیہ، ملامت اور دعوتِ خوف ہے، جو بے رغبتی یا اہل و مال میں مگن ہونے کی وجہ سے جہاد چھوڑ دیتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہوگئے وہ لوگ جنہیں اپنے ماں باپ کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوچ

اَثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (التوبہ: ۳۸،۳۹)	کرو تو زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے ہو دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کرے گا اور تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جہاد چھوڑنے پر سخت وعید اور جہاد سے پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب کا بیان ہے، ’’اِثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ زمین پر زندگی کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے میں مگن ہو کر جہاد چھوڑ دیتے ہو، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں زمین پر زندہ رہنے کا شوق جہاد سے دور رکھتا ہے۔ علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد سے ناپسندیدگی کا اظہار کرکے اُسے چھوڑ دینا ہر مسلمان کے لئے حرام ہے، اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا امیر کچھ خاص لوگوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دے دے تو اطاعتِ امیر کی بنا پر ان لوگوں کے ذمّے جہاد فرضِ عین ہو جائے گا، اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے وہ فرض نہ ہوا ہو، چنانچہ [اسی آیتِ کریمہ کے حکم کے مطابق] ان لوگوں کے لئے تثاقُل یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

[اللہ تعالیٰ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے منافقوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:]

۳

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ	جو رسول اللہ کے تشریف لے جانے کے

رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(التوبہ: ۸۴،۸۳،۸۲،۸۱)

بعد پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہوتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں اور کہا گرمی میں مت نکلو کہہ دو کہ جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے کاش یہ سمجھ سکتے۔ سو وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں۔ سو اگر تجھے اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی فرقہ کی طرف پھیر لے جائے پھر تجھ سے نکلنے کی اجازت چاہیں تو کہہ دو کہ تم میرے ساتھ کبھی بھی ہرگز نہ نکلو گے اور میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے نہ لڑو گے تمہیں پہلی مرتبہ بیٹھنا پسند آیا سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اور ان میں سے جو مر جائے کسی پر کبھی نماز نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، ان آیاتِ مبارکہ میں غور کرو کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں اور اس میں جان و مال خرچ نہ کرنے والوں کیلئے کتنی سخت وعید، کتنی بڑی رسوائی اور کتنا دردناک وبال ہے، یہ آیات اگرچہ کچھ خاص [منافق] لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، لیکن ان میں ان تمام افراد کے لئے سخت تنبیہ اور وعید ہے جو ان منافقوں جیسے کام

کریں گے اور مُنافقوں کی طرح فرضِ جہاد سے پیچھے رہ جائیں گے، بس اِسی سے اندازہ لگالو کہ جہاد کا چھوڑنا کتنا بُرا کام ہے [کہ مسلمان کو مُنافقوں کی صف میں شامل کردیتا ہے] اور اس پر کتنی سخت وعید ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

حضرت عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم خرید وفروخت میں مشغول ہو جاؤ گے اور گائے کی دُم پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی سے دل لگا لو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ (تعالیٰ) تم پر ذلت کو مُسلّط فرمادے گا اور اس وقت تک تم سے اس ذلت کو نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں لوٹ آؤ گے۔ (ابوداؤد)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب جہاد کو چھوڑ کر کھیتی باڑی اور اس طرح کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے تو ذلت اور پستی ان کا مُقدّر بن جائے گی اور وہ اس ذلت سے اسی وقت چھٹکارا پاسکیں گے جب کافروں سے جہاد کریں گے، ان سے نفرت اور سختی کا برتاؤ کریں گے، دین کو نافذ کریں گے، اسلام اور مسلمانوں کی نُصرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر اور کافروں کو مغلوب کرنے کیلئے محنت کریں گے، [یاد رکھئے!] یہ سب کچھ ان کے ذِمّے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] لازم ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ" [یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لَوٹ آؤ]، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دُنیا داری میں پڑ کر جہاد کو چھوڑ دینا دینِ اسلام کو چھوڑنا اور اس سے الگ ہونا ہے۔ اِسی سے اندازہ لگائیے کہ ترکِ جہاد کتنا بڑا اور کھلا گناہ ہے۔

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک بار جہاد کیا، اس نے اللہ (تعالیٰ) کی اطاعت کا حق ادا کردیا۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا۔ (کہف: ۲۹)

[ترجمہ: پھر جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کردے بے شک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے]۔

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے پوچھا: یارسُول اللہ! آپ سے یہ حدیث سننے

کے بعد اب کون جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جہاد چھوڑے گا جس پر اللہ (تعالیٰ) کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا اور اللہ (تعالیٰ) نے اس کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہوگا، یہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو جہاد کو نہیں مانتے ہوں گے، میرے رب نے یہ عہد کر رکھا ہے اور اس عہد کو وہ نہیں توڑے گا کہ ان منکرینِ جہاد میں سے جو بھی اس سے ملے گا وہ اُسے ایسا عذاب دے گا جو جہان والوں میں سے کسی اور کو نہیں دے گا۔

یہ حدیث ابنِ عساکر نے روایت کی ہے [اور یہ حدیث بہت ضعیف ہے]۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ایک سال بعد لوگوں کو خطبہ دیا، اس وقت آپ کا گلا رونے کی وجہ سے رندھا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے پچھلے سال اسی مہینے میں اسی منبر پر رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: جو قوم بھی جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، اللہ (تعالیٰ) اُسے ذلیل کر دیتا ہے اور جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہے، اللہ (تعالیٰ) اس پر عمومی عذاب مسلّط فرما دیتا ہے۔ (شفاء الصدور) [یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔]

اسی روایت کو طبرانی نے اچھی سند کے ساتھ مختصر روایت کیا ہے، اس میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ (تعالیٰ) اس پر عمومی عذاب کو مسلّط فرما دیتے ہیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کی، تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان فرمائی، جس میں یہ الفاظ بھی تھے:

"جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں، اللہ (تعالیٰ) اُن پر فقر [یعنی دوسروں کی محتاجگی] کو مسلّط فرما دیتے ہیں۔"

اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ جہاد نہیں کرتے مگر پھر بھی وہ اغنیاء ہیں [یعنی کسی کے محتاج نہیں ہیں]۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے، اصل غنی تو وہ ہے جس کا دل غنی ہو، جیسا کہ حدیث صحیح میں

آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے پرواہی (اور وسعت) زیادہ مال و اسباب کی بدولت نہیں ہے، بلکہ اصل بے پرواہی تو دل کی بے پرواہی ہے [کہ دل میں محتاجگی اور لالچ نہ ہو]''۔

آج ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ جہاد چھوڑ کر اور مالِ غنیمت سے محروم ہو کر وہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محتاجگی، حرص اور بخل کے امراض ڈال دیئے ہیں، چنانچہ وہ اپنے مال کے واجب حقوق [زکوٰۃ وغیرہ تک] اداء نہیں کرتے، بلکہ مختلف طریقوں سے حرام کھاتے ہیں، جیسا کہ ناجائز ٹیکس [رشوت] وغیرہ اور دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ مال بھی ان کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور حرص و لالچ نے انہیں ذلیل و رُسوا کر رکھا ہے، اگر تم ان کے حالات پر غور کرو تو ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ طرح طرح کی ذلتوں کا شکار ہیں اور وہ زیادہ پانے کی لالچ اور نقصان سے بچنے کیلئے معلوم نہیں کس کس کے سامنے جُھکتے ہیں اور کس کس کی بندگی کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ غنی ہوتے تو انہیں کسی کے آگے جُھکنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ یہ لوگ ظاہری طور پر اگرچہ مالدار نظر آتے ہیں، مگر حقیقت میں یہ فقیر اور محتاج ہیں، ظاہری طور پر یہ لوگ مُعزّز ہیں، مگر ذلت ان کے دل و دماغ پر مُسلّط ہو چکی ہے، جبکہ وہ شخص جو اپنی روزی تلوار [مالِ غنیمت] کے ذریعے حاصل کرتا ہے، اُسے اِس طرح کی ذلت یا پریشانیوں کا بالکل سامنا نہیں ہوتا، کیونکہ اُسے جو کچھ ملتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا [اسی لئے وہ ہر کسی سے آزاد رہتا ہے] اور پھر چونکہ مالِ غنیمت بغیر شُبہ کے خالص حلال مال ہے اِس لئے اُسے استعمال کرنے سے دل میں نُور پیدا ہوتا ہے اور لالچ، حرص، بخل وغیرہ جیسے اندھیرے خود بخود مٹ جاتے ہیں، چنانچہ مجاہد اگرچہ ظاہری طور پر غریب و فقیر نظر آتا ہے مگر اس کا دل غنی ہوتا ہے، اس کے اوپر اگرچہ مسکینی کی چھاپ نظر آتی ہے، لیکن اس کا دل عزت و عظمت کا دُھنی ہوتا ہے۔

یہ تو مجاہد کا حال ہوا، لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو مُشتبہ طریقوں سے مال کماتے ہیں اور اپنی لالچی طبیعت کی وجہ سے مخلوق کے محتاج ہوتے ہیں، وہ ظاہری طور پر مُعزّز نظر آتے، ہیں مگر

طرح طرح کی ذلتیں ان کے دلوں پر براجمان ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنا جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیگا تو اللہ (تعالیٰ) اُسے ذلیل کر دے گا اور مصیبتیں اُس پر چڑھ دوڑیں گی اور پستی اُس پر چھا جائے گی اور وہ مُشقّت کی تکلیف میں ڈالا جائے گا اور اپنا حق لینے [یعنی انصاف] سے محروم کر دیا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد ہمیشہ میٹھا [پسندیدہ] اور تروتازہ رہے گا، جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا، جب ان میں سے کچھ قرآن پڑھنے والے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے، پس جو شخص اس زمانے کو پائے [تو یاد رکھے کہ] وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب جہاد کا زمانہ نہیں رہا؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ لوگ یہ بات کہیں گے جن پر اللہ (تعالیٰ) کی بھی لعنت ہوگی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی۔ (شفاء الصدور)

حضرت ابن عمرو القرشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک گناہگار آدمی کے گناہ اُسے جہاد سے اسی طرح روکے رکھتے ہیں جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو۔ (شفاء الصدور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق اُبھرا، تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (خود بھی) جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی، تو اللہ (تعالیٰ) قیامت سے پہلے اُسے کسی مصیبت

میں مُبتلا فرمادیں گے۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

مکحول رحمۃ اللہ علیہ (موقوفاً) روایت کرتے ہیں کہ حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس گھر [یعنی خاندان] میں سے کوئی بھی جہاد میں نہ نکلے اور نہ وہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کریں اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں، تو اللہ (تعالیٰ) مرنے سے پہلے ان کو کسی سخت مصیبت میں مُبتلا فرمادیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

فائدہ:

عَلاّمہ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سُوال کرے کہ اگر سارے لوگ جہاد سے عُمومی طور پر غفلت کررہے ہوں تو اس وقت [ان وعیدوں سے بچنے کیلئے اور جہاد کے فَریضے کو اداء کرنے کیلئے اکیلا آدمی کیا کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُس اکیلے آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی ایک مسلمان قیدی کا فدیہ دیکر اُسے کافروں سے چُھڑا لے، اِس طرح اُس نے اُس سے زیادہ کام کیا جتنا وہ اور لوگوں کے ساتھ مل کر کرسکتا تھا، کیونکہ اگر کئی لوگ مل کر اس قیدی کو چُھڑاتے تو سب کے ذمے تھوڑا تھوڑا مال آتا، مگر اب اس شخص نے اکیلے وہ سارا مال اداء کیا [اور خوب اَجر کمایا]، اسی طرح اُسے چاہئے کہ اگر ممکن ہو تو اکیلا نکل کر لڑے، یا پھر کسی مجاہد کو سامانِ جہاد اور خرچہ وغیرہ فراہم کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

فصل

اے مسلمان! تجھے کس چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟

اے جہاد کے فریضے کو چھوڑنے والے! اے توفیق اور حق کے راستوں سے ہٹنے والے! تُو کن محرومیوں میں جاگرا ہے اور کس قدر حق سے دور جا پڑا ہے، کاش! تو بھی بہادروں کے ساتھ معرکوں میں حصہ لیتا، تو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و مال لُٹاتا، مگر تجھے اس سعادت سے روک رکھا ہے یا تو لمبی اُمیدوں نے...... یا موت کے خوف نے...... یا تجھ پر اپنے محبوب مال اور خاندان کی جدائی شاق ہے...... یا تیرے لئے اپنے بیٹوں، خادموں اور اہلِ خاندان کے جُھرمٹ سے نکلنا مشکل ہے۔ اے جہاد سے محروم رہنے والے! یا تو تیری محرومی کا سبب تیرا کوئی پیارا بھائی یا محبوب دوست ہے...... یا پھر تو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے میں ایسا لگ گیا ہے کہ جہاد تجھے یاد ہی نہیں رہا...... یا تو اپنی خوبصورت اور باوقار بیوی کی وجہ سے رُکا ہوا ہے...... یا تیری عزّت اور تیرا منصب تیرے پاؤں کی بیڑی بنا ہوا ہے...... یا تو اپنی خوبصورت کوٹھی اور سائے دار باغات میں مست ہو چکا ہے...... یا پھر شاہانہ لباس اور لذیذ کھانے تجھے جہاد میں نہیں نکلنے دیتے، ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ ایسا نہیں جو تجھے تیرے رب سے دور کردے اور اگر ان چیزوں نے تجھے تیرے رب سے دُور کر رکھا ہے تو یہ تیرے لئے اچھی بات نہیں ہے۔ کیا تو نے اپنے رب کا یہ فرمان نہیں سنا؟

❶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (توبہ:۳۸)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کُوچ کرو تو زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دُنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو دُنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مُقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

تنبیہ: غور سے سنو! ان ناقابلِ تردید دلائل کو، جو میں تمہیں بتا رہا ہوں اور غور کرو! ان واضح دلیلوں پر جو میں تمہیں سنا رہا ہوں، تب تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تمہیں جہاد سے روکنے والی سوائے تمہاری محرومی اور بدنصیبی کے اور کوئی چیز نہیں ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے کا سبب نفس اور شیطان کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تو جہاد سے اس لئے دور ہے کہ تو نے لمبی لمبی اُمیدیں باندھ رکھی ہیں اور اچانک موت سے ڈرتا ہے، تو تو ایسی چیز سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے تو کبھی نہیں بچ سکتا اور تو ایسے راستے [یعنی موت] سے ڈر رہا ہے جس پر تو نے ایک دن چلنا ہی ہے۔ اللہ کی قسم! میدانوں میں آگے بڑھ کر لڑنے سے عمر کم نہیں ہوتی اور نہ جہاد چھوڑنے سے عمر بڑھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (الاعراف:۳۴)

اور ہر ایک گروہ کے لیے ایک میعاد مُعیّن ہے پھر جب وہ میعاد ختم ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۳

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المنافقون:۱۱)

اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ہرگز مُہلت نہیں دیگا جب اس کی اَجل آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۴

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت:۵۷)

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے۔

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! یاد رکھ، موت کی ایک خاص سختی ہوتی ہے اور رُوح نکلنے کا وقت بہت سخت ہے، لیکن تم اُسے ابھی نہیں سمجھتے اور قبر میں عذاب بھی ہوتا ہے اور اس عذاب سے صرف نیک لوگ محفوظ رہتے ہیں، قبر میں دو سخت فرشتے سُوال بھی کریں گے [تب کیا ہوگا؟ اسے قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:]

۵

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ (ابراہیم:۲۷)	زندگی میں سچی بات پر ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔

پھر اس خوفناک منظر کے بعد خوش قسمت لوگ ہمیشہ کی نعمتوں اور بدنصیب لوگ سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے، مگر شہید کے لئے امن ہی امن ہے اور اُسے مذکورہ بالا خطرناک حالات میں سے کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

حضورِاکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل کے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا چونٹی بھرنے کا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اے مسلمان بھائی! اب کونسی چیز ہے جو تجھے اس سعادت کو حاصل کرنے سے روک رہی ہے؟ جسے پانے کے بعد تو عذابِ قبر سے بھی بچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی کامیاب ہو کر بہترین ٹھکانا پائے گا اور قبر کے سُوال سے بھی محفوظ رہے گا اور اس کے بعد کی شدّت اور ہولناکیوں سے بھی تیری حفاظت رہے گی، کیونکہ شہداء تو زندہ ہوتے ہیں، اپنے رب کی طرف سے ملنے والی روزی کھاتے پیتے ہیں، نہ انہیں کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ غم، وہ تو ان نعمتوں پر خوشیاں مناتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں، ان کی رُوحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنّت میں سے کھاتے پیتے ہیں۔ دیکھو! کتنا بڑا فرق ہے شہادت کی عزت والی موت اور بستر کی دردناک موت کے درمیان......

اگر تم یہ کہتے ہو کہ میرا خاندان اور میرا مال، میرے بچے اور میرے عیال مجھے جہاد سے روک رہے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ واضح فرمان سن لو:

۶

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى۔ (سبا:۳۷)	اور تمہارے مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کردے۔

اور یہ فرمان بھی تمہارے سامنے رہنا چاہیے:

۷

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ	لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبّت نے فریفتہ کیا

الْنِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (آل عمران:۱۴)

ہوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۸

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (الحدید:۲۰)

جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے۔ جیسے بارش کی حالت کہ اسکی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تُو اسے زرد شدہ دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اسکی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ (تعالیٰ) کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ (ترمذی)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جنّت کی تم میں سے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک صبح و شام کا لگانا، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، سے بہتر ہے اور جنّت کی عورت کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

[اے جہاد چھوڑنے والے!] کیا تجھے اس عظیم الشان بادشاہت [جو تجھے جنّت میں ملے گی۔] سے وہی رشتے دار روک رہے ہیں جو کچھ عرصہ بعد مر جائیں گے...... یا آپس کے

اختلافات میں پڑ کر جدا جدا ہو جائیں گے...... یا انہیں زمانے کے مصائب بکھیر دیں گے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھ! کہ جب تو ان رشتے داروں کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا تو وہ تیرے مخالف ہو جاتے ہیں اور جب تیرے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ تجھے چھوڑ دیتے ہیں اور حالات کے تھپیڑے ان کے دل سے تیری محبّت کو نکال دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسروں کی طرح تیرے رشتے دار بھی قیامت کے دن تجھ سے بھاگتے پھر رہے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوگی کہ وہ اپنے سارے گناہ اور بوجھ تیرے سر ڈال کر خود نجات پا جائے، [تو کیا یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تو نے ان رشتے داروں کی خاطر جہاد چھوڑ کر محرُومی کو گلے لگا رکھا ہے؟]

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مال کی محبّت تجھے آڑے آ رہی ہے جس کے ہوتے ہوئے سب تیرے ہوتے ہیں اور اگر وہ تیرے پاس نہ ہو تو بہت سے اپنے بھی جدا ہو جاتے ہیں؟ ہاں! وہی مال جس کے بارے میں تجھ سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ یہ کہاں سے کمایا تھا؟ اور کہاں خرچ کیا تھا؟ وہی قیامت کا دن جس میں خوف کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، اس دن مجرموں کی شناخت ہو جائے گی اور انہیں چوٹی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔ ہاں! وہی قیامت کا دن جس میں مالدار لوگوں سے ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا، جبکہ فُقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنّت میں داخل ہو کر مزے اُڑائیں گے، مگر اے مالدار! اس دن تو اپنے مال کی وجہ سے روک لیا جائے گا اور تیرے لئے خطرہ ہوگا کہ کہیں تو جہنّم کے داروغے "مالک" کے حوالے نہ کر دیا جائے۔

اے مسلمان! کیا تو اس مال کی جُدائی گوارا نہیں کرتا جو اگر تیرے پاس تھوڑا ہو تو تیری فکریں اور تکلیفیں کم ہو جاتی ہیں اور اگر وہ زیادہ ہو تو وہ تجھے سرکش بنا دیتا ہے اور اگر تو مر جائے تو یہ مال تیرے پیچھے تیری رسوائی کا ذریعہ بنتا ہے؟ آج اگر تو دُنیا کے دھوکے میں آ کر اسی پر جُھکا ہوا ہے، تو یاد رکھ! تُو نے ایک نہ ایک دن اسے چھوڑنا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں دنیا کی پوری حقیقت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسُول! حُضورِاکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینے کی وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک کُوڑے کے ڈھیر پر لے آئے، اس (کُوڑے کے ڈھیر) میں مُردہ انسانوں کی کھوپڑیاں، انسانی غلاظتیں، پُرانے چیتھڑے اور مُردہ جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہُریرہؓ! یہ سَر (کسی زمانے میں) انہیں چیزوں کا حرص رکھتے تھے جن کا حرص تم رکھتے ہو اور ان سَروں میں وہ ساری اُمیدیں [اور اُمنگیں] روشن تھیں جو آج تم نے لگا رکھی ہیں، مگر آج یہ سَر بغیر کھال کے ہڈیاں ہیں، پھر کچھ عرصے بعد یہ گل کر خاک ہو جائیں گی اور یہ غلاظتیں ان کے رنگا رنگ کھانے ہیں جنہیں انہوں نے جہاں سے ہو سکا کمایا، پھر ان کھانوں کو اپنے پیٹ میں ڈال دیا اور وہ اس شکل میں ہو گئے کہ اب لوگ ان سے دور بھاگتے ہیں اور یہ بوسیدہ چیتھڑے ان کے زیب و زینت والے عُمدہ لباس تھے، مگر آج ہوائیں انہیں اُڑاتی پھر رہی ہیں اور یہ ہڈیاں اُن کے وہ جانور تھے جن پر وہ مُلکوں اور شہروں میں گھومتے پھرتے تھے، پس جو دُنیا پر رونا چاہے اُسے چاہیے کہ روئے۔ حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم برابر روتے رہے یہاں تک کہ ہمارا رونا شدّت پکڑ گیا۔ (احیاء علوم الدین)

اور اگر تو اپنے پیارے بیٹے کی محبّت میں گرفتار ہو کر [جہاد سے دُور ہے] تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد رکھ:

⑨

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التغابن: ۱۵)	تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے محض آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس تو بڑا اجر ہے۔

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ہر بیٹے پر اس کے ماں باپ، بھائی اور چچا سے زیادہ شفیق ہے۔ تم بتاؤ! جب یہ بچہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں تھا تو وہاں اس کی پرورش تم کر رہے تھے یا اللہ تعالیٰ؟ ذرا سوچو! کیا تمہارا وہی بیٹا تمہیں آج جنّت کی نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے قُرب سے دُور کر رہا ہے جو اگر چھوٹا ہو تو تم اس کے بارے میں پریشان رہتے ہو، جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو تم اس کے غم میں مبتلا ہوتے ہو، اگر وہ صحت مند ہوتا ہے تو تمہیں اس

کا خدشہ لگا رہتا ہے، اگر وہ بیمار ہو جائے تو تمہارا دل صدمے میں مبتلا ہو جاتا ہے، تم اگر اُسے تنبیہ کرتے ہو تو وہ غصے ہوتا ہے اور بڑ بڑ کرتا ہے، اگر تم اُسے نصیحت کرتے ہو تو پریشان اور غمگین ہو جاتا ہے، اور تو اور تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا بھی لگا رہتا ہے کہ دوسروں کے لڑکوں کی طرح وہ بھی تمہارا مکمل نافرمان نہ ہو جائے؟ تم میدانِ جنگ میں آگے بڑھنا چاہو تو بیٹے کی یاد تمہیں بزدل بنا دیتی ہے، اگر تم سخاوت کرنا چاہو تو اس کی فکر تمہیں بخیل بنا دیتی ہے اور اگر تم دنیا سے بے رغبت ہونا چاہو تو وہ تمہیں دنیاداری میں لگا دیتا ہے، اس کی وجہ سے تمہارے اُوپر بڑی آزمائشیں آتی ہیں جبکہ تم اسے ایک احسان شمار کرتے ہو، اس کی وجہ سے تم پر مصیبتیں آتی ہیں جبکہ تم اسے بھی نعمت سمجھتے ہو، تم خود کو غم میں ڈال کر اُسے خوش رکھتے ہو اور اپنا گھاٹا کر کے اُسے نفع پہنچاتے ہو اور اپنی جیب ہلکی کر کے اس کی جیب بھرتے ہو اور اس کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے ہو اور اس کی وجہ سے تنگی میں پڑے رہتے ہو۔ اے [غافل] مسلمان! اپنے بیٹے کی فکر اپنے دل سے نکال کر اُسے اُس کے سپرد کر دے جس نے تجھے بھی پیدا کیا اور اُسے بھی، اور اپنے پیچھے اس کی روزی کے بارے میں اُس پر بھروسہ کر جو اس کا بھی رازق ہے اور تمہارا بھی، آج اگر تم نے اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا تو مرنے کے بعد تو تم اُسے کچھ بھی نہیں دے سکتے، تب بھی وہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہوگا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۝ (المائدہ:۱۸)

اللہ کی قسم! تم نہ تو اپنے نفع، نقصان اور زندگی، موت کے مالک ہو اور نہ اس کے، تم تو اس کی عمر اور روزی میں تھوڑا سا اضافہ بھی نہیں کر سکتے، تمہیں جب اچانک موت اپنا لقمہ بنالے گی تو تم اپنی قبر میں جا لیٹو گے اور اپنے اعمال میں گرفتار ہو جاؤ گے اور تمہارا پیارا بیٹا تمہارے بعد یتیم ہو جائے گا اور تمہارے وہ وارث جو زندگی میں تمہارے دوست رہے ہوں یا دشمن، تمہارا سارا مال تقسیم کر لیں گے اور تمہارے اہل وعیال بکھر جائیں گے، تب تم کہو گے، ہائے کاش! میں بھی شہداء کے ساتھ ہوتا اور بڑی کامیابی پاتا۔ تب تجھ سے کہا جائے گا کہ وہ کامیابی تو بہت دُور ہو گئی اور تو ان سعادتوں سے محروم ہو کر بڑی حسرتوں میں جا پڑا اور اب تو اپنی نیکیوں اور

گناہوں کے ساتھ تنہا ہوگیا۔

اے غافل مسلمان! ذرا غور سے سُن، اللہ تعالیٰ تجھے ان دھوکوں سے نکالنے کیلئے جن میں تو پڑا ہوا ہے کیا تنبیہ فرما رہے ہیں:

۱۰

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝ (لقمان:۳۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا میں نہ ڈال دے اور نہ دغا باز تمہیں اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں رکھے۔

یاد رکھ! تیرا بیٹا اگر خوش بختوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اور اسے جنّت میں عنقریب اکٹھا فرما دیں گے اور اگر وہ بدبخت ہے تو ابھی سے یاد رکھ! کہ جنّت والے جہنّم والوں کے ساتھ اور خیر والے شر والوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہوتے۔

ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھے شہادت کا رُتبہ عطاء فرمائیں تو قیامت کے دن تو اس کی شفاعت کر سکے گا اور تیری آج کی اس سے جدائی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔

اے مسلمان! اس چیز کی اپنے اندر حرص پیدا کر اور اس میں خوب محنت کر جو تجھے عذاب سے بچا سکے، ورنہ کل تو یہ حال ہوگا کہ:

۱۱

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ۝ (عبس:۳۴ تا ۳۷)

جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پروا کر دے گی۔

بے شک یہ بالکل واضح بیان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

[اے جہاد سے غفلت کرنے والے!] اگر تجھے اپنے کسی بھائی یا قریبی دوست یا محبوب رشتے دار کی جدائی گوارا نہیں ہے تو پھر تو خود کو قیامت کا یہ سچا منظر یاد دلا:

۱۲

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ (الزخرف:٦٧)	اس دن دوست بھی آپس میں دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار لوگ۔

اگر تیری دوستی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو پھر تم دونوں جنت کے اُونچے مقامات پر اکٹھے ہو جاؤ گے، ہاں! ان نعمتوں میں جو ہمیشہ رہنے والی ہوں گی اور اگر یہ دوستی اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہے تو پھر اس دن سے پہلے اس دوستی کو توڑ دو جس دن ہر شخص کا حشر اس کے یاروں کے ساتھ ہوگا۔ قیامت کے دن تو ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو تمہیں فائدہ پہنچائے گا اور اگر وہ خود بدبخت ہے تو پھر تمہیں بھی نقصان پہنچائے گا اور یہ بات بھی یاد رکھو! کہ اس دنیا کے اکثر دوست ظالم اور بے وفا نکلتے ہیں اور مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اس وقت تک دوست ہیں جب تک تم خوش حال اور مالدار ہو اور اگر تم تنگ دستی کا شکار ہوئے تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور امتحان کے وقت تم سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیں گے، اگر تمہیں ان باتوں میں شک ہے تو کڑے امتحان کے بعد تمہیں اِن پر ضرور یقین آ جائے گا، ہاں! اگر اس برے ماحول میں بھی تمہیں اتفاقاً کوئی مخلص دوست مل گیا ہے جو وفا کا پکا اور دوستی کا سچا ہے تو پھر تمہیں آج کی جدائی پر غم نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تم جیسوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱۳

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰي سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ (الحجر:٤٧)	اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے سب بھائی ہوں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھنے والے ہوں گے۔

پس ایسے قریبی دوست تمہارے لئے جہاد کے راستے میں رُکاوٹ نہیں بننے چاہئیں، کیونکہ ممکن ہے کہ تم دونوں جلد جُدا ہو جاؤ، تب تم دوست سے بھی محروم ہو جاؤ گے اور جہاد کے اَجرِ عظیم سے بھی اور اُونچے درجات تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں گے، تب تم پچھتاؤ گے مگر یہ پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: اے

محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: دنیا میں جتنا رہ لو، تمہیں ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہو محبّت کرو، بے شک تم نے اس سے جدا ہونا ہے اور جو چاہو عمل کرو، تم نے اس کا بدلہ پانا ہے۔ (بیہقی)

ان مختصر سے الفاظ پر غور کرو! جن میں موت، دوستوں سے جدائی اور ہر عمل پر بدلے کا تذکرہ ہے، کیا اس تنبیہ کے بعد بھی کسی تنبیہ کی ضرورت ہے؟

[اے جہاد سے دور بھاگنے والے!] کیا تجھے تیرا عُہدہ، تیرا مَنصب اور تیری عزت جہاد میں نہیں نکلنے دیتی، ہائے کاش! تو غور کرتا کہ یہ مَنصب کسی ایسے شخص سے چھن کر تجھے ملا ہے جو اس کی محبّت میں گرفتار تھا اور یہ عُہدہ تیرے لئے کسی ایسے شخص نے خالی کیا ہے جو کل تک اس پر بہت خوش تھا۔ یاد رکھ! اس عُہدے اور مَنصب نے جس طرح تجھ سے پہلے والوں کے ساتھ وفا نہیں کی، تجھ سے بھی نہیں کرے گا اور بالآخر تجھے پریشانی اور محرومی کا تلخ احساس دیکر چھوڑ دے گا، تیرے لئے آج کی اس معمولی سی عزت اور مَقام کو چھوڑنا مشکل ہے اور اس کی وجہ سے تو کتنے بڑے مَقام سے محروم ہو رہا ہے۔ یاد رکھ! وہ آخری آدمی جو جنّت میں داخل کیا جائے گا، اُسے دنیا کے بڑے بادشاہوں سے بڑھ کر بادشاہت اور اس دنیا سے دس گناہ بڑی جنّت ملے گی، یہ تو ادنیٰ جنّتی کا حال ہے، ذرا سوچو! کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا کیا مَقام ہوگا؟ مگر آج تو اس عُہدے اور مَقام کی خاطر مر رہا ہے جو تجھے ہمیشہ تھکاوٹ اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور جس کا انجام بہت بُرا ہے اور اس کی وجہ سے تیرے دشمنوں اور حاسدوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ان کے دلوں میں تیری دشمنی پَل رہی ہے اور جب یہ مَنصب تجھ سے چھن جائے گا تو تیرے دشمن تجھ پر قہقہے لگائیں گے اور تیرے نوکر، خادم تجھ سے رُخ موڑ جائیں گے اور تیرے پاؤں چومنے والے تیری شکل دیکھنا گوارا نہیں کریں گے اور تو غم کے اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جنّت میں ایک مُعزّز فرشتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لے کر آئے گا جس میں لکھا ہوگا کہ یہ فرمان اُس زندہ کی طرف سے ہے جس پر موت آنے والی نہیں، اُس زندہ کی طرف جس پر اب موت نہیں آئے گی۔ اے میرے بندے! میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں

کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے، اب میں تمہیں بھی ایسا بنا رہا ہوں کہ تم جس چیز سے کہو گے کہ ہو جا، وہ ہو جائے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے ادنیٰ جنّتی وہ ہوگا جس کے سامنے پندرہ ہزار خادم [حکم بجا لانے کے لئے] کھڑے رہیں گے اور ان میں ہر خادم کے تاج کا ادنیٰ موتی ایسا ہوگا جس کی روشنی سے مشرق و مغرب منوّر ہو جائیں گے۔

ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ادنیٰ درجے کا جنّتی وہ ہوگا جس کے پاس اَسّی ۸۰ ہزار خادم اور بہتّر بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے قیمتی موتیوں، زُمُرّد اور یاقوت کا اتنا بڑا محل بنایا جائے گا جو جَابِیہ [شام] سے صَنْعَاء [یمن] تک ہوگا [یعنی ان دو علاقوں کے درمیان جتنی مسافت ہے اس کا ایک محل اتنا بڑا ہوگا]۔(ترمذی)

ذرا غور سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی سنو:

۱۲

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۝ (الرعد: ۲۳، ۲۴)

اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے، پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

اللہ کی قسم! یہ وہ نعمتیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہیں اور عمل کرنے والوں کو ان کے لئے بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہیئے۔

[اے جہاد سے منہ موڑنے والے!] کیا تجھے تیرا خوبصورت محل، اس کے سائے دار باغیچے، اس کی عالیشان عمارت، اس میں موجود نوکر، خادم اور اس کی آرائشیں جہاد سے روکے ہوئی ہیں؟ ہائے کاش! تو غور کرتا کہ یہ تو مٹی، پتھر، گارے، لوہے، لکڑی اور بانسوں کا بنا ہوا ایسا گھر ہے جس کی اگر ہر روز صفائی نہ کی جائے تو اس میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جاتا ہے، اگر اس میں روشنی نہ جلائی جائے تو وہ سخت تاریک ہو جاتا ہے، اگر اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ گر جاتا ہے اور اگر دیکھ بھال کی بھی جائے تو ایک نہ ایک دن اس نے ویرانے میں تبدیل ہو جانا ہے، تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ محل مٹی ہو جائے گا، اس کے رہنے والے بکھر جائیں گے اور اس

کے آثار تک مٹ جائیں گے اور اسکا نام تک بھلا دیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو ارشاد فرمایا: تم جو عمارتیں بناؤ گے، وہ ایک دن ویران ہو جائیں گی اور جو بچے جنو گے، وہ ایک دن مر جائیں گے۔ (بیہقی)

ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر دن یہ آواز لگاتا ہے! تم بچے جنتے ہو مرنے کے لیے اور عمارتیں بناتے ہو ویران ہونے کے لیے۔ (بیہقی)

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! آج تمہارے لئے موقع ہے کہ اپنے اس تباہ ویران ہو جانے والے محل کے بدلے [جنّت میں] ایسے اُونچے محلّات لے لو جن کی تابندگی ہمیشہ کے لئے ہوگی اور جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں پھلوں کی شاخیں جُھکی ہوئی ہوں گی اور جن کی خوشیاں ہمیشہ دوبالا ہوتی رہیں گی، یہ محلات سونے چاندی کی اینٹوں کے ہوں گے، ان میں رہنے والوں کو نہ کبھی تھکاوٹ پہنچے گی، نہ کوئی اور مصیبت، اور ان کی مٹی مُشک کی ہوگی اور ان کے کنکر موتی اور جواہرات کے ہوں گے، ان میں جو نہریں بہتی ہیں وہ دودھ، شہد اور کوثر کی ہوں گی، یہ محلّات کہیں تو سترّ میل لمبے موتیوں کو اندر سے تراش کر بنائے جائیں گے اور کہیں یہ سبز اور چمکدار زُمرد کے ہوں گے اور کہیں سرخ یاقوت کے، ایمان والوں کے لئے ان محلّات کے ہر حصے میں ایسی حوریں اور خادم ہوں گے جو دوسرے حصے کی حوروں اور خادموں کو دوری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکیں گے، وہاں کے بستر ریشم کے بنے ہوئے ہوں گے اور دو بستروں کے درمیان کی بُلندی چالیس سال کی مسافت کی ہوگی، وہاں نہ تو نیند آئے گی نہ اُونگھ، بلکہ اَہلِ جنّت ان بستروں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہوں گے، وہاں ہر وقت دستر خواں بچھے رہیں گے اور ایسے تازہ پھلوں سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی جو نہ ختم ہونے والے ہوں گے اور نہ ضائع ہونے والے، وہ جو پھل چاہیں گے وہی کھائیں گے اور پسندیدہ پرندوں کے گوشت سے ان کی خاطر تواضع کی جائے گی۔

جہاں تک ان کے مشروبات کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱۵

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ (المطففين: ۲۵، ۲۶)

ان کو خالص شراب مُہر لگی ہوئی پلائی جائے گی۔ اس کی مُہر مشک کی ہوگی اور رغبت کرنے والوں کو اس کی رغبت کرنی چاہیے۔

وہاں نہ کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوگی نہ پیشاب کی، وہ نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے رینٹھ نکالیں گے، وہ جو کچھ کھائیں گے اس کا اثر ان کی کھال پر ظاہر ہوگا، جی ہاں! ایسا پسینہ جو موتیوں کی شکل میں مُشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور پھر ان کے پیٹ پہلے جیسے ہو جائیں گے، [یعنی پسینہ آتے ہی کھانا ہضم ہو جائے گا]۔

وہاں کے خادم ایسے ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱۶

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ؗ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (الدھر: ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲)

جب تو ان کو دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت اور بڑی سلطنت دیکھے گا۔ ان پر باریک سبز اور موٹے ریشم کے لباس ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انہیں ان کا رب پاک شراب پلائے گا۔ بے شک یہ تمہارے (نیک اعمال کا) بدلہ ہے اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

یہ جنّت کی وہ نعمتیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں آ گیا ہے، ورنہ وہاں تو ایسی نعمتیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔ (بخاری)

اگر تم پوچھو کہ اہلِ جنّت کتنے عرصے تک ان عظیم الشان نعمتوں سے لُطف اندوز ہوتے

رہیں گے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی نہیں مریں گے، ایسے جوان رہیں گے جن پر بڑھاپا نہیں آئے گا، نہ تو کبھی بیمار ہوں گے نہ غمگین، ہمیشہ خوش رہیں گے اور ان نعمتوں کے چھن جانے یا ختم ہو جانے کے خوف سے محفوظ رہیں گے۔

۱۷

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس:۱۰)	اس جگہ ان کی دعا یہ ہوگی کہ اے اللہ تعالیٰ! تیری ذات پاک ہے اور وہاں ان کا باہمی تحفہ سلام ہوگا اور ان کی دعا کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

اب تم خود ہی انصاف کرو کہ تمہیں جنّت کی یہ عظیم الشان بادشاہت چاہئے...... یا دنیا کا جلد فنا ہونے والا محل...... اور غور کرو! کہ اگر تم شہید ہو کر اس دنیاوی محل کو چھوڑ گئے تو تمہیں آگے کیا کچھ ملے گا۔

۱۸

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ (فاطر:۱۴)	اور تمہیں خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتائے گا۔

[اے جہاد سے محروم رہنے والے!] اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں ابھی اپنی اور اپنے اعمال کی اِصلاح میں لگا ہوا ہوں [کہ جب میری اصلاح ہو جائے گی تو جہاد میں جاؤں گا]، تو یہ بھی ایک خطرناک دھوکہ ہے اور خواہ مخواہ کی اُمید ہے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا مُقرّر کردہ وقت نہیں ٹلتا۔

۱۹

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ (فاطر:۵،۶)	اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر تمہیں دُنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ باز دھوکا نہ دے۔ بیشک شیطان تو تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنی جماعت کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنّمیوں میں سے ہو جائیں۔

تمہارا یہ عذر [کہ میں اپنی اصلاح میں مصروف ہوں،] ہر گز اولیاء اللہ صالحین کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ محض ایک شیطانی جال ہے، کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے بڑے تابعین رحمہم اللہ تجھ سے زیادہ عبادت اور قُربِ الٰہی کے طالب نہیں تھے؟ لیکن اگر وہ بھی تیری طرح جہاد کو ٹالتے رہتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے بڑے کارنامے سرانجام نہ دے سکتے اور نہ مشرکوں اور کافروں سے جہاد کر کے اتنے شہروں اور علاقوں کو فتح کرتے۔

اے فتنے میں پڑے ہوئے انسان! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

۲۰

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ (توبہ: ۴۱)	تم ہلکے ہو یا بوجھل نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عقل اور سمجھ دی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کر:

۲۱

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۞ (النساء: ۹۵)	اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجرِ عظیم میں زیادہ کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں رہ کر ستّر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (ترمذی)

اے دھوکہ میں پڑے ہوئے انسان! یاد رکھ کہ مجاہد کی نیند قیامُ اللّیل سے اور ہمیشہ کے روزے رکھنے سے افضل ہے۔ ان فضائل کا بیان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آگے آئے گا۔

آج تو جن اعمال میں لگا ہوا ہے کیا تجھے یقین ہے کہ یہ سب اعمال قبول ہو رہے ہیں؟ کیا تیرے سامنے قیامت کا ہولناک منظر نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! تو نہیں جانتا کہ تیرے یہ اعمال تیری بخشش کا ذریعہ بنیں گے یا ہلاکت کا۔

۲۲

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۞ (النمل: ۲۵)	اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔

۲۳

وَلَبِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ○ (آل عمران : ۱۵۸)	اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو البتہ تم سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں جمع کیے جاؤ گے۔

اے جہاد سے غافل انسان! کیا تیری خوبصورت بیوی، اس کے ساتھ تیری محبّت اور اس کے ساتھ رہنے کی تیری چاہت نے تجھے جہاد سے محروم کر رکھا ہے؟ ذرا بتا! کیا تیری بیوی دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے؟ کیا وہ پہلے ایک گندی مَنی کا قطرہ نہیں تھی؟ کیا وہ آخر میں ایک مُردہ لاش نہیں بن جائے گی؟ کیا وہ اپنے پیٹ میں غلاظت لئے نہیں پھرتی؟ اس کا حیض تجھے کتنا عرصہ اس سے دُور رکھتا ہے اور اسکی نافرمانی اس کی فرمانبرداری سے زیادہ ہوتی ہے، اگر وہ کچھ دن سُرمہ نہ لگائے تو اس کی آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں، اگر وہ زیب و زینت نہ کرے تو اس کے عیب ظاہر ہو جاتے ہیں، اگر وہ کنگھا نہ کرے تو اس کے بال پراگندہ ہو جاتے ہیں، اگر وہ صفائی نہ کرے تو میلی کچیلی ہو جاتی ہے، اگر وہ پاکی حاصل نہ کرے تو بدبودار ہو جاتی ہے، وہ زیادہ بیمار رہنے والی اور بہت تنگ کرنے والی ہے، جب اس کی عمر بڑھ جاتی ہے تو وہ کسی کام کی نہیں رہتی اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو بستر سے لگ جاتی ہے، تو اگر ساری زندگی اس پر احسان کرے تو غصے کے وقت وہ ان سب کو بھلا دیتی ہے، جیسا کہ......

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان عورتوں کے ساتھ پوری زندگی احسان کرتے رہو، پھر اگر وہ تمہاری طرف سے تھوڑی سی تکلیف پاتی ہیں، تو کہتی ہیں کہ میں نے تو کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں پائی۔ (بخاری)

تجھے ہمیشہ اس کی جدائی کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور تو اس کی سرکشی سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے......

اس کی محبّت تجھے طرح طرح کی مصیبتوں، تھکاوٹوں اور پریشانیوں میں ڈالتی ہے...... وہ تجھے اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش پوری کرنے کے لئے ہلاکت میں ڈالنے سے دریغ نہیں کرتی...... وہ تجھ سے اس وقت تک محبّت کرتی ہے جب تک اس کا مقصد تجھ سے پورا ہوتا رہتا ہے اور جب ایسا نہ ہو تو وہ تجھ سے رُخ پھیر لیتی ہے اور تیرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈنے لگتی ہے...... اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ تم اس سے تبھی فائدہ اُٹھا سکتے ہو جب اسکے ٹیڑھے پن کو برداشت

کرو...... کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایسی عورت کی محبّت تجھے اس راستے سے ہٹا رہی ہے جس میں تجھے ایسی حوروں سے وصال نصیب ہوگا جو نور سے پیدا ہوئی ہیں اور جنّت کے محلات میں پلی بڑھی ہیں، اللہ کی قسم! ابھی شہید کا خون خشک نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ان گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حورِ عینا کو پالیتا ہے، جن کا حسن مثالی ہے، وہ پاک دامن کنواری ہیں ایسے موتی کی طرح جنہیں نہ کسی انسان نے چھوا ہے، نہ کسی جن نے...... ان کی باتیں شیریں ہیں ......ان کا قد خوبصورت اور ان کے بال حسین ہیں...... وہ بڑی قدر و قیمت والی ہیں...... ان کا برتن پاک ہے ......ان کی شکل وصورت بے حد حسین ہے اور ان کے اَخلاق بہت پیارے ہیں...... ان کے زیور چمکدار اور کپڑے بہت اعلیٰ ہیں...... وہ محبّت کرنے والی ہیں اور ان میں تنگ کرنے کا مادہ ہی نہیں......وہ تیرے سوا کسی پر نظر ڈالنے والی نہیں ہیں...... وہ تجھ سے محبّت کرنے والی اور تیری ہر خواہش کو پورا کرنے والی ہیں...... اگر ان میں سے کسی کا ناخن دُنیا میں ظاہر ہوجائے تو چودھویں رات کا چاند اپنی روشنی کھودے...... وہ اگر رات کے وقت اپنا کنگن دُنیا پر کھول دیں تو دُنیا بھر سے اندھیرا بھاگ جائے ......اگر وہ اپنی کلائی دنیا پر ظاہر کردیں تو پوری مخلوق ان کے عشق میں مبتلا ہو جائے ...... اگر وہ آسمان وزمین کے درمیان جھانک کر دیکھ لیں تو ان دونوں کے درمیان خوشبو ہی خوشبو پھیل جائے...... اگر وہ کڑوے سمندر میں تھوک دیں تو وہ میٹھا ہوجائے ......تو جب بھی انہیں دیکھے گا تیری نظروں میں ان کا حسن وجمال بڑھ جائے گا۔ کیا کسی عقلمند سے یہ توقّع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسی حسین مخلوق کے بارے میں سنے اور پھر گھر بیٹھا رہے؟

اے جہاد سے غافل انسان! یہ بھی تو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لے کہ تیری اپنی دنیاوی بیوی سے جدائی یقینی ہے، بلکہ یوں سمجھ کہ یہ جدائی ہو چکی ہے، [کیونکہ موت کا وقت مقرّر ہے]، اگر وہ نیک عورت ہے تو جنّت جیسی خوبصورت جگہ پر تم ضرور جمع ہوجاؤ گے، وہاں تم اُسے حورعین سے بھی زیادہ خوبصورت پاؤ گے اوراس میں سے وہ عادتیں اور چیزیں زائل ہوچکی ہوں گے جو تمہیں ناپسند ہیں، وہاں اس کا حسن وجمال دیکھنے لائق ہوگا اور وہ پاکدامن کنواری اور حیض ونفاس سے پاک ،کالی آنکھوں والی اور سدا بہار حسن والی ہوگی، اس کا تمام

ترٹیڑھا پن ختم ہو جائے گا اور اس کا نور اور جمال بڑھ جائے گا اور وہ حسن و جمال اور نور میں حُورِ عین سے بھی بڑھ کر ہوگی۔

اس لئے تم آج اللہ تعالیٰ کی رِضا کی خاطر اسے چھوڑ کر جہاد میں نکل پڑو، اللہ تعالیٰ وہ تمہیں بہترین شکل میں لوٹا دیگا، بشرطیکہ وہ جنّت کی مستحق ہوئی۔

آخری بات یہ ہے کہ [اے مسلمان بھائیو!] تمہیں جہاد سے دُنیا کی کوئی بھی چیز غافل نہ کرنے پائے، یہ دنیا رہنے کی یا آپس میں ملنے اور کچھ جمع کرنے کی جگہ نہیں ہے، یہاں جو آج ہنستا ہے اُسے کل رونا پڑتا ہے، یہاں کی خوشیوں کے پیچھے غم چھپے ہوئے ہیں، یہ دُنیا بے وفائی، مصیبتوں اور تھکاوٹوں کا گھر ہے، جو اِسے پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ اِس کے دھوکے اور جال میں پھنس جاتا ہے اور دُنیا کی مصیبتیں اُس پر چھا جاتی ہیں اور پھر وہ پچھتاتا ہے اور آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون برساتا ہے۔

[اے مسلمانو!] اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے کہ دنیا کی گرفت تم پر مضبوط ہو جائے خود کو اس کی قید سے چھڑا لو اور توفیق اور سعادت مندی کے راستے [جہاد فی سبیل اللہ] کو اختیار کرو، کیا پتہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی عظیم نعمت عطاء فرمادے۔ کوشش کرو کہ کوئی بھی چیز تمہارے لئے اس راستے میں رُکاوٹ نہ بنے۔ یاد رکھو! عقلمند اور سیدھے راستے پر چلنے والا اور مضبوط عزم والا شخص وہی ہے جسے جہاد میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا ہو، لیکن جو سستی اور دُنیا کے دھوکے میں غرق ہو جاتا ہے، اس کے قدم جہاد سے ہٹ جاتے ہیں اور وہ پچھتاتا ہے مگر اُس کا پچھتانا اُسے کچھ کام نہیں آتا اور جب شہداء جنّت کے اُونچے بالا خانوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ پیچھے حسرت اور افسوس کے ہاتھ ملتا رہتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ (الاحزاب:۴)	اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ (آل عمران:۱۷۳)

دعوت

[آپ نے آٹھویں صدی ہجری کے ایک ایسے عظیم شخص کی دعوتِ جہاد سُنی جو خود ایک بڑے عالم اور مُحدّث ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے اور نویں ہجری کے شروع میں وہ مسلمانوں کے ایک لشکر کی کمان کرتے ہوئے میدانِ جہاد میں شہید ہوئے، علم و عمل کے اس پیکر کے دل سے نکلی ہوئی دعوت نے یقیناً آپ کے دل و دماغ پر دستک دی ہوگی اور آپ کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے جھنجوڑا ہوگا۔ مُصنّفؒ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ بیوی بچوں سے محبّت نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے کہ رشتے دار اور دوست احباب ہمیشہ بے وفا ہوتے ہیں، البتہ مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ حقیقی مسلمان وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال و جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور اس راستے میں کسی بھی چیز کو آڑ نہیں بننے دیتا، چونکہ عام طور پر بیوی بچے اور مکان و دکان اور دنیا میں رہنے اور عہدے پانے کا شوق ہی جہاد کے راستے میں رُکاوٹ بنتا ہے، اس لئے انہوں نے ان تمام چیزوں کی وہ حقیقت بھی بیان فرمادی ہے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور انسان زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی غلامی چھوڑ کر ان چیزوں کی غلامی کرتے کرتے مَر جاتا ہے اور دُنیا میں بھی گھاٹا پاتا ہے اور آخرت کے لئے بھی کچھ نہیں کماتا۔ یہ بات یقینی ہے اور تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں کہ مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہمارے زمانے سے بہت بہتر تھا، اُس زمانے میں بھی اگرچہ مختلف مسلمان حکمران ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان تھے، مگر پھر بھی عمومی حالات اتنے دردناک نہ تھے جتنے آج ہیں، اُس زمانے میں مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کا اقتدار تھا، مسلمان حکمران دُنیا کے اکثر کُفّار سے جزیہ وصول کر رہے تھے، کسی نہ کسی درجے میں بلکہ آج کے اعتبار سے تو بہت اچھے درجے میں اسلام بھی نافذ تھا اور دنیا میں کہیں پر بھی مسلمان

مظلوم و مجبور نہیں تھے، گویا کہ وہ ایسا دور تھا جب جہاد عام طور پر فرضِ کفایہ کے درجے میں رہتا ہے، ایسے حالات میں عام طور پر لوگوں کے جہاد میں نکلنے کی دو ہی وجہیں ہوتی تھیں، ایک تو اسلام کو دنیا کے آخری کونے تک نافذ کرنے کا عزم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُونچے مَراتب حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ، اور دوسرا اپنے گناہوں کو بخشوانے اور جہاد کے ذریعے اپنی برائیوں کو مُعاف کرانے اور جنّت پانے کا جذبہ۔ مگر اب جبکہ پندرھویں صدی ہجری کے بھی اٹھارہ سال گزر چکے ہیں، حالات بہت زیادہ بدلے ہوئے ہیں، آج ہر طرف اسلام بے کس، بے سہارا اور مسلمان ہر طرف مظلوم و مجبور نظر آرہے ہیں، دُنیا میں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومتیں ہیں وہاں بھی اسلام پر دردناک مظالم ڈھائے جارہے ہیں اور نام کے مسلمان حکمران منافقین سے بدتر کردار اپنا کر سیکولرازم کا راگ الاپ رہے ہیں۔ مکہ، مدینہ اور حجاز کے زمینی خزانوں کی دولت یہود و نصاریٰ کی چاپلوسی میں قربان کی جارہی ہے اور اب ان مُقدّس مقامات کو کافروں کے ہاتھوں یرغمال بنایا جا رہا ہے، تُرکوں جیسی اسلام کی خادم قوم کے حکمرانوں نے مسلمانوں کی بیٹی کے سر سے دُوپٹہ تک چھین لیا ہے اور وہ ترکی کو یورپ جیسا بیت الخلاء بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، مسجد اقصیٰ اپنی غلامی اور مظلومیت کے پچاس سالوں کا مسلسل حساب مانگ رہی ہے، مگر اُسے کہیں سے کوئی جواب سنائی نہیں دے رہا۔ افغانستان، وسطِ ایشیاء، بوسنیا، کوسوو اور فلسطین کی زمین اُن لاشوں پر سے پردہ اُٹھا رہی ہے جو اُمّتِ مسلمہ کی غفلت کی وجہ سے کفن اور نمازِ جنازہ کو ترستی ترستی اب ہڈیوں کی شکل اختیار کرچکی ہیں، وہ پکار پکار کر اپنے لہو کا حساب مانگ رہی ہیں۔ سلمان رُشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے دریدہ دہن قلمکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اَزواجِ مُطہّرات رضی اللہ عنہن اور اسلام پر اپنے گندے ذہن کے چھینٹے پھینک کر بھی آزاد پھر رہے ہیں، جبکہ ناموسِ رسالت کے محافظ اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حُرمتی کا بدلہ لینے سے بھی قاصر ہیں، حالانکہ ان کی تعداد اب ڈیڑھ ارب کے

قریب ہے، اور تو اور مسلمان اپنے ملکوں میں بھی کافروں کی غلامی کرنے اور ان کے بوٹ صاف کرنے پر مجبور ہیں۔ اللّٰہ کی قسم! اُمّتِ مُسلمہ آج ان دردناک حالات سے گزر رہی ہے جنہیں سوچ کر دماغ پھٹنے لگتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے، آج چاروں طرف سے اسلام پر حملے ہیں، جبکہ اسلام کے محافظ مسلمان اندرونی اور بیرونی طور پر غلامی دَر غلامی کے رسوں میں جکڑے ہوئے بے بسی کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔

آج اگر اعمال کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارا زمانہ مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی بنسبت بہت زیادہ انحِطاط کا شکار ہے اور ہر طرف گناہ ہی گناہ پھیلے ہوئے ہیں، آج جو انسان بچنا بھی چاہتا ہے وہ بھی نہیں بچ سکتا، اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ۔ سود جیسی لعنت آج ہمارے معاشرے میں خون کی طرح دوڑ رہی ہے، اگر سارے گناہوں کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو ہماری تباہی کے لئے صرف یہی سود کا گناہ ہی کافی ہے۔ فحاشی اور عُریانی کا سیلاب آج عزتوں، حرمتوں اور انسانی قدروں کو بہا کر لے جارہا ہے اور یورپ کے ننگے شکاری اس سیلاب کا رُخ ہماری طرف پوری طرح موڑ چکے ہیں، یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ آج ہم اپنے اصل راستے سے ہٹ چکے ہیں، ہم اپنی طاقت اور قوت کھو چکے ہیں، آج ہم خود اپنے فیصلے نہیں کرتے بلکہ ہمارے فیصلے ہمارے دُشمن کرتے ہیں اور ہم ان کے ہاتھوں میں مَحض ایک کھلونے کی طرح بن کر رہ گئے ہیں، ایسے وقت میں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف لوٹنا ہمارے لئے کتنا ضروری ہے یہ بات ہمیں آسانی سے سمجھ آسکتی ہے، بشرطیکہ ہم دل کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کریں اور اخلاص کے ساتھ قرآن مجید میں اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کریں۔

آج عرب وعجم کے مسلمانوں کی آزادی کا واحد راستہ جہاد ہے...... آج مسجدِ اقصیٰ کی خُلاصی کا واحد راستہ جہاد ہے...... آج اسلام کو نافذ کرنے کا واحد راستہ جہاد ہے۔

کل تک ہمارے لئے جہاد کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے تھے، تا کہ ہم اپنی چھنی ہوئی عزت وعظمت کو واپس نہ لیں سکیں، مگر آج اَلْحَمْدُ لِلّٰہ لاکھوں شُہداء نے اپنا قیمتی خون پیش کر کے مسلمانوں کے لئے جہاد کے بند راستے کھول دیئے ہیں اور پہلی مرتبہ ایک مجاہد حکمران "ملا محمد عمر مجاہد" نے دُنیا کے پورے نظام کو مُستَرد کر کے اسلام کا ڈنکا بجادیا ہے۔

آج کے ان حالات میں جہاد ہمارے لئے سانس لینے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یاد رکھئے! جہاد اور صرف جہاد ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اور ہماری بخشش کا بھی ذریعہ ہے، مگر اس کے لئے تھوڑی سی ہمت اور مردانہ عزم کی ضرورت ہے۔ شکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا راستہ دکھا دیا ہے، اب دیر مت کیجئے، کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ موقع سے فائدہ نہیں اُٹھاتے وہ تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں، پھر نہ اُن پر زمین روتی ہے اور نہ آسمان۔]

بسم الله الرحمن الرحیم



باب ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

- جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کے بیان میں
- ایمان، فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے
- جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے
- ایمان لانا، جہاد کرنا اور حج، دیگر تمام اعمال سے افضل ہیں
- جہاد اذان دینے سے افضل ہے
- حجاج کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کو آباد رکھنے سے بھی جہاد افضل ہے
- جہاد تمام اعمال سے افضل ہے
- جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے
- مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے
- جہاد خلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے

باب ۲

- مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے
- مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت
- روزے نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا شخص مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پاسکتا
- مجاہد کیلئے جنت کے سو درجات
- اس اُمت کی رہبانیت اور اس کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے
- جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بلندی ہے
- مجاہد کیلئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت
- اللہ تعالیٰ مجاہد کو مصیبت کی جگہ اکیلا نہیں چھوڑتے
- جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل

باب ۲

جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کے بیان میں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں [ابتداء میں اس باب کی مناسبت سے کچھ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیے۔]

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء: ۹۵، ۹۶)

مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عُذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرتے ہیں دونوں برابر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر جان ومال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھا دیا ہے اگرچہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ مُعاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۷۴)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب رہے تو اُسے ہم بڑا ثواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۳

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝
(التوبہ: ۲۰، ۲۱، ۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کیلئے بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ انہیں ان کا رب اپنی طرف سے مہربانی اور رضا مندی اور باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں انہیں ہمیشہ کا آرام ہوگا۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۴

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنّت ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اُسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ پس جو سودا تم نے اس سے کیا ہے، اس سے خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝
(محمد: ۷)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❻

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحجرات: ۱۵)	بیشک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے (مسلمان) ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❼

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ	اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنّتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا: ہم

طَآبِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۝

(الصف: ۱۰تا۱۴)

اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہوگیا، پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کردیا پھر تو وہی غالب ہوکر رہے۔

مصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں آیات[1] بہت زیادہ ہیں اور جہاد کے فضائل بے شمار ہیں، اب میں مختلف فصلوں میں جس قدر آسان ہوا، ان فضائل کو بیان کرتا ہوں۔

---

[1] آیاتِ جہاد کی تفصیل کے لئے مُلاحظہ فرمایئے! ''فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد'' جس میں تقریباً آٹھ سوپینسٹھ (۸۶۵) آیات کے مضامین اور اشارات جہاد بیان کیئے گئے۔

فصل

ایمان، فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ پھر میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے؟] ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے؟] ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری، مسلم)

اِسی طرح حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور آپ نے اس میں جہاد کا تذکرہ فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! فرض نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں چہرہ تھکانے اور پاؤں خاک آلود کرنے جیسا کوئی عمل نہیں ہے جس سے جنّت کے درجات کو حاصل کیا جاسکے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ نماز کے بعد جہاد ہی کو سب سے افضل عمل سمجھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ)

فصل

جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا۔ سوال کیا گیا کہ اسکے بعد کونسا عمل [سب سے افضل ہے؟] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا کہ اسکے بعد کون سا عمل [سب سے افضل ہے؟] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حِج مبرور۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ:

اس حدیث شریف میں جہاد کو دیگر تمام اعمال [مثلاً فرض نماز اور والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک وغیرہ] سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے، یہ دراصل اس وقت ہے جب جہاد فرضِ عین ہو جائے، جبکہ جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اس شخص کے لئے جہاد سب سے افضل عمل ہے جس کے والدین نہ ہوں یا انہوں نے اُسے جہاد میں جانے کی اجازت دے دی ہو۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ وحدہٗ پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا، پھر حِج مبرور مشرق ومغرب کے درمیان کے تمام اعمال سے افضل ہے۔ (مسند احمد)

یعنی ایمان اور جہاد کے علاوہ باقی تمام اعمال سے حج افضل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر پوچھا: کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مالک کو پسند ہو اور اس کی قیمت زیادہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ (تعالیٰ) پر ایمان لانا اعمال میں سے سب سے افضل عمل ہے۔ [یہ سنکر] ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بتایئے کہ اگر میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے [جہاد] میں مارا گیا تو کیا میرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں [تمہارے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے]۔ (مسلم)

فصل

ایمان لانا، جہاد کرنا اور حج، دیگر تمام اعمال سے افضل ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو، ایسا جہاد جس میں مالِ غنیمت کی چوری نہ ہو اور حجِ مبرور اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل عمل ہیں۔ (موارد الظمآن)

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص حاضرِ خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اعمال میں سے سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) پر ایمان لانا، اس کے راستے میں جہاد کرنا اور حج مبرور۔ جب وہ شخص واپس لوٹنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ آسان اعمال یہ ہیں کہ کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا، نرم برتاؤ کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ پھر جب وہ شخص واپس لوٹنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ آسان بات یہ ہے کہ اللہ (تعالیٰ) تمہارے لئے جس چیز کا فیصلہ فرمادے تو تم اس پر اللہ (تعالیٰ) سے شکوہ نہ کرو، [بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش رہو]۔ (مسند احمد)

فصل

جہاد اذان دینے سے افضل ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اذان دیتے تھے، پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی اذان دی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ نے اذان دینا چھوڑ دی [اور جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بلال! کیا وجہ ہے کہ آپ نے اب اذان چھوڑ دی؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اذان دی، پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال تک اذان دی، کیونکہ انہوں نے مجھے آزاد کرایا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے اعمال میں جہاد سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ (ابو یعلیٰ، ابن ابی شیبہ)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی میں اذان ترک فرما دی اور جہاد کے لئے روانہ ہوگئے اور انہوں نے مذکورہ بالا حدیث کو بطورِ دلیل کے پیش فرمایا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان ترک فرما کر مدینہ منورہ سے ملکِ شام جہاد کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہیں آپ کا ۲۶ ہجری میں انتقال ہوا، دمشق میں بابِ کیسان نامی جگہ پر مدفون ہوئے۔ یہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے، جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ حلب میں ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل

حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے سے بھی جہاد افضل ہے

حضرت نُعمان بن بَشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص کہنے لگے: میں تو اسلام لانے کے بعد سب اعمال کی بنسبت حُجّاجِ کرام کو پانی پلانا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ایک دوسرے صاحب کہنے لگے: میں تو اسلام کے بعد دوسرے اعمال کی بنسبت مسجدِ حرام کو آباد رکھنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ایک اور صاحب نے کہا: (تم دونوں کی بات درست نہیں ہے) بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ان سب اعمال سے زیادہ افضل ہے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔ [یہ گفتگو جاری تھی کہ] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو تنبیہ فرمائی کہ آج جمعہ کا دن ہے، آپ لوگ منبرِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازوں کو بلند نہ کریں، البتہ جمعہ کی نماز کے بعد میں تمہارے اس مسئلے کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا۔ اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ (التوبہ: ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا آباد کرنا اس کے برابر کر دیا جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

(صحیح مسلم)

[یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ حُجّاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے تمام اعمال سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔]

فصل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے

حضرت حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر عمل جہاد ہے۔ (ابن عساکر)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ [رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے: اے رسول اللہ (ﷺ) کے خلیفہ! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مؤمن کے اعمال میں سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں اب مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا۔ یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بلال! میں تمہیں اللہ (تعالیٰ) کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میری حرمت اور حق کا خیال رکھو، میں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت قریب ہے، [یعنی مجھے اس وقت آپ جیسے رُفقاء کی ضرورت ہے]۔ یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قیام کرنا قبول فرمالیا، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے وہی گفتگو فرمائی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی، مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بلال! پھر میں کسے آپ کی جگہ مقرر کروں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سعد (رضی اللہ عنہ) کو، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد قبا کے مؤذن رہ چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان کا عمل حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے سپرد فرمادیا۔ (طبرانی)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ (تعالیٰ) کا فرمانبردار بن جائے اور مسلمان تیری زبان اور تیرے ہاتھ سے محفوظ ہوجائیں۔ انہوں نے دریافت کیا: کون سا اسلام افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان لانا [یعنی یقین رکھنا]۔ انہوں نے پوچھا کہ

ایمان کیا ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ (تعالیٰ) پر، اس کے ملائکہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین رکھو۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سا ایمان افضل ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہجرت۔ انہوں نے پوچھا کہ ہجرت کیا ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہجرت یہ ہے کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو۔ انہوں نے پوچھا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد۔ انہوں نے پوچھا کہ جہاد کیا ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد یہ ہے کہ جب تمہارا کفار سے سامنا ہو تو تم ان سے لڑو۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ مجاہد کے گھوڑے کی کُونچیں کاٹ دی جائیں اور اُس کا خون بہا دیا جائے۔ [یعنی وہ بھی شہید ہو جائے اور اُس کی سواری بھی کام آ جائے]۔ (مسند احمد)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں رسُول اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ جہاد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں لڑو اور نہ تو بزدلی دکھاؤ اور نہ مالِ غنیمت میں چوری کرو۔ (بیہقی، فی شعب الایمان)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے جہاد کو کس طرح سے اسلام کے نچوڑ کا نچوڑ بتایا اور پھر جہاد کا نچوڑ آپ ﷺ نے شہادت کو قرار دیا اور اسے جہاد کی افضل ترین قسم قرار دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے رسُول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! ہم [عورتیں] جہاد کو تمام اعمال سے افضل سمجھتی ہیں، تو کیا ہم جہاد میں نہ نکلیں؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حجِ مبرور ہے۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! میں تو قرآن مجید میں جہاد سے زیادہ افضل عمل اور کوئی نہیں پاتی، تو ہم آپ کے ساتھ نکل کر جہاد نہ کیا کریں؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حجِ مبرور ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (نسائی)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل فرماتی ہیں کہ حج ہر کمزور کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

[ان چند روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک زمانہ میں خواتینِ اسلام عمُوماً اور ازواجِ مطہرات اُمہاتُ المؤمنین رضی اللہ عنہن خصوصاً یہ سمجھتی تھیں کہ جہاد تمام اعمال سے زیادہ افضل ہے، چنانچہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں نکلنے کی اجازت بھی مانگتی تھیں، جس پر انہیں بتایا گیا کہ تمہارے لئے حج افضل ترین جہاد ہے، مگر خاص مواقع پر خاص کاموں کے لئے خواتین کو جہاد میں شریک کیا گیا، جس کے واقعات آگے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے اس زمانے کی مسلمان خواتین بھی اپنے اندر ایسا ہی جذبہ جہاد پیدا کریں اور اپنے خاوندوں، بھائیوں اور بیٹوں کو ترغیب دیکر میدان میں نکالیں اور اجرِ عظیم کی مُستحق بنیں]۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں نے امیرالمؤمنین عبدُالملک بن مَروان رحمۃ اللہ علیہ سے اس وقت حاضری کی اجازت مانگی جب وہ سخت بیمار تھے، جب یہ لوگ حاضر ہوئے تو امیرالمؤمنین نے کہا: تم لوگ میرے پاس اس وقت آئے ہو جب میں دُنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جا رہا ہوں، میں نے اپنے اعمال پر غور کیا تو مجھے [بخشش کے لئے] سب سے زیادہ اُمید والا اپنا عمل وہ جنگ نظر آتی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑی، اس وقت جب میرے پاس یہ چیزیں [حکومت وغیرہ] نہیں تھیں۔ [میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ] تم لوگ ہم حکمرانوں کے دروازوں کے چکر کاٹنے سے خود کو بچاؤ۔ (ابن عساکر)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدُالملک بن مَروان رحمۃ اللہ علیہ علماء تابعین میں سے تھے، جب ان کی عمر سولہ سال تھی تو حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ مُنوّرہ کا گورنر بنایا تھا، اس وقت انہوں نے ایک سمندری جہاد کی قیادت کی تھی۔

مُحمّد بن فُضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، تو ان سے پوچھا کہ آپ نے [مرنے کے بعد] کس عمل کو سب سے زیادہ

افضل پایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہی عمل جس میں میں مصروف رہا۔ میں نے پوچھا: کیا جہاد اور رِباط کو؟ فرمانے لگے ہاں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے رَب نے آپ کے ساتھ کیا مُعامَلہ فرمایا؟ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشش ہی بخشش عطاء فرمائی ہے۔

فَضل بن زِیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بار امام اَحمد بن حَنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جِہاد کا تذکرہ آیا تو آپ روتے ہوئے فرماتے تھے کہ نیکیوں میں جِہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ کسی اور نے امام اَحمد بن حَنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دشمن کے ساتھ لڑنے کے برابر کوئی عمل نہیں ہے، جِہاد میں نکلنا ہی سب سے افضل عمل ہے، وہ لوگ جو دشمنوں سے لڑتے ہیں وہی اسلام اور اس کی عزت کے محافظ ہیں، تو ایسے لوگوں سے زیادہ افضل عمل کس کا ہوسکتا ہے جو دوسروں کے امن کی خاطر خود خوف کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی رونقوں [اور لذّتوں] کو قربان کرتے ہیں۔ (المغنی لابن قدامہؒ)

فصل

جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ (رضی اللہ عنہم) بیٹھے ہوئے تھے تو ہم آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اسی میں لگ جائیں، اس پر قرآن مجید کی یہ یہ آیات آخر سورۃ تک نازل ہوئیں:

①

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۞ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۞

(الصف: ۱، ۲، ۳، ۴)

جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ (ترمذی، بیہقی، حاکم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں بات کی کہ اگر ہمیں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جاتا (تو ہم اس میں لگ جاتے)۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

②

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان

وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الصف: ۱۰،۱۱)

لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

[یعنی ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل اور بہترین تجارت ہے، مگر جہاد کا یہ حکم] بعض لوگوں پر گراں گزرا، تو اسی سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں:

۳

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف: ۲،۳،۴)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

[یعنی یہ بات سمجھا دی گئی کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس محبوب عمل کی تلاش میں تھے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔]

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

1

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ (النساء: ۹۵، ۹۶)

اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجرِ عظیم میں زیادہ کیا ہے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: [اے اللہ کے رسول!] لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو اپنی جان ومال سے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرتا ہو۔ انہوں نے پوچھا: [اس کے بعد] پھر کون سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ رہ کر اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (بخاری، مسلم)

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوگیا کہ جہاد خلوت اور تنہائی میں عبادت سے زیادہ افضل ہے، اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

2

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۝ (نساء: ۹۵)

مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرتے ہیں دونوں برابر نہیں ہیں۔

اس بارے میں مزید تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے، یہ بلندی وہی شخص پائے گا جو مسلمانوں میں سب سے افضل ہوگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

فصل

جہاد خلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے

پیچھے بُخاری شریف کے حوالے سے حدیث شریف گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے مجاہد کو سب سے افضل قرار دیا ہے اور عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے والے کا تذکرہ اس کے بعد فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، کیا میں تمہیں اس کے بعد بہترین شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص جو اپنی بکریاں لے کر لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہو، نماز قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ اداء کرتا ہو اور بغیر شرک کئے اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کرتا ہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک ایسی گھاٹی پر سے گزرے جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا چشمہ تھا، وہ فرمانے لگے کہ اگر میں لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اس گھاٹی میں مُقیم ہو جاؤں [تو کتنا اچھا رہے گا]، پھر فرمانے لگے کہ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا، جب تک رسُول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں، چنانچہ انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسُول اللہ ﷺ سے کیا، تو رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرو، اس لئے کہ تم میں سے ایک شخص کا اللہ (تعالیٰ) کے راستے [جہاد] میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں ستّر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ (تعالیٰ) تمہاری مغفرت فرمادے اور تمہیں جنّت میں داخل فرمادے؟ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرو، جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اتنی دیر قتال کرے جتنی دیر میں اُونٹنی کے تھنوں میں دوبارہ دودھ آجاتا ہے اس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ (ترمذی)

فائدہ:

اس حدیث شریف میں "فُوَاقَ نَاقَۃٍ" کے الفاظ آئے ہیں۔ "فُوَاقَ" کے معنی یہ ہیں کہ اُونٹنی کا تھوڑا سا دودھ نکال کر کچھ وقفہ کیا جاتا ہے اور اس کے بچے کو اسپر چھوڑا جاتا ہے تاکہ دودھ تھنوں میں آجائے، یہ بہت معمولی سا وقفہ ہوتا ہے، [پس جو شخص اِتنی دیر بھی کافر سے لڑے گا، حدیث شریف کی بشارت کے مطابق اس کے لئے جنّت واجب ہو جائے گی]۔ بعض علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ "فُوَاقَ" سے مراد وہ وقفہ ہے جو دودھ نکالتے وقت ہاتھ کے کھولنے اور دبانے کے درمیان ہوتا ہے۔ بہر حال اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جہاد میں نکلنا اور جہاد میں لگے رہنا، عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کا مقام ہے کہ ایک صحابی جو حقیقت میں اپنی خلوت اور عبادت کا حق اداء کر سکتے تھے اور ان کی روزی بھی بالکل حلال تھی، جب انہیں رَسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد چھوڑ کر عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی، تو ہم جیسے لوگوں کے لئے جہاد چھوڑنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ہمارے اعمال بھی کمزور اور ناقابلِ اعتبار ہیں اور ہمارے گناہ بے شمار ہیں اور ہمارے اعضاء نافرمان اور ہمارا نفس ہم پر غالب ہے، ہماری روزی مشکوک اور ہماری نیتیں اخلاص سے عاری ہیں۔

یاد رکھئے! وہ شخص خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ جہاد کی توفیق عطاء فرمائے اور جہاد کو اس کے لئے آسان فرمادے اور وہ شخص بدنصیب ہے جو دُنیا کی محبّت اور موت کے ڈر سے جہاد چھوڑ کر گھاٹے اور نقصان میں پڑ جائے۔

حضرت عَسْ عَسْ بن سَلَامَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ آپ نے اپنے رُفقاء میں سے ایک شخص کو نہ پایا، [جب انہیں ڈھونڈ کر لایا گیا تو] وہ کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی پہاڑی پر خلوت اختیار کر کے اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہ کرو اور نہ کوئی اور تم میں سے ایسا کرے، اسلام کے معرکوں میں سے کسی معرکے میں تمہارا ایک گھڑی ڈٹ کر لڑنا، تنہائی میں چالیس سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (بیہقی)

محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۷۷ھ میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طرسوس [کے محاذ پر] کچھ اشعار لکھوائے اور مجھے حکم دیا کہ میں یہ اشعار مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت فُضَیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ اشعار یہ ہیں:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا	لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
اے حرمین شریفین کے عابد! اگر آپ ہم مجاہدین کو دیکھ لیں،	تو آپ جان لیں گے کہ آپ تو عبادت کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔
مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ	فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ
اگر آپ کے آنسو آپ کے رُخساروں کو تر کرتے ہیں،	تو ہماری گردنیں ہمارے خون سے رنگین ہوتی ہیں۔
أَوْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ	فَخُيُولُنَا يَوْمَ الْكَرِيهَةِ تَتْعَبُ
اور لوگوں کے گھوڑے فضول کاموں میں تھکتے ہیں،	مگر ہمارے گھوڑے تو حملے کے دن تھکتے ہیں۔
رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيرُنَا	رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ
عنبر و زعفران کی خوشبو آپ کو مُبارک ہو، جبکہ ہماری خوشبو تو	گھوڑے کے کُھروں سے اُڑنے والی مٹی اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا پاک غُبار ہے۔
وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا	قَوْلٌ صَحِيحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ
ہم آپکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان سناتے ہیں،	ایسا فرمان جو بلاشُبہ درست اور سچا ہے۔
لَا يَسْتَوِي غُبَارُ خَيْلِ اللهِ فِي	أَنْفِ امْرِئٍ وَدُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ
جمع نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ کے راستے کی مٹی	اور جہنّم کی بھڑکتی آگ کسی شخص کی ناک میں۔
هٰذَا كِتَابُ اللهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا	لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَا يَكْذِبُ
یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے درمیان اعلان فرما رہی ہے کہ	شہید مردہ نہیں ہوتا، یہ فرمان بلاشُبہ سچا ہے۔

محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط حضرت فُضَیل رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دیا، انہوں

نے جب پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا: اَبُو عبدالرحمٰن [عَبْدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ] نے بالکل سچی بات فرمائی اور مجھے نصیحت کی ہے۔

اس بارے میں کچھ احادیث انشاء اللہ اگلی فصل میں بھی آئیں گی۔

[حضرت عَبْدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ان اَشعار میں مجاہد کی فضیلت کو قرآن وسنت کے دلائل سے بیان فرمایا ہے کہ مجاہد کی زندگی اور مجاہد کی موت دونوں ایک عابد کی زندگی اور موت سے افضل ہیں۔ حضرت فُضَیل بن عِیاض رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے مُحدِّث اور عابد وزاہد تھے اور دن رات کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں عبادت کرتے تھے، انہوں نے حضرت عَبْدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل اور مؤقف کو تسلیم فرمایا اور غصے میں آنے کی بجائے ان کا شکریہ اداء کیا اور خط لانے والے کو بطورِ انعام ایک ایسی حدیث لکھوائی جس میں مجاہد کی فضیلت کا بیان ہے]۔



فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کے لوگوں میں سے سب سے بہتر مقام والا شخص کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رکھے، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے اور کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو اس کے بعد [کے مقام پر] ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی گھاٹی میں مقیم ہو اور نماز قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچتا ہو۔ [پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:] کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے برا شخص کون ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے برا شخص وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن اُسے دیا نہیں جاتا، [یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کا نام بھی استعمال کیا اور کچھ پایا بھی نہیں]۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، ترمذی، نسائی، ابن حبان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک والے سال لوگوں کو خطبہ دیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے [دوران خطبہ] ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں اچھا شخص کون ہے اور برا شخص کون؟ بلاشبہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے یا اُونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل جہاد میں مرتے دم تک لگا رہے اور لوگوں میں برا اور فاسق شخص وہ ہے جو قرآن مجید

پڑھتا ہے، مگر گناہوں میں سے کسی گناہ سے باز نہیں آتا۔ (نسائی، بیہقی)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کو تکلیف پہنچانے سے بچو، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) مجاہد کو تکلیف پہنچانے پر اسی طرح غصے ہوتا ہے جس طرح رسولوں اور نبیوں کو تکلیف پہنچانے پر اور اللہ (تعالیٰ) مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتا ہے جس طرح رسولوں اور نبیوں کی دعاؤں کو، اور سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے کسی ایسے شخص پر، جو اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک مجاہد سے زیادہ مُعزّز ہو، [یعنی روئے زمین پر مجاہد سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص مُعزّز نہیں ہے]۔ (شفاء الصدور، ابن عساکر)

فصل

مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مال دار شخص تھا، اس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقام کو پہنچ سکوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا: چھ ہزار دینار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو یہ سارا مال بھی اللہ (تعالیٰ) کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کردے، تب بھی تو مجاہد کے جوتے کے تسمے کے غُبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصورؒ)

ایک اور شخص نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل [کے مقام] تک پہنچ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو رات کو قیام کرے اور دن کو روزے رکھے، تب بھی تو مجاہد کی نیند کے مقام کو نہیں پاسکتا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصورؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مُرسَل ہے، مگر ابن عساکرؒ نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! دوسرے لوگ جہاد کررہے ہیں جب کہ مجھے کسی چیز [یعنی عذر] نے روک رکھا ہے، آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جسے اداء کرکے میں بھی ان جہاد کرنے والوں کے مقام کو پالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم رات بھر قیام کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں مشقت کے ساتھ یہ کرلوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دن کو روزہ رکھنے کی اِستطاعت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا پوری رات نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا، ان [مجاہدین] میں سے کسی کے سونے جیسا ہے۔ (مُصنّف ابن ابی شیبۃ عن مکحولؒ مرسلاً)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: کیا تم اس بات کی قوت رکھتے ہو کہ پوری زندگی نماز پڑھتے رہو اور نہ تھکو، روزے رکھتے رہو اور ناغہ نہ کرو؟ لوگوں نے جواب دیا: اے ابوہریرہ! اس بات کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجاہد کا نیند کرنا اس سے بھی افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن قرینے اور اگلی حدیث سے اس کے مرفوع ہونے کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[غور کیجئے!] جب مجاہدین میں سے سونے والوں کا یہ مقام ہے، تو ان میں سے راتوں کو قیام کرنے والے کا مقام کیا ہوگا.....؟ جب ان کے غافل کا یہ رتبہ ہے تو ان کے عامل کا رتبہ کیا ہوگا.....؟ جب ان کے جوتے کے تسمے کی یہ قدر و قیمت ہے تو ان کے بڑے اعمال کا اجر کتنا ہوگا.....؟ بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا کھلم کھلا فضل ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے محنتی لوگوں کو کمر کس لینی چاہئے اور سست اور عاجز لوگوں کو اس سے محرومی پر رونا چاہئے اور جہاد کے سوا دوسرے کاموں میں اپنی عمر ضائع کرنے والوں کو غمگین ہونا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال .... اللہ (تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون جہاد کرتا ہے..... رات کو قیام، دن کو روزے اور خشوع سے رکوع، سجدے کرنے والے جیسی ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

ابنِ حبّان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت اپنے استاذ عمر بن سعید بن سنان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اسّی سال تک جہاد اور میدانِ جہاد کی پہرے داری اس حال میں فرمائی کہ رات کو قیام فرماتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔

یہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں

جہاد کرنے والے کی مثال اس نمازی اور روزے دار جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) اس مجاہد کو اجر یا غنیمت دیکر واپس لوٹا دے..... یا اُسے موت دیکر جنّت میں داخل فرمادے۔ (موارد الظمآن)

سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک بار سونا، ایسے ستّر حج کرنے سے افضل ہے جن کے پیچھے ستّر عمرے ہوں۔ (شفاء الصدور)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کھانے والا، غیرِ جہاد میں پوری زندگی روزے رکھنے والے جیسا ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

روزے نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا شخص مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پا سکتا

حضرت مُعاذ بن اَنَس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! میرا شوہر جہاد میں چلا گیا ہے، میں نماز اور دوسری عبادات میں اس کی پیروی کرتی تھی، آپ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو میں ان کے آنے تک کرتی رہوں اور اس عمل کے ذریعے میں ان کے مقام کو پالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایسی اِستطاعت رکھتی ہو کہ مستقل نوافل پڑھتی رہو اور روزے رکھتی رہو اور بغیر تھکے [اور وقفہ کئے] اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کرتی رہو؟ وہ خاتون کہنے لگی: اے اللہ کے رسُول! اس کی تو میں طاقت نہیں رکھتی۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں اس کی طاقت دے بھی دی جائے، تب بھی تم اس کے عمل [جہاد] کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ (مسند احمد)

فصل

مجاہد کیلئے جنت کے سو درجات

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

①

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء: ۹۵، ۹۶)

اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اَجرِ عظیم میں زیادہ کیا ہے۔ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) پر ایمان لایا اور اس نے نماز کو قائم رکھا، زکوۃ اداء کی اور رمضان کے روزے رکھے، تو اللہ (تعالیٰ) پر لازم ہے [یعنی اس نے خود اپنے اُوپر لازم کرلیا ہے کہ] وہ اس شخص کو جنّت میں داخل فرمائے گا، خواہ اس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے پیدائشی وطن میں ٹھہرا رہا ہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتا نہ دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے جنّت میں اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے سو درجے تیار فرمائے ہیں، ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں اور جب تم نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگنا ہو تو فردوس مانگا کرو، کیونکہ وہ جنّت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اسی سے جنّت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اُوپر اللہ (تعالیٰ) کا عرش ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ (تعالیٰ) کو رب، اسلام کو سچّا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی رہا تو جنّت اس کے لئے واجب ہوگئی، یہ بات حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو بھلی لگی تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے

رسُول! یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ وہی بات دُہرائی اور پھر ارشاد فرمایا: ایک اور عمل ایسا ہے جس کے کرنے پر اللہ (تعالیٰ) اپنے بندے کو سو درجے عطاء فرماتے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان۔ حضرت ابُو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ (صحیح مسلم)

فصل

اس اُمت کی رہبانیت اور اس کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے

وہ ایمان والے جن کی جان و مال کو اللہ تعالیٰ نے جنّت کے بدلے میں خرید لیا ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❶

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ (التوبہ:۱۱۲)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، شکر کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! مجھے کوئی وصیت [ونصیحت] فرمایئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرنے [یعنی تقویٰ اختیار کرنے] کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ پورے دین کا سَر [یعنی اصل] ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ (تعالیٰ) کے ذِکر کو لازم پکڑو، بے شک یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں ذخیرہ بنے گا۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ دل کو مردہ اور چہرے کو بے نور کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ یہ میری اُمّت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسکینوں سے محبّت کرو اور ان کے ساتھ بیٹھا کرو۔ میں عرض کیا: مجھے کچھ اور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے [مال وصحت میں] نیچے والے کو دیکھو اور اپنے سے اُوپر والے کو نہ دیکھو۔ (احمد، طبرانی، ابن حبان، حاکم، موارد الظمآن)

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! مجھے کوئی وصیت [ونصیحت] فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ کو مضبوط پکڑو، کیونکہ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے اور جہاد کو لازم

پکڑو، کیونکہ وہ مسلمانوں کی رُہبانیت ہے اور تلاوتِ قرآن مجید اور ذکرُاللہ کی پابندی کرو۔ بے شک وہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان پر تذکرے کا سبب ہے اور اپنی زبان کو خیر کی بات کے علاوہ خاموش رکھو، کیونکہ اس کے ذریعے سے تم شیطان پر غالب رہو گے۔ (المعجم الصغیر للطبرانیؒ)

حضرت اَنَس بن مَالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی کا بتلانے والا نیکی کرنے والے جیسا ہے اور ہر اُمّت کے لئے ایک رہبانیّت ہے اور میری اُمّت کی رہبانیّت جہادِ فی سبیل اللہ ہے۔ اے میرے پروردگار! میری اُمّت کے لئے صبح کے وقت میں برکت عطاء فرما۔ (ابن عساکر)

جہاد اس اُمّت کی رَہبانیّت کس طرح سے ہے؟

[اس بارے میں مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ نے کئی نفیس اقوال نقل فرمائے ہیں، ذیل میں ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے۔]

❶ امام اَبُو عَبْدُاللہ الحَلِیْمِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی رُہبانیت یہ تھی کہ وہ دُنیا کے تمام مشاغل چھوڑ کر خلوت اختیار کرتے تھے، یعنی اپنے نفس کو دنیوی مشاغل سے فارغ کرنے کو رُہبانیت سمجھتے تھے، جبکہ مجاہد تو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے، اس طرح سے دنیوی مشاغل تو کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لئے شہید ہو کر دنیا تک کو چھوڑ دیتا ہے، تو اس سے بڑھ کر رُہبانیت کیا ہو سکتی ہے؟

اسی طرح عیسائیوں کے راہب یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی دور دراز کی خانقاہوں میں اس لئے خَلوت اختیار کرتے ہیں تاکہ ان سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے، حالانکہ اَہلِ باطِل کو ان کے باطل نظریات پر چھوڑ دینا انہیں بڑی ایذاء پہنچانا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جَہنّم کی آگ میں جلیں گے، تو اگر رُہبانیت کا معنیٰ لوگوں سے ایذاء دور کرنا ہے، تو پھر جہاد ہی اصل رُہبانیت ہے، کیونکہ اس کے ذریعے سے کافروں کو کفر سے، مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے اور مجاہدین کو آخرت کے عذاب سے نجات ملتی ہے۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہِب کو راہب اس لئے کہتے ہیں وہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے ڈرتا ہے، [راہِب عربی لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے ڈرنے والا] اور ان راہبوں میں سے یہ نیّت [کہ میں کسی کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچاوں] بہت تھوڑے سے افراد کی ہوتی ہے، اس لئے اپنے نفس سرکش کی حقیقت کو سمجھنا، ان میں سے انہیں کاملین کے لئے ممکن ہوتا ہے جو تنہائی اور مجاہدات کی بدولت اپنے باطن کی اصلاح کر لیتے ہیں، تب انہیں یہ سُوجھتا ہے کہ لوگوں کے درمیان رہنے کی صورت میں ان کے نفس کے شر سے لوگ نہیں بچ سکیں گے، چنانچہ وہ اپنے آپ کو خانقاہوں اور گرجوں میں اِسی طرح قید کر لیتے ہیں جس طرح پاگل کتے کو باندھا جاتا ہے، چونکہ اصل راہب یہی لوگ ہوتے ہیں، اس لئے آج ہزار راہبوں میں کوئی ایک آدھ اصلی راہب ملتا ہے۔

[جبکہ مجاہد اصل راہب ہے، کیونکہ اس کے جِہاد کی برکت سے لوگ طرح طرح کے ظلم اور ایذاء سے نجات پاتے ہیں اور ہر طرح کے ظالمانہ قوانین سے انہیں چھٹکارا ملتا ہے اور کفر و شرک کی غلاظتوں سے وہ محفوظ رہتے ہیں۔]

❷ راہِب کے لفظ کا استعمال اکثر اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو کسی اور سے ڈرتا ہو، چنانچہ راہِب کو راہِب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی عبادت میں خوب محنت کرتا ہے اور مخلوق سے ڈرتا ہے کہ وہ اُسے کہیں اللہ تعالیٰ غافل نہ کر دے اور کہیں مخلوق سے تعلّق اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے در سے دُھتکارے جانے کا سبب نہ بن جائے، چنانچہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اور اس کا یہ کام رُہبانیّت کہلاتا ہے، اس معنیٰ کے اعتبار سے بھی مجاہِد اصلی راہب ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کو راضی کرنے کے لئے جان و مال ہتھیلی پر رکھ کر نکلتا ہے اور اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی زمین پر کافر غالب نہ آجائیں، چنانچہ وہ ان کے خلاف ڈٹ کر لڑتا ہے، اسی لئے اس کے عمل یعنی جِہاد کو حدیث شریف میں رُہبانیّت قرار دیا گیا ہے۔

❸ رُہبانیّت یہ ہوتی ہے کہ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ کے ڈر سے

مخلوق سے سارے تعلّقات توڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جائے اور اپنے نفس کو ہر طرح کی شہوتوں، لذّتوں اور مرغوب چیزوں سے دور رکھے اور اسے طرح طرح کی مشقتوں میں ڈال کر مجاہدے کرائے .....اس اعتبار سے بھی جہاد اصل رَہبانیّت ہے، کیونکہ اس میں بھی نفس کو طرح طرح کی سخت تکلیفوں میں ڈالا جاتا ہے، اُسے قربان کیا جاتا ہے اور اپنی جان بغیر کسی ٹال مٹول کے اللہ تعالیٰ کے حُضور پیش کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے جو رَہبانیّت کا اصل مقصود ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رَہبانیّت میں تو صرف نفس پر ان چیزوں کا بوجھ ڈالا جاتا ہے جو اس پر شاق گزرتی ہیں، لیکن جہاد میں تو خود نفس کو ہی قربان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مال کو بھی قربان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی قربانی بہت ہی مشکل اور شاق عمل ہے۔

ذرا غور کیجئے! راہب اور مجاہد میں کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک طرف ایک شخص زندہ رہتے ہوئے کچھ چیزیں چھوڑ دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو فنا کرنے کے لئے سخت محنت کر رہا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فنا ہونے والا ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔ یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی یہ نصیب فرما۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیاحت کا ذکر کیا گیا، تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں اس کے بدلے جہاد فی سبیل اللہ اور ہر بلند جگہ پر تکبیر کا عمل عطاء فرما دیا ہے۔ (یہ حدیث مُرسَل ہے۔) (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنا میری اُمّت کی سیاحت ہے۔ (ابوداود، السنن الکبریٰ، المستدرک)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیاحت زمین میں گھومنے پھرنے، عبرت کی آنکھوں سے حالات کا مُشاہدہ کرنے اور ناپسندیدہ لوگوں سے راہِ فرار اختیار کرنے کا نام ہے، جبکہ جہاد کو

سیاحت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے دُنیا سے فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبّت کی طرف چلتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان کو جنّت کے بدلے خرید لیا ہے، اس لئے وہ اپنی جان پر انصاف کی نظر ڈالتا ہے اور اُسے اُس کے خریدنے والے [یعنی اللہ تعالیٰ] کے سپرد کرنے کے لئے دُنیا کو چھوڑنے کا عزم کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے! کتنا بڑا فرق ہے، ان دو شخصوں کے درمیان جن میں سے ایک تو اپنے نفس کی تفریح کے لئے گھوم پھر رہا ہے، جبکہ دوسرا اس نفس کو قربان کرنے کے لئے محنت کر رہا ہے، یقیناً یہی شخص حقیقی سیّاح ہے اور یہی وہ کامیاب تاجر ہے جو بہت بڑا نفع کماتا ہے۔

[کیونکہ وہ اپنی حقیر سی جان اللہ تعالیٰ کو دیکر اس کی رِضا، جنّت اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے، حالانکہ یہ جان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی ہے اور موت کا بھی ایک وقت مقرّر ہے۔]

فصل

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بلندی ہے

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں کسی کام کی اصل [یعنی اس کا سر]، اس کا سُتون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پورے کام [یعنی دین] کا سَر [یعنی اصل] اسلام ہے اور اس کا سُتون نماز ہے اور اسکے کوہان کی بُلندی جہاد ہے۔ (المستدرک، مسند احمد، ترمذی)

حضرت اَبُو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس بُلندی کو وہی پائے گا جو ان میں سب سے افضل ہوگا۔ (الطبرانی)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کو دین کا سر قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ اسلام کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، جس طرح کہ کوئی جسم بغیر سر کے زندہ نہیں رہتا۔ نماز کو دین کے خیمے کے سُتون سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ جس طرح پورے خیمے میں پہلے سُتون گاڑا جاتا ہے، اِسی طرح قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا، اِسی طرح اگر سُتون قائم رہے تو خیمہ قائم رہتا ہے، ورنہ گر جاتا ہے، یہی حال نماز کا ہے اگر نماز کو قائم رکھا جائے تو دین قائم رہتا ہے، ورنہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے، اسی طرح خیمہ گرمی، سردی سے اُسی وقت بچاتا ہے جب اس کا سُتون قائم ہو، یہی حال نماز کا بھی ہے کہ کسی کے اسلام کے سچا ہونے اور اسلام کی وجہ سے اس کے خون کے محفوظ ہونے کی نشانی نماز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو اُونٹ کے کوہان کی بلندی سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ اُونٹ میں کوہان ہی اعضاء میں سب سے اُونچا ہوتا ہے۔ یہی حال جہاد کا بھی ہے کہ اسلام کے اعمال میں سے کوئی عمل بھی جہاد کے برابر نہیں ہے، بلکہ جہاد سب سے بُلند اور افضل عمل ہے، [جیسا

کہ مضبوط دلائل سے بیان کیا جا چکا ہے]، یہاں تک کہ جب رسُولُ اللّٰہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد کے برابر کون سا عمل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہے۔ (انتہٰی)

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس حدیث شریف میں دین کو اُونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ جس طرح اُونٹ پر بیٹھ کر انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے، اِسی طرح مُؤمن دین کے ذریعے جنّت تک پہنچتا ہے۔ پھر اسلام [یعنی کلمہ پڑھنے کو] اُونٹ کے سر سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح سے اُونٹ کے سر کو چھونا یا دیکھنا آسان ہوتا ہے، اسی طرح کلمہ پڑھنا بھی سب کے لئے ممکن ہے۔ پھر جہاد کو اُونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی گئی، کیونکہ کوہان تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو لوگوں میں زیادہ لمبا یا زیادہ مالدار ہو، پس اسی طرح جہاد تک بھی ایمان والوں میں سے صرف وہی پہنچ سکتے ہیں جو اِن میں افضل ہوں، جیسا کہ حدیث شریف میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حُضورِ اکرم ﷺ نے جہاد کو اُونٹ کی کوہان سے اس لئے تشبیہ دی ہو کہ جو شخص کوہان پر چڑھ جائے تو پورا اُونٹ اور اس کے تمام اعضاء اس کے نیچے آ جاتے ہیں، اسی طرح جو شخص جہاد کرتا ہے وہ بھی اسلام کے تمام اعمال کی فضیلت کو پالیتا ہے، کیونکہ مجاہد کا نیند کرنا، سفر کرنا، مال خرچ کرنا، تھکنا، خوف محسوس کرنا، پیاسا ہونا، بھوکا رہنا سب اَجر ہی اَجر ہے، بلکہ اس کی ایک ایک حرکت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (واللہ اعلم)

فصل

مجاہد کیلئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

①

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (عنکبوت: ۶۹)

اور جنہوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سُجھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

حضرت سُفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کا آپس میں اِختلاف ہو چکا ہے، تو تم مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر چلے جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: "لَنَهْدِيَنَّهُمْ" کہ ہم انہیں ضرور ہدایت عطاء فرمائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے مجاہد کے لئے یہ ذمّہ داری لے لی ہے کہ اُسے یا تو جنّت میں داخل فرمائے گا، یا اَجر یا غنیمت دیکر واپس اس کے گھر لوٹائے گا، بشرطیکہ وہ مجاہد اپنے گھر سے [خالص] اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے اور اسکے وعدوں کی تصدیق کے لئے نکلا ہو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت اَبُو مَالک اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کی رضا کے لئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے جہاد کے لئے نکلا تو اللہ (تعالیٰ) نے اس کے لئے ضمانت دے دی ہے کہ یا تو اُسے جنّت میں داخل کرے گا، اگر وہ کسی بھی طرح مرگیا یا پھر اُسے اپنی ضمانت میں چلاتا رہے گا، خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے یہاں تک کہ اُسے غنیمت یا اَجر کے ساتھ صحیح سالم اس کے گھر لوٹا دے گا۔ (ابن عساکر)

اس طرح کی احادیث میں اَجر یا غنیمت میں "یا" کے لفظ سے یہ وہم نہیں ہونا چاہئے کہ جس آدمی کو مالِ غنیمت مل گیا اُسے اَجر نہیں ملے گا، بلکہ مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو خالص اَجر

کے ساتھ مجاہد کو واپس لوٹائے گا، یا کچھ اجر اور کچھ غنیمت دیکر لوٹائے گا۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جسے مالِ غنیمت مل جاتا ہے وہ اپنے اَجر کا دو تہائی حصہ دُنیا میں لے لیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی مدد اللہ (تعالیٰ) نے اپنے ذمے لازم فرمالی ہے، پہلا وہ شخص جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا ہو۔ دوسرا وہ مُکاتَب [غلام] جو مال اداء کر کے آزادی چاہتا ہو۔ تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہو۔ (مُصنّف عبدالرزاق، ترمذی، ابن حبان)

اس حدیث شریف میں مجاہد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا تذکرہ ہے، یہ مدد ہر وقت رہتی ہے، مجاہد زندہ ہو یا شہید ہو چکا ہو، ذیل میں اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ [یہ واقعہ بُخاری شریف میں تفصیل کے ساتھ ہے جبکہ یہاں مُصنّفؒ نے اسے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔]

مجاہدؓ کے مال میں برکت کا عجیب وغریب واقعہ

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب [میرے والد] حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ جنگِ جمل کے دن [میدان میں] کھڑے ہو گئے، تو انہوں نے مجھے بلایا، تو میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، انہوں نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! آج [کی لڑائی] کے دن یا تو ظالم قتل ہوگا یا مظلوم اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا؟ اے بیٹے! میرا مال بیچ کر قرضہ اداء کرنا، پھر اگر قرضہ اداء کرنے کے بعد مال میں سے کچھ بچ رہے تو اسکا تیسرا حصہ تمہارے بیٹوں کے لئے ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے قرضے کی ادائیگی کی تاکید کرتے رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے! اگر تم قرضے کی ادائیگی میں کہیں عاجز آجاؤ [اور مشکل میں پڑ جاؤ] تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا تھا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کیا ہے، [کیونکہ عربی زبان میں مولیٰ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔] یہاں تک کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟

فرمایا: اللہ (تعالیٰ) میرا مولیٰ ہے۔ ابن زُبیر رضی اللہ عنہ کہتے کہ اللہ کی قسم! ان کے قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی، تو میں پکار اٹھا کہ اے زُبیر کے مَولیٰ! زُبیر کا قرضہ اداء فرمادے، تو اللہ (تعالیٰ) ضرور کوئی صورت پیدا فرمادیتے۔ پس حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، انہوں نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، البتہ دو زمینیں چھوڑیں جن میں سے ایک غابہ کی زمین تھی اور گیارہ مکان مدینہ میں، دو بَصرہ میں، ایک مکان کُوفہ میں اور ایک مِصر میں تھا۔

حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کا یہ قرضہ [کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ] اس لئے تھا کہ جب کوئی آدمی ان کے پاس کوئی مال امانت رکھتا تھا تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرمادیتے یہ امانت نہیں ہے، بلکہ میرے ذِمہ قرضہ ہے، تاکہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان اداء کرسکوں۔ اِبنِ زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نہ کبھی حکومت کا کوئی عُہدہ قبول کیا اور نہ کبھی خَراجی زمین گروی رکھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعۂ آمدنی تھا مگر یہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اَبُوبکر صدّیق، حضرت عُمر فاروق اور حضرت عُثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے رہے، [بس اُسی جہاد کا مالِ غنیمت ان کے پاس تھا]۔ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضے کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ روپے بنتا تھا، [اسی دوران] حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے: اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟ حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے قرضے کی صحیح رقم اُن سے چُھپالی، [کیونکہ کچھ قرضہ اداء ہوچکا تھا]۔ میں نے کہا: ایک لاکھ روپے قرضہ ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہاری ساری جائیداد بھی اتنے قرضہ کی ادائیگی کی مُتحمّل نہیں ہوسکتی۔ اس پر حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ قرضہ بائیس لاکھ روپے ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں تم لوگ اسکی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔۔۔ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستّر ہزار میں خریدی تھی، حضرت ابن زُبیر رضی اللہ عنہ نے اُسے سولہ لاکھ میں بیچ دیا اور اعلان فرمادیا کہ جس شخص کا حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ پر قرضہ ہو وہ غابہ کی زمین پر آکر ہم سے وصول کرے۔

[اسی طرح سارا قرضہ اداء ہوتا گیا] جب حضرت ابنِ زُبیر رضی اللہ عنہ قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک میراث تقسیم نہیں کروں گا، جب تک حج کے موقع پر چار سال تک اعلان نہ کر دوں کہ جس کا حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ پر قرضہ ہو، آکر ہم سے وُصول کر لے، چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے، چار سال گزرنے کے بعد آپ نے میراث تقسیم کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں قرضے سے باقی بچے ہوئے مال کا ایک تہائی وصیت پوری کرنے کے لئے نکال لیا گیا، [پھر باقی مال کا آٹھواں حصہ چار بیویوں کو دیا گیا تو ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ روپے ملے، [یعنی] ان کا کل متروکہ مال پانچ کروڑ روپے سے زائد بنا۔ واللہ اعلم۔ (بخاری مختصراً)

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج یا عمرہ کیا، پھر اُسی سال مر گیا تو جنّت میں داخل ہوگا اور جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اُسی سال مر گیا تو جنّت میں داخل ہوگا اور جس نے جہاد کیا، پھر اُسی سال مر گیا تو جنّت میں داخل ہوگا۔ (ابن عساکر)

فصل

اللہ تعالیٰ مجاہد کو مصیبت کی جگہ اکیلا نہیں چھوڑتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عُبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنا کر قریش کے ایک قافلے سے لڑنے کے لئے بھیجا اور ہمیں ایک تھیلا کھجور بطور توشے کے عنایت فرمائی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمیں دینے کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اُسے چھوٹے بچوں کی طرح چُوس لیتے تھے اور اُوپر سے پانی پی لیتے تھے اور یہی ہماری سارے دن کی غذا ہوتی تھی اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ لیتے تھے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، یہاں تک کہ ہم ساحلِ سمندر تک پہنچ گئے، اچانک سمندر نے [اللہ تعالیٰ کے حکم سے] ایک بڑے ٹیلے جیسی عنبر نامی مچھلی ساحل پر ہمارے لئے پھینک دی۔ حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو مُردار ہے، پھر فرمایا: نہیں نہیں، ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں بھیجے ہوئے لوگ ہیں، اس وقت تم لوگ مجبوری کی حالت میں ہو، اس لئے اس مچھلی کو کھاؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک اس میں سے کھاتے رہے، [ہم نے اس میں سے اس قدر کھایا] کہ ہم موٹے [تازے] ہو گئے، ہم لوگ اسکی آنکھ کے اندر سے مٹکے بھر کر تیل نکالتے تھے اور اس کے گوشت میں سے بیل کے برابر ٹکڑا کاٹتے تھے، حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لیکر اس کی آنکھ کے اندر بٹھا دیئے اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا، پھر سب سے اُونچے اُونٹ پر ایک آدمی بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا اور ہم نے اسکا گوشت اُبال کر اپنے ساتھ بھی رکھ لیا، پھر جب ہم مدینہ مُنوّرہ پہنچے تو ہم نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ روزی تھی جو اللہ (تعالیٰ) نے خاص تمہارے لئے بھیجی تھی، کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ نہیں ہے جسے ہم تناول کریں؟ ہم نے وہ گوشت

رَسُولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اُس میں سے تناوُل فرمایا۔ (صحیح مسلم)

عَبدُاللہ بن اَبِی جَعفَر رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ جہادِ قُسطَنطِینِیہ کے دوران ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور مُوجوں نے ہمیں ایک جزیرے پر ڈال دیا، ہم پانچ یا چھ آدمی تھے، اللہ تعالیٰ نے وہاں ہمارے لئے ہماری تعداد کے برابر ایسے پتے اُگا دیئے جنہیں ہم چُوستے تھے تو ہمارے پیٹ بھر جاتے تھے اور ہم سیراب ہو جاتے تھے، جب شام ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ نئے پتے پیدا فرما دیتا، یہاں تک کہ ہمیں سواری مل گئی اور ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (ابن عساکر)

چونکہ مجاہدین اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتے ہیں، اس لئے مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نُصرت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خلافِ عادت دعاؤں کو بھی قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت عَبدُاللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ عَنہُما سے رِوایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا مجاہد اور حج اور عمرہ کرنے والے اللہ (تعالیٰ) کے مہمان ہیں وہ جو دعاء کرتے ہیں، اللہ (تعالیٰ) قَبول فرماتا ہے اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں، اللہ (تعالیٰ) عطاء فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

[یہ حدیث اور بھی کئی کتابوں میں مختلف طریقوں سے آئی ہے، مگر ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔]

حضرت ابوہُرَیرَہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعاؤں کے قَبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے:۔ والد کی دعاء، مظلوم کی دعاء اور مسافر کی دُعاء۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عام مسافر کی دعاء بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، تو پھر مجاہِد کے سفر اور اس کی دعاء کے کیا کہنے؟ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قَبول فرماتے ہیں جس طرح اپنے پیغمبروں کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین کا اعزاز اور مَقام بہت بُلند ہے۔

حضرت عَلِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں

جہاد کرنے والوں کو تکلیف پہنچانے سے بچو، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) جس طرح سے پیغمبروں کو تکلیف پہنچانے والوں سے ناراض ہوتا ہے، اسی طرح مجاہدین کو تکلیف پہنچانے والوں سے بھی ناراض ہوتا ہے اور مجاہدین کی دعائیں اسی طرح قبول فرماتا ہے جس طرح پیغمبروں کی دعائیں۔ (ابن عساکر)

اَبُو سَبْرَہ نَخَعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یَمَن سے [جہاد میں شرکت کے لئے] آرہے تھے کہ راستے میں ان کا گدھا مرگیا، انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعاء کی، اے میرے پروردگار! میں تو دَثِینَہ [نامی مقام] سے محض تیری رضا کی خاطر جہاد کرنے کے لئے نکلا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مُردوں کو زندہ فرمائیں گے اور قبروں سے مُردوں کو اُٹھائیں گے، آج کے دن آپ مجھے کسی اور کا احسان مند نہ بنائیے، میں آپ سے دعاء کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ فرما دیجئے۔ ابھی وہ دعاء کر رہے تھے کہ ان کا گدھا کان ہلاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ (الرسالۃ القشیریہ)

امام بَیْہَقِی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قصہ سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اس میں اس شخص کا نام نُبَاتَہ بن یَزِید رحمۃ اللہ علیہ بتایا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ قصہ حضرت عُمَر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ہے۔

اَبُو عُبَیْدِ الْبُسْرِی رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا ہی واقعہ ہے کہ وہ ایک بار جہاد کے لئے نکلے، دورانِ جہاد ان کا گھوڑا مَر گیا، انہوں نے دُعاء کی کہ یا اللہ! یہ گھوڑا مجھے عارِیتاً واپس عطاء فرما دیجئے، تاکہ میں [اپنے علاقے] بُسْرٰی تک واپس جا سکوں، چنانچہ گھوڑا زندہ ہو گیا اور بُسْرٰی پہنچ کر وہ دوبارہ مَر گیا۔

ایک صَحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ [اسلام لانے سے پہلے] میں رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ اس گھر میں ایک عورت رہتی تھی، وہ ایک بار مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نکلی اور پیچھے بکری کے بارہ بچے اور کپڑا بُننے والی ایک کُونْچ چھوڑ گئی، جب وہ واپس آئی تو اس نے بکری کا ایک بچہ اور کُونْچ کو گم پایا، اس نے اللہ (تعالیٰ) سے عرض کیا: اے میرے رب! آپ نے جہاد میں نکلنے والوں کی حفاظت کی ضمانت لی ہے، جبکہ میرا ایک بکری کا بچہ اور ایک کُونْچ گم ہو گئے ہیں، آپ مجھے یہ دونوں چیزیں واپس کرا دیجئے، [وہ اسی طرح شدت سے دُعاء کرتی رہی، چنانچہ اس کی دُعاء قبول ہو گئی،] اسے گُم شدہ چیزیں واپس مل گئیں۔ پھر رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: آؤ! اگر تم چاہو تو یہ واقعہ خود اس عورت سے پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا: نہیں اللہ کے رسُول، میں تو آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ (مسند احمد)

حضرت عبدُالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جہاد کے لئے نکلے، ان میں محمد بن مُنکَدِر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، گرمی کا موسم تھا، ایک شخص ان مجاہدین میں سے کہنے لگا: میرا دل چاہتا ہے کہ تازہ پنیر کھانے کو ملے۔ محمد بن مُنکَدِر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہ قادر ہے، وہ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ یہ سن کر مجاہدین دعاء کرنے لگے، ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے ایک سِلی ہوئی ٹوکری دیکھی، جب اُسے کھولا، تو اس میں تازہ پنیر تھا، یہ دیکھ کر بعض مجاہدین نے کہا: کاش! ہمارے پاس شہد بھی ہوتا۔ محمد بن مُنکَدِر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں پنیر عطاء فرمایا ہے، وہ شہد دینے پر بھی قادر ہے، تم سارے اسی سے دعاء کرو۔ چنانچہ مجاہدین شہد کے لئے دعاء کرنے لگے، ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے راستے میں شہد کے مشکیزے پائے، سب نے اُتر کر خوب شہد اور پنیر کھایا اور سوار ہو کر منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (کتاب مجابی الدعوۃ لابن ابی الدنیاؒ)

سُلطان نُورُالدِّین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اَلْاِجْتِهَادُ فِیْ فَضْلِ الْجِهَادْ" میں اپنا یہ قصہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بار ہم رُومیوں سے جہاد کرنے کے لئے نکلے، ہمارے رَہنما نے بتایا کہ یہاں ایک وادی ہے جس میں بہت زیادہ شہد پایا جاتا ہے۔ یہ سن کر ہم ادھر روانہ ہوئے اور ہم نے ایک آدمی کو اس وادی میں اُتار دیا، تاکہ وہ ہمارے لئے برتنوں میں شہد بھرے، اسی دوران رُومیوں کا لشکر آ گیا اور ہم ان کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے اور اس آدمی کو وہیں بھول کر واپس چلے گئے، پھر جب اگلے سال ہم جہاد کے لئے نکلے، تو پھر اس وادی پر پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ آدمی زندہ ہے، ہم نے اس سے حال احوال پوچھا، تو وہ کہنے لگا: مجھے جب پیاس لگتی تھی تو میں شہد پی لیتا تھا اور جب بھوک لگتی تھی تو شہد کھا لیتا تھا۔ سُلطانؒ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ وہ آدمی شیشے کی طرح ہو گیا ہے اور اس کی کھال اتنی شفاف ہو گئی تھی کہ وہ جو کچھ کھاتا تھا وہ باہر سے نظر آتا تھا۔

فصل

جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل

حضرت فُضَالَہ بن عُبَید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے ہجرت کی، تو میں اس بات کا ذمّہ دار ہوں کہ میں اُسے ایک گھر جنّت کے اطراف میں اور ایک گھر جنّت کے وَسط میں عطاء فرماؤں گا اور جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے جہاد کیا، تو میں اس بات کا ذمّہ دار ہوں کہ میں اُسے ایک گھر جنّت کے اطراف میں ایک گھر جنّت کے وسط میں اور ایک گھر جنّت کے اعلیٰ ترین درجے میں عطاء فرماؤں گا اور جس شخص نے یہ اعمال کر لئے ، اس نے ہر خیر کو پالیا اور ہر شَر سے بچ گیا، اب وہ جہاں چاہے مَرے [یعنی اس کی کامیابی یقینی ہے]۔ (نسائی، مستدرک)

اَبُو بَکر بن اَبِي مُوسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت اَبُو مُوسیٰ اَشعَرِی رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا، جب وہ دشمن کے آمنے سامنے تھے، آپ فرما رہے تھے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک جنّت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں۔ یہ سُن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: اے اَبُو مُوسیٰ! کیا آپ نے یہ حدیث خود رسُولُ اللہ ﷺ سے سُنی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پس وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف گئے اور انہیں فرمایا کہ میں تمہیں [الوداعی] سلام کہتا ہوں، پھر انہوں نے اپنی تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

عَلاّمہ تَقِیُّ الدِّین ابنِ دَقِیقُ العِید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تلوار کو کام [یعنی جہاد] میں استعمال کرنے سے جنّت ملتی ہے، چونکہ ہر چیز کے ساتھ اس کا سایہ لازمی ہوتا ہے، اس لئے تلوار کے سائے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار اٹھاتا ہے، یا جب دشمن کی تلوار اس پر اٹھتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں تلوار کا سایہ اس پر پڑتا ہے۔ بس حدیث

شریف میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جسے یہ سایہ نصیب ہو گیا گویا وہ جنّت کے دروازے تک پہنچ گیا، اب اگر وہ ابھی شہید ہو گیا تو فوراً جنّت میں داخل ہو جائے گا اور اگر بعد میں مرا تو اُس وقت جنّت میں پہنچ جائے گا، یعنی حقیقت میں جنّت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں، جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: اٹھو! اس جنّت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے۔

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میری اُمّت کی کون سی جماعت سب سے پہلے جنّت میں داخل ہو گی؟ میں نے عرض کیا: اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسُول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ [اللہ تعالیٰ کے راستے کے] مُہاجرین ہوں گے جو قیامت کے دن جنّت کے دروازے پر پہنچ کر اندر جانے کی اجازت مانگیں گے، جنّت کا نگران [فرشتہ] پوچھے گا: کیا تم لوگوں کا حساب کتاب ہو گیا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنی تلواریں اپنی گردنوں سے لٹکائے پھرتے تھے، ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کے لئے جنّت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ (دوسرے) لوگوں کے جنّت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنّت میں مزے اُڑائیں گے۔ (مسند احمد)

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن جنّت کو طلب فرمائے گا، وہ اپنی پوری زیب وزینت کے ساتھ حاضر ہو جائے گی، پھر اللہ (تعالیٰ) فرمائیں گے: کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں ایذائیں دی گئیں اور میری راہ میں جہاد کیا؟ [پھر انہیں فرمائیں گے:] جنّت میں داخل ہو جاؤ، چنانچہ وہ [یعنی مجاہدین] بغیر حساب وعذاب کے جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ [اُس وقت] فرشتے آئیں گے اور اللہ (تعالیٰ) سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم صبح شام تیری پاکی اور تقدیس بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر بھی ترجیح عطاء فرمائی؟ اللہ (تعالیٰ) فرمائیں

گے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میری راہ میں ایذائیں دی گئیں۔ [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان [مجاہدین] پر داخل ہو کر کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔ (احمد و بزاز باسناد صحیح)

حضرت حَسَن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ (تعالیٰ) کسی بندے کو دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت بھی جہاد کی توفیق عطاء فرمادیتے ہیں، تو پھر اُسے جہنّم سے نجات کا پروانہ دیئے بغیر گھر لوٹانے سے حیا فرماتے ہیں۔ (مرسل شفاء الصدور)

عطاءُ الخُراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک دن گزارتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اُسے پیچھے رہ جانے والے ہر مؤمن و کافر، چھوٹے و بڑے، مرد اور عورت کے عوض ایک ایک قیراط اُجر عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

مَکحُول رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو، صحت پاؤ گے۔ یہ حدیث مُرسَل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت عُبادہ بن صَامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا کرو، کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس کے ذریعے اللہ (تعالیٰ) فکر اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، مسند احمد)

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اللہ (تعالیٰ) پانچ طرح کے لوگوں پر فخر فرماتے ہیں:۔ ❶ مجاہدین، ❷ فُقراء، ❸ تواضُع کرنے والا نوجوان، ❹ غریبوں کو زیادہ دینے اور احسان نہ جتلانے والے مالدار، ❺ خلوت میں اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے رونے والا۔

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: فرض حج کے بعد ایک بار جہاد کرنا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر وقال احادیث غریبۃ)

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مُبارک ہے: میری اُمّت میں سے کچھ لوگ رِضاکارانہ طور پر بغیر اُجرت اور بغیر روزی کے جہاد کریں گے، ان لوگوں کو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا اَجر ملے گا۔ (شفاء الصدور حدیث موقوف)

حضرت علیُ المُرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنّت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے اُوپر کے حصے سے زیورات نکلیں گے اور اس کے نچلے حصے سے سونے کا گھوڑا، موتیوں اور یاقوت سے مُرصّع زین اور لگام کے ساتھ نکلے گا، وہ نہ تو لید کرے گا نہ پیشاب، اُس کا ہر قدم تا حدِ نظر پڑتا ہوگا، اَہلِ جنّت اس گھوڑے پر بیٹھ کر جہاں چاہیں گے اُڑتے پھریں گے۔ تب نیچے درجے والے جنّتی عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تیرے ان بندوں کو یہ اعزاز کس عمل کی بدولت ملا ہے؟ تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ راتوں کو نماز پڑھتے تھے جبکہ تم سوئے رہتے تھے، یہ لوگ روزے رکھتے تھے جبکہ تم کھاتے پیتے تھے، یہ لوگ خرچ کرتے تھے جبکہ تم بُخل کرتے تھے، یہ لوگ [اللہ تعالیٰ کے راستے میں] لڑتے تھے جبکہ تم بزدلی کرتے تھے۔ (کتاب التہجد لابن ابی الدنیا)

سُلَیمان بن اَبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لئے روانہ ہوئے، تو حضرت سَعد بن خَیثمہ رضی اللہ عنہما اور ان کے والد حضرت خَیثمہ رضی اللہ عنہ دونوں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا، تو آپ نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو نکلنے کی اِجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ان دونوں نے قُرعہ اندازی کی، جس میں قُرعہ حضرت سَعد رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ ان کے والد نے کہا: میرے پیارے بیٹے! تم اپنے اُوپر مجھے ترجیح دو۔ حضرت سَعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے ابا جان! یہ جنّت کا راستہ ہے، اگر اس کے عِلاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں ضرور آپ کو اپنے اُوپر ترجیح دیتا۔ حضرت سَعد رضی اللہ عنہ اس غزوے میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور شہید ہوئے، جبکہ اگلے سال اُحد کی لڑائی میں ان کے والد حضرت خَیثمہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عَمرو بن جَمُوح رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور و معروف ہے، جو بوڑھے اور پاؤں سے لنگڑے تھے، انہوں نے غزوہ بدر میں نکلنے کی کوشش کی مگر اجازت نہیں ملی، پھر غزوہ اُحد میں اپنے بیٹوں کے روکنے اور معذور ہونے کے باوجود نکلے اور نکلتے وقت یہ دعاء بھی فرمائی کہ اے اللہ! مجھے ناکام کر کے واپس گھر نہ لوٹانا۔ انہوں نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بشارت کے بعد قسم کھائی کہ میں آج ضرور اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنّت میں چلوں پھروں گا۔ چنانچہ اسی دن شہید ہوئے اور رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انہیں ان کے لنگڑے پن کے ساتھ جنّت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت ابُو المُنذِر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے، آپ اس پر نمازِ جنازہ اداء فرما دیجئے۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! وہ شخص تو فاسق تھا، آپ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھئے۔ پہلے والے شخص نے کہا: اے اللہ کے رسُول! جب میں نے ایک مرتبہ جہاد میں [آپ کے ہمراہ] رات بھر پہرہ دیا تھا، وہ شخص بھی پہرہ دینے والوں میں سے تھا۔ [یہ سُن کر] آپ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے اس کی نمازِ جنازہ اداء فرمائی، پھر اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اُس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، یہاں تک کہ جب اس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر تین مُٹھیاں ڈالیں اور پھر فرمایا: لوگ تجھے بُرا کہہ رہے ہیں، جبکہ میں تیری اچھائی کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عُمرؓ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسُول! یہ کس وجہ سے ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوڑ دو، اے عمرؓ! جس شخص نے بھی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا، جنّت اس کے لئے واجب ہوگئی۔

(مجمع الزوائد، طبرانی)

غزوۂ بدر کے دن رسُول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا: بڑھو! اُس جنّت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے [یعنی وہ بہت زیادہ بڑی ہے]۔ یہ سن کر حضرت عُمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسُولَ اللہ! آسمان و زمین جتنی بڑی جنّت؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عُمیر رضی اللہ عنہ [خوشی سے کہنے لگے:] بَخٍ بَخٍ [یعنی واہ واہ]۔ رسُول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ بَخٍ بَخٍ [یعنی واہ واہ] کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! میں جنّتی ہونے کی اُمید میں یہ کہہ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے [بشارت دیتے ہوئے] فرمایا: تم یقیناً جنّتی ہو۔ حضرت عُمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے نیام میں سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے، پھر انہوں

نے فرمایا کہ اگر میں کھجوریں کھانے کی دیر زندہ رہا تو [جنّت پہنچنے میں] بہت دیر ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور پھر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ (مسلم)

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یہ آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا خوف پہنچا تھا۔ [یہ سُن کر] مجاہدین [جنّت میں داخلے کے لئے] کھڑے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ اور کوئی نہیں ہوگا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

عَلی بن بکّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگ قیامت کے دن حساب دے رہے ہوں گے، جبکہ مجاہد آپس میں حلقے لگا کر [اپنے] جہاد کے تذکرے کر رہے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں پر کالی رات کی طرح فتنے چھا جائیں گے، ان فتنوں سے سب زیادہ بچنے والا وہ شخص ہوگا جو کسی پہاڑ کی چوٹی [یا دامن میں] اپنے ریوڑ سے حاصل شدہ روزی کھاتا ہوگا...... یا وہ شخص جو راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے [جہاد میں مصروف] ہوگا اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والی روزی کھاتا ہوگا۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

مَکحُول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے اس اُمّت کی روزی گھوڑوں کے سُموں اور نیزوں کی نوک میں رکھی ہے، جب تک وہ کھیتی باڑی میں نہیں لگیں گے، جب وہ کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو وہ دوسرے [عام] لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مُصنّف ابن ابی شَیبہ مرسلاً)

زَید بن اَسلَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مرسلا)

خَالد بن دُرَیک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عَطاء بن یَزید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مصیبتوں [اور آفات] کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: جب تک تم اس دشمن سے جس سے جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جہاد کرتے رہو گے اور حُدودُ اللہ کے مُعاملات اپنے حکمرانوں کے پاس لے

جاتے رہو گے، تاکہ وہ کتاب اللہ کے مطابق ان کا فیصلہ کریں اور جب تک تم بیت اللہ کا حج کرتے رہو گے، اس وقت تک تمھیں آفات سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(الاربعین فی فضل الجہاد لحافظ ابی الحسن المرادیؒ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بوڑھے شخص لاٹھی ٹیکتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور اور طاقت کم ہو چکی ہے، مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں اللہ (تعالیٰ) کا قرب پاسکوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو۔ (ابن عدی، ابن عساکر)

[زیادہ بوڑھے آدمی پر جہاد فرض نہیں ہے، لیکن اگر وہ حسبِ استطاعت جہاد کے کسی شعبے میں کام کرے اور جان قربان کرنے کے جذبے سے سرشار رہے، تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور بے شمار اجر و ثواب پائے گا۔]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں وہ اپنے خالق [یعنی اللہ تعالیٰ] کے لئے اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے، تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے۔ (ابن عساکر)

حضرت سبرہ بن فاکہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان آدمی کے اسلام قبول کرنے کے راستے میں بیٹھتا ہے اور اُسے کہتا ہے: کیا تو اسلام قبول کر رہا ہے؟ کیا تو اپنے سابقہ دین اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ وہ آدمی شیطان کی بات کو نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو اُس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ تو پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے اور اُسے کہتا ہے: کیا تو ہجرت کر رہا ہے؟ کیا تو اپنا گھر، اپنی زمین اور اپنا سائبان چھوڑ کر جا رہا ہے؟ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے۔ تب شیطان اُس کے جہاد کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے اور کہتا ہے یہ تو جہاد کر رہا ہے؟ جہاد تو نفس اور مال کو مشقت میں ڈالنا ہے، دیکھ! اگر تو لڑا، تو تو مارا جائے گا، تب

تیری بیوی سے کوئی اور شادی کر لے گا اور تیرا مال پیچھے والوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایسا کیا، پھر وہ مر گیا، تو اللہ (تعالیٰ) نے اپنے ذِمّے یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ اسے جنّت میں داخل کرے گا، اسی طرح اگر وہ ڈوب کر مرا، یا جانور سے گر کر مرا، ہر حال میں اللہ (تعالیٰ) نے اس کے لئے جنّت کی ضمانت دی ہے۔ (مسند احمد، نسائی، ابن حبان)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک کافروں سے جہاد ہوتا رہے گا، ہجرت بند نہیں ہوگی۔ (مسند بزار بسند صحیح)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجاہد کو ہجرت کا اَجر بھی ملتا ہے، اگرچہ وہ اپنے شہر میں ہی کیوں نہ لڑ رہا ہو۔

حضرت عُمرؓ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر [دُنیا میں] تین چیزیں مجھے نصیب نہ ہوں تو میں مَر جانے کو پسند کرتا ہوں:۔ ❶ جہاد میں چلنا، ❷ اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مٹّی پر سجدے کرنا، ❸ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا، جو اچھی باتوں کو اس طرح اُچک لیتے ہیں، جس طرح عُمدہ کھجور کو اُچک لیا جاتا ہے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: وہ رات جس میں مجھے میری محبوب دُلہن دی جائے، یا اس میں مجھے بیٹے کی خوشخبری دی جائے، مجھے اُس سخت سردی اور بارش والی رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے جس میں میں صبح دشمن پر حملے کا انتظار کر رہا ہوں۔ اے لوگو! جہاد کو اپنے اُوپر لازم کر لو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی بار جہاد فی سبیل اللہ کی مشغولیت نے مجھے قرآن مجید [کی زیارت وتلاوت] سے روکے رکھا۔

دعوت

[جہاد کے یہ تمام فضائل جو اس باب میں ہم نے پڑھے ہیں ان کی اصل پکار اور پیغام تو یہی ہے کہ مسلمان بڑھ چڑھ کر جہاد میں حصہ لیں اور ان

عظیم الشان فضائل کو حاصل کریں اور جہاد کے اصل مقام کو پہچان کر اپنی زندگیوں میں جہاد کو وہ حق دیں جس کا وہ مستحق ہے۔اس دعوت کے علاوہ ان فضائل میں مزید تین سبق اور ہیں۔

❶ ان فضائل میں پہلا سبق ان گناہگاروں کے لئے ہے جو اپنی زندگی کا بہت سا قیمتی وقت گناہوں اور غلاظتوں میں ضائع کر چکے ہیں،ان مسلمانوں کے دل میں بھی ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ فکر ضرور پیدا ہوتی ہوگی کہ ہماری زندگی کا قیمتی وقت تباہ و برباد ہو چکا ہے اور ہم نے اب تک اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا اور ان کے دل میں بھی یہ شوق اُبھرتا ہوگا کہ ہم بھی نیک اور صالح مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا قُرب اور اس کی محبّت اور جنّت کے اعلیٰ مقامات حاصل کریں،مگر وہ سوچتے ہوں گے کہ اب تو ہماری تھوڑی سی زندگی باقی ہے،اگر ہم اِس میں عبادت کر بھی لیں تو دوسرے مسلمانوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے،اِسی طرح بُرا ماحول بھی اُن کی جان نہیں چھوڑتا ہوگا۔یقیناً اِن فضائل کو پڑھ کر ایسے مسلمانوں کو روشنی اور اُمید کی کرن اور نجات اور ترقی کا راستہ ضرور نظر آ گیا ہوگا اور انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر ہم فوراً کمر باندھ کر اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لئے جہاد میں نکل کھڑے ہوں تو ہمیں فرشتوں جیسا پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کی محبّت سے بھرا ہوا ماحول نصیب ہو جائے گا اور ہمارا ایک دن دوسرے لوگوں کی سالہا سال کی عبادت سے زیادہ افضل اور ہماری نیند دوسروں کی پوری رات جاگنے اور مسلسل روزے رکھنے سے افضل ہوگی اور اگر ہم نے چند لمحے دشمن کے ساتھ لڑ لیا تو جنّت ہمارے لئے واجب ہو جائے گی اور ہم قبر کی ہولناکیوں اور آخرت کے خوف سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر ہم زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے ضمان اور ذِمّہ داری میں ہوں گے اور اگر شہادت نصیب ہوگئی تو پھر ایسی لُطف بھری زندگی کا آغاز ہو جائے گا جس میں مزے ہی مزے ہیں اور وہ زندگی ایسی ہے

جس میں انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی کے مزے اور ناز لوٹتا ہے۔ جب یہ سب کچھ معلوم ہو گیا، تو اب دیر کس بات کی، فوری طور پر گناہوں کی زندگی چھوڑیے، سامان باندھئے اور جہاد کی حسین راہوں پر نکل پڑیے۔

❷ دوسرا سبق ان فضائل میں ان مسلمانوں کے لئے ہے جو اپنی ظاہری نیکیوں، نفلی عبادات اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی وجہ سے جہاد اور مجاہدین کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے ہیں، ان کے حقیقی مقام کو نہیں پہچانتے اور جہاد اور مجاہدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عبادات اور اپنی دینی خدمات پر فخر کرنے کی بجائے صرف ایک بار اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان فضائل کو غور سے پڑھیں اور پھر اپنے طرزِ عمل پر غور کریں۔ یقیناً انہیں اپنے سابقہ طرزِ عمل پر شرم آئے گی اور وہ جہاد کو حقیر سمجھنے کے گناہ سے توبہ استغفار کر لیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوافل پڑھنا، دین کی خدمت کرنا، علمی کتابیں لکھنا اور دین کو پڑھنا پڑھانا یہ سب دین کے اہم شعبے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض تو بنیادی حیثیت کے حامل ہیں، لیکن اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ہے تو پھر فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے دین کے محافظ فریضے اور مجاہدین سے ضرور محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں ان پر بھی یقین ہوگا اور حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کے جو مقامات بتائے ہیں انہیں بھی وہ تسلیم کرتے ہوں گے، دین نام ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا۔

خود حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں جہاد اور مجاہدین کی جو اہمیت اور فضیلت تھی وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے، یہ حضرات اس قدر بلند درجات کے حامل ہونے کے باوجود مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کو سعادت سمجھتے تھے اور مجاہدین سے دعائیں کرواتے تھے۔ اسی سے

معلوم ہوا کہ اصل دیندار وہ ہوتا ہے جسے دین کے ہر شعبے اور ہر کام سے محبت ہوتی ہے اور وہ دین کے ایک ایک حکم کو اہمیت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جہاد تو دین کا بلند ترین مقام اور اہم ترین شعبہ اور اسلامی فرائض میں سے ایک فرض ہے، چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی کے دل میں ایمان ہو اور جہاد کی محبت نہ ہو، اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان اس مرض میں مبتلا ہے کہ اُس کے دل میں جہاد کی محبت نہیں ہے، تو اُسے فوراً توبہ استغفار کر کے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے اور آخرت میں اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے، کیونکہ ایسا شخص قرآن مجید کی سینکڑوں آیات، حضور اکرم ﷺ کی ہزاروں احادیث، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زندگی بھر کے عمل سے نفرت اور بے رغبتی رکھتا ہے جو کہ نہایت خطرناک بات ہے۔

اس لئے اے معزز مسلمانو! مجاہدین کی غلطیاں دیکھ کر، یا اپنی عبادت اور علم کے دھوکے میں پڑ کر، یا جہادِ اکبر، جہادِ اصغر جیسی باتوں میں اُلجھ کر، یا فرضِ عین، فرضِ کفایہ کے مسئلے میں پڑ کر خدانخواستہ جہاد کی توہین نہ کر بیٹھنا۔ یاد رکھئے! جہاد سے محبت ایمان کی نشانی ہے، اگر اپنے ایمان کی حفاظت مقصود ہے، تو تاویلوں اور جھوٹی مثالوں کا سہارا لے کر جہاد کو کم اہم نہ سمجھئے، ورنہ قیامت کا دن زیادہ دور نہیں ہے۔

۳ ان فضائل میں تیسرا سبق خود مجاہدین کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے کس قدر محبت فرماتے ہیں اور انہیں کتنے بڑے بڑے انعامات اور مقامات عطاء فرماتے ہیں، یہ سب کچھ دیکھ کر ایک مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جانا چاہئے اور اُسے اللہ تعالیٰ سے بہت شرم کرنی چاہئے اور اُسے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے احساسِ تشکّر سے جھکے رہنا چاہئے۔

اے مجاہدو! اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارا محتاج ہے اور نہ تمہارے جہاد کا، اس نے ہی اپنے فضل و کرم سے تمہیں جہاد کی توفیق عطاء فرمائی ہے اور وہی تمہارے جہاد پر

تمہیں بے پناہ اَجر عطاء فرماتا ہے، اور تو اور اس نے تمہاری نیند اور تمہارے گھوڑے کی لِید تک کو قیمتی بنادیا ہے، تو پھر تم کس طرح سے گوارا کر سکتے ہو کہ ایسے محبّت کرنے والے رَب کی نافرمانی کرو اور اس کے کسی حکم کو پَسِ پُشت ڈالو۔ ان فضائل کو پڑھنے کے بعد تمہیں یہ عزم کرلینا چاہئے کہ یااللہ! آپ نے ہماری حقیر سی محنت پر ہمیں اتنا کچھ عطاء فرمانے کا وعدہ کیا ہے، ہم بھی یہ وعدہ کرتے ہیں کہ انشاءاللہ جہاد کے راستے کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ آپ کی کوئی اور نافرمانی کریں گے، ہم آپ کا شُکر اداء کرنے کے لئے راتوں کو بھی جاگ جاگ کر سجدے کریں گے اور دن کو بھی آپ کی محبّت میں بھوکے پیاسے پھریں گے، ہماری زبانیں ہر وقت آپ کا نام لیتی رہیں گی اور آپ کے کلام کو پڑھتی رہیں گی اور ہمارے دل آپ کی عظمت سے ایسے سرشار ہوں گے کہ آپ کے عِلاوہ کسی پر ہماری نظرِ سُوال تک نہیں پڑے گی، آپ نے جب ہمیں اتنا نوازا، تو اب ہم آپ کو ناراض کرنے کا تصوُّر بھی نہیں کر سکتے، ہم صرف آپ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں، آپ ہی سے مانگتے ہیں، آپ ہی کے سامنے جُھکتے ہیں اور انشاءاللہ ہم پوری دُنیا کو آپ کے سامنے جُھکائیں گے اور خود آپ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جُھکیں گے۔]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ

اے ایمان والو!

صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۳)

باب ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاد کی حج پر فضیلت کا بیان

جہاد بیت اللہ کی خدمت سے افضل

مساجد کی آبادی حتیٰ کہ مسجدِ حرام کعبہ شریف کی آبادی اور خدمت بھی جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہے......دراصل حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی تعمیر وخدمت کرنا ایسے اعمال ہیں جن میں بے حد روحانی کشش ہے، اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان انہیں میں مشغول ہو کر جہاد سے منہ موڑ لیں...... یہ کام بھی مسلمانوں نے خود ہی کرنے ہیں مگر ساتھ ساتھ انہوں نے فریضۂ جہاد کو بھی زندہ رکھنا ہے اور جہاد ان کاموں سے افضل ہے۔ (فتح الجواد:۲/۴۳۳)

باب ۳

جہاد کی حج پر فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کونسا [عمل افضل ہے؟] آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ [پھر] پوچھا گیا کہ اس کے بعد کونسا [عمل افضل ہے؟] آپ نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔ (بخاری، مسلم)

اسی طرح پہلے باب میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ والی روایت بھی بیان کی جا چکی ہے، ان دونوں روایات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ جہاد کا رُتبہ حج سے بڑھ کر ہے۔ (واللہ اعلم)

آدم بن علی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے [جہاد] کا ایک سفر پچاس حج کرنے سے افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس موقوف روایت کی سند [امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق] صحیح ہے اور اس طرح کی فضیلت کوئی صحابی اپنی طرف سے بیان نہیں فرماسکتے، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: تم لوگ حج کیا کرو، کیونکہ وہ نیک عمل ہے [اور] اللہ (تعالیٰ) نے اس کا حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔ (یہ روایت بھی موقوف ہے۔)

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد لابن مبارک)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھے شخص سے ستر گنا زیادہ اجر ملتا ہے، جبکہ حاجی کو مجاہد سے آدھا اور عمرہ کرنے والے کو حاجی سے آدھا اجر ملتا ہے۔ (شفاء الصدور)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ عام طور پر جہاد حج سے افضل عمل ہے، لیکن اگر جہاد

فرضِ کفایہ ہو تو اس صورت میں فرض حج جہاد سے افضل ہو گا، لیکن اگر جہاد فرضِ عین ہو چکا ہو تو وہ فرض حج سے افضل ہے۔ [یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو حج کرنے کی استطاعت نصیب ہو تو زندگی میں ایک بار حج کرنا اس پر فرض ہوتا ہے، یہی فرض حج کہلاتا ہے، جن احادیث میں حج کو جہاد سے افضل بتایا گیا ہے ان میں فرض حج مُراد ہے اور جہاد سے مُراد فرضِ کفایہ جہاد ہے۔]

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج اداء نہ کیا ہو، اس کا ایک حج کرنا [جہاد کی] دس جنگوں میں حصہ لینے سے افضل ہے اور جس نے حج اداء کر لیا ہو، اس کا ایک لڑائی میں حصہ لینا دس حج کرنے سے افضل ہے۔

(الطبرانی، المستدرک صحیح علی شرط البخاری)

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے لئے اجازت مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی، تو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کر چکا ہو، اس کا ایک بار جہاد میں حصہ لینا چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔ (مراسیل ابی داود)

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض حج اداء کرنے کے بعد اللہ (تعالیٰ) کے راستے کی ایک جنگ میں حصہ لینا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر)

مصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں اَجر کے بارے میں جو اختلاف نظر آ رہا ہے تو دو طریقے سے حل کیا جا سکتا ہے۔ پہلا یہ کہ جو حدیث سَنَد کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہو اسی کا اعتبار کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ مجاہدین کو ان کی نیّت اور حُسنِ عمل کے اعتبار سے اَجر ملتا ہے۔ چنانچہ کسی کا ایک بار جہاد کرنا، دس حج کرنے سے افضل ہے، تو کسی کا جہاد چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔ [علیٰ ہٰذا القیاس]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالات کے اعتبار سے اَجر میں کمی یا زیادتی ہوتی ہو، یعنی جن حالات میں جہاد کی ضرورت بڑھ جاتی ہے، ان میں اس کا اَجر بھی بڑھ جاتا ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

ضرار بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طویل عرصے تک جہاد کرتا رہا [اور محاذوں

پر مُقیم رہا]، اچانک میرے دل میں حج اور بیتُ اللہ میں قیام کا شوق اُبھرا، تو میں نے حج کے ارادے سے سامان وغیرہ باندھ لیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے پاس اَلوِداعی ملاقات کے لئے آیا، جب میں اِسْحاق بن اَبِی فَروَہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے لگا، تو انہوں نے پوچھا: اے ضَرار! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: حج کا۔ انہوں نے فرمایا: کیا جہاد کے بارے میں تمہارا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: ہرگز نہیں، لیکن میں طویل عرصے سے محاذ پر ہوں اور اب میرے دل میں حج کی محبّت پیدا ہو گئی ہے، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بیتُ اللہ شریف کے پاس قیام کروں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: اے ضَرار! تم یہ نہ دیکھو کہ تمہیں کس عمل سے محبّت ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے محبّت فرماتا ہے، اے ضَرار! کیا تم نہیں جانتے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیتُ اللہ کا حج صرف ایک بار فرمایا، مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک جہاد میں لگے رہے، اے ضَرار بن عَمرو! اگر تم نے حج کر بھی لیا تو تمہیں صرف اپنے حج اور عُمرے کا اَجر ملے گا، لیکن اگر تم اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور مسلمانوں کے تَحَفُّظ کے لئے جہاد اور پہرے داری میں لگے رہے، تو تمہیں ان لاکھوں لوگوں کے حج اور عُمرے کا اَجر ملے گا، جو حج اور عُمرہ ادا کریں گے اور تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد میں اَجر ملے گا، کیونکہ جس نے بعد میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مدد و نُصرت کی، اُسے پہلے اور بعد والے تمام مسلمانوں کی نُصرت کا اَجر ملے گا اور تجھے دُنیا کے آغاز سے قیامت تک پیدا ہونے والے مشرکوں کی تعداد کے برابر اَجر ملے گا، کیونکہ جس نے بعد والے مشرکوں سے جہاد کیا، اُسے پہلے اور بعد والے تمام مشرکوں کی تعداد کے برابر اَجر ملے گا اور تجھے تَورات، انجیل، زَبور اور قرآن مجید کے ایک ایک حَرف کی تعداد میں نیکیاں ملیں گی، کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے نور کے محافظ ہو اور اس لئے جِہاد کرتے ہو، تاکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے نور کو نہ بُجھا سکے۔

ضَرار بن عَمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ علماء اور مجاہدین سے بڑھ کر کوئی بھی درجہ نُبوّت کے قریب نہیں ہے؟ ضَرار بن عَمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا: اے اسحٰق! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: علماء کرام تو اس لئے [درجہ نُبوّت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ

اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو جو حضرات انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر نافذ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتے ہیں اور مجاہدین اس لئے [درجہ نُبوّت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اس عقیدۂ توحید کو جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، بُجھنے نہیں دیتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ حضرت ضرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ [یہ مُؤثر بیان سن کر] میں نے حج کا ارادہ منسوخ کر دیا اور محاذوں پر ڈٹا رہا...... اور پھر وہیں حضرت ضرار رحمۃ اللہ علیہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

دعوت

[اس ایمان افروز واقعے پر غور فرمایئے اور اس کے ایک ایک لفظ کو بار بار پڑھیے، اس میں تو ایک مجاہد کے وقتی طور پر جہاد سے رخصت ہو کر حج پر جانے (کے ارادے) کا ذکر ہے، جبکہ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی جہاد میں نہیں گزارا اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کی مٹی کے چند ذرات نصیب ہوئے ہیں، مگر انہوں نے چھوٹے چھوٹے سطحی کاموں کو دین سمجھ رکھا ہے اور وہ اپنی ساری زندگی اِسی میں کھپا دیتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے سارے کام اہم ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے چھوڑنے کی ترغیب یا دعوت دی جا سکے، مگر ان تمام کاموں کے ساتھ ساتھ جہاد میں بھی شرکت کی جا سکتی ہے جو کہ پورے دین کا محافظ اور پورے دین کا خلاصہ ہے۔ آج اگر مسلمان اپنے وقت کو قیمتی بنائیں اور سال میں کم از کم چار مہینے جہاد کے لئے وقف کر دیں تو پوری دُنیا کا نقشہ بدلا جا سکتا ہے اور کافروں سے اپنے خون کا حساب چُکایا جا سکتا ہے، اگر چار مہینے جہاد کے لئے فارغ کرنا شروع میں مشکل ہو تو کم از کم دو مہینے کا عرصہ جہاد کی محنت کے لئے ضرور دینا چاہیے، اگر مسلمانوں نے یہ ترتیب بنا لی تو اپنی زندگیوں میں اور اپنے معاشرے میں عجیب

وغریب تبدیلی محسوس کریں گے اور ان کے دوسرے دینی کاموں میں بھی بے حد برکت ہوگی اور ان کی صحتیں قابلِ رشک اور دل بادشاہوں سے زیادہ غنی ہو جائیں گے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی اور گناہوں سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

اس وقت چونکہ عالمی سطح پر جہاد شروع ہو چکا ہے، اس لئے جہاد کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے کثیر تعداد میں مجاہدین کی ضرورت ہے اور اس عظیم عالمی تحریک میں ہر طرح کی دینی اور دُنیوی صلاحیت رکھنے والے شخص کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرے۔

چونکہ آج ہم چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ہمارا ہر فرد کافروں کے نشانے پر ہے، اس لئے مسلمانوں پر فرضِ عین ہو چکا ہے کہ وہ کافروں کی طاقت کو توڑیں، تاکہ اسلامی مقدسات اور مسلمانوں کا ہر فرد کافروں سے محفوظ ہو جائے۔

یاد رکھئے! جہاد کے فضائل کی ان احادیث میں یہ واضح پیغام موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے بے انتہا محبّت فرماتا ہے، اسی لئے تو ان کی ایک ایک لڑائی پر سو سوحج کرنے کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے ان پیارے مجاہدین کو میدانِ جہاد میں اکیلا چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کی مدد کے لئے کائنات کی ہر چیز کو مسخّر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ مجاہدین کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں کمزور اور بے بس نظر آتی ہیں، کیونکہ آج تک دُنیا میں کوئی بھی ایسی طاقت وجود میں نہیں آئی، جو اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر سکے اور میدانِ جنگ میں تو اللہ تعالیٰ خود کافروں کو شکست دیتا ہے۔

اے عظمتِ رفتہ کے متلاشیو! آج کافروں نے اپنی طاقت کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے کہ نعوذ باللہ کئی مسلمان بھی امریکہ اور دوسری نام نہاد طاقتوں کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگ گئے ہیں اور کئی مسلمان یہ بھی سوچتے ہیں کہ اب قیامت

تک ان کا مُقابلہ کرنا مسلمانوں کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ کے بندو! ایسی باتوں کا وَہم اور خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دو، بلکہ جب دُنیا بھر کے ذرائعِ ابلاغ ان کافرملکوں کی طاقت کا شور مچائیں، تو تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قوت مسلمانوں کو بتایا کرو اور مُجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نُصرت کے وعدوں کو یاد کیا کرو، اللہ کی قسم! کافروں کی یہ ساری طاقت مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان اور یقین کے ساتھ ڈٹے رہے تو غلَبہ تمہارا ہوگا اور فتح تمہارے قدم چُومے گی]۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوتِ جہاد کی فضیلت

جہاد کی دعوت

آپ کی دعوت جہاد میں ایسی تاثیر تھی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل جذبۂ جہاد اور شوق شہادت سے چھلکنے لگے۔ نئی نویلی دلہن کو چھوڑ دینا، ماں باپ کی محبت کو چھوڑ دینا، حتیٰ کہ مدینہ منورہ اور سب سے بڑھ کر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جہاد میں نکلنا ان کے لئے آسان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے انہیں جہاد کی دعوت دی تو وہ ایسے نکلے کہ پھر لوٹ کر آنے کا خیال ان کے دلوں میں باقی نہیں رہا اور وہ نکلتے چلے گئے، نکلتے چلے گئے اور ان کے اس جہاد کے ساتھ دین اسلام بھی پورے عالم میں پھیل گیا۔ جہاد کی تحریض کا یہ حکم آج بھی قرآن پاک کی آیت ہے۔ اُمتِ مُسلمہ کے علماء، اولیاء اور خواص کے ذمہ لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتال فی سبیل اللہ کی مضبوط، مؤثر اور مسلسل دعوت دیں۔ (فتح الجواد: ۱/۳۱۴)

قیامِ جہاد دعوتِ جہاد سے

جہاد قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ اسلام کی بقاء کے لئے جہاد ضروری ہے، جہاد کو جاری رکھنے کا نسخہ یہ سمجھایا گیا کہ اے نبی! آپ ایمان والوں کو قتال پر اُبھاریئے یعنی جہاد کو قائم رکھنے کے لئے جہاد کی بھرپور اور مضبوط دعوت دی جائے۔ (فتح الجواد، ۲/۳۱۵)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کام

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو کام دیئے گئے ❶ خود قتال کریں۔ ❷ لوگوں کو قتال کی دعوت دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء علماء کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان دونوں کاموں کو زندہ رکھیں اور ان میں خوب محنت کریں۔ (فتح الجواد، ۱/۳۰۹)

باب ۴

دعوتِ جہاد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝ (النساء: ۸۴)

اور مسلمانوں کو تاکید کر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی بند کردے اور اللہ تعالیٰ لڑائی میں بہت ہی سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ (الانفال: ۶۵)

اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے، اس لیے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الصف: ۱۰، ۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

[یہ تین آیات بطورِ مثال کے ذکر کی گئی ہیں، ورنہ] وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو جہاد کا شوق اور جذبہ دلایا ہے، بہت زیادہ ہیں۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی جنّت کا قصد کرنے والا ہے؟ بے شک جنّت کے ہم پلہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! جنّت ایک چمکتا نور اور لہلہاتا گلدستہ ہے، اس میں مضبوط محل، بہتی ہوئی نہریں، پکے ہوئے پھل، حسین وجمیل بیویاں اور بے شمار زیور ہیں۔ وہ ہمیشگی اور سلامتی کا گھر، پھلوں والی سر سبز جگہ اور عیش وعشرت کا بلند اور بے حد خوبصورت مقام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم جنّت کا قصد کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انشاء اللہ کہو۔ ہم نے کہا: انشاء اللہ، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا تذکرہ فرمایا اور اس کی خوب ترغیب دی۔ (ابن ماجہ، بزاز، ابن حبان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے [دُنیا میں] جہاد کی دعوت اور ترغیب دی ہوگی، وہ چپکے سے جنّت میں داخل ہو جائے گا، جبکہ لوگ حساب کی سختی میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ (شفاء الصدور مرسلاً)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے [کسی مسلمان] بھائی کو جہاد کی ترغیب دی، اُسے اُس [مجاہد] جیسا اجر ملے گا اور اُسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور موقوفاً)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد پر اُبھارنے اور ترغیب دینے کا الٰہی دستور بہت پہلے سے چلا آرہا ہے، قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر یہ مضمون موجود ہے...... اسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی اس کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں اور ہماری یہ کتاب اوّل سے آخر تک جہاد کی دعوت اور ترغیب کے مضامین ہی پر مشتمل ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین، تبع تابعین اور ہمارے تمام اسلاف رحمہم اللہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب بڑی شدّت سے دیتے رہے، اِس بارے میں ان حضرات سے جو منقول ہے اس

کو شمار کرنا بھی ایک ناممکن کام ہے۔

اے مسلمان! تیرے لئے تو اس بارے میں صحیح مُسلم شریف کی یہ حدیث کافی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی نیکی کی دعوت دے گا، اس کو نیکی کرنے والے جتنا اَجر ملے گا۔ (مسلم)

غزوہ بدر کے دن نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کا خوب شوق دلایا اور پھر ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! آج کے دن جو شخص ثابت قدمی کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) سے اَجر کی اُمید رکھتے ہوئے، پیٹھ پھیرے بغیر، آگے بڑھ کر لڑے گا، اللہ (تعالیٰ) اُسے جنّت میں داخل فرمائے گا۔ یہ سن کر حضرت عُمیر بن حُمام رضی اللہ عنہ جو کھجوریں کھا رہے تھے، فرمانے لگے: بَخٍ بَخٍ [یعنی واہ واہ] میرے اور جنّت کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ یہ [مُشرک] مجھے قتل کر دیں، یہ کہہ کر انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لے کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس وقت وہ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو، مگر تقویٰ، عمل اور جہاد پر ثابت قدمی کا توشہ ضرور اپنے ہمراہ لے لو اور ہر توشہ فنا ہونے والا ہے، مگر تقویٰ، نیکی اور ہدایت کا توشہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ (شفاء الصدور، صحیح مسلم میں کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے۔)

عَلّامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الاسلام میں حکایت کرتے ہیں کہ عَلّامہ ابنُ الجَوزی رحمۃ اللہ علیہ ۶۰۷ھ میں ایک مرتبہ دِمَشق کی جامع مسجد میں لوگوں کو جہاد کی دعوت و ترغیب دے رہے تھے، خود عَلّامہ ابنُ الجَوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن مسجد میں تیس ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا اور ایسے جوش اور ولولے والا دن دِمَشق میں نہ اس سے پہلے دیکھا گیا نہ بعد میں۔ ابو قُدامہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ جس میں ایک عورت نے انہیں اپنے بالوں کی چوٹیاں کاٹ کر دی تھیں، تا کہ وہ جہاد میں اُسے اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، بھی مجھے معلوم تھا اور خود میرے پاس ایسے بالوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی، میں نے اُن بالوں سے مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے تین سو رسیاں بنائی تھیں، اس دن مجمع کے سامنے وہ رسیاں لائی گئیں، تو لوگ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر دھاڑیں مار مار کر

رونے لگے اور اپنے بال کاٹ کاٹ کر رسیاں بنانے لگے، جذبات کا ایسا طوفان برپا تھا کہ گویا قیامت کا منظر ہے، جب میں نے تشکیل شروع کی تو میرے ساتھ لشکر میں بے شمار لوگ شامل ہو گئے، صرف ایک چھوٹے سے گاؤں میں سے تین سو آدمی اسلحہ سمیت نکلے، یہ سارا لشکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد کی نیّت سے دِمشق سے نکلا، ان دنوں انگریزوں کی طرف سے حملے کا خطرہ رہتا تھا، ہمارا لشکر جب نابُلُس پہنچا، تو امیر المؤمنین سے ہماری ملاقات ہوئی، وہ ہمارا لشکر دیکھ کر خوش ہوئے، جب ہم نابُلُس کی جامع مسجد پہنچے تو میں نے بالوں کی وہ رسیاں امیر المؤمنین کو دکھائیں، وہ ان رسیوں کو چہرے پر رکھ کر رونے لگے۔ اس کے بعد ہم نے انگریزوں کے ایک شہر پر حملہ کیا اور پورے شہر کو تباہ و برباد کر دیا، بہت سے انگریز ہمارے ہاتھوں مارے گئے اور بہت سے ہم نے گرفتار کر لئے اور ہم صحیح سالم واپس آ گئے۔

اسی بارے میں علّامہ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خَنْساء بِنتِ عَمْرو رضی اللہ عنہا کا واقعہ بھی لکھا ہے، یہ صحابیہ خاتون بہت اچھی شاعرہ تھیں، وہ قادِسِیّہ کی جنگ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ نکلیں اور جنگ کے دوران اپنے فصیح و بلیغ کلام کے ذریعے اپنے بیٹوں کو دشمنوں سے لڑنے پر اُبھارتی رہیں اور انہیں جنّت کی یاد دلاتی رہیں، چنانچہ ان چاروں نوجوانوں نے اس دن شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور وہ چاروں شہید ہو گئے۔ حضرت عُمَر رضی اللہ عنہ اس خاتون کو ان کے چاروں [شہید] بیٹوں کا وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔ (تجرید اسماء الصحابہ)

ہم اس باب کو [ایک قابلِ رشک خاتون] اُمِّ اِبراہیمَ الھاشِمِیّہ رحمۃ اللہ علیہا کی مشہور حکایت پر ختم کر رہے ہیں:

بَصْرہ میں کچھ عبادت گزار بیبیاں تھیں، جن میں سے ایک کا نام اُمِّ اِبراہیمَ الھاشِمِیّہ رحمۃ اللہ علیہا تھا، انہیں دنوں دشمنوں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کر دیا، اس حملے سے دِفاع کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی، [ایک عالم دین بزرگ] عَبْدُالواحد بن زَید بَصْری رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے کے لئے تقریر کے دوران حُورِعِین کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے اوصاف بیان فرمائے اور پھر ان کی شان میں چند اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

وہ نوجوان لڑکیاں ہیں...... ناز و نخرے میں پلی ہوئیں ...... خوبصورت چال چلنے والی......

ان سے وہ سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے جس کی چاہت کی جائے ......وہ حُسن و پاکیزگی سے بنی

ہیں اور ہر تمنا اور خواہش ان سے پوری کی جاسکتی ہے...... وہ خوبصورت جسم والی، کالی آنکھوں

والی ہیں اور مُشک کی خُوشبو ان کے رُخساروں سے چھلکتی ہے...... ان کے چہروں پر خُوشی کی چمک

اور ناز و نعمت کی دمک رقصاں رہتی ہے...... جب نرگسی باغوں میں پیالوں کا دور چل رہا ہوگا اور

وہاں کی ہَوا میں خُوشبو مہک رہی ہو گی، تب وہ اپنے پیغام دینے والے [خاوندوں] کو اپنی

خوبصورت آواز میں کہتی ہیں اور ان کی آواز میں ایسی مَحبّت بھری ہوتی ہے جو سچی اور دل کو خوش

کرنے والی ہے، اے میرے مَحبوب! میں تمہارے عِلاوہ کسی کو نہیں چاہتی اور جب تمہاری دنیا

سے جُدائی ہوگی تب ہمارے ملاپ کا آغاز ہوگا، تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو منزل کے

قریب پہنچ کر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اے مَحبوب! مجھے غافل لوگ پیغامِ نکاح نہیں دے

سکتے، مجھے تو وہ لوگ پیغام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے والے ہوتے ہیں۔

یہ اشعار سن کر مجمع [شوقِ آخرت میں] بے قرار ہوگیا اور وہ خاتون اچانک کھڑی ہو گئیں

اور کہنے لگیں: اے اَبُو عُبَیْد! [یہ شَیْخ عَبْدُالْوَاحِد کی کُنْیَت ہے۔] کیا تم میرے بیٹے اِبْرَاہِیْم کو نہیں

جانتے؟ بَصْرَہ کے بڑے بڑے مالدار لوگوں نے اس کے لئے اپنی لڑکیوں کے پیغام بھیجے، مگر

میں نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا، لیکن آج آپ نے جس لڑکی [یعنی حُورِعِین] کا تذکرہ کیا وہ

مجھے پسند آئی ہے اور میں اُسے اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں، مہربانی کر کے آپ دوبارہ اس کی

خُوبیاں اور اس کا حُسن و جمال بیان فرمائیں۔ یہ سن کر شَیْخ عَبْدُالْوَاحِد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر حورِعین کی

خُوبیاں بیان فرمائیں اور یہ اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

ان کے چہرے کے نُور سے اصلی نُور پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشبو دار بدن سے لگنے والی

ہوا عطر کے مُقابلے میں فخر کرتی ہے...... اگر وہ پتھروں اور کنکریوں پر اپنا جُوتا رکھ دیں تو بارش

کے بغیر مشرق و مغرب سرسبز و شاداب ہو جائیں...... اگر تم ان کی کمر کو گرہ لگانا چاہو تو رَیحان کی

سبز پتوں والی ڈالی کی طرح تم آسانی سے گرہ لگا لو گے...... اگر وہ اپنا میٹھا لُعاب سَمُندر میں ڈال

دیں تو زمین کے لوگ ان سمندروں کو مزے سے پی جائیں ...... قریب ہے کہ آنکھ کی جھپک ان کے نازک رُخساروں کو زخمی کر دے اور دِل کے خیالات ان کی پیشانی پر پڑھے جائیں۔

یہ اشعار سن کر لوگوں کا شوق اور بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی اور خاتون دوبارہ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں: مجھے یہ لڑکی پسند آئی ہے، میں دس ہزار دینار مہر دے کر اُسے اپنے بیٹے کی دُلہن بنانا چاہتی ہوں، اے شیخ عَبْدُالْوَاحد! میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نِکاح کرا دیجئے، وہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ نکلے گا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اُسے شہادت نصیب فرمادے اور قیامت کے دن میری اور اپنے والد کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔ شیخ عَبْدُالْوَاحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے خاتون! اگر آپ نے اپنے بیٹے کو جہاد میں بھیج دیا تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گا اور آپ اور اس کا والد بھی بڑی کامیابی پائیں گے۔ پھر اس خاتون نے اپنے بیٹے کو آواز دی: بیٹا ابراہیم! آواز سن کر مجمع میں سے ایک نوجوان تیزی سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: امی جان! میں حاضر ہوں۔ خاتون نے کہا: اے بیٹے! کیا تو اس لڑکی [یعنی حورِعین] کو اس شرط پر بیوی بنانے کے لئے تیار ہے کہ تو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرے گا اور گناہوں میں واپس نہیں لوٹے گا؟ نوجوان کہنے لگا: امی جان، اللہ کی قسم! میں بخوشی اس شادی پر راضی ہوں...... یہ سُن کر وہ خاتون کہنے لگیں: اے میرے پروردگار! تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے اس شرط پر کر دی ہے کہ میرا بیٹا اپنی جان تیری راہ میں قربان کرے گا اور گناہوں کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا، اے ارحم الراحمین! میری طرف سے اسے قبول فرمالیجئے۔

اس کے بعد وہ خاتون گھر گئیں اور دس ہزار دینار لا کر شیخ عَبْدُالْوَاحد رحمۃ اللہ علیہ کو دیئے اور فرمانے لگیں: یہ اس لڑکی کا مہر ہے، آپ اپنے لئے اور دوسرے مجاہدین کے لئے اس سے سامان جہاد خریدیں۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے عمدہ گھوڑا خریدا اور بہترین اسلحہ اسے دیا۔ پھر جب شیخ عَبْدُالْوَاحد اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے، تو ابراہیم بھی دوڑتا ہوا ساتھ نکلا اور قرآن مجید کے قاری اس کے اردگرد یہ آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان اور مال کو جنّت کے بدلے خرید لیا ہے۔

وہ خاتون بھی لشکر کو رُخصت کرنے کے لئے نکلیں، جب وہ واپس ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک کفن اور خوشبو دی اور فرمایا: اے پیارے بیٹے! جب دشمن سے مُقابلے کے لئے نکلنا تو یہ کفن باندھ لینا اور خُوشبو لگا لینا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہوئے کوئی کوتاہی مت کرنا، پھر انہوں نے اُسے سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا: پیارے بیٹے! میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہم دونوں کو قیامت کے میدان ہی میں ملائے۔

عبدُالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم محاذ پر پہنچ گئے اور جنگ کا اعلان ہو گیا، تو کچھ لوگ آگے لڑنے کے لئے نکلے، ان میں ابراہیم سب سے آگے تھا، اس نے بہت سے دشمنوں کو قتل کیا، مگر پھر دشمنوں نے اُسے گھیر کر شہید کر دیا۔ جب ہم بَصرہ کی طرف واپس آنے لگے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو اس کے بیٹے کی شہادت کی خبر نہ کرنا، کہیں ایسا نہ ہو وہ غم میں اپنا اَجر ضائع کر بیٹھے۔ جب ہم بَصرہ پہنچ گئے تو لوگ آکر ہم سے ملنے لگے، ان لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی تھیں، انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا فرمانے لگیں:

اے اَبُو عُبَیدْ! اگر اللہ تعالیٰ نے میرا ہدیہ قبول کر لیا ہے تو میں خوشی مناؤں، اور اگر واپس لوٹا دیا ہے تو مجھ سے تعزیت کی جائے۔ میں نے کہا: واللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا ہے اور تمہارا بیٹا حقیقی زندگی پا کر شہداء کے ساتھ کھا پی رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شکر ادا کرتی ہوئی سجدے میں گر گئیں اور کہنے لگیں: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میری قربانی کو قبول فرمایا، اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ اگلے دن وہ پھر مسجد میں آگئیں اور سلام کر کے کہنے لگیں: مُبارک ہو، اے اَبُو عُبَیدْ! رات خواب میں میں نے اپنے بیٹے کو ایک خوبصورت باغ میں ایک سبز محل میں دیکھا، وہ موتیوں کی مسہری پر تاج پہنے بیٹھا مجھے کہہ رہا تھا: مُبارک ہو، امی جان! آپ کا دیا ہوا مہر قبول کر لیا گیا اور دُلہن کی رُخصتی ہو گئی۔

دعوت

[یہ سچا واقعہ ماضی کی ایک مسلمان ماں کا ہے اور یہ واقعہ ہمیں بتا رہا ہے کہ اگر کل ایسی مائیں موجود تھیں تو آج بھی اُمّتِ مُسلمہ بانجھ نہیں ہوگئی، بلکہ آج بھی

ایسی مائیں موجود ہیں جو ابراہیم کی والدہ کی طرح اپنے بیٹوں کا نکاح حُورِعین سے کرانا چاہتی ہیں اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی محبّت اور جنّت کے باغات کی طلب گار ہیں، اگر کل کی اس ماں کی گود میں ابراہیم جیسا ایک بیٹا تھا تو آج کی ماں کی گود بھی خالی نہیں ہے، آج کی مائیں بھی کئی کئی بیٹے پال رہی ہیں، کل کی وہ ماں اگر دس ہزار سونے کے دینار دیکر اپنے بیٹے کو عزّت وعظمت کی راہوں پر چلا رہی تھی تو آج کی ماں کے پاس بھی سونے کی کمی نہیں ہے، البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی ماں کو جہاد کی حقیقت سمجھائی جائے، آج کی ماں کو بھی آخرت کی فکر دلائی جائے، آج کی ماں میں بھی غیرتِ ایمانی کو بیدار کیا جائے۔ اللہ کی قسم! اگر آج بھی شیخ عبدُالواحد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی عملی مجاہد اور عالمِ دین مسجدوں اور محلّوں میں جا کر مسلمانوں کو دردِ دل کے ساتھ جہاد کی دعوت دے تو ہماری ہر گلی سے ابراہیم کی والدہ جیسی خواتین اپنے ابراہیم جیسے جوان بیٹوں کو سونے چاندی کی لڑیوں میں تول کر اس دعوت دینے والے کے حوالے کریں گی اور اللہ تعالیٰ سے کہیں گی: اے میرے پروردگار! گواہ رہنا، میں نے اپنے بیٹے کی شادی حُورِعین سے کردی ہے اور اے مجاہدو! میرے جوان بیٹے اور میرے زیورات لیکر اگر تم مسجدِ اقصیٰ کو آزادی دلا سکتے ہو، اگر میرے بیٹے ذبح ہونے سے بابری مسجد دوبارہ تعمیر ہوسکتی ہے، اگر میرے لختِ جگر کے ٹکڑے ہونے سے اسلام دنیا میں نافذ ہوسکتا ہے اور میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حُرمت کی حفاظت ہوسکتی ہے، اگر میرے بیٹے کے کٹ جانے سے کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کو آزادی مل سکتی ہے، تو پھر میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جاؤ، میں نے اسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا ہے، میں نے اسے اسلام کی عظمت کے لئے وقف کردیا ہے، مجھے اب اس کی زندگی کی نہیں بلکہ اسلام کی فتح کی خبر سنانا اور میرے بیٹے کو میرے پاس زندہ واپس نہ لانا، میں اب اس سے آخرت کے میدان میں ملنا چاہتی ہوں۔

اے مسلمانو! ہماری مائیں کل بھی عظیم تھیں، آج بھی عظیم ہیں، مگر آج ہم نے انہیں جہاد کا سبق سُنایا ہی نہیں، ورنہ وہ ماضی کی ماں سے ایک قدم آگے تو بڑھ جائیں گی پیچھے نہیں ہٹیں گی، مگر دعوتِ جہاد اب پھیکی پڑ چکی ہے، منبر و محراب کی گرج دھیمی ہو چکی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دعوت کو ایک رسم نہیں، ذِمّہ داری سمجھ کر اداء کیا جائے، اسے ایک پیشہ نہیں، بلکہ عبادت کی شان سے اداء کیا جائے اور وہ لوگ دعوت دینے کے لئے آگے بڑھیں جن کی بات سُنی اور سمجھی جاتی ہے اور وہ خود بھی جہاد کی لذّت سے آشنا اور شوق شہادت سے سرشار ہوں اور اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد پیدا کریں۔

یاد رکھئے! جہاد کی دعوت دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے، اس لئے اسے نہ تو غیر اہم سمجھیں اور نہ اس میں سُستی کریں۔ جہاد کی دعوت دینا ہمارا کام ہے جبکہ اس دعوت کو مُؤثر بنانا اور دُنیا کے کونے کونے تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور یہ بات سچ ہے کہ جہاد کی دعوت مسلمانوں پر بہت جلد اثر کرتی ہے اور اخلاص کے ساتھ دی گئی یہ دعوت سورج کی شُعاعوں کی طرح حیرت ناک انداز سے ہر طرف پھیل جاتی ہے، اس باب میں بیان کئے گئے فضائل کو پڑھنے کے بعد جہاد کی دعوت دینے کا عزم کر لیجئے اور اتنی دعوت دیجئے کہ جہاد آپ کی اور آپ جہاد کی پہچان بن جائیں اور ایسے درد سے دعوت دینے کا عزم کر لیجئے کہ کلیجے ہل جائیں اور جما ہوا خون دوبارہ جسم میں دوڑنے لگے اور ایسی مضبوط دعوت دیجئے کہ سرد جذبات میں حرارت پیدا ہو جائے اور ایسے اخلاص سے دعوت دیجئے کہ تصنّع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہ رہے، یہ دعوت بچوں کو بھی سکھایئے، تاکہ وہ بھی اسے آگے بڑھا سکیں، آج کئی عرب ممالک میں معصوم بچے جمعہ کے دن نماز کے بعد کھڑے ہو کر جہاد کی ایسی مُؤثر دعوت دیتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھیں نَم ہو جاتی ہیں اور وہ مجاہدین کی مالی امداد کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔

دعوت کا یہ سلیقہ عورتوں کو بھی سکھایئے، کیونکہ اگر ان میں یہ خیر پھیل گئی، تو پھر پورا معاشرہ اس سے مُتاثر ہو گا۔ جہاد کی دعوت دینے میں بڑے مجمع یا مُروَّجہ رُسومات کا خیال تک دل میں نہ آنے دیجئے، سننے والے ایک دو ہوں یا لاکھوں، لاوڈاسپیکر مُہیا ہو یا نہ ہو، لوگ رغبت سے سُنیں یا بے رغبتی سے، دعوت دینے کے لئے جہاز یا ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر جانا پڑے یا پیدل، ہر موقع پر والہانہ انداز میں اخلاص کے ساتھ ڈٹ کر دعوت دیجئے اور مسلمانوں کے ایک ایک فرد کو بیدار کر دیجئے۔ ایک زمانے میں عیسائیوں کو شکست کا سامنا تھا، تو ان کا ایک نیم برہنہ پادری گدھے پر صلیب رکھ کر نکلا تھا اور اس نے پوری عیسائی دنیا کو متحد کر لیا تھا۔ جب ایک باطل پرست عیسائی ایسا کر سکتا ہے تو کیا آج کے اس دور میں جبکہ مسلمانوں کو سانس سے زیادہ جہاد کی ضرورت ہے، مسلمانوں کے باعمل مُؤثر افراد ہاتھوں میں قرآن مجید لے کر پوری اُمّتِ مُسلمہ کو جگانے کے لئے نہیں نکل سکتے؟

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ہم سب کو دعوتِ جہاد اور عملی جہاد کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۵

جہاد کی طرف سبقت کی فضیلت کا بیان

سبقت لے جانے والے کامیاب

ہر نیکی کی ابتداء مشکل ہوتی ہے، اور جو لوگ اس تکلیف کی حالت میں حق کے لیے سرفروشی کرتے ہیں، وہ ہر جگہ مُعزّز و محترم ہوتے ہیں، لہٰذا اس رازِ فطرت کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی خاص گروہ کی تعیین مراد نہیں۔ گو شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جنہوں نے بَیعتِ رضوان میں شرکت کی تھی، ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ اور سَعید بن المُسَیّب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بیتُ المَقدِس اور بیتُ اللہ دونوں جانب نماز پڑھی، مگر ہماری رائے میں یہ آیت نہ صرف مہاجرین وانصار پر مشتمل ہے بلکہ اس میں قیامت تک کے مسلمان آجاتے ہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ان مہاجرین کے نقشِ قدم پر چلیں۔ (فتح الجواد، ۳/۸۶)

جہاد میں سبقت

دورِ نُبوّت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی فرد بھی سوائے ان معذور افراد کے میدانِ جنگ سے باہر نظر نہیں آتا تھا اور ان معذور افراد میں بھی بہت سے ایسے مبارک اشخاص ملتے ہیں جنہوں نے باوجود عذر کے عزیمت پر عمل کیا اور میدانوں میں نکلے، مرد تو مرد خواتین بھی میدانِ جہاد میں نظر آتی تھیں۔

اس مبارک دور میں میدان جہاد سے پیچھے رہ جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اور دینی و دنیوی خسارہ سمجھا جاتا تھا، اس لئے ہر فرد میدان کی طرف سبقت کرتا تھا۔ (فتح الجواد، ۲/۲۸۲)

باب ۵

جہاد کی طرف سبقت کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۝ (الحدید:۲۱)

اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنّت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التوبہ:۱۰۰)

اور جو سابق اور مُقدّم ہیں مُہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے ان کیلئے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۳

وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ (الواقعہ:۱۰،۱۱،۱۲)

اور سب سے اول ایمان لانے والے، سب سے اول داخل ہونے والے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص قُرب رکھنے والے ہیں۔ نعمت کے باغات میں ہوں گے۔

عُثمان بن اَبی سَودَہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ" سے مُراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں سے پہلے جہاد اور نماز کے لئے نکلتے ہیں۔ (مصنّف عبدالرزاق رجالہ رجال الصحیح)

عُثمان بن اَبی سَودَہ رحمۃ اللہ علیہ حضرات تابعین کے ائمہ اور مجاہدین میں سے ہیں اور ان کا یہ

مقولہ مشہور ہے کہ میں ایک لاکھ [سونے کے] دیناروں کے عوض بھی ایک سال جہاد سے ناغے کو پسند نہیں کرتا۔ (تہذیب الکمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت مجاہدین کے ایک دستے کو روانگی کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم رات ہی کو نکلیں یا صبح تک ٹھہرنے کی اجازت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم جنّت کے باغات میں رات گزارو؟ (المستدرک، السنن الکبریٰ بیہقی)

حسن بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا، اس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے، سارا لشکر صبح کے وقت روانہ ہوگیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے رُک گئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: جاؤ! فوراً اپنے لشکر میں شامل ہو جاؤ، تمہارے ساتھی تم سے جنّت جانے میں ایک ماہ کی سبقت لے گئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھوں گا اور آپ سے دعائیں لوں گا، اس طرح سے میں اپنے ساتھیوں پر [اجر وفضیلت میں] سبقت لے جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تیرے ساتھی تجھ سے سبقت لے گئے، جاؤ! ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شام اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں لگا دینا، دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اسی طرح ایک صبح اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں لگا دینا، دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔ (السنن لسعید بن منصورؒ)

مسند احمد میں یہ روایت اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے؟ انہوں نے عرض کیا: وہ مجھ سے ایک صبح کی سبقت لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشرق ومغرب کے درمیان جتنا فاصلہ ہے، اس سے بھی زیادہ فضیلت انہوں نے تجھ پر پالی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن

رَوَاحَہ رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے ایک لشکر میں روانہ فرمایا، یہ روانگی جمعہ کے دن تھی، چنانچہ لشکر روانہ ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن رَوَاحَہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے لشکر سے جاملوں گا، چنانچہ وہ رک گئے، جب رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا، تو ارشاد فرمایا: اگر تم زمین کے تمام خزانے خرچ کرڈالو، تب بھی اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پاسکتے۔ (ترمذی)

رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلد بازی نہ کرنا ہر چیز میں بہتر ہے، سوائے تین چیزوں کے [کہ ان میں عُجلت و جلدی بہتر ہے]:- ❶ جب جہاد کے لئے پکارا جائے تو تم سب سے پہلے نکلنے والے بنو، ❷ جب نماز کے لئے اَذان دی جائے تو تم سب سے پہلے نکلو، ❸ جب جنازہ آجائے تو اس میں جلدی کرو۔ ان تین کے عِلاوہ باقی کاموں میں جلد بازی نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دُہرائی۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کا ایسا جذبہ اور ولولہ عطا فرمائے کہ ہمارے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جہاد میں نکلنا، بلکہ سبقت کرنا آسان ہوجائے، آمین۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے سب کچھ چھوڑنا آسان ہوگیا تھا، لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی انہیں گوارا نہیں تھی، کیونکہ انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور اِطاعت میں سب کچھ قربان کردیا تھا اور انہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر سچّا عِشق تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلائے جانے والے تیروں کو اپنے سینے اور ہاتھوں سے روکتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدائی کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے تھے، مگر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو انہیں جہاد کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی بھی سہنی پڑی، بہت ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ امتحان بہت مشکل ثابت ہوتا، کیونکہ وہ تو رات کے وقت جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوتے تھے تو انہیں صرف صبح کا انتظار ہوتا تھا کہ کب صبح ہو اور ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

حاضر ہو کر نظروں اور دلوں کی پیاس بجھائیں، مگر حضورِ اکرم ﷺ نے جب ان کے سامنے جہاد کی حقیقت اور اہمیت بیان فرمائی تو ان کے لئے یہ امتحان بھی آسان ہو گیا اور انہوں نے جہاد کی خاطر حضورِ اکرم ﷺ کی جُدائی کو بھی برداشت کیا، ایک بار نہیں بار بار انہیں یہ جُدائی برداشت کرنی پڑی، اس دوران اگر کوئی صحابی عشق و محبّت سے مغلوب ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی صُحبت کے لئے چند لمحے مزید حاصل کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں تنبیہ فرماتے۔

مذکورہ بالا واقعات میں حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ہے، انہیں مُوتہ کی طرف روانگی سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کی باتوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں شہید ہو جائیں گے، چنانچہ وہ اپنی زندگی کا آخری جمعہ حضورِ اکرم ﷺ کی معیّت میں اداء کرنے کے لئے لشکر سے پیچھے رہ گئے اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے لشکر سے جا ملیں گے، مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور صبح روانہ ہونے والے لشکر کی فضیلت بیان فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی انہی تعلیمات اور ترغیب کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور جہاد سے بڑھ کر کوئی چیز انہیں مرغوب و محبوب نہیں تھی۔

آج بھی اگر مسلمان حضورِ اکرم ﷺ کے ارشادات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر یقین کریں تو وہ بھی جذبۂ جہاد کی نعمت سے سرشار ہو سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۶

جہاد میں ایک صبح اور ایک شام لگانے کی فضیلت کا بیان

سات اسباق

❶ جہاد کیلئے تربیت اور تیاری ضروری ہے۔

❷ حُبِ دنیا اور نفس پرستی جہاد کے لئے زہرِ قاتل ہے۔

❸ نفسانی خواہشات کو دبا کر مقصد کی خاطر تکلیف برداشت کرنے والے مجاہدین کامیاب ہوتے ہیں۔

❹ فتح قلت و کثرت سے نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ملتی ہے۔

❺ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوقِ شہادت یعنی جان قربان کرنے کا جذبہ اور شوقِ شہادت مجاہدین کو بہت طاقتور بنا دیتا ہے۔

❻ امیر لشکر کو چاہیے کہ جنگ سے پہلے چھانٹی کرے اور ان لوگوں کو نکال دے جو عین جنگ کے وقت بددلی پھیلا سکتے ہوں اور کچھ ایسے لوگ مقرر کرے جو سفر جنگ کے دوران اور عین جنگ کے وقت لشکر کا حوصلہ، ہمت اور شوقِ شہادت بڑھاتے رہیں۔

❼ جب اہلِ ایمان جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو راستے میں بہت سے پرکشش فتنے آتے ہیں، مجاہدین کو چاہیے کہ ان میٹھے دریاؤں میں منہ نہ ماریں اور منزل کی طرف بڑھتے رہیں۔ (فتح الجواد: ۱/۱۰۰)

باب ٦

جہاد میں ایک صبح اور ایک شام لگانے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (التوبہ: ۱۲۱)

اور جو وہ تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کیلئے لکھ لیا جاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے۔

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں صبح کے وقت یا شام کے وقت نکلنا دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور جنّت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی مقدار یا اس کی چابک کی مقدار کی جگہ دُنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنّت کی ایک عورت زمین والوں پر جھانک کر دیکھ لے تو جنّت اور زمین کے درمیان کو روشنی اور اپنی خوشبو سے بھر دے اور اس کا دوپٹہ دُنیا اور اس کے اندر کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

[مصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:] ’’لَغَدْوَۃٌ‘‘ کا معنیٰ ایک بار جانا اور ’’لَرَوْحَۃٌ‘‘ کا معنیٰ ایک بار لوٹنا۔ علّامہ نَوَوی رحمۃ اللہ علیہ شرحِ مُسلم میں فرماتے ہیں کہ صبح سے زوال تک چلنے کو ’’غَـدْوَۃ‘‘ اور زوال سے آخر دن تک چلنے کو ’’رَوْحَۃ‘‘ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اتنی دیر جہاد میں رہا، اُسے یہ ثواب ملے گا اور اُسے دورانِ جہاد گزرنے والی ہر صبح ہر شام کا یہی اجر ملے گا حتیٰ کہ راستے میں گزرنے والی صبح شام کا بھی یہی اجر ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی انسان ساری دُنیا اور اس کی تمام نعمتوں کا مالک بن جائے، تب بھی مجاہد کی ایک صبح یا شام کا اَجر وثواب اس سے بہتر ہے، کیونکہ دُنیا کی نعمتیں

تو بہر حال فانی ہیں۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو دنیا کا تمام مال واسباب دے دیا جائے اور وہ یہ سارا مال اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں خرچ کر دے، تب بھی وہ مجاہد کی ایک صبح یا ایک شام جیسا اَجر وثواب نہیں پا سکتا۔ (شرح نووی علی مسلم)

[مجاہد کی صبح اور شام کی فضیلت کے بارے میں احادیث بخاری، مُسلم اور دوسری کتب میں بکثرت موجود ہیں۔]

حضرت سَہل بن سَعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے یا حج میں تلبیہ پڑھتے ہوئے شام کرتا ہے، تو سورج اس کے گناہوں سمیت غُروب ہوتا ہے، [یعنی اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں]۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے لئے ذِمّہ دار ہوں جو میرے راستے میں مجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکلے کہ میں یا تو اُسے جنّت میں داخل کروں گا، یا اُسے اپنے گھر اَجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا۔ [حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:] قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کی جان ہے کہ جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں زخمی ہوگا وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی حالت میں حاضر ہوگا کہ اس کے خون کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مُشک جیسی ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کی جان ہے! اگر کچھ مسلمانوں پر شاق نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سَریّہ سے پیچھے نہ رہتا، [بلکہ ہر بار خود جہاد کے لئے نکلتا] لیکن میں [غریب] مسلمانوں کے لئے سواری نہیں پاتا [کہ انہیں ہر بار ساتھ لے جا سکوں] اور وہ خود بھی اس کی وُسعت نہیں رکھتے اور انہیں میرے [جہاد میں جانے کے بعد] پیچھے رہ جانا بہت گراں گزرتا ہے، [اس لئے ان کی خاطر کبھی کبھار میں خود رُک جاتا ہوں اور لشکر روانہ کر دیتا ہوں]۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم]

کی جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں لڑتا ہوا شہید کر دیا جاؤں، پھر [دوبارہ زندگی پا کر] لڑوں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر لڑوں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (مسلم)

بخاری شریف میں حدیث کے آخری الفاظ اس طرح ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں شہید کیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مجاہد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس کے گھر کے دروازے پر پُل کی طرح بنا دیئے جاتے ہیں، جب وہ اس پُل کو پار کر لیتا ہے، [یعنی گھر کے دروازے سے نکل جاتا ہے] تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، یہاں تک کہ مچھر کے پَر کے برابر بھی باقی نہیں رہتے اور اللہ (تعالیٰ) اس کے لئے چار چیزوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔

1. وہ [یعنی اللہ تعالیٰ] اس کے پیچھے اس کے گھر اور مال کی دیکھ بھال فرمائے گا۔
2. اُسے جس طرح سے بھی موت آئے گی، اللہ (تعالیٰ) اُسے جنّت میں داخل کرے گا۔
3. اگر اُسے واپس لوٹایا تو اَجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم لوٹائے گا۔
4. سورج کے غروب ہوتے ہی اُس کے گُناہ بھی بخشے جائیں گے۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم زمین کا سارا مال و اسباب خرچ کر ڈالو، تب بھی اپنے [صبح روانہ ہونے والے] ساتھیوں کی ایک صبح جتنا اَجر نہیں پا سکتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

اس روایت سے بھی مجاہد کی صبح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ایک صبح یا ایک شام اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدانِ جنگ کی صف میں کھڑا ہونا کسی شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبدُاللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک صبح یا ایک شام اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں گزارنا اپنے گھر میں ستّر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (کتاب الترغیب لحافظ ابی حفصؒ وابن عساکر)

ایک روایت میں ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعاء کرتے ہوئے سنا، اے اللہ! میں آپ سے جنّت کے اُونچے درجات کا سُوال کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: دعاء کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: یارسُولَ اللہ! میں یہاں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ [جنّت کے اُونچے درجات] کس کے لئے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے لئے ہیں جو اپنی صبح یا شام اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں گزارتے ہیں۔ (شفاء الصدور حدیث مرسل)

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد سے لَوٹنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد، حاکم)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کو سفرِ جہاد سے واپسی پر بھی روانگی جیسا اَجر ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے دوران مجاہد جس قدر اپنے گھر والوں سے دور ہوتا جاتا ہے، اُسی قدر وہ اللہ (تعالیٰ) کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

اس روایت کی تائید ابن عساکر کی اس روایت سے ہوتی ہے، جس میں اَبُوفَرْوَہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ موسم گرما کا لشکرِ جہاد کے لئے روانہ ہوا، تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی باوجود بیماری کے لشکر کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ حَرَسْتَا [نامی مقام] میں مرنا میرے نزدیک دِمشق میں مَرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دُوْمَہ [نامی مقام] میں مَرنا مجھے حَرَسْتَا میں مَرنے سے زیادہ محبوب ہے، اسی طرح سفرِ جہاد میں جس قدر آگے بڑھ کر اور اپنے وطن سے دُور جا کر مروں، [وہ مجھے زیادہ محبوب ہے]۔ یہ لشکر چلتا رہا، یہاں تک کہ جب حمص [نامی مقام] پر پہنچا، تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ انتقال فرماگئے۔ ہم نے انہیں حمص ہی میں زَیتون

کے درختوں کے درمیان دفن کردیا مگر لشکر [جہاد کرتے ہوئے] آگے بڑھتا رہا اور تب واپس لوٹا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے۔

ایسا ہی واقعہ عبداللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت مُحَیرِیز رضی اللہ عنہ [ابنُ جُنادہ بن وَہب الجُمَحی] کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ لشکر میں بیمار ہوگئے، تو مجھے فرمانے لگے: اے بیٹے! مجھے اٹھا کر کسی نہ کسی طرح رُومیوں کی سرزمین تک لے چلو، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے وہیں پر موت آئے۔ چنانچہ میں انہیں اُٹھا کر چلتا رہا، یہاں تک کہ حمص میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو مجھے فکر ہوئی کہ جنازہ کون پڑھے گا، اچانک میں نے صفوں کی صفیں اُن کا جنازہ پڑھتے دیکھیں جنہیں میں پہچانتا تک نہیں تھا۔

عَون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قادِسیہ کی لڑائی کے دن ایک مجاہد کی آنتیں [کٹ کر] بکھری پڑی تھیں، ایک اور مجاہد ان کے پاس سے گزرے، تو زخمی مجاہد نے کہا: مجھے اپنے ساتھ چمٹا لو، شاید میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دو نیزوں کی مقدار اور آگے بڑھ سکوں۔ چنانچہ پھر وہ ان کے ساتھ چمٹ کر ایک دو نیزے کی مقدار آگے بڑھنے میں کامیاب ہوگئے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

اَبُو ظَبیان اَلکُوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قُسطَنطِینیہ کی لڑائی سے واپس آنے والے مجاہدین نے مجھے بتایا کہ جب ہم جنگ ختم کر چکے تھے اور دشمن ہمیں دیکھ رہا تھا، اس وقت حضرت اَبُو اَیُّوب اَنصارِی رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا، انہوں نے لشکر والوں سے فرمایا: جب میرا انتقال ہو جائے، تو تم دشمن کی طرف سوار ہو کر بڑھنا، پھر جہاں تمہیں دشمن روک دے اور آگے نہ بڑھنے دے تو وہاں قبر کھود کر مجھے دفن کر دینا، پھر گھوڑے اور آدمی دوڑا کر قبر کو برابر کر دینا، تاکہ وہ پہچانی نہ جاسکے۔ (سیر اعلام النبلاء)

سَعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اَبُو مُسلِم خَولانی رحمۃ اللہ علیہ روم کی سرزمین میں (دورانِ جہاد) بُسر نامی گرم پانی کے چشمے پر انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کے

زمانہ خلافت میں پیش آیا۔ انہوں نے انتقال سے پہلے (امیرِ لشکر) بُسر بن اَرطاۃ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ اس لشکر میں جتنے مسلمانوں کا انتقال ہوا ہے، آپ مجھے ان کا امیر بنا دیجئے اور مجھے ایک جھنڈا بھی دے دیجئے اور مجھے دشمن کے دُور دراز علاقے میں دفن کیجئے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن ان [شُہداء] کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ (ابن عساکر)

دعوت

[سبحان اللہ! ان حضرات کے کیا عظیم جذبات تھے، دراصل یہ حضرات جہاد کی عظمت اور حقیقت کو پہچانتے تھے اور ان کے پیشِ نظر صرف آخرت کی زندگی تھی اور وہ جانتے تھے کہ آخرت کی زندگی میں جہاد کے صبح و شام کس قدر فائدہ دینے والے ہیں، چنانچہ وہ جہاد میں گزاری ہوئی ہزاروں صبحیں اور شامیں اپنے ساتھ لے کر اس دُنیا سے چلے گئے اور کامیاب ہو گئے۔

آج ہمیں بھی غور کرنا چاہیے کہ ہمارے دامن میں کتنی صبح اور کتنی شامیں ایسی ہیں جو ہم نے جہاد میں گزاری ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۷

اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

انسان کی کمزوری

انسان کی کمزوری اس دنیا میں رہنے کا جذبہ ہے اس کمزوری میں بے شمار کمزوریاں چھپی ہوئی ہیں۔ (فتح الجواد: ١/١٠٢)

چار اسباق

❶ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنا چاہیے۔

❷ جنگ شروع کرنے سے پہلے دعاء کرنی چاہیے۔

❸ جب دشمن سامنے آئے تو اسکی طاقت سے مرعوب ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طاقت پر نظر رکھ کر اس کے سامنے آہ وزاری اور دعا کرنی چاہیے۔

❹ جہادی تربیت میں تین باتوں کو مدنظر رکھا جائے:

(الف) ہمت کیسے بلند ہو، تاکہ ثابت قلبی نصیب رہے۔

(ب) بہادری کیسے پیدا ہو، تاکہ ثابت قدمی حاصل ہو۔

(ج) ایسی نیت اور ایسے اعمال کا التزام ہو جن سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے۔ (فتح الجواد: ١/١٠٢)

باب ۷

اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

حضرت ابو عبس جن کا نام عبد الرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے دونوں قدم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (تعالیٰ) اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ (بخاری)

[یہ حدیث شریف اسی مفہوم کے ساتھ حدیث کی مختلف کتابوں میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے کئی روایات ذکر فرمائی ہیں، ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا ایک روایت کو ذکر کیا ہے]۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کسی بندے کے پیٹ میں اپنے راستے [جہاد] کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں فرمائے گا اور جس شخص کے پاؤں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن جہنم کو اس سے تیز رفتار گھڑسوار کے ایک ہزار سال تک دوڑنے کی مسافت جتنا دور فرمائے گا اور جس شخص کو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کوئی زخم لگے گا، اللہ (تعالیٰ) اس پر شہداء کی مہر لگا دیں گے اور اسکے لئے قیامت کے دن ایک [خاص] نور ہوگا، اس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی، اسی کے ذریعے اوّلین اور آخرین اُسے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے اور جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اتنی دیر لڑا جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دودھ واپس آجاتا ہے، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (مسند احمد)

عمرو بن قیس الکندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے جہاد سے واپسی پر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جمع ہو جاؤ۔ [جب لوگ جمع ہوگئے، تو آپ نے فرمایا:] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (تعالیٰ) اس کے پورے جسم کو آگ پر حرام فرمادے گا۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

گرمیوں کے جہاد سے مُراد رُومیوں کے مُقابلے میں مسلمانوں کی لڑائی ہے، چونکہ مسلمان سردیوں کی شدّت اور برف باری کی وجہ سے رُومیوں کے ساتھ گرمیوں میں جہاد کے لئے نکلتے تھے، اس لئے اس لڑائی کا نام "صائفہ" یعنی گرمیوں کی جنگ پڑ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاؤں حج میں، جہاد میں، یا اسلامی سرحدوں یا لشکروں کی پہرے داری میں غبار آلود ہوئے، اللہ (تعالیٰ) اس کے خون اور گوشت کو آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔

(ابن عساکر، کتاب الاجتہاد فی فضل الجہاد سلطان نورالدین زنگیؒ)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [جنّت کی] خوشخبری ہے اس بندے کے لئے، جو پراگندہ بال اور غبار آلود قدموں کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو۔ (بخاری)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے رویا، وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے، [یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا محال ہے، اسی طرح اس شخص کا جہنّم میں داخلہ بھی] اور کسی مسلمان کی ناک میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا غبار اور جہنّم کا دُھواں کبھی بھی جمع نہیں ہوگا۔ (ترمذی، نسائی، المستدرک)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان مرد کے دل میں بُخل اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے اور نہ کسی مسلمان کے پیٹ میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا غُبار اور جہنّم کا دُھواں جمع ہوسکتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا مُعاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

نے مجھے بخش دیا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا: کیا آپ کی بخشش اس علم کی بدولت ہوئی ہے جو آپ نے لوگوں میں پھیلایا ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے کا جو غبار میرے حلق میں گیا تھا، اس کی وجہ سے میری بخشش ہوئی۔

اَبُوالْمُصَبَّح الْمُقْرَائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا لشکر حضرت مالک بن عبداللہ خثعمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رُومیوں کی طرف جارہا تھا۔ امیرِ لشکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ اپنے خچر سے اُتر کر پیدل چلتے ہوئے جارہے ہیں، حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے، اس پر سوار ہوجایئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی سواری کو راحت دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے مستغنی ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں قدم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (تعالیٰ) اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ وہاں سے چل کر ایسی جگہ آئے جہاں سے ان کی آواز پورا لشکر سن سکتا تھا، انہوں نے وہاں سے بلند آواز میں [لوگوں کو سنانے کے لئے] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پھر فرمایا: اے ابو عبداللہ! اللہ (تعالیٰ) نے آپ کو سواری دی ہے، آپ اس پر سوار ہوجایئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر لشکر پورے لشکر کو [غبار کی فضیلت والی] حدیث سنوانا چاہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا جواب دیا اور حدیث شریف بھی سنائی۔ لوگوں نے جب یہ حدیث سنی تو سواریوں سے کُود کر اُتر گئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو کبھی اتنا پیدل چلتے ہوئی نہیں دیکھا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے قدم دن کی ایک گھڑی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غبار آلود ہوئے تو وہ دونوں قدم آگ پر حرام ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

رَبیع بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [ایک لشکر لے کر] تشریف لے جارہے تھے کہ آپ نے ایک قُریشی نوجوان کو راستے سے ہٹ کر چلتے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا یہ

فُلاں نوجوان نہیں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، یہ وہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں غُبار کو پسند نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس غُبار سے نہ بچو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تو جنّت کا عطر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ، مراسیل ابی داوٗد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک شام اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں چلا تو اُسے قیامت کے دن اتنا مُشک ملے گا، جتنا اُسے [اس راستے کا] غُبار پہنچے گا۔ (الطبرانی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے کے غُبار سے بچنے کے لئے ڈھاٹا [یعنی منہ پر کپڑا] نہ باندھو، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا غُبار تو جنّت کے مُشک کی خوشبو ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا غُبار قیامت کے دن چہروں کو منوّر [سفید اور چمکدار] بنانے کا ذریعہ ہوگا۔ (ابن عساکر)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ چہرے چمکدار، ہنستے، خوشیاں منانے والے ہوں گے اور کچھ چہرے اس دن غُبار آلود ہوں گے، جن پر ذِلّت اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، تو جو شخص دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کا غُبار اپنے چہرے پر لے گا وہ قیامت کے دن کے غُبار سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے چہرے پر سفیدی، چمک اور خوشی کے آثار بھی عطاء فرمادے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سفر میں اپنی سواری سے اُتر کر [اپنی باری میں] پیدل چلے گا، اُسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور)

[سفرِ جہاد میں بعض اوقات سواریاں کم ہوتی ہیں اور مجاہدین زیادہ، تب مجاہدین باری

باری سوار ہوتے ہیں اور باری باری پیدل چلتے ہیں، مذکورہ بالا حدیث میں اسی کی فضیلت کا بیان ہے۔]

قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامانِ جہاد تیار کرو، میں اب گھر میں ایک رات بھی نہیں رکوں گا، کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آسمان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اُسے کھٹکھٹایا، وہاں سے پوچھا گیا: کون؟ میں نے کہا: سالم بن عبداللہ۔ وہاں سے جواب ملا: یہ دروازہ ایسے شخص کے لئے کس طرح سے کھولا جائے جس کے پاؤں جہاد میں کسی دن یا رات میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن تین آدمیوں کے حصے میں ایک اُونٹ آیا تھا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُونٹ میں [سواری کے] حصہ دار تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آتی، تو وہ دونوں حضرات عرض کرتے: یارسول اللہ! ہم آپ کے حصے کا پیدل چل لیں گے، [آپ سواری پر تشریف رکھیں]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ میں تم دونوں کی نسبت اَجر وثواب کمانے سے زیادہ مستغنی ہوں۔ (المستدرک)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چند باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ سمجھائی گئی ہیں:-

❶ اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیدل چلنا اَجر وثواب کا باعث ہے۔

❷ امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی راحت کے لئے خُصوصی مُراعات حاصل نہ کرے، بلکہ اپنے مامورین کے ساتھ ہر طرح کی تکلیف ومشقّت میں برابر کا شریک رہے۔

❸ مُروّت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شریکِ سفر رُفقاء کے درمیان اپنے لئے کوئی خُصوصی فائدہ حاصل نہ کرے۔

❼ رُفقاء کو چاہئے کہ اپنے سے افضل افراد کے لئے ایثار و قربانی کا مُعاملہ کریں [جیسا کہ حضرت اَبُولُبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش کش سے معلوم ہوتا ہے]۔

❽ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ترین ہونے کے باوجود تواضُع کو پسند فرماتے تھے۔

دعوت

[ایک مسلمان کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ اُسے قیامت کے دن جہنّم کی آگ اور اس کے خوفناک دھویں سے نجات مل جائے۔ ہم نے اس باب میں جتنی بھی احادیث اور روایات پڑھی ہیں، یہ سب ہمارے ہی لئے ہیں۔ آج اگر مسلمان ان احادیث پر یقین نہیں کریں گے اور نجات کے ان راستوں کو اختیار نہیں کریں گے، تو کل کوئی پوچھ سکتا ہے کہ آخر یہ فضائل کس کے لئے بیان کئے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے راستے کا غُبار ہر اس آدمی کو آسانی سے نصیب ہوسکتا ہے جو جہاد کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ بظاہر آسان اور سَستی نظر آنے والی یہ نعمت کتنی بڑی ہے کہ اس کی بدولت قیامت کے دن کے غُبار اور گرمی سے نجات ملے گی اور جہنّم کی آگ حرام ہوجائے گی۔ اگر مسلمان تھوڑا سا غور کریں تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کے اسی غُبار میں ان کی عظمتِ رفتہ کے قابلِ رَشک مینار چھپے ہوئے ہیں اور اسی مٹّی میں ان کی عزت اور نجات کے راز پوشیدہ ہیں، ہمارے اسلاف اسی مٹّی کو پھانکتے رہے، اسی میں جیتے رہے اور اسی میں مرتے رہے اور دُنیا اُن کے قدموں پر گرتی رہی اور بادشاہتیں اُن کی چوکھٹوں پر جڑیے دیکر زندگی کے سانس لیتی رہیں۔ اسلاف میں سے ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے کی مٹّی اپنے کپڑوں پر سے جمع کرتے رہے اور بالآخر وہی مٹّی ان کی قبر بنی، یقیناً انہیں اسی مٹّی میں بہت کچھ نظر آرہا تھا اور انہوں نے اس مٹّی کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت و منزلت کو پہچان لیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس مٹّی کو بھی پالیا اور اس مٹّی کے اندر چھپے ہوئے دنیوی

اور اُخروی خزانے بھی لُوٹ لئے، مگر آج ہم اس مُبارک غُبار سے محروم ہو کر ذِلّت کی مٹّی چاٹ رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کے قدموں میں گر کر روزی کی بِھیک مانگ رہے ہیں۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے راستے کے غُبار کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کرو اور پھر اُسے پانے کے لئے خُوب محنت کرو، تمہیں ان شاء اللہ وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی تمہیں اس دُنیا میں اور پھر مَرنے کے بعد ضرورت ہے۔ یاد رکھو! اگر تُمہارے قدم اس غُبار کو پانے میں کامیاب ہو گئے، تو یقین کرو! دُنیا کا کُفر تمہارے انہیں قدموں کے نیچے دَم توڑے گا۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے راستے کے غُبار کی حقیقت سمجھا دے اور اس غُبار کا کچھ حصہ عطاء فرما کر اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے اُمّتِ مُسلِمہ کا مُقدّر بنا دے اور جہنّم کی آگ کو ہم سب پر حرام فرما دے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى

اور (دیکھو) نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے
کی مدد کیا کرو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ٨

بحری جہاد کی فضیلت کا بیان

مجاہد کے سمندر کی طرف دیکھنے اور تکبیر کہنے کی فضیلت

شکست کے بعد اُبھرنے کا نسخہ

شکست کے بعد جماعت کو سنبھلنے اور ابھرنے کا نسخہ بتایا جارہا ہے، جس کا ایک اہم جزو یہ ہے کہ جماعت صحابہ کے تمام افراد نبی کریم ﷺ سے کوئی بدظنی اور بدگمانی نہ رکھیں اور نہ منافقین کی باتوں میں آکر ان کے دلوں میں آپ کا احترام اور ادب کمزور ہو۔ شکست کے بعد عمومی طور پر یہ فتنہ بھی آتا ہے کہ امام کے خلاف آوازیں اٹھنا شروع ہوجاتی ہیں۔ اگر جماعت کے لوگ اس کا اثر لے لیں تو جماعت کی قوت اور شوکت ختم ہوجاتی ہے اور اس کا رعب ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتح الجواد:۱/۳۰۲)

شکست کے بعد جماعت کو تازہ دم بنانے کا نسخہ

شکست کے بعد جماعت کی تازہ اور مضبوط تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ غلطی آئندہ نہ ہو جسکی وجہ سے شکست ہوئی ہے تو جماعت کی تربیت کا نصاب ایک بار پھر یاد دلایا گیا ہے وہ نصاب یہ ہے۔

1. تلاوت قرآن پاک
2. تزکیۂ نفس
3. تعلیم کتاب اللہ
4. تعلیم حکمت۔

(فتح الجواد:۱/۳۶۰)

باب ۸

بحری جہاد کی فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اُمِّ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر جایا کرتے تھے، وہ آپ کو کھلایا پلایا کرتی تھیں، [حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہونے کی وجہ سے محرم تھیں]۔ حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے، تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کی صفائی کرنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے میری اُمّت کے کچھ لوگ دِکھائے گئے جو سمندر میں اس طرح سے سوار ہو کر جہاد کریں گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں۔ اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دعاء فرما دیجئے کہ اللہ (تعالیٰ) مجھے بھی اُن میں شامل فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعاء فرما دی، پھر آپ نے سر مبارک رکھا اور سو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ تو اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! کس [چیز کی خوشی] نے آپ کو ہنسایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جیسی بات فرمائی کہ مجھے میری اُمّت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے [لشکر] والوں میں سے ہو۔ حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا بحری جہاد میں تشریف لے گئیں، مگر سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر کر انتقال فرما گئیں۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت کے اس پہلے لشکر (والوں) کے لئے جنّت واجب ہو گئی جو سمندر میں جہاد کریں گے۔ حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! [کیا] میں ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ہاں] تم ان میں سے ہو؟ وہ فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت کے اس لشکر کے لئے مغفرت ہے جو قیصر [رُوم] کے شہر پر حملہ آور ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! [کیا] میں ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ (بخاری)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سمندر میں سب سے پہلے جہاد کا آغاز حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فرمایا۔ یہی علّامہ فریابی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی تحقیق ہے اور حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قبرص میں جہاد کے لئے مامور ہوئے تو ان کی اہلیہ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئیں، وہاں پر وہ اپنے خچر سے گر کر انتقال فرما گئیں۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قبرص کے لوگ ان کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعاء کیا کرتے تھے۔ پھر امیر المؤمنین سُلیمان بن عبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مَسلَمہ بن عبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ کو قسطنطُنیہ پر حملے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے ایک بہت بڑا برّی اور بحری لشکر تیار فرمایا، اہلِ شام اور اہلِ جزیرہ میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کا برّی لشکر ساتھ ہوا، جبکہ مصر اور مغرب والوں نے ایک ہزار کشتیوں کا بحری بیڑہ عُمَر بن ہُبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کی کمان میں روانہ کیا۔ مَسلَمہ بن عبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اس لشکر نے قسطنطُنیہ کا تیس ماہ تک محاصرہ کیا، یہاں تک کہ اہلِ لشکر بھوک سے تنگ آ کر مُردار اور ناپاک چیزیں کھانے پر مجبور ہوگئے، حالانکہ مجاہدین کی چھاؤنی میں گندم کے ڈھیر پہاڑ کی طرح بلند تھے، مگر انہیں اس لئے رکھ دیا گیا تھا تاکہ رومی خوفزدہ رہیں اور یہ سمجھیں کہ اسلامی لشکر کے پاس وافر مقدار میں سامان خورد و نوش موجود ہے، جب حضرت عُمَر بن عبدُالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی۔ [یعنی اس حملے میں قسطنطُنیہ فتح نہیں ہوا، اس کی فتح بہت عرصے کے بعد ہوئی۔]

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ خشکی پر جہاد کرنے کی بنسبت سمندر میں جہاد کرنے کے زیادہ فضائل ہیں، ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سمندر کی ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے۔

حضرت عبدُاللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ایک حج جس نے حج [فرض] اداء نہ کیا ہو، [جہاد کی] دس لڑائیوں سے بہتر ہے اور اس شخص کا ایک لڑائی میں حصہ لینا جس نے حج [فرض] اداء کرلیا ہو، دس حج کرنے سے بہتر ہے اور سمُندر کی ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے اور جس نے سمُندر کو عبور کیا، گویا کہ اس نے تمام وادیوں کو عُبور کرلیا [یعنی تمام وادیاں عُبور کرنے کا اَجر پالیا] اور سمُندر میں [جہاد کے دوران] قے کرنے والا [اَجر میں] خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔

(مجمع الزوائد، السنن الکبریٰ، المستدرک)

حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمُندر میں جسے چکر اور قے آجائے اُسے ایک شہید کا اَجر ملتا ہے اور جو اس میں ڈوب جائے اُسے دو شہیدوں کا اَجر ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میں مرد ہوتی تو پھر صرف سمُندر ہی میں جہاد کرتی رہتی، کیونکہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جسے سمُندر میں قے آجائے [وہ اَجر وثواب میں] خشکی پر اپنے خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ (کتاب السنن)

سمُندری جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں شہید ہونے والے برّی جہاد کے شہداء سے افضل ہیں۔ مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سمُندر میں چکر اور قے آنے پر برّی شہید کے برابر اَجر ملتا ہے تو پھر سمُندر میں شہید ہونے والے کا کیا ہی اُونچا مقام ہوگا؟

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمُندر کے شُہداء اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک خُشکی کے شُہداء سے زیادہ افضل ہیں۔

(الطبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

حضرت کعبُ الاَحبار رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: سمُندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر کئی فضیلتیں حاصل ہیں:-

❶ جب وہ اپنا پاؤں سمُندر میں [کسی سواری پر] اللہ تعالیٰ سے اَجر کی اُمید میں رکھتا ہے تو

اس کے لئے جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر اگر وہ قتل کر دیا جاتا ہے یا ڈوب جاتا ہے تو اُسے دو شہیدوں کا اَجر ملتا ہے۔

۲ اور جب وہ سمندر میں سوار ہوتا ہے تو اُس وقت سے لے کر لوٹنے تک اُسے گردن کٹوانے والے خون میں لت پت شہید کا اَجر ملتا رہتا ہے۔

۳ اور سمندر کا ایک دن خشکی کے ایک مہینے سے اور اس کا ایک مہینہ خشکی کے ایک سال سے [اَجر میں بہتر ہے]۔ (کتاب السنن ورجالہ رجال الصحیح)

سمندری جہاد میں شرکت کرنے والے کے لئے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ بعض روایات میں اُسے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے والوں جیسا بتایا گیا ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے ساتھ جہاد کرنے سے محروم رہا، اُسے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے۔

(الطبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں ایک بار جہاد کرنا، میرے ساتھ پچاس بار جہاد کرنے جیسا ہے اور جس نے سمندر میں جہاد کیا، پھر واپس اس [سمندری جہاد] کی طرف لوٹ کر آیا، وہ اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول (ﷺ) کی پکار پر لبیک کہنے والے جیسا ہے۔ (ابن عساکر وھذا مرسل غریب)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سمندر میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے کی ایک لڑائی میں حصہ لیا...... اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے کہ کون اُسکے راستے میں ہے...... تو اُس نے اللہ (تعالیٰ) کی فرمانبرداری کا حق اداء کر دیا اور اُس نے جنّت کو ہر طریقے سے پالیا اور جہنّم سے ہر طریقے سے بچ گیا۔ (ابن عساکر)

سمندر میں جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ روایات میں آیا ہے: سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خشکی میں جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھنے والے پر حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی پر جہاد کرنے والے پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی خشکی میں جہاد کرنے والے کو اپنے اہل و مال میں بیٹھنے والے پر۔ (الطبرانی فی الکبیر)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کی فضیلت اور مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو خود قبض فرماتا ہے، جبکہ دوسرے شہداء کی ارواح ملک الموت قبض کرتے ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ (تعالیٰ) نے روحوں کو قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے کو مقرر فرمایا ہے، مگر سمندر کے شہداء کی ارواح کو وہ خود قبض فرماتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) خشکی پر شہید ہونے والے مجاہد کے سارے گناہ بخش دیتا ہے سوائے قرض کے، جبکہ سمندر کے شہید کے قرضے سمیت سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، ضعیف)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کے ایک دن کا اجر خشکی پر جہاد کرنے والوں کے ایک مہینے کے اجر جیسا ہے۔ اس بارے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے ساتھ [مل کر] جہاد نہ کیا ہو، اُسے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے، بیشک سمندر کے ایک دن کا اجر خشکی کے ایک ماہ کے اجر جیسا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

سمندر میں جہاد کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل شہداء وہ ہیں جن کی سواریاں سمندر میں اُلٹ جاتی ہیں اور وہ ڈوب جاتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سمندر میں ڈوبنے والے کو دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ)

کے نزدیک بہترین شہداء اَصحابُ الأکُف ہیں۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رَسُول! اَصحابُ الأکُف کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی سواریاں سَمُندَر میں اُن پر اُلٹ جاتی ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

سَمُندَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ کا کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

رَسُولُ اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ میں نے [خواب میں] اپنی اُمّت کے کچھ لوگوں کو سَمُندَر میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا، ان لوگوں کو قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ غم میں نہیں ڈالے گی۔ (شفاء الصدور، ابن ماجہ)

ایک صحیح حدیث سے جو آگے آنے والی ہے، ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جہاد میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کرے گا، اُسے قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے امن نصیب ہو جائے گا، چونکہ سَمُندَر کا غازی زیادہ افضل ہے، اس لئے وہ اس فضیلت کا زیادہ مستحق ہے۔

سَمُندَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ ہے کہ روایات کے مطابق انہیں ہر دو موجوں پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کرنے کا اَجر ملتا ہے۔

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سَمُندَر میں جہاد کیلئے سوار ہوا، اُسے ہر دو موجوں کے درمیان اتنا اَجر ملے گا گویا کہ اس نے اللہ (تعالیٰ) کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کرلی ہو۔ (شفاء الصدور)

سَمُندَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک اور فضیلت کا بیان ذیل کی روایت میں ہے۔

حضرت کعبُ الاَحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنا ایک قدم [جہاد کے لئے] کشتی میں رکھتا ہے تو اس کے سارے گناہ اس کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور وہ اس طرح [پاک] ہو جاتا ہے جیسے پیدا ہوتے وقت [گناہوں سے] پاک تھا اور سَمُندَر میں جسے چکر اور قے آئے، وہ دورانِ جہاد خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے اور اس میں صبر کرنے والا اس بادشاہ کی طرح ہے جس کے سر پر تاج ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصورؒ باسناد جید موقوفا)

حَیُّ الْمَعَافِرِی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عَبْدُاللہ بن عَمْرو رضی اللہ عنہما کے ساتھ اِسْکَنْدَرِیَہ کے مینار کے پاس بیٹھے تھے، اس وقت [مجاہدین کی] کچھ کشتیاں دشمن کی طرف روانہ ہوئیں ۔ حضرت عَبْدُاللہ بن عَمْرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے مَسْلَمہ! ان لوگوں کے گناہ کہاں ہیں؟ مَسْلَمہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ان کے گناہ انہیں کی گردنوں پر ہیں حضرت عَبْدُاللہ بن عَمْرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان کے گناہ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں سوائے قرض کے۔ (الاوسط لامام ابی بکر بن المنذرؒ)

حضرت عَبْدُاللہ بن عَمْرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) سَمُنْدَر کے مجاہدین پر چند مقامات پر [خوشی اور رضا سے] ہنستا ہے:۔

❶ جب وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کشتی میں آ کر بیٹھتا ہے، ❷ جب اُسے کشتی میں چکر آتے ہیں، ❸ جب وہ خُشکی کی طرف آتا ہے اور خُشکی کو دیکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ موقوفا باسناد جید)

سَمُنْدَر کے جِہاد کی ایک اور فضیلت کا بیان اس حدیث میں ہے جس میں رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سَمُنْدَر کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے کہ وہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ شَہد پی رہا ہے اور خُشکی کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے چیونٹی نے کاٹا ہو۔ (شفاء الصدور)

یَحْیٰ بن سَعِید رحمۃ اللہ علیہ سے مَروی ہے کہ سَمُنْدَر کا شہید اپنے سَتّر پڑوسیوں کی شَفاعت کرے گا، یہاں تک کہ اس کے پڑوسی قیامت کے دن آپس میں جھگڑیں گے اور ان میں سے ہر ایک زیادہ قریبی پڑوسی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ (شفاء الصدور)

حضرت عَبْدُاللہ بن عَمْرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سَمُنْدَر میں جِہاد کرنا اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں مَقبول سونے کا ڈھیر خرچ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، مصنف ابن ابی شیبہ)

خَیْثَمَہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طَرابُلُس میں عاصِم نامی ایک شخص رہتے تھے، اُن کے انتقال

کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو اُن کا حال پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رَحمت اور بلند جنّتوں میں ہوں۔ میں نے پوچھا: کس عمل کی بدولت؟ فرمایا: سمندر میں زیادہ جہاد کی وجہ سے۔

قاضی اَبُوبکر بن اَلعَرِبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا یقین اور توکّل اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر بڑھ جائے اور اس کا دل گواہی دینے لگے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی بے وُقعتی اس کے سامنے آ جائے، تو اُسے چاہیے کہ سمندر میں [جہاد کے لئے] سوار ہو۔

عَلّامہ ابنِ قُدامہ حَنبَلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سمندر میں جہاد کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ سمندری سفر خطرات اور مشقّتوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس میں جہاد کرنے والے کو دُشمن کے عِلاوہ سمندر میں ڈوبنے کا بھی خطرہ رہتا ہے اور وہ جنگ سے اکیلا بھاگ بھی نہیں سکتا۔ (المغنی لابن قدامہؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں سمندری جہاد کی فضیلت کے بیان کے بعد اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سمندر میں سکون کی حالت میں جہاد اور حج کے لئے سفر جائز ہے، لیکن اگر سمندر میں طوفان ہو اور سلامتی کا اِمکان نہ ہو تو پھر یہ سفر جائز نہیں رہتا۔

اَبُو عِمرانَ الجَونِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم فارِس میں تھے اور زُہیر بن عبدُاللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے امیر تھے، انہوں نے ایک شخص کو ایسی چھت پر [سوئے ہوئے] دیکھا جس کے اردگرد کوئی دیوار نہیں تھی۔ انہوں نے مجھے فرمایا: کیا آپ نے اس بارے میں کوئی روایت سنی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے کسی ایسی چھت پر رات گزاری جس پر کوئی دیوار یا آڑ نہ ہو تو میں ایسے شخص سے بَرِیُّ الذِمّہ ہوں اور جو شخص سمندر میں طوفان کے وقت سوار ہوا تو میں اس سے بَرِیُّ الذِمّہ ہوں۔ (رواہ احمد فی المسند مرفوعاً وموقوفاً)

فصل

مجاہد کے سمندر کی طرف دیکھنے اور تکبیر کہنے کی فضیلت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سمندر میں اجر کی امید اور نیت کے ساتھ مسلمانوں کے دفاع کے لیے [سواری پر] بیٹھا، تو اللہ (تعالیٰ) سمندر کے ہر قطرے کے بدلے اسے ایک نیکی عطاء فرماتے ہیں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے خیبر پر حملہ کیا اور وہ لوگ [اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے] کدالیں لے کر نکل رہے تھے، جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو دوڑتے ہوئے اپنے قلعوں میں چلے گئے اور کہنے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کا لشکر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا: خیبر تباہ و برباد ہوگیا ہے، بے شک جب ہم کسی قوم پر چڑھائی کرتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آوازوں پر اللہ (تعالیٰ) فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں:۔ ❶ اذان، ❷ جہاد میں تکبیر [یعنی اللہ اکبر] کہنا، ❸ [حج کے] تلبیہ [لبیک کہنے میں] آواز کو بلند کرنا۔ (ابن عساکر)

حکایت:

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ایک قبر پر سے گزرے اس قبر والے پر عذاب ہو رہا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اتنا سخت عذاب دیکھا تو انہیں ترس آیا، اسی دوران اچانک اس قبر پر رحمت نازل ہونے لگی اور قبر نور سے بھر گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قبر والے سے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ چنانچہ وہ زندہ ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے ماجرا پوچھا۔ تو وہ کہنے لگا: میرا ایک بھائی اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری میں مصروف ہے، اس نے میری طرف سے [جہاد میں] ایک بار اللہ اکبر کہا، تو اللہ تعالیٰ نے

مجھے بخش دیا اور عذاب سے نکال دیا۔

حکایت:

اَبُوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا تھا، جو گناہ گار تھا، ایک بار وہ بیمار ہو گیا تو اس نے مجھے رات کو ملاقات کے لئے بلوایا۔ میں جب اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ دو کالے فرشتے اس کے قریب آ چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پڑھی اور کہا: میرا بھتیجا تباہ ہو گیا۔ اچانک دو سفید فرشتوں نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم اس [مریض] کے پاس جاؤ۔ جب وہ فرشتہ اُترا، تو کالے فرشتے ایک طرف ہٹ گئے۔ اس سفید فرشتے نے آ کر پہلے اُس کا منہ سونگھا اور کہنے لگا: میں اس میں ذکر اللہ نہیں پاتا، پھر پیٹ سونگھا اور کہنے لگا: میں اس میں روزے نہیں پاتا، پھر اس کے دونوں پاؤں سونگھے اور کہنے لگا: میں اس میں نماز نہیں پاتا، پھر وہ مایوس لوٹا اور اس کی زُبان کو سونگھا اور کہنے لگا: اللہ اکبر! میں نے اس کی زُبان میں پایا ہے کہ اس نے اَنطاکیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد میں ایک بار اللہ اکبر کہا تھا۔ چنانچہ اسی فرشتے نے اس کی رُوح نکالی اور گھر میں مُشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ (ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ فی کتاب الحقائق فی الرقائق)

فائدہ:

حضرت حُسَین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت کے لئے سَمُندَر میں ڈوبنے سے اَمان یہ ہے کہ وہ یہ [آیات] پڑھ لیا کریں:

❶ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (ھود: ۴۱)

❷ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ (الزمر: ۶۷)

دعوت

[حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سَمُندَری لڑائیوں کی پیشین گوئی اور سَمُندَری جہاد کی فضیلت

اس وقت بیان فرمائی تھی جب مسلمان اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے اور پوری دُنیا کے سُمندر کافروں کے قبضے میں تھے، لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مُبارک فرامین کو اپنے سینوں میں بَسا لیا تھا، چنانچہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے مُبارک زمانے میں مسلمان غازیوں نے سُمندروں پر کمند ڈالی اور پھر سُمندر بھی ان کے قدموں تلے سمٹتے چلے گئے اور سُمندروں کے شور پر تکبیر کے نعرے غالب آنے لگے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سُمندروں پر قبضہ کئے بغیر دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند نہیں کیا جا سکتا اور نہ سُمندروں میں امن قائم کئے بغیر انسانیت کو وافر روزی مل سکتی ہے اور نہ سُمندری خزانوں کے بغیر کوئی مضبوط اور عالمگیر حکومت چل سکتی ہے، ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُمندری جہاد کے اس قدر فضائل بیان فرمائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اَسلافِ اُمّت نے ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے ایسی زبردست قربانیاں دیں اور ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ سُمندر کا سینہ ان کے لئے کھلتا چلا گیا اور سُمندر نے اپنے خزانے ان کے قدموں پر ڈال دیئے اور اللہ تعالیٰ کے ان بندوں نے زمین کی طرح سُمندروں میں بھی امن قائم کیا اور وہ تمام فضائل بھی ان کا مُقدّر بنے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُمندر کے غازیوں کے لئے بیان فرمائے ہیں، مگر پھر جب مسلمانوں سے خلافت کا تاج چھین لیا گیا اور بداعمالیوں اور دشمنوں کی سازشوں نے مسلمانوں کو جہاد سے محروم کر دیا اور مسلمان ایک اُمّت کی طرح رہنے کی بجائے قوموں، قبیلوں اور زبانوں میں بٹ کر رہ گئے تو خشکی کی طرح سُمندر سے بھی ان کا رُعب اور دبدبہ اٹھ گیا، چنانچہ آج دنیا کے تمام گرم سُمندر امریکی، برطانوی، فرانسیسی، اسرائیلی بحری بیڑوں اور آبدوزوں کی دسترس میں ہیں، سُمندر کا جو علاقہ مسلمانوں کے پاس ہے وہ بھی محفوظ نہیں ہے، بلکہ اس کے سینے پر صلیب کا خنجر گاڑا جا چکا ہے، سُمندری جہاد کے فضائل تو مسلمانوں کی کتابوں میں ہیں مگر آج سُمندر پر قبضہ ان کے دشمنوں کا ہے، امریکی جہاز ان سُمندروں میں نہایت امن

کے ساتھ بدامنی پھیلاتے پھر رہے ہیں اور جب چاہتے ہیں ،افغانستان ، سوڈان، عراق اور مسلمانوں کے دوسرے علاقوں پر میزائل داغتے ہیں اور اب انہیں یہ خطرہ نہیں ہے کہ محمد شاہ فاتح کی طرح کوئی مسلمان خشکی پر اپنا بحری بیڑہ چلاتا ہوا سمندروں میں اُترے گا اور قسطنطین کی باقیات کو ان سمندروں میں غرق کر دے گا، کیونکہ محمد شاہ فاتح تو انتقال کر چکے ہیں اور اب مسلمانوں کا اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسلام کو جانتے ہیں اور نہ جہاد کو پہچانتے ہیں ،وہ راتوں کو چھپ اللہ تعالیٰ کی بجائے کافروں کو سجدے کرتے ہیں اور سمندر میں جہاد تو درکنار یہ حکمران مسلمانوں کے سمندر کافروں کو بیچتے جا رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آج بھی حضور اکرم ﷺ کے بیان فرمودہ سمندری جہاد کے فضائل مسلمانوں کو ترقی ،نجات اور کامیابی کا راستہ بتا رہے ہیں، آج اگرچہ سمندر میں جہاد ہمارے لئے کافی مشکل ہو چکا ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ جہاد آسان کب تھا؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو صحراؤں کے باسی تھے، مگر وہ ان فضائل اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مبارک باتوں پر یقین کرتے ہوئے سمندروں میں کود پڑے تو آسمان سے فوراً نصرت نازل ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری دُنیا کے بحر و بر پر چھا گئے ،آج اگر سمندروں میں بڑے بڑے بحری بیڑے پھر رہے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی رومیوں کے بحری بیڑے اس وقت کے لحاظ سے چھوٹے اور کمزور نہیں تھے، آج بارود کے اس دور میں مسلمانوں کے لئے جہاد کی زیادہ سہولت موجود ہے، کیونکہ آج سمندر میں چلنے والا ہر بحری بیڑہ ، بحری جہاز اور آبدوز یں اپنا تباہی کا سامان اپنے اُوپر لاد کر نکلتی ہیں ،بس ضرورت تو جانبازی اور سرفروشی کی ہے، آج مسلمانوں کو سمندر کی کالی، نیلی خوفناک لہروں سے ڈرنے کی بجائے سمندر میں شہادت کی لذّت کو سوچنا چاہئے ، کیونکہ ہم نے پڑھ لیا ہے کہ سمندر میں شہید ہونے والے کو رُوح نکلتے وقت ایسا مزہ آتا ہے جیسے ٹھنڈے پانی میں شہد گھول کر پینے کا۔

اے حرم پاک کی حُرمت کے محافظو! اے مدینہ مُنوّرہ کے میناروں سے عشق کا دعوے کرنے والو! اے حجرِ اسود اور گنبد خضراء پر مر مٹنے والو! آج حجاز کے سَمُندَروں کو پھر مجاہدین کی ضرورت ہے، ایسے مجاہدین کی، جوان سَمُندَروں کو دشمنوں کی ناپاک طاقت اور ان کے ناپاک وجود سے پاک کردیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سَمُندَر اور خشکی پر اپنے پیارے دین کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین]


بسم الله الرحمن الرحيم


سبحان الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۹

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

اپنے مجاہد ساتھیوں پر خرچ کرنے کے فضائل

انفاق کی برکت

مال کی محبت دل سے نکلے گی تو جہاد میں جانا آسان ہوگا اور مال جیب سے نکلے گا تو جہاد لڑنا آسان ہوگا، اس کے برعکس اگر دل میں مال کی محبت بھری رہی تو بزدلی پیدا ہوگی، تب دشمن غالب آجائیںگے اور اگر مسلمان مال جمع کرتے رہے اور جہاد میں لڑنے والے اللہ تعالیٰ کے شیر اسباب کو ترستے رہے تو پوری اُمتِ مُسلمہ کو نقصان پہنچے گا۔ (فتح الجواد: ۱/۴۹)

جذبۂ جہاد کیسے پیدا ہو؟

جہاد کا جذبہ اور صبر کی صفت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل مال کی محبت سے محفوظ ہو اور مال کی محبت کم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے۔ (فتح الجواد: ۱/۶۰)

باب ۹

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرہ:۲۴۵)

ایسا کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا چڑھا کر بدلہ عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

②

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۝ (البقرہ:۲۶۱)

ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اُگائے سات بالیں، ہر بال میں سوسو دانے اور اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وُسعت والا جاننے والا ہے۔(البقرہ:۲۶۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ ...... الی آخرہ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی: اے میرے رب! میری اُمّت کے لئے اور زیادہ عطاء فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی: اے میرے رب! میری اُمّت کے لئے اور زیادہ عطاء فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۝ (الزمر:۱۰)

بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔(موارد الظمآن، بیہقی فی الشعب)

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ [اللہ تعالیٰ کے ہاں] سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن حبان صحیح الاسناد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے [شبِ معراج] میں ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کا ہر قدم تا حدِ نظر پڑتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، جبرائیل علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلے جیسی ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے راستے کے مجاہد ہیں، ان کی نیکیاں سات سو گنا بڑھادی جاتی ہیں۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (سبا: ۳۹)

ترجمہ: اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرتے ہو سو وہی اس کا عوض دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا، جن کے سر بڑے بڑے پتھروں سے کچلے جارہے تھے، ان کے سر جب بھی کچلے جاتے وہ پھر پہلے جیسے ہو جاتے تھے اور یہ صورتِ حال بغیر وقفے کے جاری تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بھاری ہو جاتے تھے، [یعنی یہ لوگ نماز میں غفلت کرتے تھے]۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے آگے پیچھے زمین کے ٹکڑے تھے اور وہ جہنم کے انگاروں، پتھروں، کانٹے دار درختوں اور زقوم کے درمیان جانوروں کی طرح چرائے جارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال میں سے صدقات [واجبہ] ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے۔ (دلائل النبوۃ، بزاز)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لگام والی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو لگام والی اونٹنیاں ملیں گی۔ (مسلم، المستدرک)

حدیث شریف کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اُسے سات سو اُونٹنیاں خرچ کرنے کا اَجر ملے گا اور حدیث شریف کو اس ظاہری معنیٰ پر بھی رکھا جا سکتا ہے کہ اُسے واقعی جنّت میں سات سو اُونٹنیاں ملیں گی، جن پر وہ تفریح کی خاطر سوار ہوتا پھرے گا، جبکہ جنّت کے گھوڑے اور اُونٹ کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ علّامہ نَوَوی رحمۃ اللہ علیہ اس احتمال کو پسند فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

حضرت خُرَیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کیا، وہ ہر دن اس کے میزان میں ڈالا جاتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حدیث شریف میں سات سو گُنا اَجر بڑھنے کا جو تذکرہ ہے، وہ اس صورت میں ہے جب آدمی خود گھر بیٹھا رہے اور جہاد میں صرف مال خرچ کرے، لیکن اگر آدمی خود جہاد میں نکل کر کچھ خرچ کردے تو اس کا اَجر سات لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال بھجوادے اور خود گھر میں بیٹھا رہے تو ہر درہم پر سات سو درہم خرچ کرنے کا اَجر ملتا ہے اور جو شخص خود اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکل کر کچھ خرچ کرے، اُسے ہر درہم پر سات لاکھ درہم خرچ کرنے کا اَجر ملتا ہے، پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے]۔ (سورۃ البقرۃ) (ابن ماجہ، بیہقی فی الشعب)

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [جنّت کی] خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے، جس نے جہاد میں نکل کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کیا، بیشک اُسے ہر کلمہ کے بدلے سَتّر ہزار نیکیاں ملتی ہیں، ان نیکیوں میں سے دس گُنا بڑھائی جاتی ہیں، اس زیادتی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطاء فرماتا ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسُول! [جہاد میں] خرچ کرنے کا کیا اَجر ہے؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ کرنا بھی اِسی قدر [یعنی ذکر کی طرح] بڑھتا ہے۔ راوی عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا اَجر سات سو گُنا ہے [جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے]۔ حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری سمجھ بہت تھوڑی ہے، سات سو گُنا اَجر تو تب ملتا ہے جب خرچ کرنے والا خود گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد کے لئے نہ نکلے، لیکن

اگر کوئی جہاد میں نکل کر خرچ کرے تو اللہ (تعالیٰ) نے اس کے لئے اپنی رحمت کے خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم نہیں پہنچ سکتا اور ایسے لوگوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جماعت ہیں اور اللہ (تعالیٰ) کی جماعت ہی غالب رہتی ہے۔ (الطبرانی مجمع الزوائد، وفی اسنادہ راوِلم یسم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کیا تو اُسے جنّت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ خیر و بھلائی ہے، تم آجاؤ اور جو شخص نماز والوں میں سے ہوگا، اُسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں میں سے ہوگا، اُسے بابُ الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو صدقے والا ہوگا، اُسے صدقے کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو روزے والوں میں سے ہوگا، اُسے بابُ الرّیّان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ان سب دروازوں سے پکارے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ پس کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے امید ہے کہ آپ اُن میں سے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

مُسندِ احمد کی روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [کسی بھی چیز کا] جوڑا خرچ کرے گا، اُسے جنّت کا نگران فرشتہ پکارے گا: اے اللہ کے فرمانبردار! یہ خیر و بھلائی ہے آو اس کی طرف۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: یہ شخص تو خسارے سے بچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے جتنا فائدہ ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے کسی مال نے کبھی نہیں پہنچایا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے: مجھے تو اللہ (تعالیٰ) نے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال میں سے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو جنّت کے نگران فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں ـــــــ راویؒ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: دو گھوڑے یا دو اُونٹ، [اِسی طرح اور چیزوں میں سے بھی دو ۲ دو ۲، مثلاً دو گائے، دو کپڑے وغیرہ] (نسائی، المستدرک)

فصل

اپنے مجاہد ساتھیوں پر خرچ کرنے کے فضائل

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خرچ ہونے والے دیناروں میں افضل دینار وہ ہیں جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی اپنی جہاد کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے چالیس افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک رہے، انہیں کچھ زخم بھی لگے، مگر ان میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے زخم اور ضروریات دیکھیں، تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! ہم مالدار لوگ ہیں، آپ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنا مال لے آئیں اور (زخمی اور ضرورت مند) مسلمانوں کی مدد کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ اپنا مال لے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں)، (آگے فرمایا:) اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا۔ (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں انکے صبر کی وجہ سے دوگنا بدلہ ملے گا۔) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دُہرا اجر مقرر فرمایا۔ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (اور بھلائی سے برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

ارشاد فرمایا: یہ وہ مال ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی مدد کے لیے خرچ کیا۔

مال خرچ کرنے سے وہی مال مُراد ہے جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ (ابن عساکر)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر تنگی کے وقت میں ایک ہزار دینار کے ذریعے لشکرِ اسلام کی مدد کی، انہوں نے یہ دینار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دیئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ہاتھوں سے اُلٹتے پلٹتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے۔ (مسند احمد، ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے پروردگار! آپ عثمان سے راضی ہو جایئے، بے شک میں اُن سے راضی ہوں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے لئے جو تعاون فرمایا، اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے تین سو اُونٹ مع ساز وسامان کے عطاء فرمائے، پھر ایک ہزار دینار دیئے، پھر آپ نے اُونٹ ایک ہزار کر دیئے اور دینار دس ہزار اور بیس یا پچاس گھوڑے بھی عطاء فرمائے۔ (الریاض النضرہ)

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لئے پچاس ہزار دینار کی وصیت فرمائی، چنانچہ ایک شخص کو ایک ہزار دینار دیئے جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

زُہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہر ایک بدری صحابی کے لئے سات سو دینار کی وصیت فرمائی، اُس وقت اُن حضرات میں سے ایک سو حضرات زندہ تھے۔ مال لینے والوں میں سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اُس وقت خلیفہ تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جہاد میں ایک ہزار گھوڑے دینے کی وصیت بھی فرمائی۔ (ابن عساکر)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخِ قرطبی میں لکھا ہے کہ ذُوالریاستین بن سہل رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد میں دس لاکھ دینار خرچ فرمائے اور فرمایا: اگر میرے پاس اس سے دو چند ہوتے تو وہ بھی خرچ کر دیتا۔

چوتھے باب میں آپ اُمِّ ابراہیم الھاشمیہ رحمہا اللہ کا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ اُنہوں نے کس طرح سے اپنا بیٹا بھی جہاد میں بھیجا اور دس ہزار دینار بھی عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُس کی رضا کے لئے خرچ کرنے والوں کے واقعات بے شمار ہیں۔

نافع القبری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ اگر کوئی عورت ان کے پاس چند دھاگے کات کر

لاتی اور کہتی کہ یہ جہاد میں قبول کرلو، تو قبول کرلیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اس سے غنی کیا ہے [پھر آپ کیوں یہ قبول کرلیتے ہیں؟] تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کیا ہے، لیکن میں اس لئے لے لیتا ہوں تا کہ دینے والے کو بھی اجر مل جائے اور جب ہم آگے دیں گے تو ہمیں بھی اجر مل جائے گا۔ بے شک انہوں نے سچ فرمایا، اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ایک ذرّے کے برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر ذرہ برابر نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے اجرِ عظیم عطاء فرماتا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نیکیوں میں سے کسی [چیز کو بھی] حقیر نہ سمجھو۔ (مسند احمد)

چنانچہ انسان کو چاہئے کہ کم چیز کو خرچ کرنے سے نہ شرمائے، بے شک اگر اُس کی نیّت اچھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا دے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنّت میں داخل ہوا، اُس سُوئی کی وجہ سے جو اُس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کسی کو عاریۃً دی تھی اور ایک عورت جنّت میں داخل ہوئی ایک سوئے کی وجہ سے جو اُس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں دیا تھا۔

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کرو، اگرچہ ایک تیر کا پیکان ہی کیوں نہ ہو۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

ایک عبرت آموز واقعہ

مدینہ منوّرہ میں ایک مجاہد اور بزرگ اَبُو قُدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رُومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کُوٹ کُوٹ کر بھر دیا تھا، ایک بار وہ مسجدِ نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے، ان کے ساتھیوں نے کہا: اے ابُو قُدامہ! آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب وغریب واقعہ سُنایئے۔ اَبُو قُدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک بار میں رَقّہ نامی شہر میں اُونٹ خریدنے گیا تا کہ اس پر اسلحہ لاد سکوں، ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اَبُو قُدامہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطاء فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو عطاء نہیں فرمائے

میں نے ان بالوں کو کاٹ کر رسی بنالی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مَل دی ہے، تاکہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے، میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں، دُشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کرلے، تاکہ میرے بالوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا غُبار نصیب ہوجائے، میں ایک بیوہ عورت ہوں، میرا خاوند اور خاندان سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوچکے ہیں، اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ اُس نے وہ رَسی مجھے دے دی اور کہنے لگی: اے اَبُو قُدامہ! میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے، جو قرآن کا عالم، گھُڑسواری اور تیر اندازی کا مشّاق ماہر خوبصورت نوجوان ہے، وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے، اس کی عمر پندرہ سال ہے، ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے، ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آجائے تو میں اُسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطورِ ہدیہ آپ کے ساتھ میدانِ جہاد میں بھیج دوں گی، میں آپ کو اسلام کی حُرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اَجر و ثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کریں۔

میں [اَبُو قُدامہ] نے وہ رَسی لے لی اور اُسے اپنے سامان میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں اپنے رُفقاء سمیت رَقّہ سے روانہ ہوگیا، ابھی ہم مَسْلَمہ بن عَبْدُالملِک رحمۃ اللہ علیہ کے قلعہ کے پاس پہنچے تھے کہ ایک گھُڑسوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی، ہم رُک گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم چلتے رہو، میں اس گھڑسوار کو دیکھتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ گھُڑسوار آپہنچا اور اس نے ملاقات کے بعد کہا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لَوٹایا۔ میں نے کہا: اے عزیز! اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ، تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کرسکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں، اگر لازم ہوگا تو ساتھ لے جاؤں گا ورنہ واپس لَوٹا دوں گا۔ اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز و نعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا: بیٹا! تمہارے والد زندہ ہیں؟ اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوچکے ہیں، اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اُن کی طرح قبول فرمالے۔ میں نے پوچھا: اے بیٹے! کیا تمہاری والدہ

ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: جاؤ! ان سے اجازت لے کر آؤ، اگر اجازت دیں تو آ جاؤ ورنہ اُن کی خدمت کرو، کیونکہ جنّت تلواروں کے سائے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

نوجوان نے کہا: اے اَبُوقُدَامہ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں انشاء اللہ شہید ابنِ شہید ہوں، آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن حفظ کر لیا ہے اور رَسُولُ اللہ ﷺ کی سُنّت کا علم بھی حاصل کر لیا ہے، گھُڑسواری اور تیر اندازی بھی سیکھ چکا ہوں، بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھُڑسوار نہیں چھوڑا، آپ میری عمر کو نہ دیکھیں، میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اے پیارے بیٹے! کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قُرب کی جُستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنّت میں ملنے کی کوشش کرنا، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرما دے تو پھر قیامت کے دن میری شَفاعت کرنا، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے سَتّر اَہلِ خانہ اور سَتّر پڑوسیوں کی شَفاعت کرے گا۔ پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رُخ آسمان کی طرف کر کے کہا: اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولیٰ! یہ میرا بچہ ہے، میرے دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے، میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں، اسے اپنے والد کے قریب کر دے۔

اَبُوقُدَامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سُنیں تو میں رونے لگا۔ لڑکے نے کہا: اے چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آ رہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی عذاب دے گا۔ میں نے کہا: میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رو رہا، لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رو رہا ہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ بہرحال ہمارا لشکر روانہ ہو گیا، میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بالکل غافل نہیں ہوتا تھا، جب ہمارا لشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھُڑسوار تھا اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمتگار بن جاتا تھا، وہ مسلسل

اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔

ایک دن غروبِ آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، چونکہ ہم روزے دار تھے اس لئے وہ نوجوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا، اچانک اُسے اُونگھ آ گئی اور وہ سو گیا، نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا، جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا: بیٹے! آپ نیند میں ہنس رہے تھے؟ اس نے کہا: میں نے ایک ایسا عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنسا دیا۔ میں نے پوچھا: تم نے خواب میں کیا دیکھا؟ کہنے لگا: میں نے دیکھا کہ میں عجیب وغریب سبز باغ میں ہوں، میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے، اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے، اچانک میں نے دیکھا کہ نوجوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے، اُن لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں۔ میں نے اُن میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، تو اس نے کہا: جلدی نہ کرو، ابھی اس کا وقت نہیں آیا، پھر میں نے سُنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ مَرضِیَّہ کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں: تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اُوپر والے حصے پر سُرخ سونے کا کمرہ تھا، جس میں سبز زُمرد کی ایک مسہری تھی، جس کے پائے چاندی کے تھے، اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی، جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا، اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی: خوش آمدید خوش آمدید، اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب! تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں۔ میں نے چاہا کہ اُسے سینے سے لگا لوں۔ تو کہنے لگی: ابھی رُکو، جلدی نہ کرو، میری اور تمہاری ملاقات کل ظُہر کی نماز کے وقت ہو گی۔

اَبُو قُدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواب سُن کر میں نے کہا: بیٹے! تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی، اب خیر ہی ہو گی (انشاء اللہ)۔ صبح کے وقت اعلانِ جنگ ہو گیا، ہر طرف آوازیں لگنے لگیں، اے اللہ کے

سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور جنّت کی بشارت پاؤ۔ اِسی اَثناء میں دُشمن کا ٹِڈی دَل لشکر سامنے آ گیا، ہم میں سب سے پہلے اُسی نوجوان نے حملہ کیا اور دُشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور اُن کی صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا، میں نے اُسے اِس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا: اے بیٹے! تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گُروں سے واقف نہیں ہو، اِس لئے واپس پیچھے چلو [اور اس طرح سے دُشمنوں کے درمیان نہ گھُسو]۔ اس نے کہا: چچا جان! کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت نہیں سنی؟

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب تم کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔

تو کیا اے چچا جان! آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر جہنّم والوں میں سے ہو جاؤں؟ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دُشمن نے یک بارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا، اس دن بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آ رہی تھی، میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا، ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور غُبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے، ابھی میں گھوم رہا تھا کہ میں نے اُسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے سُموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا، وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا: اے مسلمانو! میرے چچا اَبُوقُدَامہ کو میرے پاس بھیجو۔ میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا، خون، غُبار اور سُموں کے نیچے رَوندے جانے کی وجہ سے اُس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے کہا: میں اَبُوقُدَامہ ہوں۔ اس نے کہا: اے چچا جان! ربِّ کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا، میں اُسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں۔ اَبُوقُدَامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اُسے گود میں لے لیا اور اُس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غُبار صاف کرنے لگا۔

میں نے کہا: پیارے بیٹے! قیامت کے دن شَفاعت کے وقت اپنے چچا اَبُوقُدَامہ کو بھول نہ جانا۔

اس نے کہا: آپ جیسوں کو نہیں بھلایا جا سکتا، آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں، حالانکہ میرے کپڑے اِس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں، چچا جان! اِسے اِسی طرح چھوڑ

دیجیے تا کہ میں اِس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں، چچا جان! وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا میرے سَرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے: جلدی کیجئے! میں بہت مُشتاق ہوں، چچا جان! اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلود کپڑے دے دیجیے گا، تا کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں میں نے بُزدلی نہیں دکھائی اور میری طرف سے اُسے سلام بھی کہہ دیجیے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کرلیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے، وہ ابھی دس سال کی ہے، میں جب گھر آتا تھا وہ سلام کر کے میرا استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا وہی سب سے آخر میں مجھ سے جُدا ہوتی تھی، ابھی جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھے رُخصت کرتے وقت کہا تھا کہ بھائی جان! اللہ تعالیٰ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا۔ جب آپ کی اُس سے ملاقات ہو اُسے میرا اسلام کہیے گا اور کہیے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے: اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے، پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسُول ہیں، یہ وہ وقت ہے جس کا ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول ﷺ سچے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی، ہم نے اُسے دفن کر دیا، اللہ تعالیٰ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم جب اس لڑائی سے واپس لوٹے، تو رقہ شہر میں بھی آئے، میں فوراً اُس نوجوان کے گھر روانہ ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اُس نوجوان جیسی تھی، دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے سے پوچھتی ہے: چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ وہ جواب دیتا: جہاد سے۔ تو پھر پوچھتی: کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا؟ وہ کہتا: میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا۔ ابُو قُدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سُنا، تو میں اُس کے پاس پہنچا، مجھ سے بھی اس نے وہی پوچھا کہ چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے کہا: جہاد سے۔ کہنے لگی: کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی: کیا ہو گیا، سارے لوگ آ رہے ہیں، میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا؟ اس کی یہ

بات سن کر مجھے بہت رونا آیا، مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا۔ میں نے کہا: بیٹی! اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ اَبُو قُدَامہ سے بات کر لے۔ میری آواز سُن کر وہ خاتون نکل آئیں۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگی: اَبُو قُدَامہ! خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟ میں نے کہا: مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھایئے۔ کہنے لگیں: اگر میرا بیٹا واپس آ گیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے تو پھر تم خوشخبری سنانے والے ہو۔ میں نے کہا: خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرما لیا ہے۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی: کیا واقعی قبول فرما لیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ کہنے لگی: تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اُسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنا دیا۔ پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا: بیٹی! تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اُس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ یہ سُن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی، تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے ہلایا تو اُس کی رُوح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سُپرد کئے اور میں نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر و استقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آ گیا۔ (حکاھا احمد بن الجوزی الدمشقیؒ فی کتابہ المسمّٰی بسوق العروس وانس النفوس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔

(حدیث شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۰

اللہ تعالیٰ کے راستے پر خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

جہاد میں اپنا تمام مال قربان کرنا

غلبے کا راز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد میں مال لٹا دیا اللہ پاک نے روم و فارس کے خزانے ان کے قدموں میں ڈال دیئے اور دنیا کے مالدار ان کو جزیہ دینے لگے مگر جب مسلمانوں نے مال بچانے اور مال بنانے کا نعرہ لگایا تو آج انہیں سانس لینے کے لئے بھی کافروں کو ٹیکس دینا پڑتا ہے۔خود دیکھ لیجئے جہاد میں جان و مال لگانے والے ہلاک ہوئے یا جہاد سے جان چرانے والے ذلت کے ساتھ ہلاک ہو رہے ہیں۔(فتح الجواد:۱/۴۹)

ترکِ انفاق ہلاکت ہے

جو لوگ جہاد کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ جہاد سے اعراض کا نتیجہ قومی زندگی کی ہلاکت ہے۔(فتح الجواد:۱/۴۶)

منافقین جہادی چندے کے دشمن

منافقین جہادی چندے کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے وہ جب (یعنی جس زمانے میں) کمزور ہوتے تھے تو زبان سے اس پر اعتراضات کرتے رہے اور جب طاقت پکڑ لیتے ہیں تو قوت کے ساتھ اس کو روکتے ہیں۔(فتح الجواد:۳/۴۳)

باب ۱۰

اللہ تعالیٰ کے راستے پر خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۖ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (البقرہ:۱۹۵)

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ ، اِبنِ اَبی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے: اللہ تعالیٰ کے راستے [یعنی جہاد] میں خرچ کرنا چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (بخاری، تفسیر ابن ابی حاتمؒ)

یہی تفسیر دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے تابعین حضرات سے منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

(التوبہ:۳۴،۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن وہ جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی، یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۳

هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا

خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ

فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل و من یبخل فانما یبخل عن نفسه واللہ الغنی و انتم الفقرآء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوآ امثالکم . (محمد۔۳۸)(پارہ نمبر (۲۶)	کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے پھر بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں) اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم (بخل کر کے اس کے حکم سے) روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا فرمادے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۴)

ومالکم الا تنفقون فی سبیل اللہ وللہ میراث السموات والارض لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقو من بعد وقاتلوا وکلا عداللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر . (الحدید۔۱۰)(پارہ نمبر (۲۷)	اور تمہیں کیا! کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان وزمین آخر میں اللہ کا رہ جائے گا برابر نہیں ہیں تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کے راستے میں مال) خرچ کیا اور قتال کیا یہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور (اللہ کے راستے میں) لڑے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتے ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کونسی چیز اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے روک رہی ہے، حالانکہ تم لوگ مرنے والے ہو اور تم اپنے مال اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور یہ مال بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ "وللہ میراث السموات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹیں گے، کیونکہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ تو ختم ہو جائے گا، تو جس طرح میراث اس کے مستحق کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے۔ (تفسیر القرطبی)

☆ مالک بن اوس بن حدثان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف

لائے تو مسجد میں داخل ہوئے، میں بیٹھا ہوا تھا، آپ نے ہمیں سلام کیا، پھر ایک ستون کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں خوب لمبا کیا۔ پھر آپ نے أَلْهَـٰكُمُ التَّكَاثُرُ پوری سورۃ پڑھی۔ نماز کے بعد لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: اے ابوذر! رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث شریف سنائیے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب ﷺ سے سُنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"اُونٹ میں صدقہ ہے، گائے میں صدقہ ہے، گندم میں صدقہ ہے، جس نے سونا چاندی جمع کئے اور نہ وہ کسی مقروض کو دیئے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کئے تو اُسے اس سونے چاندی سے داغا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ...... الی آخرہ۔" (مکمل آیت اور ترجمہ اُوپر گزر چکا ہے۔) (ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اُن کے پاس کچھ مال آیا، اُن کے ساتھ اُن کی باندی تھی، وہ اُس مال کو ضروریات میں خرچ کرتی رہی، یہاں تک کہ اُس کے پاس سات درہم باقی رہ گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اُسے حکم دیا کہ ان کے سکے خرید لو۔ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ یہ سات درہم بچا کر رکھ لیں، شاید آپ کو اِن کی ضرورت پڑے، یا آپ کے پاس کوئی مہمان آجائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے دوست حضرت محمد ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ جو سونا اور چاندی [کسی تھیلی میں] گرہ لگا کر رکھا جائے وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہے، یہاں تک کہ وہ اُسے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں بانٹ دے۔ (مسند احمد، الطبرانی)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ (تعالیٰ) اُسے قیامت سے پہلے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرما دیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

اَسلم ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے، ہمارے امیرِ لشکر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما تھے، [لڑائی کے وقت] رُومی لشکر

اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا، مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے دشمنوں پر [تنہا] حملہ کر دیا، یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے، [حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ (البقرہ: ۱۹۵) [اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو]۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرما دیا تو ہم نے کہا کہ ہم [کچھ عرصہ] اپنے مال اور کاروبار کی اصلاح کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتا دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور اپنے اموال کی اصلاح کرتے رہیں۔ ابو عمران رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ (ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن حبان، حاکم)

اور بعض مفسرین کے نزدیک خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب جہاد میں مال خرچ نہ کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔[اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔] کی تفسیر فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا، بلکہ اگر کوئی آدمی صرف تیر کا پیکان ہی پائے تو وہی جہاد میں دے دے اور جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (السنن الکبریٰ، بیہقی)

فصل

جہاد میں اپنا تمام مال قربان کرنا

جہاد میں اپنے اُوپر اور اپنی سواری پر اور دوسرے مجاہدین پر مال خرچ کرنا، یا اس مال سے اسلحہ اور جہادی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنا، یا مجاہدین اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا، بلند ترین عبادات اور عظیم ترین صدقات میں سے ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت ہی بڑا ذریعہ ہے۔ اِسی لئے شیطان جتنی کوشش اور محنت جہاد میں خرچ کرنے سے روکنے میں لگاتا ہے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے روکنے کے لئے نہیں لگاتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ [جہاد میں] خرچ کرنے کی بدولت ایک مؤمن کو کتنا بڑا اجر، کتنا عظیم ثواب اور کیسے درجات نصیب ہوتے ہیں اور وہ کتنی سخت وعیدوں اور عذاب سے بچ جاتا ہے۔ ایک طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی بھی مسلمان جہاد میں مال خرچ نہ کرے، دوسری طرف انسان کا طبعی بُخل، اور خرچ نہ کرنے کی عادت اور جہاد میں خرچ کرنے کے عظیم فضائل سے ناواقفیت بھی اس کی مدد کرتی ہے۔ خُصوصاً اس دور میں جبکہ جہاد کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں اور لوگ جہاد کو بھولتے جا رہے ہیں، ہمارے شہروں [دِمَشق] وغیرہ میں تو اب جہاد رہا ہی نہیں، جبکہ دوسرے شہروں میں حقیقی جہاد بہت کم پایا جاتا ہے، چنانچہ آج ملعون دشمن کے مُقابلے میں جہاد کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کچھ مال نکالنا ممکن ہی نہیں رہا، کیونکہ شیطان انسانوں کو فقر و فاقے سے ڈراتا ہے اور بے حیائی میں لگاتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ہے: وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۝

[تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ ضرور بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہترین روزی دینے والا ہے۔] (سبا: ۳۹)

بعض اوقات ایک انسان جہاد میں نکلنے کے بارے میں شیطان پر غلبہ پا لیتا ہے اور اس کی باتوں میں نہیں آتا، لیکن یہی انسان جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں شیطان کی باتوں میں آجاتا ہے، کیونکہ شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو خود بھی جہاد میں چلا گیا اور سارا مال

بھی لے گیا تو پھر اگر تو واپس آ گیا تو تُو لوگوں کا محتاج بن کر پھرتا رہے گا۔ جہاد کے دوران تو زخمی اور بیمار بھی ہو سکتا ہے، اس لئے خود اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جا، لیکن اپنا مال پیچھے چھوڑ جا۔ شیطان کا یہ وسوسہ اُسی آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جس کے دل میں واپس آنے کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقے سے دنیا کی محبّت اور شہادت کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ شہادت پانے کا پکا عزم کر کے نکلتا، تو واپسی کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آتا۔ ہمارے اَسلاف شہادت کے شوق میں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبّت میں جہاد کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالتے تھے، کیونکہ ان کے دل میں واپس آنے اور زندہ رہنے کا خیال تک نہیں ہوتا تھا، اس لیے وہ لوگ شہادت کی عظمت اور لذّت سے واقف تھے۔ اَسلاف ہی میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ایک بار میدانِ جہاد میں جب لشکر آمنے سامنے آ گئے تو شیطان نے انہیں وسوسے ڈالنے شروع کئے۔ پہلے اُن کے دل میں بیوی کی یاد، اس کا حُسن و جمال، اُس سے قُرب کے لمحات اور اُس سے جدائی کے غم کو جگایا، پھر عیش و آرام والی زندگی اور مال و اسباب یاد دلائے، قریب تھا کہ اُن کے دل میں بزدلی اور دنیا کی محبّت پیدا ہو جاتی اور میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیتے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد فرمائی، انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے نفس! اگر آج میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹا تو میری بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام اور باندیاں آزاد اور میرا تمام مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے صدقہ ہے۔ اے نفس! کیا تو آج میدانِ جنگ سے بھاگ کر ایسی زندگی گزارنے کے لئے تیار ہے جس میں نہ بیوی ہوگی نہ مال و اسباب؟ ان کے نفس نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر میں پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے فرمایا: تو پھر چل آگے بڑھ۔ بعض مرتبہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو جہاد میں مال بھی ساتھ لے گیا اور تو مارا گیا تو تیری اولاد اور گھر والے دوسروں کے محتاج بن کر رہ جائیں گے، اس لئے اپنا مال پیچھے والوں کے لئے چھوڑ جاؤ، ان کے لئے اتنا صدمہ کافی ہے کہ تم جا رہے ہو، اب انہیں مال سے تو محروم نہ کرو۔ یہ وسوسہ ان لوگوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور انہیں اس بات کا بھروسہ نہیں ہوتا، کہ بندوں کی روزی کی ذِمّہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے، ورنہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اصل رزّاق اللہ تعالیٰ ہے میں تو اپنے اَہل وعِیال تک روزی پہنچانے کا ایک واسطہ ہوں، اُس پر شیطان کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حضرت حاتم اَصَم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سفر سے پہلے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کتنا خرچہ کافی ہوگا؟ تاکہ میں سفر سے پہلے اس کا انتظام کر دوں۔ ان کی بیوی نے کہا: اے حاتم! میں نے تمہیں کبھی بھی اپنا روزی دینے والا رزّاق نہیں سمجھا، میں تو تمہیں روزی کھانے والا سمجھتی ہوں، تمہیں جہاں جانا ہے خوشی سے چلے جاؤ [اور ہماری پرواہ نہ کرو، ہمارا رزّاق تو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے]۔

حضرت اَبُوبَکر رضی اللہ عنہ جو سابقین کے امام اور اُمّت میں سب سے افضل ہیں، ان کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے [غزوہ تبوک کے موقع پر] اپنا سارا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے اَبُوبَکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ فرمانے لگے: ان کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ آیا ہوں۔ (سنن دارمی)

یہی حال ان کی صاحبزادی اُمُّ الْمُؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، انہوں نے وہ سارے بانٹ دیئے اور ایک درہم تک ان میں سے نہیں بچایا۔ (المستدرک)

مال خرچ کرنے اور اُسے بچا کر نہ رکھنے کے سَلَف صالحین کے واقعات بے شمار ہیں، اگر ان کا کچھ حصہ بھی ذکر کیا جائے تو یہ باب بہت لمبا ہو جائے گا۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ کوئی چیز بھی اگلے دن کے لئے ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ (ابن حبان، موارد الظمآن)

حضرت عَبدُاللہ بن مَسعُود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے اپنے دو ایسے بندوں سے [ان کے مرنے کے بعد] گفتگو فرمائی، جنہیں اس نے [دنیا میں] خوب مال و اولاد عطاء فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے ایک سے فرمایا: ـــــــ کیا میں نے تمہیں کثرت سے مال و اولاد عطاء نہیں فرمائی تھی؟ اس نے کہا: اے میرے رب! آپ نے عطاء فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے اس کا کیا کیا؟ اس نے کہا: اِس خوف سے کہ میری اولاد فقیر اور محتاج نہ ہو جائے، میں وہ سارا مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تجھے

حقیقتِ حال کا علم ہوجائے تو تُو تھوڑا ہنسے گا اور زیادہ روئے گا۔ یادرکھ! تو اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی فقروفاقہ] سے ڈرتا تھا، وہ میں نے اُن پر اُتار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے یہی گفتگو فرمائی ــــ اور پوچھا: تم نے اپنے مال واولاد کا کیا کیا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی اولاد کے بارے میں آپ کے فضل وکرم پر یقین رکھتے ہوئے وہ سارا مال آپ کے کاموں میں خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تمہیں حقیقتِ حال کا علم ہوجائے تو تم زیادہ ہنسوگے اور تھوڑا روؤ گے، تو نے اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی میرے فضل وکرم] کا یقین رکھا تھا، وہ میں نے اُن پر اُتار دیا ہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

ایسا ہی واقعہ امیر المؤمنین عُمر بن عبدُالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے اپنے گیارہ بیٹوں کو بلایا، پھر اپنا سارا مال جمع کر کے بیویوں کو ان کا شرعی حصہ دینے کے بعد ہر بیٹے کو صرف ایک ایک دینار ملا۔ مَسْلَمہ بن عبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اپنے بیٹوں کا معاملہ میرے سپرد کردیں۔ عُمر بن عبدُالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے بیٹے اگر صالحین میں سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا خود متولی ہے اور اگر یہ صالحین میں سے نہ ہوئے تو پھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی مدد کیوں کروں؟ ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سو مجاہدین کو مکمل سامانِ جہاد دے کر سو گھوڑوں پر سوار کیا، [یعنی ان کے مال میں اتنی برکت ہوگئی،] جبکہ مَسْلَمہ بن عبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ نے مرتے وقت اپنے ہر بیٹے کے لئے گیارہ ہزار دینار چھوڑے لیکن ان کے ایک بیٹے کو دیکھا گیا کہ وہ حمام میں پانی گرم کرنے کی [معمولی] نوکری کر رہا تھا، [یعنی مَسْلَمہ کی اولاد پر فقروفاقہ نازل ہوگیا]۔ (قرطبی)

حضرت اَبُوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! وہ لوگ بہت گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔ اَبُوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آکر بیٹھ گیا، ابھی میں نے قرار نہیں پکڑا تھا کہ میں کھڑا ہوگیا اور میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں، اے اللہ کے رسُول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زیادہ مالدار لوگ ہیں [جو بہت گھاٹے میں

پڑ گئے ہیں] مگر وہ لوگ جو آگے پیچھے دائیں بائیں [یعنی ہر نیکی کے کام میں] خوب خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ پر توکّل نصیب ہو اور اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ملنے کا یقین ہو، وہ اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اَجر و ثواب کے خزانے اور بہترین بدلہ لُوٹ لیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت صِدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے [کہ سارا مال خرچ کرنے کے باوجود فقر وفاقے میں مُبتلا نہیں ہوئے، البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مَقام ضرور پالیا]، مگر یہ نعمت بڑے خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہاں! اگر کسی شخص کا یقین اور توکّل کمزور [یا اُسے کوئی عُذر] ہو تو اسے چاہئے کہ کچھ مال اپنے اَہل وعیال کے لئے بھی رکھ لے [اور باقی خرچ کر دے]۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کَعب بن مَالِک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ بھی میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رَسُول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پر رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنا کچھ مال روک لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سَعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنے وُرثاء کو غنی چھوڑو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسے فَقر میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (بخاری، مسلم)

حضرات صَحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تو توکّل اور یقین کے کمزور ہونے کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا، [یہ حضرات تو ایمان ویقین اور توکّل کے بلند مینار تھے]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض حضرات کو جو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا کچھ مال پیچھے چھوڑ جائیں، تو یہ اُمّت کی تعلیم کے لئے تھا، تاکہ اُمّت میں کمزور لوگ ان کی اِقتِداء کرسکیں اور مضبوط ایمان والے لوگ حضرت صِدّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرسکیں۔ صَحابہ رضی اللہ عنہم تو ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پالو گے۔ لیکن جو شخص اِستِطاعت ہوتے ہوئے نہ ہی سارا مال خرچ کرے اور نہ کچھ مال، بلکہ بُخل کرتا رہے تو ایسا شخص قرآنی فیصلے کے مطابق اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے والا

ہے اور اس بارے میں اس کے لئے کوئی چھوٹ نہیں ہے۔

وَ اللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔ (احزاب:۴)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

دعوت

[جہاد میں مال خرچ کرنا ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ مُصنِّفؒ نے مختصر طور پر اس کے کچھ فضائل بیان فرمائے ہیں، لیکن اگر ان فضائل کو تفصیل سے لکھا جائے تو اس کے لئے سینکڑوں صفحے درکار ہیں۔ ویسے ایک مسلمان کے لئے تو قرآن مجید کی ایک آیت اور حُضورِ اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہی کافی ہے۔ جس مسلمان کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو وہ جہاد میں خرچ کرنے کے ان فضائل کو پڑھ کر پیچھے رہنے، یا محروم رہنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ مال، بہت گھٹیا اور حقیر چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت ہی انمول اور قیمتی تحفہ ہے، اب اگر اس حقیر سے مال کو خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جیسی نعمتِ عُظمیٰ نصیب ہوتی ہو، تو کون سا مسلمان ایسا ہے جو اس سے محروم ہونا گوارا کرے گا؟ یہ گندا اور حقیر مال جسے حدیث شریف میں مُردار جانور سے تشبیہ دی گئی ہے، اگر خرچ کر کے جہنّم سے نجات مل سکتی ہے، تو کون مسلمان ایسا ہوگا جو یہ سودا نہیں کرنا چاہے گا؟ پھر ایک سچے مسلمان کے دل میں اس بات کا یقین بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی کی مقدار مُقدّر ہے اور ہر کسی کا رزّاق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس یقین کے بعد پھر اس بات کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ مسلمان مال کو بچا بچا کر رکھے اور اپنی تجوریوں اور بینک اکاؤنٹوں کا پیٹ بھرتا بھرتا مر جائے اور قیامت کے دن یہی مال اُس کے جسم کو داغنے کا سبب بنے اور اِسی مال کی پائی پائی کا حساب دینے کے لئے اُسے حشر کی خوفناک گرمی اور ذلت میں کھڑا ہونا پڑے۔

ایک مُؤمن کی سوچ تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھے میرے فائدے کے لئے دیا ہے اور اس مال سے فائدہ مجھے تبھی ملے گا جب میں اِسے اللہ تعالیٰ کے

راستے میں خرچ کر دوں گا، تب یہ مال قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بھی بچائے گا اور اس مال کی بدولت جنّت کی اَنمول نعمت بھی ملے گی اور قیامت کے دن مجھے اس مال کا حساب دینا نہیں، لینا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے راستے میں خرچ کرنے والوں کو لاکھوں کروڑوں گُنا بڑھا کر اَجر اور بدلہ دے گا۔ مگر آج کے مسلمان کا ذہن اب بدل چکا ہے، کیونکہ کافروں نے محنت کر کے اور شیطان نے وسوسے ڈال کر مال کی اہمیت دلوں میں اتنی زیادہ بڑھا دی ہے کہ اب تو مال ہی کے گرد زندگیاں گھوم رہی ہیں اور مال کو معاشرے کے جسم کا خون سمجھا جا رہا ہے۔ کافروں نے صدیوں کی محنت کے بعد دنیا پر ایسا معاشی نِظام مُسلَّط کر دیا ہے جس نے ہر شخص کو مال کا حریص اور لالچی بنا دیا ہے، اور تو اور شاید آج کتوں کو بھی انسانوں کی حرص اور لالچ دیکھ کر شرم آتی ہوگی۔ ہر شخص پیسے کے پیچھے دوڑ رہا ہے، جبکہ پیسہ کسی کے ہاتھ میں ٹھہرنے اور کسی کے ساتھ وفا کا دم بھرنے کے لئے تیار نہیں ہے، مالدار بھی ڈر رہے ہیں کہ مال کم نہ ہو جائے، غریب بھی ڈر رہے ہیں کہ مزید غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑے، ہر مالدار مزید مال کے چکر میں اور ہر غریب مالدار بننے کے چکر میں دن رات اپنا ایمان اور اپنا آرام تباہ کر رہا ہے۔

مال کا بھوت سروں پر ایسا سوار ہوا ہے کہ اب انسانی قدریں بھی اس کے سامنے پامال ہو رہی ہیں اور معاشرے کی ترتیب اور تقسیم مال کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور ہر چیز کو خریدا جا رہا ہے اور ہر چیز کو بیچا جا رہا ہے ایسے دردناک حالات میں جبکہ غریبوں کے لئے عزت کے ساتھ جینا دوبھر کر دیا گیا ہے، جِہاد میں خرچ کرنے کی صدائیں عجیب تر معلوم ہوتی ہیں۔ آج جبکہ مال کی خاطر ایمان کو فروخت کر دیا جاتا ہے، اس وقت یہ آواز لگانا کہ مال دو اور ایمان کے اعلیٰ مَراتب حاصل کرو، بہت عجیب سا لگتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی عجیب نہیں ہے، اسلام ہر دور میں الحمدللہ اپنی اصل شکل کے ساتھ کچھ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال میں محفوظ رہتا ہے اور یہ اُس وقت تک رہے گا

جب تک قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں آجاتا۔ آج بھی الحمدللہ اُن مسلمانوں کی کمی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کے ایک ایک حکم پر مرمٹنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، ایسے مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھنی چاہئے کہ جہاد کے لئے خرچ کرنے کی اِس قدر تاکید قرآن مجید میں کیوں آئی ہے؟ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی خاطر خود چندہ کرنے کی تکلیف کس طرح گوارا فرمائی؟ اور حضرت صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان کیوں عطاء فرمادیا؟ آج اگر مسلمان ان سُوالوں پر غور کریں اور ان کے جواب تک پہنچ جائیں، تو اللہ کی قسم! اسلامی جہاد بہت مضبوط ہوسکتا ہے، پھر کسی جگہ مجاہدین کو اسلحے کی کمی درپیش نہیں آئے گی، کسی شہید کے وُرثاء لاوارثوں والی زندگی نہیں گزاریں گے، مجاہدین کو بار بار اپنے حملے روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور دُنیا میں کُفر کو دندناتے پھرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی سُوئی تک اُٹھا کر کیوں دے دی تھی؟ کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ حضرات فُقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے آخر یہ کیوں لکھ دیا کہ اگر مسلمان بھوکے مررہے ہوں تب بھی مجاہدین کو کُمک پہنچانا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ اہم ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لئے تھوڑا سا غور کیجئے! ہمارے دُشمنوں نے اس نکتے پر بہت پہلے غور کرلیا تھا، چنانچہ آج وہ محفوظ ہیں، مطمئن ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وار کرتے ہیں، مگر ہم نے اس نکتے کو بُھلا دیا، ہم تو یہ مسئلہ پوچھتے رہ گئے کہ مجاہدین کو زکوٰۃ لگتی ہے یا نہیں، ہم نے اپنی تجوریاں بھریں اور ہم بینکوں کے پیٹ بھرتے رہ گئے، ہم نے اپنے کپڑوں، جوتوں، زیورات اور شادیوں پر پیسے اُڑائے، ہم اپنے شوق پر مال قربان کرتے رہے، چنانچہ ہم ذلیل وخوار ہوگئے، کمزور ہوگئے اور اپنے دفاع کے لئے اپنے ہی دشمنوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئے اور اپنی روزی کے لئے اپنے دشمنوں کے جوتے صاف کرنے کی ذلّت ہمیں سہنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اے مسلمانو! اب بھی غور کرلو۔ یاد رکھو! جب

تک دنیا میں اسلام اور قرآن کو عزّت اور مقام نہیں ملتا، ہم جتنے خوبصورت کپڑے پہن لیں اور جتنی بڑی کوٹھی بنالیں ہم عزّت نہیں پاسکتے، بلکہ ہم مزید ذلیل اور بزدل ہوتے جائیں گے۔

یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ کی شریعت ہمارے ملکوں پر اور اللہ تعالیٰ کی ساری زمین پر نافذ نہ ہوئی تو ہم قیامت کے دن مجرم اٹھائے جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے، ذلیل ہونے کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ذِمّہ داری کو سمجھو، تم انسانوں کی غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوئے، تم مالدار کہلانے اور بننے کے لئے بھی پیدا نہیں ہوئے، تم تو پوری انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں لانے کے لئے بھیجے گئے ہو، مگر تم اپنی اس ذِمّہ داری کو بھول کر بنئیوں کی طرح نوٹ گننے، زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے، اُونچی سے اُونچی عمارت بنانے اور مسلمانوں پر اپنے مال کا رعب جمانے میں لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو! موت کا وقت قریب تر ہے، قرآن مجید کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا تمہاری ذِمّہ داری ہے، اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ کرنا تمہاری ذِمّہ داری ہے، اپنے مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنے اور ان پر اپنے مال کا رعب ڈالنے کا بھوت دماغ سے نکال کر کافروں کو خاک چٹانے کی تدبیر کرو، کیونکہ اِسی کے لئے تم بھیجے گئے ہو، اب تک جو غفلت ہوگئی اس پر توبہ اِستغفار کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کا پکا عزم کرو اور نام ونمود اور نُمائش پر مال خرچ کرنے اور اپنے مال سے اسلام دشمن کافروں کو فائدہ پہنچانے سے بچو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی بڑا کام لے لے اور تمہارے نصیب جاگ جائیں اور تمہاری جان اور تمہارا مال اس کے پاک راستے میں قبول کرلیا جائے۔ یا اللہ! ہمیں اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کی ہمت اور توفیق عطاء فرما اور ہماری طرف سے انہیں اپنے دربار میں قبول فرما۔]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ

اے اللہ!
مجھے جہنم کی آگ سے نجات عطا فرما۔

باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت کا بیان

اگر خود جہاد میں نہ جا سکے......!

جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی، اس کا انجام بد

اہم سبق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے ''منافقین'' کے خلاف ''قتال'' نہیں فرمایا حالانکہ انہوں نے بہت ستایا اور بہت تنگ کیا، دراصل اس میں بہت بڑی حکمت تھی، اگر مسلمان اپنے علاقے کے منافقین کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جاتے تو کفار کے خلاف جہاد بند ہو جاتا یا بہت کمزور ہو جاتا اور اسلامی معاشرہ طرح طرح کی تقسیم اور اختلاف کا شکار ہو جاتا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی ساری توجہ کفار کے خلاف جہاد پر مرکوز رکھی اور منافقین پر تلوار نہیں چلائی، اس حکمت عملی کی برکت سے اسلام تھوڑے ہی عرصے میں مشرق و مغرب تک پھیل گیا۔

آج بھی مجاہدین کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ وہ کفار کے خلاف جہاد میں مشغول ہوں اور منافقین کے ساتھ لڑائی میں اپنی توانائیاں ضائع نہ کریں، کافر کمزور ہوں گے تو منافقین خود ختم ہو جائیں گے۔ مگر افسوس کہ آج منافقین کے خلاف جہاد کو زیادہ اہم سمجھا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے اُمت بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ (واللہ المستعان وھو اعلم بالصواب) (فتح الجواد: ۳/۲۳)

باب ۱۱

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو لحیان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے اور اجر ان دونوں کو ملے گا اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے رہ جانے والوں سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے جہاد میں جانے والوں کے گھر اور مال کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کرے گا، اُسے ان مجاہدین کا آدھا اجر ملے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا، اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی، اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے روزے دار کو افطار کروایا، اُس کو روزے دار جیسا اجر ملے گا اور روزے دار کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی اور جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا، اُسے بھی مجاہد جیسا اجر ملے گا اور مجاہد کے اجر میں بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں، ہم نے ان میں سے چند ایک کو ذکر کیا ہے۔]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کے گھر والوں کی اتنی کفالت کی اور اتنی ذِمہ داری اُٹھائی کہ اُن کی ضرورت پوری کردی اور انہیں دوسرے لوگوں سے مستغنی کردیا، تو اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن اُسے فرمائے گا: خوش آمدید اس شخص کے لئے، جس نے مجھے کھلایا پلایا، مجھ سے محبت کی اور مجھے عطاء کیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ رہنا کہ میں نے اس شخص کے لئے اپنا سارا اعزاز واِکرام لازم کردیا ہے۔ پس جو شخص بھی جنّت میں داخل ہوگا وہ اس شخص کا اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک مقام دیکھ کر اس پر رشک

کرے گا۔ (خرجہ السلطان المجاہد محمود المعروف بالشہیدؒ فی کتاب فضل الجہاد باسنادہ وخرجہ ابن عساکر)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو دشمن کی طرف ایک لشکر تیار کر کے بھیجنے کا حکم سنایا۔ آپ ﷺ نے تیاری کا حکم دے دیا اور لشکر کے تمام افراد کو سامان اور زادِ راہ [یعنی توشہ] عطاء فرمایا، مگر آپ ﷺ حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کو سامان دینا بھول گئے حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ شاید رسُول اللہ ﷺ مجھ سے ناراض ہیں، [مگر پھر بھی وہ] صبر کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی رضا کے لئے [بغیر توشے اور سامان کے] لشکر میں نکل پڑے [لشکر روانہ ہو گیا]۔ حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخر میں چل رہے تھے اور جب بھی قدم اُٹھاتے تو کہتے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اے میرے پروردگار! یہ [تسبیح اور ذکر] میرے لئے بہترین توشہ ہے۔ اللہ (تعالیٰ) نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا: اے محمد! اللہ (تعالیٰ) نے آپ کے لئے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ نے سارے لشکر کو سامان اور توشہ دیا، مگر آپ خُدیر (رضی اللہ عنہ) کو سامان اور توشہ دینا بھول گئے، وہ لشکر کے آخری حصے میں ہیں اور اُن کی طرف سے ایسے کلمات اُوپر آ رہے ہیں جنہیں سن کر فرشتے بھی رو رہے ہیں، آپ جلدی انہیں سامانِ جہاد فراہم کیجئے۔ رسُول اللہ ﷺ نے حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ کے لئے سامان اور توشہ دے کر آدمی بھیجا اور اُسے فرمایا: خُدیر جو کلمات پڑھ رہے ہوں، انہیں پوری طرح یاد کر لینا۔ حضورِ اکرم ﷺ کا قاصد سامان لے کر پہنچا تو حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخری حصے میں (وہی کلمات) پڑھتے ہوئے جا رہے تھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ________ قاصد نے کہا: لیجئے! آپ کا سامان حاضر ہے۔ حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا رسُول اللہ (ﷺ) مجھ سے راضی ہو گئے ہیں؟ قاصد نے کہا: وہ تو آپ سے ناراض ہی نہیں تھے، لیکن وہ آپ کو سامان دینا بھول گئے تھے، تو اللہ (تعالیٰ) نے یاد دہانی کے لئے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ یہ سُن کر حضرت خُدیر رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور پھر سر اُٹھا کر انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی حمد و ثناء اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھا اور کہنے لگے: میرے رب نے مجھے عرش کے اُوپر یاد رکھا، اے میرے پروردگار! خُدیر کو نہ بھولئے اور خُدیر کو بھی توفیق دیجئے کہ وہ بھی آپ کو کبھی نہ بھولے۔ (شفاء الصدور)

فصل

اگر خود جہاد میں نہ جاسکے

فائدہ: جس آدمی نے جہاد کے لئے سامان تیار کرلیا ہو، مگر بیماری یا کسی اور وجہ سے وہ جہاد میں نہ جاسکے تو اُسے چاہئے کہ وہ سامان کسی اور مجاہد کو دے دے، تاکہ حدیث شریف کی رُو سے اُسے بھی جہاد کا اجر مل جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، مگر میرے پاس سامانِ جہاد موجود نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ، اُس نے جہاد کے لئے سامان تیار کرلیا تھا، مگر پھر وہ بیمار ہوگیا۔ وہ نوجوان اُن صحابیؓ کے پاس آئے اور کہا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنا سامان مجھے دے دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا: میرا تمام سامان اِس نوجوان کو دے دو اور اُس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو، اللہ کی قسم! اگر تم نے اُس میں سے کچھ روک کر رکھا، تو اللہ (تعالیٰ) اُس میں تمہارے لئے برکت نہیں دے گا۔ (صحیح مسلم)

مُسندِ احمد کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خود جہاد کے لئے تشریف نہیں لے جاتے تھے، تو اپنا اسلحہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد)

فصل

جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی اس کا انجام بد

حضرت بُرَیدَہ بن حُصَیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے رہ جانے والے کے لئے ان کی ماؤں کی طرح ہے، پس جو شخص مجاہدین کے پیچھے اُن کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرے گا، قیامت کے دن اللہ (تعالیٰ) اُسے کھڑا کر دیں گے اور اس کے اعمال میں سے جو چاہیں گے لے لیں گے، [اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟] (مسلم)

فائدہ: یہ حدیث بے شمار سندوں کے ساتھ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اَبُو عَبْدُ اللہ الحَلِیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کا پیچھے رہ جانے والوں پر بڑا حق ہے، کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کی طرف سے بھی فریضۂ جہاد اداء کرتے ہیں، ان کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بناتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے باوجود پیچھے والے ان کے گھر میں خیانت کریں، تو یہ اُس خیانت سے بھی بڑا گناہ ہے جو خیانت ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے، جس طرح کہ پڑوسی کی خیانت دُور والے کی بنسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔ (المنہاج فی شعب الایمان)

دعوت

[سُبحَانَ اللہ! اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی پر قربان کہ وہ مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کرنے پر بھی جہاد کا عظیم اجر عطاء فرماتا ہے، اگر مسلمان ان فضائل پر یقین رکھتے ہوئے ایسی ترتیب بنالیں کہ کچھ لوگ تو جہاد میں لگ جائیں اور کچھ مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کریں اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی ذِمّہ داری سنبھال لیں، تو مسلمانوں کی منزل کتنی آسان ہو جائے گی۔

لیکن افسوس کہ آج عمومی طور پر یہ ترتیب دیکھنے میں نہیں ملتی، بلکہ دُکھ کی بات یہ

ہے کہ جو لوگ جہاد میں نکلتے ہیں، دوسرے مسلمان ان کی خدمت کو سعادت سمجھنے کی بجائے ان کی مخالفت کرنے کو اپنا مشن سمجھتے ہیں اور مجاہدین کے اہلِ خانہ کو بھی طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں اور ان کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں، یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والا ہے۔ کاش! مسلمان ان فضائل کو پڑھتے، سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے تو مجاہدین کو کتنا سکون ملتا اور مجاہدین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا اور مجاہدین اپنے گھروں سے بے پرواہ ہو کر دلجمعی اور قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ ترتیب بنی ہوئی تھی چنانچہ جو شخص بھی اپنے گھر سے نکلتا تھا، وہ پیچھے اپنے گھر والوں کے بارے میں بالکل بے فکر ہو کر نکلتا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے مسلمان اس کے گھر والوں کی ایسی دیکھ بھال کریں گے جو وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کرے، مسلمانوں کو یہ ماحول اور ترتیب دوبارہ نصیب ہو جائے۔

عرب ممالک میں بعض لوگ دنیا بھر میں شہید ہونے والے مجاہدین کے بچوں کی کفالت کا عجیب طریقے سے انتظام کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ ان میں سے ہر شخص دو یا تین یا زیادہ یتیموں کی کفالت کا ذِمّہ دار بن جاتا ہے اور اس یتیم کے توسُّط سے شہید کے پورے گھرانے کی باقاعدہ ماہانہ کفالت کرتا ہے۔ کچھ سال پہلے کراچی میں بھی کچھ دردمند دوستوں نے شُہداء کے اہلِ خانہ کی اس طرح سے ترتیب بنائی تھی کہ ہر شخص ایک یا زیادہ گھرانوں کی کفالت مستقل اپنے ذِمّے لے لیتا تھا اور تاحیات اس گھرانے میں ماہانہ خرچ بھیجنے کی نیت کر لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کرے، وہ ترتیب پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ چل رہی ہو۔ کچھ سال پہلے صومالیہ کے جہاد میں شریک ایک مجاہد جو اپنی بیوی کو اُمید سے چھوڑ کر گئے تھے، کی غیر موجودگی میں اُن کا بچہ پیدا ہوا تو دیکھنے میں آیا کہ اس علاقے کے لوگ بڑے اہتمام سے اس بچے کی دعوتِ عقیقہ کر رہے تھے اور وہ دعوت اتنی پُراہتمام تھی کہ کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ بچے کا والد سینکڑوں میل دور کسی محاذ پر لڑ رہا ہے اور دوسرے مسلمان مرد اور عورتیں مل کر اس دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

اے مسلمانو! مجاہدین کا حق بہت بڑا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے ہیں،

ان کی مخالفت کا تصوّر بھی نہ کرو، بلکہ ان کے دستِ و بازو بن کر ان کی قوت بڑھاؤ، انہیں اچھے سے اچھا اسلحہ اور اچھے سے اچھی سواری فراہم کرو اور ان کے گھر والوں کو یہ احساس نہ ہونے دو کہ وہ لاوارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مجاہدین کے حقوق کو سمجھنے اور انہیں اداء کرنے اور خود جہاد میں شرکت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔]

باب ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہدین کی مدد و اعانت، ان کی خدمت ان کو رخصت کرنے کی فضیلت کا بیان

مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل

عصرِ حاضر میں بقائے جہاد کی تربیت

جہاد جیسے اہم اور ضروری کام کو جاری رکھنے کے لئے کچھ افراد خود کو بالکل وقف کردیں اور باقی مسلمان بن مانگے ان کی دیکھ بھال کریں اور انکی ضروریات کو پورا کرنے میں مال خرچ کریں۔ یوں جہاد کو قوت ملے گی اور مسلمان مضبوط ہونگے۔ (فتح الجواد:۱/۱۱۵)

ہجرت اور نصرت کی برکت

مسلمانوں میں ہجرت و نصرت کا جذبہ زندہ رہے، وہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہیں اس میں لگے رہیں اور مسلمانوں کے قائدین بھی حضرات مہاجرین اور انصار کے نقشِ قدم پر ہوں تو پھر منافقین کے فتنے اُسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (فتح الجواد:۳/۱۰۲)

منافقین کا سدا بہار الزام

یہ منافقین کا سدا بہار الزام ہے کہ جہاد ہماری اِستطاعت میں نہیں دشمن ہم سے بہت طاقتور ہیں اور ہم ان کے مقابلے کی قوت اور اِستطاعت نہیں رکھتے اُس زمانے سے لے کر آج تک جہاد کے منکر ''نفاقی فتنے'' اس بات کو اپنی سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہیں۔ (فتح الجواد:۳/۲۶۶)

باب ۱۲

مجاہدینؒ کی مدد و اعانتؒ ان کی خدمت ان کو رخصت کرنے کی فضیلتؒ کا بیانؒ

حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کی اعانت کی، یا کسی تنگدست مجاہد کی مدد کی، یا کسی مُکاتب [غلام] کو آزاد کرانے میں تعاون کیا تو اللہ (تعالیٰ) اُسے قیامت کے دن، جس دن اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، اپنا سایہ عطاء فرمائے گا۔ (مسند احمد)

حضرت ابُوسعید خُدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مجاہد کے بارے میں سُنا، پھر وہ کھڑا ہوا تاکہ اُس کی کوئی ضرورت پوری کرے، یا تھوڑی دیر [رخصت کرنے کے لئے] اُس کے ساتھ چلے، یا اُسے سلام کرے، تو ایسے شخص کے کھڑے ہوتے ہی اُس کے سارے گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اُس [مجاہد] کا رفیق ہوگا اور جس نے کسی مجاہد کو اتنا سامان فراہم کیا کہ اُس مجاہد کی مستقل ضرورت پوری ہوگئی، تو اُس کو بھی مرتے دم تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جس شخص نے مسجد بنائی جس میں اللہ (تعالیٰ) کا نام لیا جاتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اُس کے لئے جنّت میں گھر بنائے گا۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبدُاللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک کوڑا دینا مجھے اُس حج سے زیادہ محبوب ہے جس کے بعد دوسرا حج ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجاہد کو سایہ فراہم کرے گا، اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن اُسے سایہ عطاء فرمائے گا اور جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے کے مجاہد کو سامان فراہم کرے گا، اُسے بھی مرتے دم تک یا مجاہد کے لَوٹنے تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جو شخص مسجد بنائے گا جس میں اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کیا جائے تو اللہ (تعالیٰ) اُس کے لئے جنّت میں گھر بنائے گا۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن حبان)

حضرت ابُواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کسی خیمے کا سایہ دینا، یا اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [کسی مجاہد کو] خادم دینا، یا اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جوان اُونٹنی دینا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو خیمہ دیا، یا کوئی خادم دے دیا، یا کوئی جوان اُونٹنی دے دی تو یہ صدقات میں سے سب سے افضل ہے۔

حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں روانگی کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی [مدد کرنے والا] خاندان، تم میں ہر ایک اُن میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے، مگر اس طرح کہ تمہارے اُونٹ میں اُن میں سے ہر ایک کی ویسی ہی باری ہو جیسی تمہاری۔ حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین افراد لے لئے اور میرے اُونٹ میں اُن کی باری میرے برابر تھی، یعنی ہم سب باری باری سوار ہوتے تھے اور اس میں برابری کرتے تھے۔ (ابوداؤد، المستدرک)

ایک روایت میں آیا ہے کہ تین اَعمال ایسے ہیں جن کا اجر [اللہ (تعالیٰ) کے سوا] کوئی نہیں جانتا۔ جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنا، اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں سایہ [یعنی خیمہ] دینا، [جہاد میں] اپنا گھوڑا عارِیتاً دینا۔ (سنن سعید بن منصورؒ باسناد صحیح)

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے چند قدم چلنا، ان کے گھوڑوں کی زِین درست کرنا اور ان کے جانور ہانکنا میرے نزدیک حج فرض کے بعد دس حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی، وہ ان میں سے ہر فرد پر ایک قیراط اجر کی سبقت لے گیا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ موقوفاً)

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتے ہوئے دیکھتے تھے، اس کے لیے رحمت کی دعاء فرماتے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ مرسلاً صحیح الاسناد)

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر کے دوران اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنادیا کرتے تھے، ایک بار [اسی طرح جماعتیں بنائیں، تو] ایک جماعت کے رُفقاء نے اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا، ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے ہیں تو وہ نماز میں لگ جاتا ہے، جب ہم چلتے ہیں تو وہ قرآن پڑھتا رہتا ہے اور مسلسل روزے رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: کہ اس کے فلاں فلاں کام کون کرتا ہے [یعنی کہ اس کی خدمت کون کرتا ہے] ؟ رُفقاء نے جواب دیا: ہم [اس کا کام سرانجام دیتے ہیں]۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم سارے اس سے بہتر ہو، [کیونکہ خدمت کا اجر بہت زیادہ ہے]۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ مرسلا صحیح الاسناد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین میں سے سب سے افضل وہ ہیں جو اُن کی خدمت کرتے ہیں، پھر وہ ہیں جو اُن کے پاس خبریں لے کر آتے ہیں اور اُن میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ خصوصی مقام والے روزہ دار ہیں اور جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کو ایک مشکیزہ پانی لاکر پلایا، وہ اُن سے جنت میں ستّر درجے یا ستّر سال کی سبقت لے جائے گا۔ (ابن عساکر غریب)

سُلطان نورُالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجاہدین کی ایک دن خدمت کی تو اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں دس ہزار سال کا اجر ملے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کررہا تھا، آگ کے شعلے اُسے تکلیف دے رہے تھے اور گرمی کی وجہ سے اُسے پسینہ آرہا تھا۔ [یہ دیکھ کر] رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِسے اب جہنم کی گرمی نہیں پہنچے گی۔ (شفاء الصدور)

یونس سہاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک بوڑھے بزرگ تھے، ہم جب جہاد میں نکلتے تو وہ یہ شرط لگالیا کرتے تھے کہ میں سب کی خدمت کروں گا، پھر جب اپنا سر یا کپڑے دھونے لگتے، تو فرماتے کہ یہ بھی میں خود کروں گا، کیونکہ یہ بھی شرط کا حصہ ہے، جب ان کا انتقال ہوا، تو غسل

وغیرہ دینے میں میں بھی شریک تھا، میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں ہاتھ پر گوشت اور کھال کے درمیان جنّتی لکھا ہوا ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ رُومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کو دیکھا گیا کہ اپنے خچر پر خود بھی سوار ہوتے تھے اور دوسرے مجاہدین کو بھی اپنی طرح باری باری سوار کرتے تھے، ان کی عادت تھی کہ وہ جہاد میں اپنے لئے ساتھی ڈھونڈتے تھے، پھر انہیں فرماتے کہ تین شرطوں پر میں آپ کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں، پہلی یہ کہ میں آپ سب کی خدمت کروں گا اور آپ میں سے کوئی بھی خدمت کے مُعاملے میں مجھ سے کچھ نہیں چھینے گا اور میں اذان دوں گا آپ میں سے کوئی اس میں مداخلت نہیں کرے گا اور میں اپنی اِستطاعت کے مطابق آپ سب پر خرچ کروں گا، اگر وہ ساتھی یہ تمام شرطیں مان لیتے تو آپ ان کے ساتھ ہو جاتے، ورنہ ان کے سوا دوسرے ساتھیوں کی طرف چلے جاتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اَسلاف رحمہم اللہ جب جہاد میں نکلتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے اور انہیں حسبِ استطاعت خوش رکھے اور جتنا ہو سکے ان پر خرچ کرے اور اگر خرچ کرنے کی طاقت نہ ہو تو انہیں اپنے اُوپر ترجیح دے، یہ سب کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی رِضا اور اس سے اَجر کی اُمید میں کرتے تھے۔ ان کے ایثار کے واقعات میں سے ایک بہت عجیب واقعہ مُلاحظہ فرمائیے۔

عجیب واقعہ

اَبُو جَہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یَرمُوک کی لڑائی کے دن اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا اور میرے ساتھ پانی کی ایک چھاگل تھی، میں نے سوچا کہ اگر اُن کے جسم میں جان ہوگی تو میں اُنہیں پانی پلاؤں گا اور اُن کا چہرہ دھوؤں گا، اچانک میں نے انہیں [زخمی حالت میں] بے ہوش پایا۔ میں نے انہیں [ہوش میں لا کر] پوچھا: کیا آپ کو پانی پلاؤں؟ انہوں نے اشارے سے کہا: ہاں۔ اچانک ایک اور شخص کی طرف سے کراہنے کی آواز آئی، میرے چچازاد بھائی نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہِشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں اُن کے پاس آ کر پانی کا پوچھنے لگا

تو ایک اور شخص کے کَراہنے کی آواز آئی۔ حضرت ہِشَام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے مجھے اُن کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکے تھے، پھر میں حضرت ہِشَام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی طرف لَوٹا تو دیکھا کہ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں، پھر میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔

﴿رَحِمَہُمُ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ﴾ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

جنگ یَرمُوک ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت حارِث بن ہِشَام، حضرت عِکرِمہ بن اَبِی جَہْل اور عَیَّاش بن اَبِی رَبِیْعَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ جنگ یَرمُوک میں لڑائی کے لئے نکلے، جب یہ تینوں زخمی ہو گئے تو حضرت حارِث بن ہِشَام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے پینے کا پانی منگوایا، [ابھی انہوں نے پیا نہیں تھا کہ] حضرت عِکرِمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اُن کی طرف دیکھا۔ حارِث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: پہلے عِکرِمہ کو پلاؤ۔ حضرت عِکرِمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے جب پانی لیا تو ان کی طرف حضرت عَیَّاش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: پہلے عَیَّاش کو پلاؤ۔ حضرت عَیَّاش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی طرف پانی لایا گیا تو وہ شہید ہو چکے تھے، جب باقی دو کی طرف لایا گیا، تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ (الاستیعاب لابن عبد البرؒ)

فائدہ: مُصنّفؒ فرماتے ہیں کہ یَرمُوک کی لڑائی ۱۵ھ میں ہوئی، اس لڑائی میں رُومیوں کی تعداد ایک لاکھ یا تین لاکھ تھی، جبکہ مسلمان تیس ہزار تھے۔ اِس خوفناک لڑائی میں بھی صَحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا ایک دوسرے کے ساتھ اِیثار کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی قربان کر دی، مگر اپنے بھائی تک پہلے پانی پہنچانا اپنی ذِمّہ داری سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات اللّٰہ تعالیٰ کی رِضا اور بہترین انجام کے مستحق بنے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور آخرت میں ہمیں بھی ان کے ساتھ جمع فرمائے۔ [آمین ثم آمین]

فصل

مجاہدینؒ کو رخصت کرنے اور اُن کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے [ایک بار] لشکر تیار فرمایا، پھر آپ بقیع غرقد [نامی جگہ] تک ان کے ساتھ [رخصت کرنے کے لئے] چلتے رہے، پھر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے نام کے ساتھ چلو، اے میرے پروردگار! ان کی مدد فرما۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو عقبۃ الوداع تک اُن کے ساتھ چلتے اور [وہاں پہنچ کر] فرماتے کہ میں تمہارے دین، تمہاری قابلِ حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ (تعالیٰ) کے سپرد کرتا ہوں۔ (المستدرک)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ پیدل چلے، پھر فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے جس کے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود ہوئے۔ ایک شخص نے کہا: ہم نے تو صرف مجاہدین کو رخصت کیا ہے، [یعنی ہم تو خود اللہ تعالیٰ کے راستے میں نہیں نکلے]۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے ان [مجاہدین] کا سامان تیار کیا، ہم انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ چلے اور ہم نے ان کے لئے دُعائیں کیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا: اور انہیں رخصت کرنے کے لئے پیدل تشریف لے گئے۔ اہلِ لشکر نے عرض کیا: اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ سوار ہو جائیں تو اچھا ہوگا۔ فرمانے لگے: میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [اُٹھائے جانے والے] اپنے قدموں پر اجر کی اُمید رکھتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)

ایک اور روایت میں ہے کہ جہادِ شام کے دوران ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ [مجاہدین

کے امیر] حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چل رہے تھے۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا تو آپ بھی سوار ہو جائیے، یا مجھے سواری سے اُترنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ آپ اُتریں گے نہ میں سوار ہوں گا، میں تو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اُٹھنے والے اپنے اِن قدموں پر اللہ (تعالیٰ) سے اجر کا اُمیدوار ہوں۔ (ابن عساکر)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جہاد کے لئے نکلا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیں رخصت کرنے کے لئے ساتھ نکلے، پھر جب ہم سے جُدا ہونے لگے تو فرمایا: میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز اللہ (تعالیٰ) کے سپرد کر دی جائے، اللہ (تعالیٰ) اُس کی حفاظت فرماتا ہے، چنانچہ میں تمہارے دین، تمہاری قابلِ حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ (تعالیٰ) کے سپرد کرتا ہوں۔ (نسائی، السنن الکبریٰ للبیہقیؒ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ چلو! ہم فلاں مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دیر اُس کے ساتھ چلیں گے تو اللہ (تعالیٰ) عرش کے اُوپر سے فرماتا ہے: کہنے اور سننے والے کیلئے جنّت کی خوشخبری ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کسی صبح یا شام کسی مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے نکلوں اور اُسے اُس کی سواری پر بٹھاؤں، یہ مجھے دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن ماجہ، المستدرک)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اپنے گھر والوں سے رُخصت ہوتا ہے اور گھر والے اُسے رُخصت کرتے ہیں تو اللہ (تعالیٰ) اس پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: دیکھو میرے بندے کو کہ وہ میری رضا جوئی کے لئے اپنے گھر والوں سے رُخصت ہو رہا ہے اور گھر والے اُسے رخصت کر رہے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُسے بخش دیا اور اس کے گناہوں کو اس کے دروازے پر پُل بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوتے وقت تھا۔ (شفاء الصدور موقوفاً)

حضرت امام اَحْمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک بار اَبُوالحَارِث اَلصَّائِغ رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد میں رُخصت کرنے کے لیے گئے، اس وقت انہوں نے اپنے جوتے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا رکھے تھے کیوں کہ وہ حضرت صِدِّیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے پاؤں غُبار آلود کرنا چاہتے تھے۔ (المغنی)

فائدہ: مجاہد کو رخصت کرنے کی طرح اس کے استقبال کے لئے نکلنا بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ذکر ہے۔

حضرت سَائِب بن یَزِید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں بھی بچوں کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع [نامی مقام] تک نکلا۔ (بخاری)

فائدہ: حضرت عبدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد کے استقبال کے عنوان سے باقاعدہ باب باندھے ہیں۔ (واللہ اعلم)

دعوت

[اس باب میں ہم نے جو احادیث اور روایات پڑھی ہیں انہیں بار بار پڑھنے اور دل میں اُتارنے کی ضرورت ہے۔ آج کل مجاہدین میں خدمت اور اپنے ساتھی کیلئے قربانی کا جذبہ بہت کم ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ اکثر لوگ خدمت سے جی چُراتے ہیں اور دوسروں کے لئے جذبہ ایثار سے بھی محروم رہتے ہیں۔ اس لیے مجاہدین کو اپنے محاذوں پر اپنے معسکرات اور اپنے مَراکز میں ان احادیث کی بار بار تعلیم کرانی چاہئے اور ایک ایک مجاہد کے دل میں خدمت اور ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہئے، تب ان کے جہاد میں قبولیت اور برکت کی عجیب شان نظر آئے گی اور ان میں آپس کے اختلاف کی بجائے ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی جو جہاد کے لئے بے حد لازم ہے۔

اِسی طرح پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ مجاہدین کے اِکرام اور حوصلہ افزائی میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت صِدِّیق اَکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مصروف نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صِدِّیق اَکبر رضی اللہ عنہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے بار بار تشریف لے جاسکتے ہیں تو ہمیں بھی اس سُنّت کو زندہ کرنا چاہئے اور مجاہدین کی ایسی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے جس سے ان کے عزائم میں اضافہ ہو جائے اور وہ اپنے دل میں اس بات کی خوشی محسوس کریں کہ الحمدللہ مسلمانوں نے جہاد کو سمجھ لیا ہے اور جہاد کی عظمت کو پہچان لیا ہے، چنانچہ اگر ہم شہید ہو گئے تو ہماری جگہ لینے والے بہت سے افراد ہمارے پیچھے موجود ہیں۔ یاد رکھئے! ہم سب لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے کے قدموں کے حضرت صِدِّیق اَکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محتاج ہیں۔

اِسی طرح مجاہدین کے گھر والوں کو بھی چاہئے کہ نہایت خوش دلی، محبّت اور حوصلہ افزائی کے جذبات کے ساتھ مجاہدین کو اَلوِداع کہا کریں، اِس طرح سے وہ مجاہد کے اَجر میں بھی شریک ہوں گے اور انہیں جِہاد میں تعاوُن کا ثواب بھی ملے گا، مگر آج مجاہدین کو اپنے گھر والوں سے چھُپ چھُپ کر نکلنا پڑتا ہے، یہ بہت افسوس ناک صورتِ حال ہے۔ ہماری مائیں، بہنیں اور مسلمانوں کی بیویاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ماؤں، بہنوں اور بیویوں سے زیادہ اَجر وثواب کی مُحتاج ہیں، آخر وہ بھی تو عورتیں تھیں، مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور وہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ ہماری آج کی مسلمان عورتوں کو بھی انہیں کے پاکیزہ اور عالی شان نقشِ قدم پر چلنا چاہئے اور اپنے گھروں سے مجاہدین کو دولہوں کی طرح رخصت کرنا چاہئے، تب انشاءاللہ ان گھروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی اور یہ گھر آسمان والوں کے لئے زمین پر چمکتے ستاروں کی مانند بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کے ایک ایک حکم کو زندہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واللہ بما تعملون خبیر

اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو : القرآن

باب ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاد کیلئے گھوڑا باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

ایک شہید تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز واقعات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

بیعت علی الجہاد کے دس انعامات

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بیعت" پر جو انعامات نصیب ہوئے تو اُنکا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے

1. اللہ تعالیٰ کی رضا۔
2. اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کا اعزاز۔
3. اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ و نصرت۔
4. اجرِ عظیم۔
5. اخلاص کی قبولیت۔
6. سکینہ کا نزول۔
7. فُتوحات ہی فُتوحات۔
8. معاشی استحکام اور مضبوطی۔
9. دُشمنوں کے دلوں پر رُعب کا طاری ہونا۔
10. صراطِ مستقیم، ہدایت کے پھیلنے کا ذریعہ بنانا۔ (فتح الجواد: ۴/ ۱۲۹)

ایک المیہ

آج کل کئی دانشور "صلح حُدَیبِیَہ" کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور کافروں کے سامنے ذلت کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیتے ہیں، کیا اُنہیں نظر نہیں آتا کہ واقعہ حُدَیبِیَہ سے پہلے بیعتِ رِضوان ہے جو مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت ہے اور اس کے بعد خیبر اور مکہ کی جہادی فُتوحات ہیں۔ (فتح الجواد ۴/ ۳۶)

باب ۱۳

جہاد کیلئے گھوڑا باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (الانفال: ۶۰)

اور اُن سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر ہیبت پڑے جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا اور تم سے بے انصافی نہیں ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝ (العدیٰت: ۱)

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

امام ابو عبداللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطیہ، ابو الضحیٰ اور قتادہ رحمہم اللہ اس آیت "وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ گھوڑے ہیں جن پر جہاد کیا جاتا ہے اور دشمنوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ (المنہاج فی شعب الایمان)

فائدہ:

گھوڑوں کے فضائل بہت عظیم الشان ہیں، [اب ان میں سے کچھ فضائل کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے]۔

❶ اَجر ہی اَجر

حضرت اَبُوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللّٰہ (تعالیٰ) پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللّٰہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑا باندھا تو اُس گھوڑے کا کھانا پینا، اُس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن ترازو میں [اَجر بنا] کر ڈالا جائے گا۔ (بخاری)

حضرت عَبْدُاللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین [قسم کے] ہیں:- ❶ اللّٰہ (تعالیٰ) کا گھوڑا، ❷ انسان کا گھوڑا، ❸ شیطان کا گھوڑا۔ اللّٰہ (تعالیٰ) والا گھوڑا وہ ہے جو جہاد کے لئے باندھا جاتا ہے، پس اس گھوڑے کا چارہ، اس کا پیشاب اور اس کی لید سب نیکیاں ہیں اور شیطان والا گھوڑا وہ ہے جس پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جُوا کھیلا جاتا ہے اور انسان والا گھوڑا وہ ہے جسے نسل کے لئے باندھا جاتا ہے، پس یہ گھوڑا فقر سے بچانے کے لئے ہوتا ہے۔ (مسند احمد باسناد جید)

مُسندِ اَحمد کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو گھوڑا شرط اور جوئے کے لئے باندھا جاتا ہے اس کی قیمت، اُس کا چارہ اور اُس کی سواری یہ سب اُس کے مالک کے لئے وَبال ہے اور جو گھوڑا کاروبار یا نسل کے لئے باندھا جاتا ہے وہ ممکن ہے کہ فقر کو دور کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ (مسند احمد)

مُصنّف رَحِمَہُ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کے گھوڑے کی فضیلت کے لئے اتنی بات بھی کافی ہے کہ اس کی اضافت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، یعنی اسے اللّٰہ تعالیٰ کا گھوڑا کہا گیا ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت اَسماء بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر [یعنی اَجر یا غنیمت رکھ دی گئی] ہے، پس جس شخص نے جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑا پالا اور اللّٰہ (تعالیٰ) کے راستے کے اَجر کے لئے اُس پر مال خرچ کیا، تو اُس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں نیکیاں بن جائیں گی اور جس نے گھوڑا باندھا ریا کاری، دکھلاوے اور فخر کے لیے تو اس

گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں خسارہ بن جائیں گے۔ (مسندِ ابی عوانہؒ، ابویعلیٰ)

فائدہ: یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فخر اور دکھلاوے کے لئے گھوڑا باندھنا حرام ہے، قیامت کے دن اس پر سزا دی جائے گی اور اس گھوڑے کی تمام چیزیں اس کے مالک کے لئے گناہ بن جائیں گی، جبکہ جہاد کے لئے باندھے گئے گھوڑے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھوڑے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین طرح کے ہیں:- ① وہ گھوڑا جو آدمی کیلئے گناہ کا باعث ہے، ② وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے پردہ ہے، ③ وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ گناہ کا باعث وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے ریاکاری، فخر اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے باندھ رکھا ہو اور آدمی کے لئے پردہ وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں باندھا ہوا ہو، پھر وہ گھوڑے کی پشتوں اور اس کی گردنوں کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) کا حق نہ بھولے، تو یہ گھوڑا اس کے لئے پردہ ہے اور وہ گھوڑا جو اپنے مالک کے لئے اجر کا ذریعہ ہوتا ہے جسے کسی آدمی نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [جہاد کے لئے] اہلِ اسلام کے فائدے کیلئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھا ہو، پس وہ گھوڑا اُس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ بھی کھائے گا اُس کی تعداد کے برابر اُس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی لید اور پیشاب کے برابر بھی اُس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ گھوڑا رَسی تُوڑا کر ایک دو بار کُودا، تو اس کے نشانِ قدم کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر اُس گھوڑے کا مالک اُسے کسی نہر پر لے کر گزرا اور مالک کے ارادے کے بغیر گھوڑے نے اُس میں سے پانی پی لیا، تو اُس پانی کی مقدار مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (بخاری، مسلم، ابن خزیمہ)

② جہنّم سے نجات کا ذریعہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا، وہ اُسے جہنّم سے بچانے کا ذریعہ

بنے گا۔ (ابن عساکر وفیہ راو ضعیف)

۶ شہید کا اجر

رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سچے دل [جہاد کی نیّت] سے گھوڑے باندھنے کا ارادہ کیا، اُسے ایک شہید کا اَجر دیا جائے گا۔ (ذکرہ ابوعبیدہ فی کتاب الخیل وھو مرسل)

۷ گھوڑا باندھنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں دن رات مال خرچ کرنے کے برابر

سَہل بن عَجلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اَبُو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت "اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً" (البقرۃ:۲۷۴) کی تفسیر میں فرمایا: آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ [ایمان والے] دن رات اپنا مال جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: جس شخص نے دکھاوے اور رِیاکاری کے بغیر اللّٰہ تعالیٰ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا، وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا مال [اللّٰہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں] دن رات خرچ کرتے ہیں۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

اَیُّوب بن خالد رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا" (الحدید:۱۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللّٰہ تعالیٰ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھتا ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کو قرضِ حَسَنہ دیتا ہے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

۸ گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنے جیسا ہے

اَبُو کَبشَہ الاَنماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی [یعنی جہاد کا اجر وغنیمت] گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی [اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے] مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔

(الطبرانی، ابوعوانہ، ابن حبان، المستدرک صحیح الاسناد)

[اس مضمون کی احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مَروی ہیں۔]

حضرت اَبُو ہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر

صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ (موارد الظمآن)

اِبنِ حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا، اس کے لئے روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے جیسا اجر ہے (موارد الظمآن)

۶ جہادی گھوڑے کے خدمت گاروں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مدد

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی اور نفع قیامت کے دن تک رکھ دیا گیا ہے اور گھوڑے کے بارے میں گھوڑے والوں کی مدد کی جاتی ہے، پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے لئے برکت کی دعاء کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو، مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔ (مسند احمد باسناد جید)

۷ گھوڑے کی پیشانی میں خیر و بھلائی

اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔ گھوڑوں میں زیادہ بھلائی اور خیر کی وجہ سے عرب لوگ گھوڑوں کو ”خیر“ کہتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی گھوڑوں کو ”خیر“ کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۳

اِنِّیٓ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ (ص: ۳۲)	میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت اختیار کی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے، یعنی اجر و غنیمت۔ (مسلم)

امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی حدیث حضرت عُروہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں شَبیب بن غرقدہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں [جہاد کے لئے] ستّر گھوڑے دیکھے۔ (بخاری)

[یعنی وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اس حدیث شریف کو بیان فرمایا ہے، خود وہ اس پر بڑے اہتمام سے عمل فرماتے تھے اور زیادہ سے زیادہ خیر اور بھلائی حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ گھوڑے پالتے تھے، مُصنِّف ؒ نے مزید بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی ذکر فرمائے ہیں، جو اس حدیث شریف کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں]۔

⑧ گھوڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے

حضرت مَعْقِل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اَزواجِ مُطہرات رضی اللہ عنہن کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان کے لئے سُنّت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے جہاد کے گھوڑوں سے محبّت کرے، خواہ یہ گھوڑے اپنے ہوں یا کسی اور کے۔

⑨ گھوڑوں کا دعاء کرنا

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دُعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے، [وہ گھوڑا دعاء کرتا ہے] اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا ہے اور عطاء فرمایا ہے، پس تو مجھے اس کے نزدیک اپنے اَہل و مال میں سب سے زیادہ محبوب بنادے۔ (مسند احمد، نسائی، مستدرک صحیح الاسناد)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑا ہر دن تین دعائیں کرتا ہے:۔ پہلی دعاء میں وہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! تو مجھے میرے مالک کے نزدیک سب سے محبوب مال بنادے۔ دوسری دعاء میں کہتا ہے: یا اللہ! اسے وسعت دے، پھر یہ مجھ پر وسعت کرے گا اور تیسری دعاء میں کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اسے مجھ پر شہادت نصیب فرمادے (یعنی یہ مجھ پر بیٹھ کر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو)۔ (شفاء الصدور)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا دعاء کرنا کوئی تعجّب کی بات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو سمجھ، شعور اور اَخلاق وغیرہ سیکھنے میں جو امتیازی شان عطاء فرمائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، [اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُسے دعاء کرنے کی بھی توفیق و تعلیم فرمادی ہے]۔

فصل

ایک شہید تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز واقعات

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، سُدّی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گھوڑا چار ہزار کا خریدا، تو لوگوں نے مہنگا خریدنے پر اُن کو ملامت کی، وہ فرمانے لگے کہ اس گھوڑے کا دشمن کی طرف بڑھنے والا ہر قدم مجھے چار ہزار سے زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک")

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کُوفہ کے رہنے والے اور بہت عابد و زاہد شخص تھے، مجاہد تابعین اور شہداء میں ان کا شمار ہوتا ہے، یہ جب بھی جہاد میں نکلتے تھے، اپنے ساتھیوں پر یہ شرط رکھتے تھے کہ آپ سب کی خدمت میرے ذمہ ہوگی۔

عِلی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے رُفقاء [مجاہدین] کی سواریاں چَراتے تھے، تو ایک بادل ان پر سایہ کئے رہتا تھا اور جب آپ نماز پڑھتے تھے تو جنگل کا کوئی درندہ آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

عِیسٰی بن عُمر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ رات کو قبروں پر چلے جاتے تھے اور فرماتے تھے: اے قبرستان والو! اعمال نامے لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اُوپر چلے گئے۔ پھر آپ اپنے قدموں پر کھڑے روتے رہتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (نسائی)

خود حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے دنیا سے بے رغبت فرما دے، پس اس نے مجھے دنیا سے بے رغبت فرما دیا، چنانچہ مجھے پروا نہیں ہوتی کہ دنیا میں سے کیا آگے چلا گیا اور کیا پیچھے رہ گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے نماز پر قوت عطاء فرما دے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت نصیب فرما دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اور میں اس کا اُمیدوار ہوں۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے سے روایت ہے کہ ایک بار ہم نے [جہاد کے دوران]

ایک سرسبز زمین پر پڑاؤ ڈالا، تو حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ زمین کتنی خوبصورت ہے، کاش! ابھی دشمنوں سے لڑائی کا اعلان ہو جائے تو کتنا اچھا ہوگا۔ اُسی وقت مسلمانوں میں سے ایک شخص دشمنوں کے مقابلے پر نکلا اور شہید ہو گیا، اُسے اِسی زمین میں دفن کر دیا گیا اور فوراً لڑائی کا اعلان ہو گیا۔ حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ تیز رفتاری سے لوگوں میں آگے بڑھے اور انہوں نے لشکر کے امیر، اپنے والد حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی اور روانہ ہو گئے، ان کے والد نے انہیں پیچھے سے آوازیں دیں اور ایک آدمی ان کے پیچھے دوڑایا، مگر اُس آدمی کے پہنچنے سے پہلے وہ شہید ہو چکے تھے اور جب وہ دفن کیے گئے، تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی زمین تھی جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل [اور واقعات] بے شمار ہیں، ہم نے تو یہاں ان میں سے صرف چند ایک کو ذکر کیا ہے۔

[مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ پھر اپنے اصل مَوضُوع یعنی جہادی گھوڑے کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں]۔

⑩ جنّت کا گھوڑا

حضرت عبدُ الرحمٰن بن ساعِدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے بہت پسند تھے، چنانچہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! کیا جنّت میں گھوڑے ہوں گے؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبدُ الرحمٰن! اگر اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں جنّت میں داخل فرمایا، تو تمہیں وہاں یاقوت سے بنا ہوا، دو پَروں والا ایسا گھوڑا ملے گا جو تمہیں جہاں چاہو گے اُڑاتا پھرے گا۔ (مجمع الزوائد رجالہ ثقات)

[اس مضمون کی کئی احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں]۔

⑪ گھوڑا باندھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہیں

گھوڑوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس آیت میں ہے:

”وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ“۔ (انفال: ۶۰)

جبکہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آپ کے اس فرمان میں ہے:

”(جہاد کے لئے) گھوڑے باندھو اور ان کی پیشانی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کرو اور انہیں رسی ڈالو مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔“ (ابوداؤد)

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تانت کی رسی ڈالنے سے اس لئے منع فرمایا کہ اس میں گلا گھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مشرکین گھوڑوں کے گلے میں شرکیہ تعویذ تانت کی رسی میں لٹکاتے تھے، چنانچہ اس سے منع کر دیا گیا۔

بعض لوگوں نے "اَوْتَار" کا معنی تانت نہیں لیا، بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دشمنی ہے۔

تب اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا کہ ان گھوڑوں پر بیٹھ کر ذاتی انتقام لینے کے لئے نہ جاؤ۔

[خلاصہ یہ ہوا کہ جہاد کے لئے گھوڑا باندھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، پس جو لوگ گھوڑا باندھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو بہت بڑی نعمت اور فضیلت ہے۔]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھوڑا باندھنے کی طاقت رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔ (ابن عساکر، ضعیف)

⑫ گھوڑے والے گھر میں جنات داخل نہیں ہوتے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ [قرآن مجید کی آیت:] "وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ" (الانفال: ۶۰) [ترجمہ: یعنی کچھ اور لوگوں پر بھی جہاد کی تیاری اور گھوڑے باندھنے کا رُعب پڑے گا، جنہیں تم نہیں جانتے،] سے مراد جنات ہیں۔ (مجمع الزوائد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو، اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد)

[علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)]

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا: میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ! اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھراؤ رُک گیا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا [کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا؟] تو انہوں نے یہ آیت پڑھی "وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ" اور فرمایا: اس سے مراد جنات ہیں۔

۱۳ گھوڑوں کی دوڑ میں فرشتوں کی حاضری

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے کسی کھیل کود کے کام میں حاضر نہیں ہوتے، سوائے مرد کے اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے وقت اور گھوڑے دوڑانے اور تیر اندازی میں۔ (ابن عساکر)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے کے احکام انشاء اللہ آگے آئیں گے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو، تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے اور مرد کا ہر کھیل باطل [اور فضول] ہے، سوائے تیر اندازی کرنے، گھوڑے کو سکھانے اور بیوی کے ساتھ کھیلنے کے۔ (ابوداؤد، نسائی، حاکم)

فصل

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی گھوڑے تھے، ذیل میں انہیں ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے]۔

❶ اَلسَّکْب [تیز رفتار]:۔ یہ سفید پیشانی اور سرخ وسیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفیدی تھی ۔ اِبنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلکیت میں آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک بدّو سے دس اُوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سب سے پہلے غزوۂ اُحد میں شرکت فرمائی تھی ، اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت اَبُو بُردَہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے گھوڑے اور ''اَلسَّکْب'' کے عِلاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

❷ اَلمُرْتَجِز [رجز پڑھنے والا]:۔ اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت ہِنہناہٹ کی وجہ سے پڑا، یہ سیاہی ملی سفید رنگت والا تھا، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ ''طِرف'' یعنی اصیل گھوڑا تھا۔

❸ اَللُّحَیف [لپٹنے والا]:۔ اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ لمبی [شاندار] دُم والا تھا، گویا کہ وہ اپنی دُم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رَبِیعہ بنُ اَبِی اَلبَراء یا فَروَہ بن عَمرو اَلجُذَامِی نے پیش کیا تھا۔

❹ اَللِّزَاز [چمٹنے والا]:۔ گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزِل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا، یہ مُقوقِس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

❺ اَلظَّرِب [ٹیلا، چھوٹا پہاڑ]:۔ یہ دیوہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا، جو فَروَہ بن عَمرو نے بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔

❻ اَلوَرْد [سرخ زردی مائل]:۔ یہ تَمِیم دَارِی رضی اللہ عنہ نے بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُمَر بن خَطَّاب رضی اللہ عنہ کو عطاء فرما دیا تھا، اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

❼ سَبحَہ [تیرنے والا]:۔ اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

حافظ شَرَفُ الدِّین اَلدِّمیَاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں

کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ ﷺ زیادہ سواری "اَلسَّکْب" پر فرمایا کرتے تھے۔

اِن سات کے علاوہ باقی گھوڑوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

[مختلف روایات میں مُندرجہ ذیل نام کے گھوڑوں کا تذکرہ ملتا ہے]۔

ذُوالْعُقَّال، ذُوالِّلمَّہ، اَلْمُرَاوِح، اَلْسِّرْحَان، مُلَاوِح، اَلْیَعْسُوْب اَلْیَعْبُوْب، اَلْبَحْر، اَلْشَّحَا، اَلسِّجل، اَلطِّرْف، اَلنَّجِیْب۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس فصل کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین اپنے گھوڑوں کا نام رکھنے میں بھی نبیِ کریم ﷺ کی سُنّت کی پیروی کریں۔

حُضورِاکرم ﷺ کے پاس تین خچر تھے، جن کے نام یہ ہیں: ❶ دُلْدُل، ❷ فِضّۃ، ❸ شہباء۔ ان میں سے ایک خچر اِیْلَہ کے حکمران نے اور دوسرا دُومۃُ الجَنْدَل کے حکمران نے ہدیہ کیا تھا۔ دیگر روایات میں کِسْرٰی [فارِس] اور نَجاشی کے خچر ہدیہ کرنے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

دعوت

[اس مُفصّل باب میں جہاں ایک طرف جہاد کے لئے گھوڑے پالنے کی ترغیب ہے تو وہاں دوسری طرف اس بات کا بھی واضح ثُبوت ہے کہ جہاد کی نیّت سے جو سامان بھی تیار کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے اور اس کے مالک کو بے شُمار اجروثواب ملتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جہاد کے لئے عمدہ، اعلیٰ اور نفیس چیزیں تیار کیا کریں اور اپنے پاس زیادہ سے زیادہ سامانِ جنگ تیار رکھنے کی کوشش کیا کریں۔

یاد رکھیں! اگر آپ نے جہاد کی نیّت سے جُوتا بھی خریدا، یا ایک اچھا چاقو بھی بنوایا تو یہ سب کچھ قیامت کے دن نیکیوں کے میزان میں تولا جائے گا۔ آج دنیا میں مختلف چیزوں کا شوق رکھنے والے افراد اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے کتنا مال خرچ کرتے ہیں اور کتنا عمدہ سے عمدہ سامان تیار کرتے ہیں۔ اِسی طرح مسلمانوں کو بھی جہاد کا شوق بلکہ جُنون ہونا چاہئے، کیونکہ جہاد تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور جنّت کو پانے کا راستہ ہے اور جہاد ہی اسلام اور مسلمانوں کا مُحافظ فریضہ ہے، چنانچہ ہر مسلمان کے دل میں جب

جہاد کا شوق اور جنون ہوگا تو پھر وہ زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا سامانِ جہاد تیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اَجر و ثواب کے خزانے لُوٹے گا۔

اِسی طرح اِس باب میں اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑے قیامت تک جہاد کے کام آتے رہیں گے۔اِس میں شک نہیں کہ آج کے سائنسی دور میں بھی جہاد کے دوران گھوڑوں کی ضرورت پڑتی ہے،اِس لئے مسلمانوں کو اب بھی جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنے چاہئیں اور اپنے جسم کو گھوڑوں کی سواری کا عادی بنانا چاہیے، کیونکہ گھوڑوں کی سواری سے انسان کا جسم بہت مضبوط ہوتا ہے اور جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے۔آج کل کی نرم و نازک گاڑیوں نے مسلمانوں کے جسم کمزور کر دیئے ہیں، چنانچہ اگر آج کوئی آدمی پہلی مرتبہ صرف آدھا گھنٹہ گھوڑے کی سواری کرے تو پھر کئی دن تک جسم کے درد کی وجہ سے اُس کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

اِس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو وُسعت دی ہو اور عصرِ حاضر میں جہاد کے دیگر تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد اِس بات کی طاقت اور گنجائش رکھتا ہو کہ گھوڑا پال سکے تو پھر اُسے دیر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ فوری طور پر خیر و برکت اور اَجر و ثواب کا یہ عظیم کارخانہ لگا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رَسُول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے۔

جہادی تنظیموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد کے اس اہم شعبے کو زندہ رکھیں اور اپنی تربیت گاہوں میں گھڑ سواری کا مکمل فن سکھانے کی ترتیب بنائیں، تاکہ ہر مجاہد اس نعمت کو حاصل کر سکے۔اِسی طرح اسلامی حکومتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ عوامی جہادی تربیت گاہیں قائم کریں اور ان میں دیگر چیزوں کی طرح گھڑ سواری کی تربیت بھی دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی مَرضیات پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

سورۃ المائدہ آیت ۴۲

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

باب ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھوڑے کی خدمت اس کے اکرام کی فضیلت اور گھوڑے کے بارے میں بعض احکام کا بیان

خزانہ خیر و برکت

اچھے گھوڑے کی علامات

اے غافل انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ

گھوڑا زبانِ حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بے شمار نعمتوں سے شب و روز تمتّع کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے، وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے اُدھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا، ٹاپیں مارتا اور غبار اُٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلّف گھس جاتا ہے گولیوں کی بارش میں، تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا، بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے، کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے، جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، بے شک انسان بڑا ناشکرا اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

(فتح الجواد: ٤/٣٣٣)

باب ۱۴

گھوڑے کی خدمت اس کے اکرام کی فضیلت اور گھوڑے کے بارے میں بعض احکام کا بیان

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اِکرام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا اِکرام کرے گا اور جو اس کی اِہانت کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس کی اِہانت فرمائے گا۔

(ذکرہ ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰؒ فی کتاب الخیل)

رَوح بن زِنباع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کیلئے جَو صاف فرما رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد آپ کے اہلِ خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سر انجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے جَو صاف کرکے اس کے لئے [کسی تھیلی وغیرہ میں ڈال کر] لٹکا دے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرمائیں گے۔ (شعب الایمان، بیہقی)

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے گورنر تھے۔ (الطبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن میں نے صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرما رہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا پتہ کہ رات کے وقت جبرائیل (علیہ السلام) نے اس [گھوڑے] کے بارے میں مجھے عتاب کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو؟ مجھے جبرائیل (علیہ السلام) نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے [اس کے چارے کے] ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

فصل

خزانہ خیر و برکت

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی میں ہے۔(بخاری، مسلم)

حضرت عتبہ بن عبد السلمیؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی، اس کے چہرے اور اس کی دم کے بال نہ کاٹو، کیونکہ اس کی دم اُسے [مکھیوں اور دوسری چیزوں سے] بچانے والی ہے اور چہرے کے بال اُسے حرارت پہنچانے والے ہیں اور اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے۔(ابوداؤد، ابوعوانہ)

فصل

اچھے گھوڑے کی علامات

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے، بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اسکے بعد [دوسرے درجے پر] وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں، لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو پھر [سب سے اچھا گھوڑا] کمیت ہے، یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو، اسی نقش کے مطابق [یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی ہو]۔ (ترمذی، ابن ماجہ، المستدرک)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پیشانی اور بائیں طرف کے ہاتھ پاؤں پر سفیدی والا گھوڑا خریدو، بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔ (مجمع الزوائد، المستدرک)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بھورے رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرماتے تھے۔ شکال اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سیاہ اور ایک پاؤں سفید ہو۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ شکال وہ گھوڑا ہے جس کا ایک ہاتھ سفید اور دوسری طرف کا ایک پاؤں سفید ہو اور ایک ہاتھ سیاہ اور اس کے مقابل دوسری طرف کا ایک پاؤں سیاہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھائے ہوئے، زیادہ ہنہنانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ فتح ان کی ہوگی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے، کم ہنہنانے اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ ان کو شکست ہونے والی ہے۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[جہاد کے لئے پالے جانے والے گھوڑوں کی خدمت کرنے، انہیں دانہ کھلانے اور انکا اِکرام کرنے کا اجر وثواب ہم نے پڑھ ہی لیا۔ اِسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاد کا عمل اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے پس ان فضائل کو دل میں بٹھانے اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا بھرپور اکرام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے اور جہاد کا عمل اُمّت کے ہر فرد کا محبوب عمل بن جائے۔

یا اللہ! ہمیں جہاد سے محبّت عطاء فرما اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا اِکرام کرنے کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۱۵

مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت کا بیان

اِقامتِ صلوٰۃ کی اہمیت

نماز مستقل طور پر اسلام کا رُکن اور فریضہ ہے لہٰذا یہ رائے درست نہیں کہ نماز کو جہاد کی تربیت کے لئے فرض کیا گیا ہے جہاد کے دوران نماز معاف نہیں اور نہ ہی کوئی مجاہد نماز سے بالاتر ہے جہاد کی کامیابی کے لئے اِقامتِ صلوٰۃ بہت بڑا ذریعہ ہے۔(فتح الجواد:۲/۳۶)

مساجد کی آبادی جہاد کی حفاظت

مساجد کی حفاظت جہاد سے ہے اور جہاد کی دعوت و تربیت مساجد سے ہے مساجد آباد کرنا ایمان والے مجاہدین کا کام ہے مجاہدین مساجد سے دور ہوتے ہیں تو ان کا جہاد کمزور پڑ جاتا ہے مجاہدین کے ذمہ لازم ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور مساجد کی حفاظت کریں۔(فتح الجواد:۲/۴۲۸)

ایمانِ کامل اور اعمالِ صالحہ کا ثمرہ

ایمانِ کامل اور اعمال صالحہ پر تین چیزوں کا پکا وعدہ ہے:۔

1. زمین پر خلافت نصیب ہوگی،
2. تمکینِ دین یعنی دین اسلام زمین پر مضبوط، مستحکم اور نافذ ہو جائے گا،
3. امن، یعنی دشمنوں کے خوف سے امن مل جائے گا۔(فتح الجواد:۳/۲۲۳)

باب ۱۵

مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کے چہرے کو ستر سال [کی مسافت] جہنم سے دور فرما دیتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن عبس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا، تو جہنم کی آگ اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور ہو جاتی ہے۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

[اس مضمون کی احادیث بہت کثرت سے ہیں، ہم نے چند ایک کو ذکر کر دیا ہے]۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک نفل روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے دن قیام میں بیس سال کی کمی فرما دیتا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنی خندق بنا دیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

پیچھے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ مجاہدین میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خصوصی مقام والے وہ ہیں جو روزے رکھنے والے ہیں۔ (الطبرانی)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف میں سے بہت سے حضرات جہاد کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اجر و ثواب کے خزانے لوٹنے کے لئے روزہ رکھتے تھے اور سخت لڑائی کے دوران بھی روزہ نہیں توڑتے تھے۔

آیئے! ایسے عظیم حضرات کے کچھ واقعات یہاں پڑھتے ہیں، جبکہ متفرق طور پر یہ واقعات

آئندہ بھی آتے رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جنگِ یمامہ میں حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت زخمی تھے اور میں ان کے پاس کھڑا ہوا، تو فرمانے لگے: اے عبداللہ بن عمر! کیا روزے داروں نے اِفطار کرلیا ہے؟ [یعنی کیا اِفطار کا وقت ہو چکا ہے؟] میں نے کہا: نہیں۔ فرمانے لگے کہ میرے لئے اس ڈھال میں پانی لے آئیں شاید میں روزہ اِفطار کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حوض پر آیا تو وہ خون سے بھرا ہوا تھا، میں نے ڈھال مار کر خون ہٹایا اور کچھ پانی لے کر انکے پاس آیا تو وہ اس وقت شہید ہو چکے تھے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت ثابت البُنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کافی عرصہ تک جہاد کرتا رہا، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا طلب گار رہتا مگر اُسے شہادت نہ ملی، تو اس نے سوچا کہ میں کیوں نہ واپس اپنے گھر چلا جاؤں اور شادی کرلوں، یہ سوچ کر وہ قیلولے کے لئے اپنے خیمے میں سوگیا، ظہر کی نماز کے لئے جب دوسرے مجاہدین نے اُسے جگایا تو وہ رونے لگا۔ مجاہدین ڈر گئے کہ آخر اُسے کیا تکلیف پہنچی ہے جس کی وجہ سے وہ رو رہا ہے۔ اس نے جب اپنے ساتھیوں کو پریشان دیکھا، تو کہنے لگا: مجھے کوئی تکلیف نہیں، لیکن ابھی نیند کے دوران کوئی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: چلو اپنی بیوی حُورِ عَیْنا کے پاس۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا، وہ مجھے ایک صاف سُتھری سفید زمین پر لے گیا، وہاں میں نے ایک ایسا خوبصورت باغ دیکھا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس باغ میں دس نوجوان لڑکیاں تھی، اتنی حسین لڑکیاں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، مجھے یہ امید ہوئی کہ میری بیوی حُورِ عَیْنا انہیں میں سے ایک ہوگی، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں حُورِ عَیْنا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہم تو اس کی خادمائیں ہیں وہ خود آگے ہے۔ یہ سن کر میں اپنے ساتھی کے ساتھ آگے چلا تو ایک ایسے باغ میں پہنچ گیا جو پہلے والے سے دو چند حسین تھا، اس میں بیس لڑکیاں تھیں جو پہلے والی دس لڑکیوں سے بہت زیادہ حسین تھیں، میں نے اُمید کی کہ شاید ان میں سے کوئی میری بیوی عَیْنا ہوگی، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں عَیْنا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہم تو اس کی خادمائیں ہیں

وہ تو یہاں سے آگے رہتی ہے۔ اسی طرح اُس نے تیس تک لڑکیوں کا ذکر کیا، پھر اس نے کہا: میں ایک سرخ یاقوت کے محل کے پاس پہنچا، اس محل نے اپنے اردگرد کے علاقے کو اپنی چمک سے روشن کر رکھا تھا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا: اس محل میں چلے جاؤ۔ میں اس میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جس کی چمک دمک کے مقابلے میں محل کی چمک کچھ نہیں تھی، میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اچانک میرے ساتھی نے آواز دی کہ نکلو، اب واپس جانا ہے۔ میں نکلنے کے لئے کھڑا ہوا تو حورِ عِین نے میری چادر کو پکڑ لیا اور کہنے لگی: آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ بس میں یہی کچھ دیکھ رہا تھا کہ آپ لوگوں نے مجھے اُٹھا دیا، تب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو محض ایک خواب تھا، چنانچہ میں [افسوس اور غم میں] رونے لگا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لشکر میں اعلانِ جنگ ہو گیا، لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہو گئے، جب سورج غروب ہوا اور اِفطار کا وقت ہو گیا تو اسی وقت وہ نوجوان روزے کی حالت میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا، [حضرت ابو عمرو رضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ، غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک ہونے والے صحابی تھے۔] وہ میدانِ جنگ میں روزے کی حالت میں تھے اور پیاس کی وجہ سے دُہرے ہو رہے تھے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا: میری ڈھال مجھے دو پھر انہوں نے ڈھال لے کر کمزوری کے ساتھ تین تیر دشمن پر پھینکے، پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکا، وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا، اس آدمی کو قیامت کے دن ایک نُور ملے گا۔ اسی لڑائی میں حضرت ابو عمرو رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے سے پہلے شہید ہو گئے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

جہاد میں روزے رکھنے والوں کے باقی واقعات انشاء اللہ آئندہ ابواب میں آتے رہیں گے۔

حضرت مُعاذ بن اَنس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد میں نماز، روزے اور ذکر کا اَجر جہاد میں خرچ کرنے کے اَجر سے سات سو گُنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، المستدرک)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ مجاہد کی ایک نماز کا ثواب چار لاکھ نوسو نمازوں کے برابر ہے، یہی حال اس کے روزے اور ذکر کا ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

حضرت مُعاذ بن اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک ہزار آیات کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اُسے انبیاء، صدیقین، شُہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ دیں گے۔ [یعنی اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔] (المستدرک، ضعیف)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الملک ''تَبَارَكَ الَّذِيْ'' سے لے کر آخرِ قرآن تک ایک ہزار آیات بنتی ہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے [یعنی جہاد] میں نکل کر علم پھیلایا تو اُسے ہر حرف پر عالج [نامی ریگستان] کی ریت کے برابر نیکیاں ملیں گی اور اُسے اس علم پر عمل کرنے والوں جیسا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[جہاد ایک مشکل اور صبر آزما فریضہ اور عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خُصوصی نُصرت کے بغیر اس میں نکلنا اور پھر ڈٹے رہنا بہت مشکل ہے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری جہاد کے لئے فرض کے درجے میں ہے، کیونکہ اِختلاف اور گُناہوں کے ماحول میں اللہ تعالیٰ کی نُصرت نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی جہاد کا حق ادا ہوتا ہے۔ اِس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ مذکورہ بالا احادیث اور روایات کو بار بار پڑھیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ کا خُوگر بنائیں۔ آج کفر نے بہت طاقت پکڑ لی ہے اور اس طاقتور کفر سے مُقابلہ تبھی ہوسکتا ہے جب مجاہد دن کو ٹینکوں اور رات کو مُصلّے پر سوار رہیں اور کوئی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں، شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ مجاہدین کو اعمال سے غافل کردے اور انہیں مال میں خیانت کرنے والا بنادے، لیکن ایک مجاہد کو چاہئے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کو جان دینے کے لئے نکلا ہے تو پھر نیک اعمال اور امانت

کے ذریعے سے خود کو ایسا بنائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کیا جاسکے۔ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک مجاہد بیرونی کفر کو ختم کرنے کے لئے تو لوگوں کو قتل کرتا پھرے، لیکن خود اس کے اندر کفر پلتا رہے اور وہ کافروں والے اعمال میں مبتلا رہے، اِس موضوع کی مزید تفصیل کے لئے تمام مجاہدین کو ''زادِ مجاہد''[1] کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس میں مذکور اعمال اور ترتیب کو اپنانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچّا، متّقی اور امانت دار مجاہد بننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین]

[1] ''زادِ مجاہد'' امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ کی تالیف ہے۔ (محشی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واللہ سریع الحساب

١٤٢١ھ

اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

باب ۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل کا بیان

سرحدوں پر پہرے داری کے کچھ مزید فضائل

رِباط کا نصاب چالیس دن ہے

ایمان کی حفاظت کا نصاب

ایمان کی حفاظت اور دُنیا و آخرت میں کامیابی کا نصاب:۔

❶ صبر یعنی دین پر استقامت۔

❷ مُصابَرہ یعنی جہاد کے دوران ثابت قدمی۔

❸ رِباط یعنی ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنا۔

❹ تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اسکی نافرمانی سے بچنا۔

(فتح الجواد:۱/۳۵۵)

اصل چیز دہشت ہے

اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کا حکم دیا ہے کہ دُشمنانِ دین کو دہشت زدہ کیا جائے، چنانچہ جو لوگ دین دُشمنوں کو دَہشت زدہ کرتے ہیں، وہ قرآن پاک پر عمل کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو بُرا بھلا کہنا یا اِرہاب (دہشت گردی) کے اس مبارَک عمل پر طعن کرنا بہت بڑی غلطی اور کھلا گناہ ہے۔ (فتح الجواد:۲/۶۷۹)

دورانِ جنگ ذکر اللہ کا حکم

مصیبت اور خوف کے وقت انسان شدید تنہائی مَحسوس کرتا ہے اور تنہائی کا یہ احساس اسے فرار کے راستے پر ڈال دیتا ہے چنانچہ بندہ مؤمن کو جنگ کے خوفناک حالات میں ذکر کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ جب وہ دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو تنہائی کا احساس اُسکے دل سے نکل جاتا ہے۔ (فتح الجواد:۲/۲۲۲)

باب ۱۶

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

❶

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبہ:۵)

مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑو اور انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

❷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران:۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ۔

"اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا" کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں، یہاں تک کہ کافر اپنے [باطل] دین سے تنگ آ جائیں۔ (تفسیر ابن جریر الطبری)

محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے اور اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد میں مسلسل جمے رہو، یہاں تک کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کر لیں۔ (تفسیر ابن جریر)

ازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رَابِطُوْا کے معنی میں دو قول ہیں:

پہلے قول کے مطابق رَابِطُوْا کا معنی ہے، دشمنوں کے ساتھ قتال کرنا اور جہاد کیلئے گھوڑے باندھنا۔

دوسرا وہ معنی ہے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرنا، اس وقت جب کہ وضو کرنا مشکل ہو اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط ہے۔ (مسلم)

اس حدیث شریف میں ان دو اعمال کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد میں گھوڑے باندھنے

جیسا قرار دیا گیا ہے۔

ابُو محمد بن عَطِیَّہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: صحیح قول یہ ہے کہ رِباط کا معنی جہاد میں ڈٹے رہنا ہے۔ اصل میں لُغت کے اعتبار سے رِباط کا معنیٰ "رَبْطُ الْخَیْلِ" یعنی گھوڑا باندھنا ہے، لیکن پھر یہ لفظ ہر اُس شخص پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے کسی بھی محاذ پر ڈٹا ہو، خواہ وہ گھڑسوار ہو یا پیادہ۔ حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو اور نماز وغیرہ کو اِسی رِباط یعنی جہاد میں ڈٹے رہنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

علاّمہ ابنِ رُشد رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ یُونُس الصِّقِلِّی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عَبْدُاللہ بن عُمَر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت مشرکوں کا خون بہانے کیلئے ہے، جب کہ رِباط (یعنی پہرے داری) کی فرضیت مسلمانوں کے خون کی حفاظت کیلئے ہے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میرے نزدیک کافروں کا خون بہانے سے زیادہ محبوب ہے۔ (المقدمات، الجامع للمسائل المدونہ)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے مسلمانو! خوب اچھی طرح جان لو کہ رِباط (یعنی پہرے داری) ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ اور بخشش کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے، چنانچہ اس کے ایسے فضائل وارد ہوئے ہیں جو دوسری عبادات کے نہیں ہیں، اب ہم ان فضائل میں سے بعض کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

❶ رِباط دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر

حضرت سَہل بن سَعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ تعالیٰ کے راستے میں سرحد کی پہرے داری کرنا دنیا اور جو کچھ اُس پر ہے، اُن سب سے بہتر ہے اور جنّت میں تمہارے کسی ایک کے کوڑے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اُس پر ہے، اُن سب سے بہتر ہے۔ (بخاری)

دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو ساری دنیا اور اس کے تمام اسباب کا مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے، تب بھی وہ جہاد میں اسلامی سرحد یا مجاہدین کی پہرے داری کے ایک دِن کے اَجر کو نہیں پہنچ سکتا۔

[اس بارے میں مزید تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔]

❷ ایک ماہ کی پہرے داری ساری زندگی کے روزوں سے افضل

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات کی پہرے داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے اور اگر وہ پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل جاری کر دیا جائے گا، [یعنی قیامت تک اُسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا] اور قبر کے امتحان سے بھی وہ محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مہینے کی پہرے داری ساری زندگی روزے رکھنے سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور اُس کیلئے صبح و شام جنت سے روزی جاری کر دی جائے گی اور قیامت کے دن تک اُسے پہرہ دینے کا اجر ملتا رہے گا۔

(مجمع الزوائد، الطبرانی رجالہ ثقات)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری گھر میں ساٹھ سال تک عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

❸ قیامت کے دن تک عمل کا جاری رہنا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام و صیام سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل [قیامت کے دن تک] جاری کر دیا جائے گا اور اس کیلئے [جنت سے] رزق بھی جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں، مصنف رحمہ اللہ نے بھی مزید چار روایات ذکر فرمائی ہیں، چونکہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے، اس لئے ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا۔]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کیساتھ] بند ہو جاتے ہیں، سوائے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں

پہرے داری کرنے والے کے، کیونکہ اس کا عمل قیامت کے دِن تک بڑھتا رہتا ہے، [یعنی اُسے روزانہ کی پہرے داری کا اَجر ملتا رہتا ہے] اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مستدرک)

عَلّامہ قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس طرح کی احادیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے ان میں سب سے افضل جہاد کی پہرے داری ہے۔ ایک اور حدیث میں حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین اعمال کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد تک جاری رہتا ہے، وہ صدقہ جاریہ، علمِ نافع اور نیک اولاد ہیں۔ ان تینوں کا اَجر بے شک مرنے کے بعد جاری رہتا ہے، لیکن جب یہ چیزیں باقی نہیں رہتیں تو ان کا اَجر بھی بند ہو جاتا ہے، لیکن جِہاد میں پہرے داری کا اَجر قیامت کے دِن تک بڑھتا ہی جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جِہاد اور اس میں پہرے داری پورے اسلام اور اس کے تمام اعمال کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اسلام اور اس کے اعمال قیامت تک رہیں گے تو اسی طرح جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا اَجر بھی قیامت تک رہے گا۔ (تفسیر القرطبی)

حضرت واثِلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی اچھا کام شروع کیا، اُسے اُس کا اَجر ملتا رہے گا، خواہ کوئی اُس کی زندگی میں کرے یا اُس کے مرنے کے بعد، یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے اور جس شخص نے کوئی بُرا کام شروع کیا، اُسے اُس کام کے کرنے والوں کا گناہ ملتا رہے گا، یہاں تک وہ کام چھوڑ دیا جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے، اُسے اُس پہرے داری کا اَجر قیامت کے دِن اُٹھائے جانے تک ملتا رہے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانیؒ)

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص مرتے وقت جان نکلنے سے پہلے [آخرت کا] اپنا مقام دیکھ لیتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے، کیونکہ اس کا اَجر یا رزق جاری رہتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ موقوفاً)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرنے والا شخص چونکہ اپنے تمام اعمال کر چکا ہوتا ہے، اس لئے ان اعمال کی بدولت اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں جو مقام ہونا چاہیے وہ مرتے وقت

اسے دیکھ لیتا ہے، لیکن جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا عمل تو مرنے کے بعد جاری رہتا ہے اور بڑھتا چڑھتا رہتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا عمل اُسے کتنے بڑے مقام تک پہنچائے گا، چونکہ اس کا مقام ابھی متعین ہی نہیں ہوا ہوتا، اس لئے اُسے دکھایا بھی نہیں جاتا، البتہ مرتے وقت اُسے کچھ اور بشارتیں دکھائی جاتی ہیں، تاکہ اُسے موت کے وقت لذّت اور سرور نصیب ہو۔

❼ قبر میں منکر نکیر سے حفاظت

حضرت فُضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کے ساتھ] بند ہو جاتے ہیں، سوائے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے، کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کے امتحان [یعنی منکر نکیر کے سوال] سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت شُرحبیل بن السمط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فارس کی سرزمین پر پہرے داری کر رہے تھے اور [زیادہ عرصہ گزرنے اور فاقوں پر فاقے آنے کی وجہ سے] مجاہدین اس پہرے داری سے اُکتا چکے تھے اور تنگ آ رہے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا گزر ہم پر سے ہوا، تو آپ نے [یہ صورتحال دیکھ کر] فرمایا: اے ابن السمط! میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک حدیث نہ سناؤں، تاکہ وہ تمہارے لئے اس مقام پر مددگار ثابت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات پہرے داری کرنے والے کا اجر گھر میں مہینہ بھر کے قیام اللیل جیسا ہے اور اگر وہ مر گیا تو قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا اور اُس کی قبر پر لکھ دیا جائے گا کہ یہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا محافظ ہے اور اُس کے بہترین اعمال کو اُس کیلئے قیامت تک جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم، ابن عساکر)

❽ قیامت کے بڑے خوف سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے، اُس کا نیک عمل اس کیلئے جاری کر دیا جاتا ہے اور اُس کیلئے روزی بھی جاری کر دی جاتی ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) اُسے قیامت کے دن خوف سے مامون اٹھائیں گے۔ (ابن ماجہ باسناد صحیح)

[یہ مضمون اور بھی کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔]

❻ موت کی صورت میں شہادت کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص پہرے داری کرتے ہوئے مرے گا وہ شہید ہوگا اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اُسے صبح وشام جنّت سے روزی دی جائے گی اور اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق، سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں پہرے داری کا ارادہ کرتا ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے، جب وہ اُس کیلئے گھر سے نکل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرشتے مقرّر فرما دیتے ہیں جو آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں، جب وہ [رباط کے مقام پر] پہنچ جاتا ہے تو اس کی دُعائیں قبول کی جاتی ہیں، وہ اگر مر جائے تو شہید ہوتا ہے اور قیامت کے دن تیس ۳۰ آدمیوں کی شفاعت کریگا اور اگر وہ قتل کیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن سترّ آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (ابن عساکر)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ رحمت اور فضل والا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جو بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے عبادت کی نیّت کرتا ہے مگر کسی قدرتی آفت کی وجہ سے وہ اُسے نہیں کر پاتا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس بندے کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے اُس عبادت کا اجر وثواب عطاء فرما دیتے ہیں، جیسا کہ اُس شخص کیلئے جو حج کیلئے نکلا ہو، مگر راستے میں انتقال کر گیا ہو، یا تہجّد کی نیّت سے سویا ہو، مگر صبح نہ اُٹھ سکا ہو، یا اچھی طرح وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے گیا ہو، مگر اُسے جماعت نہ ملی ہو۔

احادیث صحیحہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ اُسے حج، تہجّد اور جماعت کا اجر مل جاتا ہے۔ روایات میں اور بھی کئی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری کا کام سرانجام دینے والا مجاہد بھی گھر سے شہادت ہی کی نیّت سے نکلتا ہے اور خود کو شہادت کیلئے پیش بھی کر دیتا ہے، لیکن پھر اُسے شہادت نہیں ملتی، بلکہ موت آجاتی ہے تو اِسی دستورِ الٰہی کے مطابق اس کیلئے بھی شہادت کا اجر ثابت

ہوتا ہے، اگرچہ احادیث میں نہ بھی آیا ہو، جبکہ پہرے داری کی موت کے شہادت ہونے پر کئی احادیث بھی موجود ہیں، اگرچہ ان کی سند میں کچھ کلام ہے، لیکن تعددِ طرق کی وجہ سے اور دستورِ الٰہی کی وجہ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ جبکہ رباط کی حالت میں مرنے والے کیلئے کئی صحیح احادیث میں شہداء کی خصوصیات مثلاً روزی کا جاری ہونا، فتنہ قبر سے نجات ملنا وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

⑦ پُلِ صراط پر ہوا کی طرح سے گزرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو کھڑا فرمائیں گے وہ پُلِ صراط پر سے ہوا کی طرح گزر جائیں گے، اُن پر نہ حساب ہوگا نہ عذاب۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہوگی۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ مرسلاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اٹھائیں گے جن کے چہروں پر نور چمک رہا ہوگا، وہ لوگوں کے پاس سے ہوا کی طرح گزر کر بغیر حساب و کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہوگی۔ (ابن عساکر باسنادہ)

⑧ لیلۃ القدر پا لینے سے بھی افضل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سمندر کی جانب مسلمانوں کی حفاظت کیلئے ایک رات پہرے داری مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں کعبۃ اللہ یا مسجدِ نبوی میں لیلۃ القدر کو پالوں اور تین دن کی پہرے داری ایک سال کے برابر ہے اور پہرے داری کا مکمل نصاب چالیس راتیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاقؒ مرسلاً)

عثمان بن ابی سودہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یافا [نامی مقام جو بیت المقدس کے ساحل پر ہے]، میں پہرے داری کر رہے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ پہرے داری بیت المقدس میں شبِ قدر پا لینے سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن المنذر)

[افسوس صد افسوس! یہ علاقہ اب اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ علاقے واپس لینے کی توفیق عطاء فرمائے جن کی حفاظت اور پہرے داری حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے رہے ہیں۔]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری فرما رہے تھے، اچانک [کسی خوف کی وجہ سے] لوگ ساحل کی طرف بھاگے، مگر پھر معلوم ہوا کہ خوف کی کوئی بات نہیں تو لوگ واپس آ گئے، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ کھڑے پایا۔ ایک شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! کس چیز نے آپ کو کھڑے رکھا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کھڑے رہنا، لیلۃ القدر میں حجر اسود کے پاس قیام سے بہتر ہے۔ (موارد الظمآن، بیہقی)

۹ مُرابط اور جہنّم کے درمیان خندقوں کے فاصلے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کی اللہ (تعالیٰ) اس کے اور جہنّم کے درمیان سات خندقیں بنا دیں گے اور ہر خندق سات آسمان و زمین جیسی ہوگی۔ (الطبرانی)

۱۰ پیچھے رہ جانے والے تمام لوگوں کا اجر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہرے داری کا اجر پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک رات مسلمانوں کی پہرے داری کی تو اُسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے والوں کا اجر ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد، رجالہ ثقات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کیلئے نکلا، اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ہر نیک اور بد، ہر بچے اور عورت، ہر ذِمّی اور جانور، خشکی اور پانی میں موجود ہر پرندے کی طرف سے ایک ایک قیراط اجر قیامت کے دن تک ملتا رہے گا اور ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ (شفاء الصدور)

ابراہیم یمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: اے ابُو عبداللہ! میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں جدّہ میں آ کر مقیم ہو جاؤں اور یہاں جہاد کی پہرے داری کروں اور ہر مہینے میں ایک عمرہ اور ہر سال حج ادا کروں اور اپنے گھر والوں سے بھی قریب رہوں، کیا آپ کو یہ زیادہ پسند ہے، یا میرا مُلکِ شام چلے جانا؟ حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے یمانی! تم شام کے ساحلوں کو لازم پکڑو، تم شام کے ساحلوں پر مضبوطی سے ڈٹے رہو، کیونکہ اس کعبۃ اللہ کا ہر سال دو یا تین لاکھ آدمی حج کرتے ہیں اور ان کی تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے اور تجھے [ملکِ شام میں رِباط و جہاد کرتے ہوئے] ان سب کے حج، عمرے اور دوسری عبادت جیسا اَجر ملتا رہے گا۔ (ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق)

⑪ ایک ہزار دنوں سے بہتر

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ ارشاد فرمایا: [اے مسلمانو!] میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سُنی ہے جو میں نے تم سب کے [مدینہ چھوڑ کر] چلے جانے کے خوف سے تمہیں نہیں سُنائی تھی، میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دِن کی پہرے داری دوسری تمام جگہوں پر گزارے جانے والے ہزار دِنوں سے بہتر ہے، پس تم میں سے ہر شخص اپنے لئے جو پسند کرے وہی اختیار کرلے۔

(مُصنّف ابن ابی شیبہ، ترمذی، نسائی، ابن حبان، المستدرک)

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک رات کی پہرے داری کی تو یہ ایک ہزار راتوں کے قیام اور روزوں جیسی ہے۔ (ابن ماجہ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری دنیا کے تمام مقامات پر گزارے جانے والے ہزاروں دنوں سے افضل ہے، ان مقامات میں مکہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ اور بیت المقدس بھی آتے ہیں، کیونکہ اگر ان میں مکہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ شامل نہ ہوتے تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

اس حدیث کو لوگوں سے کچھ عرصہ تک پوشیدہ نہ رکھتے، لیکن چونکہ اس حدیث کو سنانے کے بعد مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کے خالی ہو جانے کا خطرہ تھا، اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُسے کچھ عرصہ تک لوگوں کو نہیں سنایا۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک بہت بڑی تعداد جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ چھوڑ کر مُلکِ شام کے ساحلوں پر جہاد اور پہرے داری کیلئے تشریف لے گئی اور وہیں اُن میں سے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ انتقال فرما کر شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

حضرت عبد اللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حارِث بن ہِشام رضی اللہ عنہ جب مکّہ مکرّمہ سے جہاد کیلئے نکلے تو اہلِ مکّہ سخت غمگین ہوئے اور تمام چھوٹے بڑے انہیں رخصت کرنے کیلئے نکلے، جب وہ مکّہ مکرّمہ کے آخری کنارے پر پہنچے تو رک گئے اور لوگ اُن کے چاروں طرف کھڑے ہو کر رونے لگے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو اتنا روتے دیکھا تو آپ کو بھی رونا آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم سے پہلوتہی کر کے یا تمہارے شہر پر کسی اور شہر کو ترجیح دینے کی وجہ سے نہیں جا رہا، لیکن ہم سے پہلے جہاد کیلئے ایسے لوگ نکل چکے ہیں کہ اگر مکّہ کے پہاڑ سونے کے بنا دیئے جائیں اور ہم اُن پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیں تب بھی اللہ کی قسم! ہم اُن کے ایک دن کے اَجر کو نہیں پا سکتے۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ دنیا میں ہم سے آگے چلے گئے، لیکن ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم آخرت میں تو ان کے ساتھ شریک ہو جائیں، میں تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ مُلکِ شام تشریف لے گئے اور وہیں پر انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

عَلّامہ ابنُ الاثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت حارِث بن ہِشام رضی اللہ عنہ اپنے تمام مال اور گھر والوں کے ساتھ جہاد کرنے کیلئے مُلکِ شام تشریف لے گئے اور جنگ یَرمُوک میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (اسد الغابہ)

حافظ مِزّی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت حارِث رضی اللہ عنہ (جو ابُو جہل کے بھائی تھے) غزوہ بدر اور اُحد میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے، فتحِ مکّہ کے دن آپ نے اسلام قبول کیا، آپ

بہت مُعزّز اور قدر و منزلت والے شخص تھے۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر علماءِ کرام کا اجماع نقل کیا ہے کہ کسی بھی علاقے میں اسلامی سرحدوں یا لشکر کی حفاظت کیلئے قیام کرنا مکہ مکرّمہ، مدینہ مُنوّرہ اور بیتُ المقدِس میں مُقیم ہونے سے افضل ہے۔ (مجموع الفتاوٰی)

حضرت امام اَحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مکّہ مکرّمہ میں قیام زیادہ بہتر ہے یا رِباط؟ انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک رِباط زیادہ پسندیدہ ہے اور امام اَحمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے نزدیک جہاد اور رِباط کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ (المغنی)

ایک شخص نے حضرت امام مالِک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا میں مدینہ مُنوّرہ میں قیام کروں یا [رِباط کیلئے] اِسکندریہ میں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا: تم اِسکندریہ میں قیام کرو۔

۱۲ مُرابِط کی عبادت کا اجر

مُرابِط چونکہ مجاہِد بھی ہے، اِس لئے جو فضائل مجاہد کے روزے نماز اور ذکر کے گزرے ہیں مُرابِط بھی ان سب کا مستحق ہوتا ہے۔ مزید کچھ فضائل ملاحظہ کیجئے۔

حضرت اَبُو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مُرابِط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر اور اس کا ایک درہم و دینار خرچ کرنا کسی اور جگہ سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شعب الایمان)

حضرت اَبُو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمندر کے ساحل پر ایک نماز دس لاکھ گنا بڑھادی جاتی ہے۔ [ساحلِ سمندر کا تذکرہ اس لئے ہے کہ عموماً پہرے داری والے محافظ دستے ساحل سمندر پر ہوتے ہیں]۔ (شفاء الصدور)

ایک اور روایت میں مُرابِط کی نماز کو دس لاکھ پچیس ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (شفاء الصدور)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کسی بھی جگہ رِباط میں ایک دن یا رات گزارنا مکّہ مکرّمہ، مدینہ مُنوّرہ جیسے بابرکت شہروں میں ایک ہزار دن رات گزارنے سے افضل ہے۔ جبکہ مسجدِ حرام (مکّہ مکرّمہ) میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر

ہے تو اس حساب سے مُرابِط کی ایک نماز کا اَجر دس کروڑ نمازوں کے برابر بنتا ہے اور مُرابِط کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور اس کا رزق بھی جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ یہ سارے فضائل بھی اسی کے ساتھ خاص ہیں، مکّہ مکرّمہ یا مدینہ منوّرہ میں مرنے کے یہ فضائل نہیں ہیں۔

بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطاء فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مُرابِط کی ہر ایک نیکی دوسرے عبادت گزاروں کی تمام نیکیوں کے برابر ہے اور اللہ (تعالیٰ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے بہترین لوگوں کو رِباط کیلئے اِسی طرح منتخب فرماتے ہیں، جس طرح اس اُمّت کے بدترین لوگوں کو بادشاہوں کیلئے۔ (شفاء الصدور)

مُرابِط کو مال خرچ کرنے کا بھی مجاہد کی طرح اَجر ملتا ہے اور اس میں اضافہ یہ ہے کہ اگر کوئی سرزمین اسلامی سرحد کی حیثیت اختیار کر گئی ہو، تو وہاں مُقیم لوگ جو جہاد اور دِفاع کی نیّت رکھتے ہوں ان کو بھی مال خرچ کرنے پر جہاد کا اَجر ملتا ہے، جیسا کہ حضرت عُثمان غَنی رضی اللہ عنہ نے اَہلِ شام کو فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر ایک درہم کا گوشت خرید کر خود کھائے گا اور اپنے بچوں کو کھلائے گا، تو اُسے سات سو درہم خرچ کرنے کا اَجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عُثمان غَنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورا مُلکِ شام سرحد کی حیثیت رکھتا تھا، البتہ اِس زمانے میں سرحدی محاذِ جنگ اور اس کے قریبی علاقوں میں حفاظت کی نیّت سے ٹھہرنا رِباط کہلائے گا۔

فصل

سرحدوں پر پہرے داری کے کچھ مزید فضائل

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر اُمت کیلئے سیاحت ہے اور میری اُمت کی سیاحت جہاد ہے اور ہر اُمت کی رہبانیت ہے اور میری اُمت کی رہبانیت دشمنوں کی گردنوں [یعنی سرحدوں] پر پہرہ دینا ہے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

حضرت عُروہ بن رُوَیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ماضی میں ہم بہت گناہوں اور زِنا (وغیرہ) میں مُبتلا رہے ہیں، اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو گھروں میں بند کرلیں اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم لوگ لشکروں میں نکلو گے، کافر تمہارے ذِمّی بن کر تمہیں خراج دیں گے اور سمندر کے ساحل پر تمہارے شہر اور محل ہونگے، پس جو تم میں سے اس زمانے کو پائے اور پھر کسی شہر یا محل میں خود کو عبادت کیلئے مرتے دم تک بند کرنا چاہے تو کرلے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، معضل صحیح الاسناد)

حضرت یزید العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہونگے جن سے سرحدوں کو بھرا جائے گا، [یعنی ان کو پہرے داری کیلئے محاذوں پر بھیجا جائے گا] اور ان سے حقوق لئے جائیں گے، لیکن ان کے حُقوق انہیں نہیں دیئے جائیں گے، وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ باسناد حسن)

عِصمہ بن راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے کہ وہ رِباط کو جہاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: کس وجہ

سے وہ ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیونکہ جہاد میں بہت سی ایسی شرطیں ہیں جو رباط میں نہیں ہیں۔ (کتاب السنن لسعید بن منصورؒ)

رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رباط کی فکر کیا کرو، کیونکہ جو شخص رباط کی فکر کرتا ہے، اللہ (تعالیٰ) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان جہنّم سے برات لکھ دیتے ہیں اور جو شخص رباط کو نبھاتا ہے اُسے کوئی خطا یا گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (شفاء الصدور)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنا ہزار آدمیوں کی ہزار سال کی عبادت کی طرح ہے۔ (ابن عساکر ہذا حدیث غریب)

رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نزدیک ساحلِ سمندر پر ایک دن کا رباط اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار سے سو غلام خرید کر آزاد کردوں اور اپنی اس مسجد (مسجد نبوی شریف) میں تیس سال اعتکاف کروں۔ (شفاء الصدور)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور زمین پر سبزا اُگتا رہے گا، جہاد ہمیشہ میٹھا اور سرسبز رہے گا اور عنقریب مشرق کی طرف سے کچھ لوگ اُٹھیں گے جو کہیں گے کہ نہ جہاد [باقی] ہے اور نہ رباط، یہ لوگ جہنّم کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہلِ زمین کے صدقے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر، حدیث غریب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں بہترین زندگی اُس شخص کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، وہ جب بھی دُشمن کی آواز یا اعلانِ جنگ سنتا ہے، اس کی طرف اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اُڑ پڑتا ہے، وہ شہادت چاہتا ہے یا اُسے موت کا یقین ہوتا ہے اور [پھر اُس شخص کی زندگی بہترین ہے] جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی وادی میں مقیم ہو کر نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے اور لوگوں کے ساتھ اُس کا تعلّق خیر والا ہو۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی خدمت میں دو شخص

حاضر ہوئے ، تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور جس تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے وہ ان دونوں کو دیا۔ ان دونوں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے کوئی ایسی بات سُنیں جو ہمیں نفع دے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے مہمان کا اِکرام نہ کیا، اس کا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے کوئی تعلّق نہیں ہے، خوشخبری ہے اس شخص کیلئے، جس نے جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام کی ہو اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی سے روزہ اِفطار کیا ہو اور ہلاکت ہے اُن زیادہ کھانے والوں کیلئے، جو گائے کی طرح کھاتے ہیں اور سارا دِن اپنے غلام سے کہتے رہتے ہیں، یہ [کھانا] اٹھاؤ، وہ [کھانا] رکھ دو اور وہ اللہ (تعالیٰ) کا ذکر نہیں کرتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ مصر کے فاتحین اور وہاں سب سے پہلے آباد ہونے والوں میں سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مصر میں انتقال فرمانے والے وہ آخری بزرگ ہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب جہاد کا مقام بہت دور ہو، یا جہاد میں مالِ غنیمت وغیرہ کی چوری شروع ہو جائے تو اُس زمانے میں رِباط یعنی پہرے داری افضل جہاد بن جاتی ہے۔

حضرت عُتبہ بن النُدّر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جہاد [کی جگہ] دور ہو اور سختی بڑھ جائے اور مالِ غنیمت میں خیانت ہونے لگے، تو تمہارا بہترین جہاد رِباط ہے۔] (موارد الظمآن، المعجم الکبیر للطبرانیؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی جہاد افضل ہوتا ہے اور کبھی رِباط...... اس چیز کا تعلّق افراد اور اَحوال سے ہے۔

حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم جہاد میں لگے رہو جب تک جہاد شیریں اور سرسبز ہے اور کمزور پودے یا بوسیدہ چورے یا خشک لکڑی کی طرح نہ ہو جائے اور جب جہاد [کی جگہ] دور ہو جائے اور مالِ غنیمت [ناجائز طریقے سے] کھایا جانے لگے اور حرمتیں حلال کر لیں جائیں، [یعنی لوگ جہاد میں نکل کر حرام کام کرنے لگیں،] تو پھر تم رِباط کو لازم پکڑو، کیونکہ [اس وقت] وہ

بہترین جہاد ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

علاّمہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت کا مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت تک جہاد کرتے رہو، جب تک تمہیں فتح ونصرت نصیب ہوتی رہے اور مالِ غنیمت ملتا رہے، اس سے پہلے کہ بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے جہاد کمزور پودے، بے کار مٹی اور خشک لکڑی کی طرح ٹوٹنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب وعدے اور عہد پورے نہ کئے جائیں اور کتاب وسنّت کو نافذ نہ کیا جائے، تو تمہارا بہترین جہاد رِباط ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

رِباط کا نصاب چالیس دِن ہے

علّامہ ابنُ المنذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مکمل رِباط چالیس دن کا ہے۔ (الاوسط)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا رِباط کیلئے کوئی مدت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں چالیس دن۔

اِسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رِباط کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے، [ورنہ ایک دن، ایک رات، یا ایک گھڑی کی پہرے داری بھی رباط ہے]۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکمل پہرے داری چالیس دن کی ہے، جس شخص نے چالیس دن تک پہرے داری کی اور (اس دوران) اُس نے خرید وفروخت بھی نہ کی اور کوئی بدعت بھی نہیں گھڑی، تو گناہوں سے ایسے پاک ہوجائے گا جس طرح ماں سے پیدا ہوتے وقت پاک تھا۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا رِباط (پہرے داری) سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر کی پہرے داری، پس جس شخص نے سمندر [کے محاذ] پر چالیس راتوں تک پہرہ دیا، تو گویا کہ اس نے ستّر مقبول حج کرلئے اور یہ راتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (شفاء الصدور)

ایک روایت میں آیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: میں پہرہ دینے [سرحد پر] گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کتنے دن تم نے پہرہ دیا؟ اس نے کہا تیس دن۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے چالیس دن کیوں نہ پورے کرلئے؟ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے نے تیس راتیں [سرحد پر] پہرہ دیا اور

واپس لوٹ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ واپس جاؤ اور دس راتیں اور پہرہ دے کر چالیس پوری کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں کے کسی ساحل پر تین دن پہرہ دیا، تو اس کیلئے ایک سال کی پہرے داری کے برابر ہے۔ (مجمع الزوائد، مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے تین دن پہرہ دے دیا تو پھر عبادت گزار جو چاہیں عبادت کرلیں، [تمہارے مقام تک نہیں پہنچ سکتے]۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باسناد صحیح)

اس روایت کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سال جہاد کرتے تھے اور ایک سال حج۔ (تہذیب الکمال)

احمد بن جناب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے پینتالیس حج کیے اور پینتالیس لڑائیوں میں حصہ لیا۔ (تہذیب الکمال)

اہل شام کی پہرے داری

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملک شام کے رہنے والے اور ان کی بیویاں اور ان کے بچے اور ان کے غلام اور ان کی باندیاں جزیرے کے آخری حصے تک پہرہ دینے والے ہیں، پس جو شخص [شام کے] کسی بھی شہر میں اترے گا، وہ مرابط ہے اور کسی سرحد پر اترے گا، وہ مجاہد ہے۔ (ابن عساکر، الطبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی ایک جماعت بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت انطاکیہ اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت دمشق اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت طالقان اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی، یہ لوگ حق والے ہوں گے اور اپنے مخالفین اور معاونین کی پرواہ نہیں کریں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طالقان سے اپنا خزانہ نکالیں گے اور اس کے ذریعے سے دین کو زندہ کریں گے، جیسا کہ اس سے پہلے دین کو مٹایا گیا ہوگا۔ (ابن عساکر، حدیث غریب)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہلِ شام ہلاک ہو جائیں گے، تو میری اُمت میں خیر باقی نہیں رہے گی اور میری اُمت کی ایک جماعت حق کو غالب کرنے کیلئے لڑتی رہے گی اور وہ اپنی مخالفت کرنے والوں اور رسوا کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ سارے حق پر قائم رہیں گے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے شام کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ (ابن عساکر تاریخ مدینہ دمشق)

اہلِ شام کے فضائل کی روایات کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

رِباط سے متعلق چند مسائل

❶ وہ رِباط جس کے فضائل بیان ہوئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی ایسی سرحد، یا محاذ پر جہاد اور دِفاع کی نیّت یا اسلامی لشکر کی تعداد بڑھانے کیلئے پہرہ دے، جہاں پر دُشمنوں کے حملے کا اِمکان ہو، چنانچہ جس جگہ جتنا خوف اور خطرہ زیادہ ہوگا، وہاں پر پہرے داری کا اَجر بھی اُتنا زیادہ ہوگا۔

❷ اگر کوئی شخص رہتا ہی کسی سرحد پر ہے اور اس اسلامی سرحد پر جہاد اور دِفاع کی نیّت سے رکا ہوا ہے کہ اگر کوئی اُسے لالچ دے کر وہاں سے کسی جگہ منتقل ہونے کیلئے کہے تو وہ انکار کردے، تو ایسا آدمی بھی مُرابط ہے، اگرچہ وہ وہاں پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہو۔

❸ اگر کوئی شخص کسی سرحد پر جہاد کے عِلاوہ کسی اور وجہ سے رہتا ہے، مثلاً اُس کی بیوی وہاں کی رہنے والی ہے اور کسی جگہ منتقل نہیں ہونا چاہتی، یا اُس کی وہاں پر نوکری یا ملازمت ہے اور اگر اُس کی مجبوری ختم ہو جائے یا اُسے لالچ دیا جائے تو وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جائے گا، تو ایسا آدمی قطعاً مُرابط نہیں ہے۔

❹ جو آدمی کسی اسلامی سرحد پر مُقیم ہو اور اس کی نیّت یہ ہو کہ اگر دشمن نے حملہ کیا، تو وہ یہاں سے بھاگ جائے گا، تو ایسا شخص جب تک اُس سرحد پر رہے گا تو گُناہ گار رہوگا۔

❺ جن سرحدوں پر خطرہ زیادہ ہو، وہاں اپنے بیوی بچوں کو ساتھ نہیں لے جانا چاہیے، کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور

آخرت پر یقین رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اپنے بچوں کو مشرکین کے مقابلے میں نہ لے جائے۔ (مصنف عبدالرزاق مرسلا)

لیکن اگر زیادہ خطرہ نہ ہو اور مجاہدین خود وہاں کے مقامی ہوں اور بیوی بچوں کے بغیر رہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے۔ (المغنی)

دعوت

[رباط کے یہ عظیم الشان اور بے شمار فضائل اس دور میں مسلمانوں کو ان کے ایک ایسے فرض کی یاد دلاتے ہیں جس سے آج عمومی طور پر غفلت برتی جا رہی ہے، یہ فرض ہے "اسلامی سرحدوں کی حفاظت"۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اس دور میں اپنی مجرمانہ کوتاہیاں دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے، اسلام نے تو رباط کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ مسلمانوں کے ملکوں اور علاقوں کی طرف کوئی بھی کافر ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ سکے، اسی لئے اسلامی شریعت میں یہ حکم موجود ہے کہ جس زمین پر مسلمانوں نے ایک دن بھی قبضہ کیا ہو اور وہاں اسلامی جھنڈا لہرایا ہو وہ زمین قیامت تک مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اور اس زمین کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے اور اگر کافر اس زمین کی طرف بڑھنے لگیں یا خدانخواستہ اُسے اپنے قبضہ میں لے لیں تو اس زمین کو بچانا اور کافروں کے قبضے سے آزاد کرانا مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اسی وجہ سے وطنیت اور قومیت کی مکمل نفی فرما دی اور مسلمانوں کو ایک جسم قرار دے کر انہیں اکٹھے رہنے اور ایک خلیفہ کے تحت رہنے کا حکم دیا، تاکہ اُن کی طاقت اور قوت مجتمع اور مضبوط رہے، وہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں، زمین کے مشرق و مغرب میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کر دیں اور باطل ادیان اور ظالمانہ نظام سے انسانیت کو چھٹکارا دلا دیں۔ ماضی کے مسلمانوں نے اسلام کے اس حکم اور فلسفے کو اچھی طرح سمجھا اور یاد رکھا اور حتی الوسع اس پر عمل کیا، چنانچہ ان کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور ان کے باج گزاروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ جزیہ دینے سے انکار کر دیں اور سال میں دو چار مرتبہ اسلامی

لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ اقدامی جہاد کے کندھوں پر دعوتِ اسلام کو رکھ کر نکلتا تھا۔ چنانچہ خوش قسمت لوگ دعوتِ اسلام کو قبول کر لیتے تھے، جبکہ بدنصیب لوگوں کو ذلت اور شکست کا سامنا ہوتا تھا اور ان کے علاقے بھی اسلامی حکومت کا حصہ بن جاتے تھے۔ چونکہ اسلام کسی کو تلوار کے زور پر زبردستی مسلمان نہیں کرتا، اس لئے ان علاقوں کے کافروں کو مسلمان امن فراہم کرتے تھے اور وہ اسلامی حکومتوں کو جزیہ دیا کرتے تھے، ان دنوں میں مسلمانوں کے نزدیک اسلامی ملکوں کی زمین کا ایک ایک چپہ ان کے گھروں کی عصمت کی طرح مقدس ہوتا تھا، چنانچہ کافروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان علاقوں پر قبضے کا تصوّر بھی کر سکیں اور اگر کبھی کافروں میں سے کوئی کسی اسلامی علاقے پر چڑھائی کی غلطی کرتا بھی تھا، تو یہ اس کی زندگی کی آخری غلطی بن جاتی تھی اور اس کا ایسا عبرت ناک انجام ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے والے بھی خوف سے تھر تھر کانپتے تھے۔ آپ کو تاریخِ اسلامی میں ایسے بے شمار واقعات ملیں گے کہ کافر جب مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ کرتے تھے تو تمام اسلامی علاقوں پر جوشِ جہاد کا جنون پھیل جاتا تھا، مساجد کے منبر و محراب سے جہاد کیلئے پکارا جاتا تھا اور مسلمانوں کے جوان اور بوڑھے، عورتیں اور بچے اپنی اپنی اِستطاعت کے مطابق نکل کھڑے ہوتے تھے اور مجاہدین کا ایک سیلاب دُشمنوں کی طرف چل پڑتا تھا۔ مگر پھر حالات بدل گئے اور کافروں نے مل کر مسلمانوں کو تقسیم کیا اور انہیں قومیت، وطنیت اور لسانیت کے بدبودار نعروں میں مست کر دیا، چنانچہ فاختہ کے گھونسلے کی طرح کمزور سے کمزور ملک وجود میں آنے لگے، اسلامی شناخت فنا ہو گئی اور مسلمان دوسرے ناموں سے پہچانے جانے لگے، اسلامی علاقوں کی حرمت اور تقدّس دلوں سے نکل گیا، کیونکہ جب اسلامی حکومتیں ہی نہ رہیں تو اسلامی علاقوں کا تصوّر کہاں سے باقی رہتا؟ زبانوں کے نام پر علاقوں کے نام پڑ گئے اور پھر کافروں نے ایک ایک کر کے مسلمانوں کو نگلنا شروع کر دیا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ جبلِ طارق کے آگے پھیلا ہوا خوبصورت اندلس آج

کہاں گیا؟ مشرقی یورپ کے حسین علاقے جن پر تُرک مسلمانوں کی حکومت تھی آج کن ناموں سے پکارے جاتے ہیں؟ وسطِ ایشیا کے وہ زرخیز علاقے جنہوں نے اُمّتِ مُسلِمہ کو علم و معرفت کے خزانے دیئے تھے آج وہ کس حال میں ہیں؟ مسجدِ اقصیٰ اور اس کے اردگرد کی بابرکت زمین کن منحوس بوٹوں کے نیچے روندی جارہی ہے؟ ایشیائے کُوچک اور برصغیر کے علاقے آج شرک کی نحوست تلے کیوں دب چکے ہیں؟ آج ہماری لاکھوں مُربّع میل زمین ہم سے چھینی جا چکی ہے؟ ہمارے لاکھوں میل پھیلے سمندروں پر کفر کے بحری بیڑے ہمارا منہ چڑا رہے ہیں؟

اے انفرادی شان و شوکت کے شوقین مسلمانو! جواب دو، اللہ کیلئے جواب دو، تمہارا ضمیر اندر سے تم سے یہ سب کچھ پوچھ رہا ہے؟ آخر کہاں گئیں اسلامی سرحدیں؟ کہاں گئے ان سرحدوں کے مُرابِط اور مُحافِظ جن پر رب ذوالجلال فخر فرماتے تھے؟ کہاں سو گئے وہ شیر جن سے باطل لرزتا تھا؟ کون سی خاک میں رُل گئے وہ فاتح جن کی نظر اور پرواز عُقاب سے تیز اور بُلند تھی؟ کہاں گئے وہ دیوانے جو اسلامی سرزمین کے ایک ایک چپّے کیلئے مر مِٹتے تھے؟ آج تو ہمارے اسلامی مُلکوں کی دوسرے مسلمانوں سے حفاظت کیلئے امریکی اور برطانوی فوجیں پہرہ دے رہی ہیں۔

اے مسلمانو! انصاف سے بتاؤ، کیا اس قوم کیلئے ایک لمحہ آرام سے بیٹھنا جائز ہے جس کے مقدّس مقامات کی حفاظت یہودیوں کے سپرد کر دی گئی ہو؟ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمادیا ہے، اسلام کا سورج بھرپوری آب و تاب کیساتھ افغانستان کے علاقے میں طلوع ہو رہا ہے، اب خود کو رِباط کیلئے تیار کرلو، رِباط کے فضائل مسلمانوں کے بچے بچے کو یاد کرادو، اسلامی علاقوں کی حرمت ایک ایک مسلمان کو سمجھادو، انشاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب ہم جہاد اور رِباط کے مبارک عمل کی بدولت اپنے علاقے بھی واپس لے لیں گے اور ان علاقوں پر سینکڑوں سال تک کفر کی حکومت کا حساب بھی چُکا دیں گے۔

یقیناً ایسا ضرور ہوگا، اگر ہم سچے مسلمان بن گئے اور ہم نے جہاد اور رِباط کو اس کے اصولوں کے ساتھ اپنالیا۔ انشاءاللہ]

باب ۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان

جنت کے سبزہ زار پر چلنے والے

جہاد اور امیر سے محرومی ہزاروں مصیبتوں کا سبب ہے

جہاد کے بارے میں منافق ایک عذر یہ بھی کیا کرتے تھے کہ ہم عربوں سے کیسے لڑیں؟ ہماری ان سے قرابت داری ہے اور قرابت داری کو توڑنا اور لڑ بھڑ کر فساد مچانا کوئی اچھی بات نہیں ہے، اس لیے ہم جہاد سے عذر کرتے ہیں۔ ان کی بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا **فھل عسیتم** الخ اگر خود تمہیں حکومت مل جائے تو پھر دیکھو تم کس قدر فساد کرتے اور قطع رحمی کرتے ہو۔ **تولیتم** کے دو معنیٰ ہیں ایک یہ کہ اس کو ولایت سے مأخوذ قرار دیا جائے یعنی تم والی اور مالک ہو جاؤ۔ دوسرے یہ کہ اس کو **تولّی** بمعنیٰ فرار سے مأخوذ مانا جائے تب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اگر تم جہاد سے پھر جاؤ گے اور تم پر اپنا کوئی حاکم نہ رہے گا، مخالفوں کے شر سے کوئی امن کی صورت نہ ہوگی تو ایسی ظلمت کے زمانہ میں تم خود سر ہو کر چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑو گے اور فساد مچاؤ گے، رحم اور قرابت کا کچھ لحاظ نہ کرو گے، جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کی عادت تھی، ذرا ذرا باتوں پر تلوار چلتی تھی اور ہزاروں خون ہو جاتے تھے، حقیقت یہ کہ جہاد وقتال نہ ہونے سے مسلمانوں میں امیر (خلیفہ) کا وجود جاتا رہا، پھر ہزاروں مصائب اور آفات میں مبتلا ہو گئے۔ (فتح الجواد: ۳/۴۰۱)

باب ۱۷

مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان

۱

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ (النساء: ۱۰۲)

اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔

۲

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (التوبہ: ۱۲۰)

وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جو کافروں کے غصہ کو بھڑکائے اور یا کافروں سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں ہر بات پر اُن کیلئے عمل صالح لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو دینار و درہم کا بندہ، [یعنی مال کا حریص آدمی] اور [ہلاک ہو] منقش چادر کا حریص۔ اگر اُسے کچھ دیا جائے تو راضی رہتا ہے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔ وہ سر کے بل گرے (یعنی تباہ و برباد ہو جائے) اور جب اُسے کانٹا چُبھے تو نہ نکالا جائے۔ خوشخبری ہے اُس بندے کیلئے جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، اُس کے سر کے بال پراگندہ اور پاؤں غبار آلود ہوں، اُسے اگر محافظ دستے میں رکھا جائے تو وہ محافظ دستے میں رہے اور اگر اُسے لشکر کے آخر میں رکھا جائے تو لشکر کے آخر میں رہے، [یعنی جہاد میں جس جگہ بھی اُس کی تشکیل ہو وہ اس ذِمّہ داری کو خوب نبھائے۔] اگر وہ اجازت مانگے تو اُسے اجازت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو اُس کی سِفارش قبول نہ کی جائے۔ [یعنی ظاہری طور پر اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا، لیکن اللہ (تعالیٰ) کے ہاں اُس کا مقام بہت بلند ہے] (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک رات اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خوف کی حالت میں [اسلامی لشکر کی] پہرے داری کروں تو یہ مجھے سو سواریاں صدقہ کرنے سے

زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ جہاد میں مجاہدین اور مسلمانوں کی پہرے داری کرنا اعلیٰ ترین عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قُرب کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ رِباط کی افضل ترین قسم ہے، چنانچہ مجاہدین کی پہرے داری کرنے والوں کو رِباط کے فضائل اور اَجر بھی ملتا ہے اور اس کیلئے مزید فضائل بھی ہیں۔ [آیئے! ترتیب سے ان فضائل کو پڑھتے ہیں]۔

❶ پہرے داری میں جاگنے والی آنکھیں جہنّم سے محفوظ

حضرت عبدُاللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو آنکھوں کو جہنّم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئی ہو، دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔ (ترمذی)

حضرت اَبُو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تین آنکھوں کو [جہنّم کی] آگ نہیں چھوئے گی، وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلی ہو [یعنی شہید ہو جائے]۔ اور وہ آنکھ جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرہ دیا ہو اور وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئی ہو۔ (المستدرک)

حضرت اَبُو رَیحانہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسُولُ اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے، ایک رات ہم ایک بُلند جگہ پر رات گزارنے کیلئے اُترے، ہمیں سخت سردی کا سامنا ہوا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بعض لوگ زمین میں گڑھے کھود کر اُن میں گھس گئے اور انہوں نے اپنی ڈھالیں گڑھوں کے منہ پر ڈال دیں۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ ایسے شخص کو میں خُصوصی دعاء سے نوازوں گا...... انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: قریب آؤ، وہ قریب تشریف لے آئے، تو آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا نام بتایا، تو رسُولُ اللہ ﷺ نے انہیں بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ حضرت اَبُو رَیحانہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے رسُولُ اللہ ﷺ کی دعاؤں کو سنا، تو میں نے عرض کیا: میں وہ دوسرا آدمی ہوں جو پہرہ

دیگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قریب آجاؤ، میں قریب حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: اَبُو رَیحانہ۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے مجھے پہلے والے انصاری کی بہ نسبت کچھ کم دعائیں دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ حرام کردی گئی ہے اُس آنکھ پر جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو اور اُس آنکھ پر جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں [پہرہ دیتے ہوئے] جاگی ہو۔

(مسند احمد ورجالہ ثقات، مصنف ابن ابی شیبہ، نسائی، الطبرانی، مستدرک)

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''اور جہنم کی آگ حرام ہے اُس آنکھ پر جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے جھکی ہو یا وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئی ہو۔'' (السنن الکبریٰ)

حضرت اَبُو عمران اَنصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں جلائے گی:۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہوئے جاگی ہو۔ تیسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے جاگی ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت اَبُو ہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات [لشکرِ اسلام کی] پہرے داری مجھے اُن ایک ہزار دنوں سے زیادہ محبوب ہے جن میں روزانہ روزہ رکھوں اور ہر رات کو مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں قیام کروں۔ (کتاب الجامع)

اِبنِ اَبِی شَیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت مَکحُول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

❷ جنّت کی گواہی

اَبُو عَطِیّہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کو خبر دی گئی کہ فُلاں شخص کا انتقال ہوگیا ہے۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے اُسے کوئی نیکی کا کام کرتے دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں! میں نے اُس کے ساتھ ایک رات جہاد میں پہرہ دیا تھا۔ رسُولُ اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ اداء فرمائی، پھر جب اُسے قبر میں رکھ دیا گیا تو رسُولُ اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مُبارک سے

اُس کی قبر پر مٹی ڈالی، پھر ارشاد فرمایا: تیرے ساتھی تجھے جہنمی سمجھ رہے ہیں، جبکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہلِ جنت میں سے ہو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اس شخص کا جنازہ نہ پڑھیے، کیونکہ یہ فاسق شخص تھا۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اُس نے ایک رات مجاہدین کی پہرے داری کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ اداء فرمائی اور آخر میں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عُمر بن خطّاب! جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا، اُس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ (ابوداؤد فی المراسیل)

حضرت سہل بن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ حُنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات تک چلتے رہے، جب نماز کا وقت آ گیا تو ایک گھڑسوار حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے آگے جا کر فلاں فلاں پہاڑ کا جائزہ لے آیا ہوں، قبیلہ ہوازن کے لوگ اپنے خیموں، مویشیوں اور ریوڑوں کے ساتھ حُنین میں جمع ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ارشاد فرمایا: کل انشاء اللہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت بن جائے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کی رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں پہرہ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس گھاٹی کی طرف بلندی پر چلے جاؤ اور تمہاری سمت سے رات کو ہم پر [دشمن کا] اچانک حملہ نہیں ہونا چاہیے۔ جب صبح کا وقت ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی جگہ تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے اپنے گھڑسوار [پہرہ دینے والے] کو دیکھا ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ نماز کی اقامت ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کی طرف بھی توجّہ فرمائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش ہو جاؤ تمہارا شہسوار آ رہا ہے۔ [یہ سن کر] ہم سب درختوں کے درمیان سے گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور

رسُولُ اللہ ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے: میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق گھاٹی کے اُوپر والے حصہ پر چلا گیا، صبح کے وقت میں نے دونوں گھاٹیوں کا جائزہ لیا تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم رات کو نیچے اترے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، میں نماز اور قضاءِ حاجت کے علاوہ نیچے نہیں اُترا۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے جنّت واجب ہوگئی، اب اگر تم اس کے بعد کوئی عمل نہ بھی کرو تو تمہارا کوئی نقصان ہونے والا نہیں۔

(ابوداؤد، نسائی، مسند ابو عوانہ، السنن الکبریٰ، المستدرک)

۳ پیچھے رہ جانے والوں کی تعداد برابر نیکیاں

حضرت عبدُاللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا، تو اُسے ہر رات پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں اور کافروں کی تعداد میں ایک ایک قیراط اجر ملے گا۔ (سنن سعید بن منصورؒ)

جب کہ حضرت عبدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی روایت میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان کی تعداد کے برابر بھی پہرے داری کرنے والے کو اجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے فضائل کوئی بھی اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان نہیں کر سکتا، خُصوصاً عبدُاللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ تو حضرات تابعینؒ کے امام ہیں اور اُن کا شُمار اُن نہایت عبادت گزار اور بڑے تابعین میں ہوتا ہے جن کے فضائل بے شُمار ہیں۔ امام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام اُن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کی پیروی کرنی ہو تو اُسے چاہیے کہ حضرت عبدُاللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ جیسوں کی پیروی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس قوم کو کبھی گمراہ نہیں فرمائے گا جن میں عبدُاللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ موجود ہوں۔ حضرت رَجاء بن حَیوۃ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدُاللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کو زمین والوں کیلئے امان کا سبب سمجھتا ہوں۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبدُاللہ بن مُحَیرِیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے بُلند مقام والے شخص سے یہ

توقع نہیں کی جا سکتی کہ انہوں نے اس طرح کے فضائل اپنی رائے سے بیان کیے ہوں گے، بلکہ لازماً اُن تک یہ فضائل نبی کریم ﷺ کی حدیث سے پہنچے ہوں گے۔

⑦ خوف کی جگہ پہرے داری شب قدر سے افضل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں شب قدر سے افضل رات نہ بتاؤں؟ وہ شخص جو کسی خطرے والی جگہ پہرہ دے اور امکان ہو کہ وہ واپس اپنے گھر نہیں لوٹ سکے گا۔ [یعنی اس کی یہ رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔]

(نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی، المستدرک وقال صحیح علی شرط البخاری)

⑧ پہرے داری والی رات ایک ہزار دن کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل

اس بارے میں پیچھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا جا چکا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک رات [مجاہدین کی] پہرے داری، اُن ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں قیام کیا جائے اور دن کو روزے رکھے جائیں۔ (المستدرک)

ارطاۃ بن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ [ایک بار] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمنشینوں سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ اجر والا کون ہے؟ آپ کے ہمنشین روزے، نماز کا تذکرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ امیر المؤمنین [سب سے زیادہ اجر والے ہیں] اور ان کے بعد فلاں اور فلاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لوگوں میں اجر کے اعتبار سے ان سب سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے اور خود امیر المؤمنین سے بڑھ کر کون شخص ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ملکِ شام میں مسلمانوں کی پہرے داری کر رہا ہے، وہ نہیں جانتا کہ کوئی درندہ اُسے پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا جانور اُسے ڈس لے گا، یا دشمن اُس پر چھا جائے گا۔ یہ شخص امیر المؤمنین سے اور اُن تمام لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے، اجر میں بڑھ کر ہے۔ (تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر)

❻ رحمت کی دُعاء

حضرت عُقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کی پہرے داری کرنے والے پر اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہو۔ (سنن سعید، ابن ماجہ)

یہ روایت اور بھی کئی محدثین حضرات نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے پر بیٹھ کر مجاہدین کی پہرے داری کرنے والا جب صبح کرتا ہے تو جنّت اُس کے لئے واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ (شفاء الصدور)

ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی پہرے داری کرنے والوں کیلئے رحمت کی دُعاء بھی فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم جن مجاہدین اور اُن کے جانوروں کی حفاظت کرتے ہو، اُن سب کی طرف سے تمہیں ایک ایک قیراط اجر ملتا ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

جنت کے سبزہ زار پر چلنے والے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے، اس غزوے میں ایک مشرک کی بیوی کو بھی زخم آگئے، اُس کا خاوند کہیں گیا ہوا تھا، جب وہ واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر سمیت واپس تشریف لے جا رہے ہیں، اُس مشرک نے قسم کھالی کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا خون ضرور بہائے گا، چنانچہ وہ لشکر کا پیچھا کرنے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ مُہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک شخص نے خود کو پہرے داری کیلئے پیش کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ پہاڑ کے اُوپر رہ کر نگرانی کرنا، کیونکہ لشکر نیچے وادی کی طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جب یہ دونوں حضرات پہرے کی جگہ پہنچ گئے تو انصاری صحابی نے اپنے مُہاجر بھائی سے فرمایا: آپ کو رات کے کس حصے میں پہرہ دینا پسند ہے؟ مُہاجر نے رات کے آخری حصے کو تجویز کیا اور وہ آرام فرمانے لگے۔ انصاری صحابی نے رات کے ابتدائی حصے کے پہرے کو قبول کیا تھا، چنانچہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، اِسی دوران وہ مشرک آ پہنچا۔ جب اس نے انصاری صحابی کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ لشکر کی نگرانی پر مامور ہیں، چنانچہ اس نے ایک تیر اُن پر چلایا جو انہیں جالگا، انہوں نے تیر کھینچ کر جسم سے نکالا اور خود نماز میں کھڑے رہے، مشرک نے اِسی طرح تین تیر مارے اور ہر بار انصاری صحابی تیر نکال کر نماز میں مشغول رہے، تیسرے تیر کے بعد انہوں نے رکوع کیا اور نماز پڑھ کر مُہاجر صحابی کو جگا دیا، مشرک نے جب دوسرے شخص کو بھی دیکھا تو وہ بھاگ گیا اور سمجھا کہ لشکر والے متنبہ ہو گئے ہیں۔ مُہاجر صحابی نے جب انصاری صحابی کو خون میں لت پت دیکھا تو فرمایا: آپ نے مجھے پہلے ہی تیر کے وقت کیوں نہیں جگایا؟ انصاری صحابی نے کہا: میں نماز میں قرآن مجید کی ایک سورۃ پڑھ رہا تھا اور میں اُسے ختم کیے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، لیکن جب مسلسل تیر برسنے لگے تو میں نے رکوع کر لیا اور آپ کو بھی جگا دیا۔ اللہ کی قسم! اگر

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں لشکر کی پہرے داری کا مجھے خیال نہ ہوتا، تو میں مر جاتا، لیکن سورۃ کو درمیان میں نہ چھوڑتا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، ابوداؤد، بخاری مختصراً)

سُہیل بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ اُحد کے لئے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات اس محاذ کی پہرے داری کون کرے گا؟ (او کما قال) قبیلہ بنی زُریق کے ایک انصاری صحابی کھڑے ہوگئے، اُن کا نام ذکوان بن عبدِ قیس ابوالسبع تھا۔ انہوں نے کہا: میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں جواب دیا: میں ذکوان ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا: [کہ اور کون پہرے داری کرے گا؟] یہی صحابی دوبارہ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: میں پہرے داری کروں گا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ عرض کیا: میں ابنِ عبدِ قیس ہوں۔ آپ ﷺ نے تیسری بار اعلان کیا: تب بھی یہی صحابی کھڑے ہوئے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کون ہو؟ فرمایا: ابوالسبع۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تینوں فلاں فلاں جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ تینوں میں ہی ہوں، [اور ایسا میں نے اس لئے کیا کہ] ممکن ہے یہاں مشرکوں کا کوئی جاسوس ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو پسند کرتا ہے کہ جنّت کے سبزہ زار پر چلتے ہوئے شخص کو دیکھے تو وہ ان [یعنی ذکوان] کو دیکھ لے۔ [اس کے بعد] حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں سے رخصت ہونے کیلئے تشریف لے گئے تو اُن کی بیویوں نے اُن کے کپڑے پکڑ لئے اور کہنے لگیں: اے ابوالسبع! کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ نے اُن سے اپنے کپڑے چھڑائے اور آگے بڑھ گئے، پھر اُن کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا: میری تمہاری ملاقات اب جنّت میں ہوگی، پھر حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

دعوت

[مسلمانوں کا مقابلہ پوری دنیا کی کفریہ شیطانی طاقتوں کے ساتھ ہے، مسلمان اس بات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں، قرآن مجید کے فرمان کے مطابق شیطانی طاقتیں ہر وقت مسلمانوں کو مٹانے یا انہیں دین سے ہٹانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں، اسی لئے

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے دفاع کا خاص خیال رکھیں، یہ حکم قرآن مجید میں بار بار دہرایا گیا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے فرمان اور اپنے عمل سے اس کی ترغیب اُمت کو دی ہے۔ آپ ﷺ خود مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک اپنے گھر میں مُسلّح پہرے کا اہتمام فرماتے رہے اور جہاد کے دوران تو آپ ﷺ اس پہرے داری پر بڑے بڑے روحانی انعامات کا اعلان فرماتے تھے اور خوش قسمت افراد اُن انعامات کو حاصل کر لیتے تھے۔ پہرہ داری توکّل کے خلاف نہیں بلکہ عینِ توکّل ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا اور کون تھا؟ مگر پھر بھی آپ ﷺ کبھی اپنی حفاظت سے غافل نہیں رہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کون تقدیر کو ماننے والا یا شہادت کا شوق رکھنے والا تھا؟ مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کو سوتے وقت بھی اپنے ہتھیار خود سے جدا نہیں کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی کمزوری سے اسلام کمزور ہوتا ہے، چنانچہ وہ کبھی بھی یہ گوارا نہیں فرماتے تھے کہ دشمنوں کیلئے تر نوالہ بن کر رہیں۔ بعد کے دَور میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مساجد تک میں مسلّح پہرے کا اہتمام فرمایا اور کبھی بھی کافروں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلحے سے غافل پا کر ان پر حملہ کر دیں، یا انہیں ختم کر دیں۔

آج توبہ اور استغفار کا مقام ہے کہ مسلمانوں میں سے یہ سوچ نکل چکی ہے اور خُذُوْا حِذْرَکُمْ کے الٰہی حکم سے غفلت پیدا ہو چکی ہے، چنانچہ آج کافر جہاں چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، نشانہ بناتے ہیں۔ کاش! مسلمان اِن اسلامی احکام کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں جن میں اُن کیلئے زندگی ہے، عزت ہے، کامیابی ہے اور نجات ہے۔

ایک ضروری تنبیہ مجاہدینِ کرام کیلئے یہ ہے کہ وہ اپنی تمام کارروائیوں کے دوران پہرے کو بہت اہمیت دیا کریں، کیونکہ ماضی قریب میں پہرے میں غفلت کی وجہ سے مجاہدین کو سخت نقصانات اُٹھانے پڑے ہیں، کئی اہم کارروائیاں ناکام ہو گئیں اور کئی قیمتی افراد دشمن کے ہتھے چڑھ گئے اور آپ نے روایات میں پڑھ لیا ہے کہ

حضورِ اکرم ﷺ پہرے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اور پہرے کیلئے کتنی عمدہ ترتیب بناتے تھے، آج اول تو پہرے کا اہتمام ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کبھی لیا جائے تو پہرے کی ترتیب ایسی نہیں بنائی جاتی جو پہرے کے اصل مقصد یعنی نگرانی، چوکسی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہو۔ مجاہدینِ کرام کو چاہئے کہ اس کا بہت اہتمام کیا کریں اور موجودہ دور کے جہادی تقاضوں کے مطابق اس کی باقاعدہ تربیت لیں اور کسی بھی پُرامن یا پُرخطر جگہ پر پہرے سے غافل نہ ہوں، بلکہ اسے اپنی ذمّہ داری سمجھیں اور اپنے اندر اس کی عادت ڈالیں۔ اِسی طرح اہلِ حق حضرات جہاد سے واپسی پر اپنی مساجد، اپنے مدارس وخانقاہوں اور گھروں پر بھی پہرے کا اہتمام فرمائیں اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم، حضورِ اکرم ﷺ کا طریقہ اور دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ

حدیث شریف

بہترین حکمت اور دانائی یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کا خوف ہر وقت موجود ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۸

اللہ تعالیٰ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل کا بیان

جہاد کے خطرے اور تکالیف

آپ ﷺ تمام مخلوق میں سب سے افضل، انبیاء علیہم السلام کے سردار، اللہ تعالیٰ کے حبیب جب آپ ﷺ جہاد میں نکل رہے ہیں اور اپنی قیمتی جان مبارک کو تکلیف، مشقت اور خطرے میں ڈال رہے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کتنا اہم کام ہے۔ تو پھر پیچھے رہ جانے والوں نے کتنی بڑی محرومی اپنے سر لی۔ (فتح الجواد: ۳/۱۳۳)

شیطان کا ایک بڑا حربہ

جہاد میں جب مشکل حالات آ جائیں تو شیطان دلوں میں خوب وسوسہ ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کہاں ہے؟ اگر ہم سچے ہوتے تو اتنی مشکلات کیوں پڑتیں؟ اگر نبی ﷺ اور جہاد برحق ہوتے تو اللہ تعالیٰ فوراً مدد فرماتے۔ (نعوذ باللہ)

(فتح الجواد: ۳/۱۲۱)

دشمن کی کثرت کے وقت دعا کی ضرورت

مسلمانوں کو دشمن کی کثرت دیکھ کر دل نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ خوف، عاجزی، آہ وزاری اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور نصرت اور غلبے کی فریاد کرنی چاہیے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۰۸)

باب ۱۸

اللہ تعالیٰ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل کا بیان

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں مسلمان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح کھجور کے خوشے سے کھجور جھڑتی ہے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی، فیہ عمرو بن الحسین وھو ضعیف)

سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اتنا مال صدقہ فرمایا کہ لوگ حیران رہ گے، یہاں تک کہ اس صدقے کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں ابن عوف کا صدقہ بہت بھلا معلوم ہوا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجرین میں سے ایک فقیر آدمی کو جہاد میں اپنے کوڑے کے گرجانے کا جو صدمہ ہوتا ہے وہ عبدالرحمٰن بن عوف کے صدقے سے افضل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حدیث شریف میں فقیر آدمی کا تذکرہ ہے، کیونکہ مالدار آدمی کو کوڑے جیسی معمولی چیز کے ضائع ہونے کا کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لشکر جہاد کیلئے نکلتا ہے اور مالِ غنیمت پا کر سلامت واپس آتا ہے تو اس لشکر والے اپنا دو تہائی اجر دنیا میں لے لیتے ہیں اور جو لشکر خالی ہاتھ، ڈرایا ہوا اور زخمی واپس آتا ہے وہ اپنا مکمل اجر [آخرت میں] پاتا ہے۔

حضرت اُمِّ مالک البہزیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کا تذکرہ فرمایا اور اُسے قریب قرار دیا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس فتنے کے وقت لوگوں میں سب سے بہتر کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو اپنے ریوڑ میں ہو اور اس کے حق (زکوٰۃ وغیرہ) کو ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام

پکڑے ہوئے ہو اور دشمنوں کو خوفزدہ کر رہا ہو دشمن اُسے خوفزدہ کر رہے ہوں۔ (ترمذی)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ اُمِّ مبشر رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک بہترین مقام والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دشمنوں کو خوفزدہ کر رہا ہو اور دشمن اُسے خوفزدہ کر رہے ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اور وہ آدمی جو نماز قائم رکھتا ہو اور اپنے مال میں اللہ (تعالیٰ) کا حق ادا کرتا ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

عُبیدُاللہ بن ابی حُسین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی جگہ اُترے جہاں وہ مشرکوں کو ڈراتا ہے اور مشرک اُسے ڈراتے ہیں، یہاں تک کہ اس شخص کو وہیں موت آجائے تو اس کے لئے اجر لکھا جائے گا، اُس سجدہ کرنے والے جیسا، جو قیامت کے دن تک سجدے سے سر نہ اُٹھائے اور اُس قیام کرنے والے جیسا، جو قیامت کے دن تک نہ بیٹھے اور اُس روزے دار جیسا، جو قیامت کے دن تک روزہ نہ چھوڑے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

اَبُوعمران اَلجُونی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بہادُر اور بزدل جہاد میں لڑتے ہیں تو بزدل کو زیادہ اجر ملتا ہے اور جب سخی اور بخیل صدقہ کرتے ہیں تو بخیل کو زیادہ اجر ملتا ہے۔ [کیونکہ بزدل کو لڑتے وقت زیادہ خوف اور بخیل کو مال خرچ کرتے وقت زیادہ تکلیف ہوتی ہے]۔ (کتاب الجہاد مرسلا)

دعوت

[خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دن رات جہاد میں خوف اور خطرے کی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے خزانے لُوٹتے ہیں۔ ان کو ہر لمحہ دشمن کے بموں، راکٹوں، میزائلوں اور حملے کا خطرہ رہتا ہے، مگر وہ اسلام کی عظمت کی خاطر ڈٹے رہتے ہیں اور ہر وقت ہاتھوں میں اسلحہ اور دل میں شوقِ شہادت لئے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں، چنانچہ دشمن بھی اُن کے خوف سے تھر تھر کانپتا رہتا ہے اور اُس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے کا خوف بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کی بدولت پوری اُمتِ مُسلمہ کو خوف اور غلامی سے نجات ملتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے چند شیر خوف کے طوفان کو اپنے مضبوط سینے پر روک لیتے ہیں اور اپنے پیچھے والوں میں امن کی سوغات بانٹتے ہیں اور بعض دفعہ وہ اس خوف کو واپس دُشمنوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ لیکن جب سارے مسلمان امن کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی جہاد کے میدانوں میں نکل کر خوف کا سامنا نہیں کرتا، تو پوری اُمت پر ذلت اور خوف چھا جاتا ہے اور مسلمان شیر، کافر گیدڑوں کے غلام بن جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا بنا رہے کہ دُشمن اسے دیکھ کر جلتے رہیں اور اس سے ہمیشہ خوفزدہ رہیں، جیسا کہ آج مسلمانوں کے چند نہتے اور فقیر منش مجاہدین نے دنیا کی بڑی بڑی شیطانی طاقتوں کا پِتّہ پانی کر رکھا ہے اور وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ان فقیروں سے ڈر رہے ہیں۔

یاد رکھئے! جو قوم موت سے بھاگتی ہے، موت ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہوتی ہے اور جو لوگ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیتے ہیں، موت اُن سے دُور بھاگتی ہے اور اُن کے دُشمنوں پر جا گرتی ہے۔ یہی حال خوف کا ہے جو لوگ خوف سے بھاگتے ہیں اور ہمیشہ امن امن کی رَٹ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر ہم نے جہاد کیا تو دشمن یہ کر دیں گے، دشمن وہ کر دیں گے، ایسے لوگوں پر خوف چاروں طرف سے حملہ آور ہوتا ہے اور انہیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیتا اور وہ لوگ مسلّح پہرے اور مضبوط قلعوں میں بھی تھر تھر کانپتے رہتے ہیں، لیکن جو لوگ آگے بڑھ کر اس خوف کا سامنا کرتے ہیں اور جہادی کارروائیاں کرتے وقت دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کیلئے بڑے سے بڑے دشمن سے ٹکرانے کیلئے تیار رہتے ہیں تو خوف اُن سے دور بھاگتا ہے اور ان کے دشمنوں پر مُسلّط ہو جاتا ہے اور اس خوف کا جو طبعی اثر ان مجاہدین کے دلوں پر پڑتا ہے، وہ اُن کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفرت اور اونچے مقامات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ دین کے یہ اہم نکتے ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۹

جہاد کی صف اور اس میں کھڑے ہونے کی فضیلت کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهدنا الصّراط المستقیم

۱۳۹۷ ھ

نفیس الحسینی

باب ۱۹

جہاد کی صف اور اس میں کھڑے ہونے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

①

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف:۴)

بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

☆ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کی ایک جماعت ——— جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ——— کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان حضرات نے ایک مجلس میں کہا تھا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم مرتے دم تک اس میں لگے رہیں گے، پھر جب یہ آیت نازل ہوگئی [اور اس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد ہے] تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ اب میں مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا، چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (الدر المنثور)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپس میں کہا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جائے، تو ہم اس میں لگے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے (یہ آیات آخر سورۃ تک) نازل فرمائیں:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف:۱تا۴)

ترجمہ: جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔(ترمذی، بیہقی، حاکم)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور بہت کم کسی کی دُعاء مُسترد کی جاتی ہے: ایک اذان کے وقت اور دوسرا جہاد کی صف میں۔(ابوداؤد، ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحھما)

رسول اللہ ﷺ نے [اُس صحابی کو جو کسی غار میں بیٹھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے]، ارشاد فرمایا: میں یہودیت اور نصرانیت دیکر نہیں بھیجا گیا، بلکہ میں سچا دینِ حنیفی دیکر بھیجا گیا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ ایک صبح یا ایک شام جہاد میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں ایک گھڑی کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اگر اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں دُشمن کے سامنے [صف میں] تلوار، نیزہ اور تیر چلائے بغیر کھڑا رہوں، تو یہ بات اِس سے زیادہ افضل ہے کہ میں اللہ (تعالیٰ) کی نافرمانی کیئے بغیر ساٹھ سال تک اُس کی عبادت میں لگا رہوں۔(کتاب الجامع)

حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک کسی آدمی کی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔(المستدرک صحیح علی شرط البخاری)

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: دو مقامات ایسے ہیں جن میں جنّت خوب سج دھج جاتی ہے اور حُورِ عِین خوب بنتی سنورتی ہے:۔ ایک نماز کے وقت اور ایک قتال کے وقت، پھر اگر نمازی نماز پڑھ کر چلا جائے اور اللہ (تعالیٰ) سے جنّت اور حُورِ عِین کو نہ مانگے تو حُوریں کہتی ہیں: تعجب اس شخص پر جس نے اللہ (تعالیٰ) سے ہمیں نہیں مانگا اور جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو اس کی بیوی حُورِ عِین کہتی ہے: اے مجاہد! آگے

بڑھا اور مجھے میری سہیلیوں کے سامنے رُسوا نہ کر۔ (شفاء الصدور)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ـــــ اور حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سے تھے جن کا عمل اُن کے قول کی تصدیق کرتا تھا [یعنی وہ جو کچھ کہتے تھے اُس پر عمل کرتے تھے۔] ـــــ وہ فرمایا کرتے تھے: جب لوگ نماز کیلئے اور قتال کیلئے صف بناتے ہیں تو آسمان کے دروازے، جنّت کے دروازے، جہنّم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حُورِ عِین بن سنور کر اُوپر سے جھانکتی ہے، جب آدمی میدانِ جنگ میں آگے بڑھتا ہے تو وہ دعاء کرتی ہے کہ اے اللہ! اِس کی نصرت فرما اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو وہ اس سے پردہ کر لیتی ہے اور کہتی ہے، یا اللہ! اِسے مُعاف فرمادے۔ خوب محنت کرو اے مسلمانو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم حُورِ عِین کو رسوا نہ کرو۔ کیونکہ شہید کے جسم سے نکلنے والے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی اللہ (تعالیٰ) اس کے سارے گُناہ مُعاف فرمادیتے ہیں اور اس کی دونوں حُورِ عِین بیویاں اُتر کر اس کے پاس آجاتی ہیں اور اس کے چہرے سے مٹی صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تمہارا وقت قریب آگیا، اور وہ کہتا ہے کہ تم دونوں کے لیے (ملاقات کا) وقت قریب آگیا ہے۔ اس کے بعد اُسے جنّت کے بنے ہوئے ایسے سو جوڑے پہنائے جائیں گے جنہیں اگر دو انگلیوں کے درمیان رکھا جائے تو ان میں سما جائیں گے۔ (مصنّف عبدالرزاقؒ، مصنّف ابن ابی شیبہؒ)

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنّت کی چابیاں ہیں۔ (مصنّف عبدالرزاقؒ)

حضرت اَبُوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں پر اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن (خوشی سے) ہنسیں گے:۔ ❶ ایک وہ آدمی جو رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے، ❷ وہ لوگ جو نماز کیلئے صف بناتے ہیں، ❸ وہ مجاہدین جو دشمنوں سے لڑنے کیلئے صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ (مصنّف ابن ابی شیبہؒ)

حضرت عبدُاللہ بن عمرو بن اَلعاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تمہیں قیامت کے دن اللہ (تعالیٰ) کے ہاں سب سے افضل مقام والے شُہداء نہ بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صف میں کھڑے ہو کر دشمن کا

سامنا کرتے ہیں اور جب دشمن سے مُقابلہ کرتے ہیں تو دائیں بائیں التفات نہیں کرتے اور اپنی تلوار گردن پر رکھ کر کہتے ہیں کہ اے اللہ! میں اپنی جان کو اپنے گذشتہ زندگی کے گناہوں کے بدلے آپ کے حُضور پیش کرتا ہوں، یہ وہ شہید ہیں جو جنّت کے اعلیٰ ترین مقامات میں جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حُضورِ اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قتال کی صف اور نماز کی صف بنتے ہی جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جب تم سوار ہو کر دُشمن کے سامنے صف آراء ہوتے ہو، تو حُورِ عین سبز ریشم میں بن سنور کر تیار ہو جاتی ہیں اور وہ زرد موتی کا نیام پہن کر اپنی پیشانی اور سینہ کھول لیتی ہیں اور جنّت کے یاقوتی گھوڑے پر سوار ہو کر تمہارے پیچھے آکر اُترتی ہیں اور جب تم حملہ کرتے ہو وہ بھی تمہارے ساتھ حملہ کرتی ہیں اور جب تم میں سے کوئی گر جاتا ہے تو آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے خون اور غُبار صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں آج تم دُنیا اور اس کی فکروں سے آزاد ہو جاؤ گے اور رب کریم کے پڑوس میں چلے جاؤ گے۔ اور جنّت کی مُہر بند شراب پیو گے اور اپنی حوروں سے ملو گے۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[جہاد کی یہ صفیں، جہاد کے یہ قافلے جن کا مشاہدہ آسمانوں کے فرشتے اور جنّت کی حوریں کرتی ہیں اور مجاہدین کی وہ یلغار جو حوروں میں زمین پر اُترنے کا ولولہ پیدا کرتی ہے، آج بھی موجود ہے۔ الحمدللہ چاروں طرف جہاد کا خوبصورت منظر پھر نظر آرہا ہے، ایک طویل عرصے کے بعد "الجہاد، الجہاد" کے نعرے اُمّتِ مُسلمہ میں دوبارہ گونج اُٹھے ہیں۔

خوش قسمت مائیں اپنے پیارے جوان بیٹے تیار کر کے میدانوں میں بھیج رہی ہیں، بہنیں اپنے زیور اُتار اُتار کر مجاہدین کیلئے اسلحہ خرید رہی ہیں، شُہداء کے خون کی خوشبو ہر سُو مہک رہی ہے اور مجاہدین کی کرامات کا تذکرہ بھی اب ماضی کی داستان نہیں

رہا، جب یہ ساری نعمتیں میسّر ہیں اور مقابلہ بھی بڑے ٹھاٹھ کا ہے، دُنیا کے سارے کے سارے کافر متحد ہو کر جدید سامان سے لَیس، طاقت کے نشے میں مست ہیں اور دوسری طرف مجاہدین شوقِ شہادت کے نشے میں مست ہو کر نُصرتِ الٰہی کے مضبوط سہارے پر میدانوں میں نکل کھڑے ہیں۔

جہاد کی صف تو بن چکی ہے اور اس میں بہت جگہ خالی بھی ہے۔

پھر اے مسلمانو! دیر کس بات کی ہے؟ آگے بڑھو! اس صف میں جگہ پکڑو، جس میں مجاہد کا ایک قدم دنیا میں اور دوسرا جنّت میں ہوتا ہے۔]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

باب ۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہگار ہونے کا بیان

تیر اندازی کے کچھ اور فضائل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمانیں

تیر اندازی بھلانے پر سخت وعید

اسلام اور اسلحہ کی ضرورت

اسلام کی عظمت، سربلندی اور بقاء جہاد میں ہے اور جہاد کے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے ایسے افراد ہوں جو تن من دھن کی بازی لگا کر دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں اور ایسا اسلحہ ہو جس کے ذریعے دشمنانِ اسلام جنگ سے قبل خوفزدہ اور مرعوب ہوں اور جنگ کے دوران اس اسلحہ سے ان کا قلع قمع کیا جا سکے۔ چونکہ جہاد اسلام کے ان احکامات میں سے ہے جن پر اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی حفاظت موقوف ہے اسی لئے اس عمل کو قیامت تک کے لئے جاری فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ جہاد کے لئے افرادی اور عسکری قوت بنانے کی طرف اسلام نے خاص توجہ دلائی ہے اور اس سلسلے میں خُصوصی احکامات نافذ فرمائے ہیں۔ (فتح الجواد:۲/۲۸۱)

عسکری قوت

دعوتِ نُبوّت کا پہلا مرحلہ افراد کو جہاد پر یعنی جان اور مال کی قربانی پر تیار کرنا تھا اور جب یہ افراد مکمل طور پر تیار نظر آئے تو اب دوسرا مرحلہ ان افراد کی جنگی تیاری تھا۔ قرآن مجید نے اس طرف خاص توجہ دلائی اور مسلمانوں کو بھرپور قوت بنانے کی وہ ترغیب دی جسے اپنا کر مسلمانوں نے پوری دنیا پر اسلامی عظمت وشوکت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

خود رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیر اندازی، گھڑ سواری اور جنگی تربیت کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ (فتح الجواد:۲/۲۸۲)

جہادی تربیت فرض ہے

مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس قدر ہو سکے وہ دُشمنانِ اسلام سے لڑنے کے لئے تیاری کریں ہر طرح کی قوت بنائیں اور پلے ہوئے گھوڑے باندھیں تاکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے کھلے اور چھپے ہوئے دُشمن پر دہشت طاری ہو۔ (فتح الجواد:۲/۲۶۹)

باب ۲۰

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہگار ہونے کا بیان

یہ بات اچھی طرح جان لیجئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیّت سے تیر اندازی سیکھنا اور سکھانا اور آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کرنا ایسا عمل ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدہ قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ آیئے! اب ترتیب سے تیر اندازی کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں۔

① تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (الانفال:۶۰)	اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کرسکو سو تیار رکھو۔

بعض علماءِ کرام نے اسی آیت کی بناء پر تیر اندازی کو واجب قرار دیا ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں "قُوَّۃ" کے معنی تیر اندازی بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرمارہے تھے: "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ" [اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کرسکو سو تیار رکھو۔] خوب سن لو! قُوّت تیر اندازی ہے، خوب سن لو! قُوّت تیر اندازی ہے، خوب سن لو! قُوّت تیر اندازی ہے۔ (مسلم شریف)

دعوت

[حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں "اَلرَّمْی" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے تیر اندازی کیا ہے، ویسے عربی زبان میں "رَمْی" پھینکنے کو کہتے ہیں،

تو آپ ﷺ کے ان جامع الفاظ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اصل قوّت ان ہتھیاروں سے حاصل ہوتی ہے جو دُور سے پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ ماضی میں مسلمانوں نے اِسی فرمان پر عمل کرتے ہوئے جہاں ایک طرف تیراندازی میں خوب مہارت حاصل کی اور وہ بھاگتے ہرن کی جس آنکھ کو چاہتے تھے نشانہ بناتے تھے، تو دوسری طرف انہوں نے پھینک کر مارنے والے دوسرے ہتھیار بھی تیار فرمائے اور اُن میں بھی خوب ترقی حاصل کی۔ خود حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں منجنیق استعمال کی گئی جس کے ذریعے سے بڑے بڑے پتھر دور فاصلے تک مارے جاتے تھے، پھر یہ منجنیق مسلمانوں کے ہاں ترقی کرتی چلی گئی اور مسلمانوں نے آتشی تیر، بڑی بڑی چٹانیں اور بارود تک دشمن پر پھینکنے میں مہارت حاصل کی۔ مگر پھر مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑ دیا اور ان کے دُشمنوں نے قوّت کے اُس راز کو جو ہمارے آقا ﷺ نے مسجدِ نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا، سمجھ لیا، چنانچہ انہوں نے میزائلوں میں وہ ترقی حاصل کر لی جو مسلمان حاصل نہ کر سکے۔ آج جب دُنیا میں میزائلوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور جس کے پاس جتنی دور تک مارنے والے، جتنے زیادہ طاقتور میزائل ہیں، وہی دُنیا میں زیادہ طاقت والا ہے۔ اِن حالات میں ایک طرف تو حضورِ اکرم ﷺ کے فرمان کی صداقت چمکتے سورج کی طرح نظر آ رہی ہے کہ واقعی اصل قوّت پھینک کر مارنے کی قوّت ہے، جبکہ دوسری طرف یہ حدیث مسلمانوں کیلئے ایک سُوالیہ نشان بھی ہے کہ انہوں نے اس فرمان کو بُھلا کر اور اس سے غفلت کر کے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔]

❷ ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنّت میں

حضرت خالِد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تیر انداز آدمی تھا، حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جب میرے پاس تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے: اے خالد! چلو تیر اندازی کرتے ہیں۔ ایک بار میں نے کچھ سُستی کی تو حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آؤ، اے خالد! کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو رسُولُ اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے؟ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک

اللہ (تعالیٰ) ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنّت میں داخل فرمائیں گے:- ❶ اس تیر کے بنانے والے کو جو بناتے وقت نیکی (یعنی جہاد) کی نیّت کرے، ❷ اس تیر کے (دشمن کی طرف) چلانے والے کو، ❸ تیرانداز کے ہاتھ میں تیر پکڑانے والے کو۔ [اے مسلمانو!] تم تیراندازی کرو اور گھڑسواری کرو اور تمہارا تیراندازی کرنا میرے نزدیک تمہارے سوار ہونے سے پسندیدہ ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل درست نہیں:- ❶ آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، ❷ اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، ❸ تیراندازی کرنا۔ اور جس شخص نے تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دی تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا، یا نعمت کی ناشکری کی۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، المستدرک)

اِبنُ المُنذِر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا، تو انہوں نے ستّر سے اُوپر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر بھی تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب ہتھیار میرے بعد جہاد میں دے دیئے جائیں۔ (الاوسط)

حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے کہ تیرانداز کی مُعاونت کرنے والے کیلئے بھی جنّت کی بشارت ہے اور یہ مُعاونت تین طرح سے ہوسکتی ہے:- ❶ جب تیرانداز دشمن پر تیر چلا رہا ہو تو کوئی شخص اس کے پہلو میں یا اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کو تیر دیتا رہے [جس طرح اس زمانے میں راکٹ لانچر والے کے ساتھ راکٹ دینے والا ایک مُعاوِن ہوتا ہے، یا مجاہدین کے ساتھ بندوقوں کے میگزین بھر کر دینے والے ہوتے ہیں، یا توپچی کو گولے لا لا کر دینے والے ہوتے ہیں، یہ بشارت ان سب کیلئے بھی ہے۔] ❷ جب تیرانداز تیر چلا لے تو اس کے چلائے ہوئے تیروں کو واپس لا کر اُسے دینا یہ بھی مُعاونت ہے، ❸ تیرانداز کو تیر یا کمان خرید کر دینا یہ بھی مُعاونت ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے۔ [اِس زمانے میں کسی کو بندوق، راکٹ، لانچر، توپ وغیرہ خرید کر دینا اور ان تمام ہتھیاروں کی گولیاں گولے خرید کر دینا اس میں شامل ہے۔]

غزوۂ اُحُد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: سَعد کو تیر دو۔ اے سَعد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تیر چلاؤ۔ [حضرت سَعد بن اَبی وقّاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیرانداز تھے۔] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دے رہے تھے کہ اپنے اپنے تیر سعد کو دو، تاکہ وہ اُن کا حق اداء کرسکیں۔ (المستدرک)

۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تیر انداز

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد! تیر اندازی کیا کرو، کیونکہ تمہارے والد [یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام] تیر انداز تھے، تم تیر اندازی کرو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں۔ [یعنی میں بھی ایک فریق کی طرف سے مقابلے میں حصہ لیتا ہوں] راوی فرماتے ہیں کہ [یہ سن کر] دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے تیر اندازی کیوں بند کر دی؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ جب دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے ہیں ہم [آپ کے مقابلے میں] کس طرح تیر اندازی کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اچھا] تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (بخاری)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے تیر اندازوں کو مقابلے کیلئے غیرت دلانا...... تاکہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں اور ان میں اس عمل کی خوب رغبت پیدا ہو جائے ...... ایک اچھا کام ہے اور تیر اندازوں کی دل جوئی کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اُسے سرانجام دینا چاہئے، لیکن ایک دوسرے کے ساتھ بُغض وعداوت کے اظہار اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کیلئے جوش دلانا جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آرہا ہے، ایک حرام فعل ہے یہی حکم تلوار بازی، نیزہ بازی اور بنوٹ وغیرہ کا بھی ہے، [اور اس زمانے میں بندوق سے نشانہ بازی کرنا اور دیگر جنگی آلات کے استعمال پر مقابلہ بازی کا بھی یہی حکم ہے، کہ اچھی نیت سے کرنے پر اجر اور بری نیت سے کرنے پر گناہ ہوگا۔]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے ہاتھوں علاقے فتح ہونگے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے کافی

ہوجائیں گے، تب بھی تم میں سے کوئی تیراندازی نہ چھوڑے۔ (مسلم شریف)

④ تیراندازی غم کا علاج

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص تفکّرات [یعنی غم وغیرہ] میں مبتلا ہوجائے، تو اُسے چاہئے تیرکمان اپنے گلے سے لٹکائے، اس سے اُس کا غم دور ہوجائے گا۔ (المعجم الصغیر)

⑤ تیراندازی بہترین کھیل

حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تیراندازی کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تمہارے کھیلوں میں سے بہترین کھیل ہے۔

(کشف الاستار، البزار، الطبرانی باسناد ورجالہ ثقات)

⑥ تیراندازی میں فرشتوں کی حاضری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے کھیلوں میں صرف سے گھڑ دوڑ اور تیراندازی میں حاضر رہتے ہیں۔ (سنن سعید ھو مرسل جید)

[رِہان] سے مراد گھوڑوں کی وہ دوڑ ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے صرف تین طرح کے کھیل میں حاضر رہتے ہیں:- ① آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، ② گھوڑوں کی دوڑ، ③ تیراندازی۔ (ابن عساکر)

⑦ تیراندازی کھیل مگر حق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دُنیا کے سارے کھیل باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے:- ① تیراندازی، ② گھوڑے کو تربیت دینا، ③ بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا۔ کیونکہ یہ تینوں حق ہیں۔ (المستدرک)

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور

حضرت جابر بن عُمیر انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی فرما رہے تھے، ان دونوں میں سے ایک اُکتا کر بیٹھ گئے، تو دوسرے نے فرمایا: کیا آپ سُست ہوگئے؟ میں نے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ بے کار ہے، سوائے چار کاموں کے:۔ ❶ آدمی کا تیر کے دو ہدفوں کے درمیان چلنا، ❷ اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، ❸ بیوی سے دل لگی کرنا، ❹ تیراکی سیکھنا۔ (نسائی، الطبرانی فی الکبیر باسناد جید)

خوب اچھی طرح جان لیجئے! علماء کرام نے اس بات کو نہایت صراحت سے بیان کیا ہے کہ تیر اندازی کی مشق میں مستحب ہے کہ آمنے سامنے دو ہدف بنائے جائیں، پہلے دونوں تیر انداز ایک کی طرف سے کھڑے ہو کر اپنے سامنے والے ہدَف کو نشانہ بنائیں، پھر دوسری طرف آکر اپنے تیر اُٹھائیں اور وہاں سے اپنے سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں۔

عَلاَّمہ اِبنِ قُدَامہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اسے سنّت قرار دیا ہے، کیونکہ صَحابہ کرام رضی اللہ عنہم اِسی طرح کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو ہدفوں کے درمیان جنّت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (المغنی لابن قدامہؒ)

اَبُو عُثمان نَہدِی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: ہم عُتبہ بن فَرقَد رضی اللہ عنہ کے پاس آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا:

> حمد و صلوٰۃ کے بعد! یہ کہ تم لوگ اِزار باندھا کرو اور جُوتے پہنا کرو اور چادریں اوڑھا کرو، [یا تلواریں گلے میں لٹکایا کرو،] موزے اور شلواریں استعمال نہ کرو، تم لوگ اپنے والد حضرت اِسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو، تم لوگ عیش و عشرت اور عجمیوں کے فیشن اختیار کرنے سے بچو، سورج عربوں کا حمام ہے، اِسے اپنے اُوپر لیا کرو، تم سادگی اختیار کرو اور موٹا لباس پہنا کرو اور مستعد رہا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو اور اُونٹوں کی سواری کیا کرو اور گھوڑوں پر اُچھل کر چڑھا کرو اور ہدف پر تیر مارنے کی مشق کیا کرو اور

دو ہدفوں کے درمیان چلا کرو۔ (السنن الکبریٰ)

⑧ ہر قدم پر نیکی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص [تیراندازی] میں دو ہدفوں کے درمیان چلے گا، اُسے ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

⑨ دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک تیر چلایا، تو اس کا یہ تیر چلانا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور جس نے اپنا تیر دشمن تک پہنچا دیا، تو اُسے جنّت میں ایک درجہ ملے گا۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس دن میں نے سولہ تیر (چلا کر) دشمن تک پہنچائے۔

(نسائی، ابن حبان، حاکم، ابتدائی حصہ ترمذی میں بھی ہے۔)

حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن النحام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! درجہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ درجہ تمہارے گھر کی سیڑھی کے درجے جیسا نہیں، بلکہ ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہوگی۔ (نسائی، ابن حبان)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو گیا تو قیامت کے دن وہ بڑھاپا اُس کے لئے نُور کی شکل میں ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر چلائے گا تو اسے اس کی بدولت ایک درجہ ملے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

[اس روایت میں صرف دشمن کی طرف تیر چلانے کا تذکرہ ہے، دشمن تک پہنچانے کا نہیں]۔

⑩ تیر پہنچے یا نہ پہنچے، صرف اُسے چلانا ہی باعثِ اجر ہے

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو گیا، تو قیامت کے دن وہ بڑھاپا اُس کیلئے نُور کی شکل میں ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ

کے راستے میں ایک تیر چلایا وہ تیر دشمن تک پہنچا، یا نہ پہنچا، تو اُسے ایک مسلمان غلام آزاد کرنے کا اَجر ملے گا اور اس غلام کا ہر عُضو اُس کے ہر عُضو کو جہنّم سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی باسناد صحیح)

⑪ تیر دشمن کو لگا، یا خطا ہوا، ہر حال میں باعثِ اَجر ہے

حضرت اَبُو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا، تو یہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کیلئے نُور کی شکل میں ہوگا اور جس نے جہاد میں ایک تیر چلایا، وہ تیر درست جگہ لگا، یا خطا ہوا، تیر چلانے والے کیلئے وہ اولادِ اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہوگا۔ (المعجم الکبیر باسنادین رجال احدھما ثقات)

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکل کر ایک تیر چلایا، وہ تیر [دشمن تک] پہنچا، یا نہ پہنچا، تیر چلانے والے کو اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے جیسا اَجر ملے گا۔ (الطبرانی، کشف الاستار)

⑫ تیر چلانے سے جنّت واجب

حضرت عُتبہ بن عَبدُ السُّلَمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی قُریظہ و بنی نَضیر میں ارشاد فرمایا: جس نے [یہودیوں کے] اس قلعے کے اندر تیر چلایا، تو جنّت اُس کیلئے واجب ہوگئی۔ حضرت عُتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس دن تین تیر اس قلعے کے اندر تک پہنچائے۔ (الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت عُتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اُٹھو اور دشمن سے لڑو۔ [یہ سن کر] ایک شخص نے دشمن پر تیر چلایا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ (مسند احمد باسناد حسن)

⑬ قیامت کے دن کا نُور

حضرت اَبُو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [نکل کر] ایک تیر چلایا تو اُس کیلئے قیامت کے دن نُور ہوگا۔ (بزار باسناد حسن)

⑭ فقروفاقے سے نجات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عربی کمان اور اس کا ترکش بنایا، [اور اپنے پاس رکھا] تو اللہ تعالیٰ فقر کو چالیس سال تک اس سے دور فرما دیتے ہیں۔ (ابن عساکر باسنادہ)

اِس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی کمانوں کی تعریف فرمائی، کیونکہ وہ عمدہ ہوتی ہیں، لیکن جس طرح عربی کمانوں کا استعمال جہاد میں درست ہے، اِسی طرح اہلِ علم کا اِجماع ہے کہ دوسری اقوام، مثلاً اہلِ فارس کی کمانوں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ بعض ضعیف روایات میں اہلِ فارِس کی کمانوں کو ملعون کہا گیا ہے، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ماضی میں فارِس کے بادشاہ نمرو وغیرہ انہیں کمانوں کو استعمال کیا کرتے تھے اور وہ ملعون تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس زمانے میں ان کمانوں کو استعمال کرنا کافروں کے ساتھ تشبّہ میں آتا ہو، چنانچہ اس لئے اس سے روکا گیا ہو۔

علّامہ اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ کمان جسے کسی ریڑھی یا گاڑی پر سوار کر کے لایا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے، روایات میں اس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اِسے بزدل اور کمزور لوگ استعمال کرتے ہیں، یا وہ صلیب کے مشابہ ہوتی ہے۔

⑮ تیراندازی سیکھنے کا تذکرہ قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیراندازی اور قرآن مجید سیکھو اور مؤمن کی گھڑیوں میں بہترین گھڑی وہ ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ (ابن عساکر منقطعا)

قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے جنگ یرموک کے ایام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو ہدفوں کے درمیان تیراندازی فرما رہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے بچوں کو تیراندازی اور قرآن مجید سکھائیں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا بیٹے کے بھی ہمارے ذِمّے کچھ حقوق ہیں جس طرح اس کی ذِمّہ ہمارے حقوق ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ہاں! بیٹے کا حق اس کے والد کے ذِمّے یہ ہے کہ اُسے لکھنا، تیراکی کرنا اور تیر اندازی کرنا سکھائے اور اُسے اچھے مال کا وارث بنائے۔ (بیہقی باسناد ضعیف)

[تیر اندازی کے سارے اَحکام اور فضائل اِس زمانے میں فائرنگ اور نشانہ بازی پر صادق آتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو اس کا خوب اہتمام کرنا چاہیے اور پھینک کر مارنے کی اپنی قُوّت اور طاقت خوب بڑھانی چاہیے۔]

فصل

تیر اندازی کے کچھ اور فضائل

یزید بن شریک رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بغیر چادر کے تیروں کے ہدفوں کے درمیان بھاگ رہے ہیں۔ (کتاب السنن)

ہدف: زمین کی اس بلند جگہ کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز گاڑی جاتی ہے اور اُسے نشانہ بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات کسی چیز کو لٹکا کر اُسے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دو ہدفوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: مجھے شہادت کیسے ملے گی؟ مجھے شہادت کیسے ملے گی؟ (کتاب السنن)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیر اندازی کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ وہ ہدفوں کے درمیان چلنے کی بجائے دوڑتے تھے اور جسم سے زائد کپڑے اُتار کر اپنے جسم کو مشقت کا عادی بناتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم لوگ ہیں جو ہدایت کے سورج ہیں اور وہ ایسے ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر ہدایت کا راستہ معلوم کیا جاتا ہے، وہ دُنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں، درست راستہ وہی ہے جس پر یہ حضرات تھے اور سیدھی راہ وہی ہے جس پر وہ حضرات چلے، ان کی شان کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع وسجود کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں، ان کی شناخت ان کے

چہروں میں سجدہ کا نشان ہے۔

تیر اندازی [یا جہاد کی کوئی بھی مشق] کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی عزت وحشمت اور بڑائی کو ایک طرف پھینک کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی کریں، اس میں کسی طرح کی عار محسوس نہ کریں، اپنے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کے قُرب اور اس سے اَجر کے امیدوار رہیں، اس مَشق کو بڑی عبادات اور اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے سمجھیں، اسے محض کھیل کُود یا فضول مقابلہ بازی نہ جانیں اور جب انہیں اس کی توفیق ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دوسرے کھیل کُود کی بجائے اس کی محبّت ڈالی ہے۔ اِسی طرح تیر اندازی [اور جہاد کی دوسری مشقوں] کے دوران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسنا اور خوش دلی کرنا بھی کوئی بُری بات نہیں ہے، بلکہ یہ مستحب کام ہے، کیونکہ اس سے مزید چُستی اور ہمت پیدا ہوتی ہے، البتہ یہ ہنسنا اور خوش دلی کرنا مکروہ حد تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

بِلال بن سَعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں [یعنی صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ] کی زیارت کی ہے جو ہدفوں کے درمیان دوڑتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے تھے اور جب رات چھا جاتی تو وہ راہبوں کی طرح دنیا سے بے رغبت ہو کر عبادت اور آہ وزاری میں لگ جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بِلال رحمۃ اللہ علیہ خود بھی ان صفات کے حامل تھے اور وہ حضرات تابعین کے علماء اور عابدوں میں سے تھے اور وہ ہر دن رات میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

علّامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیر اندازی کر رہے تھے، کسی نے کہا: اے اللہ کے رسُول! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ بھی تو نماز میں ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی کو نماز کے مُشابہ قرار دیا اور یہی بات اس عمل کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ (الفروسیۃ المحمدیۃ لابن قیم الجوزیۃ)

علّامہ ابو عبد اللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی کی بُلند فضیلت کی اس سے بڑھ کر اور کیا

دلیل ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں تم ایسا کرو، مگر آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اے سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

ابو عبد اللہ الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سمندر میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے، جس رات آپ کا انتقال ہوا، [پیٹ میں] تکلیف کی وجہ سے آپ کو پچیس بار قضائے حاجت کیلئے جانا پڑا اور ہر بار آپ آ کر نماز کیلئے نیا وضو فرماتے تھے، جب انہیں موت قریب محسوس ہوئی تو فرمایا: میری کمان تیار کر کے مجھے دے دو، چنانچہ انہوں نے کمان اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی اور اسی حال میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب للذہبیؒ)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے ایسا اس لئے کیا، تا کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں کھڑے کئے جائیں کہ جہاد کیلئے کمان ان کے ہاتھ میں ہو۔

فصل

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمانیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ کمانیں تھیں:۔

① اَلرَّوْحَاءُ ② اَلصَّفْرَاءُ ③ اَلْبَیْضَاءُ یہ آپ کو بنو قینقاع سے ملی تھی۔

④ اَلزَّوْرَاءُ ⑤ اَلْکَتُوْمُ۔ اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ تیر چلاتے وقت اس کی آواز بہت کم ہوتی تھی۔ بعض روایت میں ایک اور کمان کا بھی تذکرہ ہے اس کا نام ''اَلسَّدَاد'' تھا اور اس کے ساتھ جو ترکش تھا اس کا نام ''اَلْکَافُوْر'' تھا اور کے ساتھ پٹکا بھی تھا جس کا حلقہ چمڑے کا اور سرا چاندی کا تھا۔

[رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام کمانیں ''نبع'' اور ''شوط'' نامی درختوں کی لکڑی سے بنی ہوئی تھیں۔]

[اس فصل کے بعد مصنّفؒ نے نہایت تفصیل کے ساتھ تیر اندازی اور گھڑسواری کے مقابلے کے احکام کو بیان فرمایا ہے، چونکہ یہ مسائل خالص فقہی نوعیت کے ہیں، اس لئے ہم انہیں یہاں بیان نہیں کر رہے، اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور موقع عطاء فرمایا تو انشاء اللہ ان کو الگ رسالے میں بیان کیا جائے گا۔

فصل

تیر اندازی بھلانے پر سخت وعید

احادیث میں ان لوگوں کیلئے سخت وعید آئی ہے جو تیر اندازی سیکھ کر اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔
فُقَیم اللّخمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ تیر اندازی کے دو ہدفوں کے درمیان پھر رہے ہیں، حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور آپ کو اس میں بہت مشقت اور تکلیف اُٹھانی پڑ رہی ہے، اِس پر حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نہ سنا ہوتا، تو میں اتنی مشقت نہ کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی، پھر اسے چھوڑ دیا، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا اُس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

اِبنِ ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا، تو اُس نے میری نافرمانی کی۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرات علماء کرام میں سے ایک جماعت کے نزدیک تیر اندازی سیکھ کر اُسے چھوڑ دینا کبیرہ گناہ ہے، وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس عمل کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمادیں کہ ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے، یا وہ نافرمان ہے تو وہ عمل کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ اِمام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھ کر تیر اندازی چھوڑنے والوں کیلئے وعیدوں کا ذکر کیا ہے۔

علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی چھوڑ دینا سخت مکروہ فعل ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

مصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام اقوال کو سامنے رکھ کر اگر تیر اندازی چھوڑنے کو کبیرہ گناہ نہ بھی قرار دیا جائے، تو وہ ایسا صغیرہ گناہ ہے جس پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔
اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے بچے اور جو اس گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو یعنی تیر اندازی چھوڑ چکا ہو، تو اُسے چاہئے کہ فوراً توبہ کر کے اس عمل کو شروع کر دے اور زندگی بھر تیر اندازی کو لازم پکڑے۔

دعوت

[تیر اندازی سیکھنے ، دشمن کی طرف تیر چلانے اور تیر اندازی میں تعاون کے فضائل ہم نے پڑھ لئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آج اللہ تعالیٰ نے ان فضائل کا حاصل کرنا ہم کمزور مسلمانوں کیلئے آسان فرما دیا ہے، پہلے ایک ایک تیر چلانے کیلئے مشقت کرنی پڑتی تھی ، زور لگانا پڑتا تھا اور تکلیف اُٹھانی پڑتی تھی، مگر آج کل تو جدید اسلحہ تیار ہو چکا ہے، جس میں ٹریگر پر ہلکی سی اُنگلی دبا کر منٹوں میں ہزاروں گولیاں دشمن کی طرف چلائی جاسکتی ہیں، اب کون انسان ہے جو ان فضائل سے محروم رہنے کا تصوّر بھی کرے؟ اگر آج ہم نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر گولیاں اور راکٹ نہ برسائے، تو پھر وہ ابابیل بھی ہم سے اچھے تھے جنہوں نے کعبۃُ اللہ کی حفاظت کیلئے آسمان سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کنکریاں برسائیں اور ہاتھیوں کے لشکر کو کھائے ہوئے بُھس کی طرح بنادیا۔ آج بھی ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور بحری بیڑوں کی شکل کے ہاتھی کعبۃُ اللہ کی طرف اور مسلمانوں کی سرحدوں کی طرف دندناتے ہوئے بڑھ رہے ہیں اور اِس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان مجاہدین ابابیلوں کی طرح ان پر گولیاں اور راکٹ برسائیں اور دشمن کی طرف تیر چلانے کے بے شُمار فضائل حاصل کریں۔

یاد رکھیں! دشمن کی طرف تیر پھینکا جائے یا خاک کی مُٹھی، اللہ تعالیٰ اُسے دشمنوں کے لئے خطرناک بنا دیتا ہے، کیونکہ اگرچہ ظاہری طور پر پھینکنے والا مجاہِد ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اصل میں پھینکنے والے ہم ہوتے ہیں یعنی اس میں تاثیر ہم ہی ڈالتے ہیں۔

آج سے اُنیس سال پہلے اپنے وقت کی سب سے بڑی جنگی اور ایٹمی طاقت سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا، تو نہتے مجاہدین اس کے مُقابلے میں نکلے، تب

دُنیا جہان نے وہ مناظر دیکھے جن کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، مجاہدین پتھر پھینکتے تھے اور روسی ٹینکوں میں آگ لگ جاتی تھی، مجاہدین اپنی سادہ رائفل سے گولی چلاتے تھے اور روسی ہیلی کاپٹر زمین پر آ گرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے ان ابابیلوں نے اپنی اِستطاعت کے مطابق دشمن پر اسلحہ پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی قوت کو شامل فرما دیا۔ آج بھی مسلمانوں کو چاہئے کہ گولہ باری اور میزائل باری کی مشق کریں اپنی عورتوں کو بھی اسلحہ سکھائیں، کیونکہ آج کے اسلحہ کا استعمال بہت آسان ہے اور مسلمانوں پر خطرات بہت زیادہ ہیں، چنانچہ ان خطرات سے بچنے کیلئے مسلمانوں کو پھینک کر مارنے والے آلات زیادہ سے زیادہ بنانے چاہئیں اور ان کے استعمال میں خوب مہارت حاصل کرنی چاہئے اور جو مسلمان اسلحہ چلانا سیکھ چکے ہیں مگر اب گھروں میں جا بیٹھے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور دوبارہ میدانِ جہاد کا رُخ کرنا چاہئے۔ اِسی طرح وہ لوگ جنہوں نے فوج میں یا کمانڈوز دستوں میں رہ کر ہتھیار چلانا سیکھے ہیں، مگر اب اپنی نوکری سے پنشن لے کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ اپنی اس صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفّظ کیلئے مرتے دم تک استعمال کرتے رہیں، کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی اِستطاعت اور صلاحیت کے مطابق حساب لیا جائے گا آج جبکہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں، ہر باصلاحیت فرد کو اپنی صلاحیت استعمال کر کے مسلمانوں کی حفاظت کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بُلند کرنے کیلئے میدانوں میں نکلنا چاہئے۔

یا اللہ! تو ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

بسم الله الرحمن الرحيم



باب ۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہدین کی تلواروں نیزوں اور دیگر سامانِ جہاد کی فضیلت کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں

اسلامی حکم

اسلحہ سیکھنا اور پھر اسے یاد رکھنا یعنی استعمال کرتے رہنا یہ اسلامی احکامات میں سے ہے اور اس کے چھوڑنے پر سخت وعید ہے، اب وہ مسلمان اپنی زندگیوں پر غور فرمائیں جنہوں نے کبھی اس اسلامی حکم کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہیں کی، بلکہ اس کو اپنے دین کا حصہ تک نہیں سمجھا حالانکہ آنحضرت ﷺ خود بھی اسلحہ کی مشق فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۸۳)

حضور ﷺ کی ترجیحات

آپ ﷺ نے طرح طرح کی تلواریں خریدیں۔ جب گھر میں فاقے تھے تب بھی آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں گیارہ تلواریں آپ ﷺ کی ذاتی موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے اچھے سے اچھا اسلحہ خریدنے اور عسکری قوت بڑھانے کو ترجیح دی۔ (فتح الجواد: ۴/۲۲۴)

باب ۲۱

مجاہدینؒ کی تلواروں نیزوں اور دیگر سامانِ جہاد کی فضیلتؒ کا بیانؒ

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ۝ (النساء:۱۰۲) | اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ۔ (الانفال:۶۰) | اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کرسکو سو تیار رکھو۔

نیزے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

۳

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُۥٓ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ ۝ (المائدہ:۹۴) | اے ایمان والو! البتہ اللہ تعالیٰ ایک بات سے تمہیں آزمائے گا اس شکار سے جس پر تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچیں گے۔

علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ”وَخُذُوا حِذْرَكُمْ“ کی تفسیر میں فرمایا ہے: یعنی اپنی تلواریں گلے میں لٹکا کر رکھا کرو، کیونکہ یہی مجاہدین کا حِلیہ (یعنی زیور) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ”وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: قوّت سے مُراد اسلحہ اور تیر کمانیں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جہاد کیلئے اسلحہ تیار کیا، وہ ہر صبح اس کے نامۂ اعمال میں ڈالا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں پس جس کا اسلحہ بڑھ جاتا ہے، اس کی نیکیاں بھی بڑھادی جاتی ہیں اور جس کا اسلحہ کم ہوجاتا ہے، اس کی نیکیاں بھی کم ہوجاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

یہ دونوں روایات مُعضل ہیں اور ان کی سند کا حال بھی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ مسئلہ خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ شہسواری سیکھنا اور سکھانا اور اسلحہ کا استعمال سیکھنا [عمومی حالات میں] فرضِ کفایہ ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ کبھی فرضِ عین بھی ہوجاتا ہے، جبکہ مسلمانوں کو اس کی سخت ضرورت ہو اور فرضِ کفایہ اداء کرنے والے بھی باقی نہ رہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

تلواروں اور نیزوں کے فضائل میں کئی احادیث آئی ہیں۔ [آیئے! ان میں سے بعض کو یہاں پڑھتے ہیں۔]

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلوار دیکر بھیجے گئے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، جس کا کوئی شریک نہیں اور میری روزی میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھ دی گئی ہے اور ذِلّت اور پستی ان لوگوں کا مقدّر بنادی گئی ہے جو میرے لائے ہوئے دین کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔ (مسند احمد)

علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جس جگہ پر جہاد کی ضرورت ہو وہاں نیزے بنانا نفل نماز سے افضل ہے۔ (الفروسیۃ المحمدیہ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد کے تمام اسلحے کا یہی حکم ہے جو اُوپر نیزے کا بیان ہوا ہے۔

❷ جنّت تلواروں کے سائے میں

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان دنوں میں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ تھا، سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب دشمن سے لڑائی شروع ہوجائے تو ڈٹ کر لڑو اور خوب جان لو کہ جنّت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت اور ایک پراگندہ حال شخص کا واقعہ پہلے گزر

چکا ہے کہ وہ یہی حدیث شریف سن کر فوراً لڑائی میں کُود گئے اور شہید ہو گئے۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

③ تلواریں جنّت کی چابیاں

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: مجھے خبر دی گئی کہ تلواریں جنّت کی چابیاں ہیں۔ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس روایت کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بھی نقل کیا ہے۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں تلواروں کو جنّت کی چابیاں قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جب مجاہد میدانِ جنگ میں تلوار نکالتا ہے تو جنّت کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔

④ تلوار چلانا جنّت میں داخلے کا سبب

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو ایسے اعمال نہ بتاؤں جو تمہیں جنّت میں لے جائیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [وہ اعمال یہ ہیں:۔] تلوار چلانا، مہمان کو کھانا کھلانا، نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا۔ (ابن عساکر)

⑤ دُنیا میں تلوار لٹکانے کا بدلہ جنّت میں

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جہاد یا سرحد کی پہرے داری کے دوران نماز میں تلوار باندھے رکھی، تو اللہ (تعالیٰ) اُسے قیامت کے دن اعزاز و اِکرام کی حمیل پہنائیں گے۔ (شفاء الصدور)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں تلوار لٹکاتا ہے، اُسے ایمان کی چادر پہنائی جائے گی اور جب تک یہ تلوار مجاہد کے جسم پر رہتی ہے، فرشتے اس کیلئے اِستغفار کرتے رہتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

⑥ آگ سے حفاظت

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جہاد میں تلوار باندھی تو یہ اُس کیلئے آگ سے بچانے والی ڈھال ہوگی اور جس

نے جہاد میں نیزہ اٹھایا، وہ اُس کیلئے قیامت کے دن عَلَم [یعنی جھنڈا] ہوگا۔ (شفاء الصدور)

۷ اللہ تعالیٰ کا فخر کرنا

حضرت ابُوہُریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مجاہد کی تلوار، اس کے نیزے اور اس کے اسلحے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، تو پھر اُسے کبھی عذاب میں مُبتلا نہیں فرماتا۔

(کتاب الترغیب لابی حفص بن شاہین ؒ وابن عساکر)

۸ تلوار باندھ کر پڑھی جانے والی نماز ستّر گنا افضل

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز دوسرے لوگوں سے ستّر گنا افضل ہے اور اگر تم کہو کہ سات سو گنا افضل ہے تو وہ بھی درست ہے، کیونکہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں تلوار باندھنے والے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب تک وہ تلوار باندھے رکھتا ہے، فرشتے اُس کیلئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں، اور پہرے دار کیلئے تلوار باندھے رکھنا ایسے ہی سُنّت ہے جس طرح مُعتکف کے لئے روزہ۔ (شفاء الصدور)

فصل

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یمن میں دو ۲ خزانے ہیں ، ایک تو یرموک کی لڑائی میں نکل آیا، کہ اس دن ازدی [یعنی یمن کے اِس قبیلے کے لوگ] لشکر کا ایک تہائی تھے اور دوسرا خزانہ [قیامت کے قریب] بڑی لڑائی کے دن نکلے گا، یہ ستر ہزار ہوں گے اور ان کی تلواروں کے پرتلے کھجور کی چھال کے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بہت سے علاقے فتح کیے، لیکن ان کی تلواروں کی زیب وزینت سونے چاندی کے ذریعے سے نہیں ہوتی تھی ، بلکہ ان کی تلواروں کی زیبائش اُونٹ کی گردن کے پٹھے، تانبے اور لوہے سے ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری)

[اِبنِ ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اُس وقت فرمائی، جب آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تلواروں کی زیادہ زیب وزینت کرتے دیکھا۔

بہر حال دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کا استعمال تلواروں میں جائز ہے۔ مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان دو روایات کو بیان کرنے سے یہ ہے کہ تلواروں اور دیگر ہتھیاروں کو دشمن کے خلاف خوب کارگر بنانا چاہیے، لیکن فضول نمائشوں میں مُبتلا نہیں ہونا چاہیے۔]

فائدہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: دشمنوں کے علاقوں میں [جنگ کے دوران] اپنے ناخُن بڑھاؤ، کیونکہ یہ بھی اسلحہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد کے دوران دشمنوں کے علاقے میں ناخُنوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے، مثلاً رسی وغیرہ کھولنے اور دوسرے کاموں میں۔ (المغنی)

فائدہ:

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو تلوار سب سے پہلے سونتی گئی، وہ حضرت زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

کی تلوار تھی اور اس تلوار کیلئے حضور اکرم ﷺ نے دعاء بھی فرمائی۔

واقعہ یہ ہوا، ایک بار شیطان نے یہ افواہ اُڑا دی کہ حضور اکرم ﷺ کو گرفتار کر کے مکّہ کے پہاڑوں پر لے جایا گیا ہے۔ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ اُس وقت بارہ سال کے تھے، یہ افواہ سنتے ہی وہ اپنی تلوار ہاتھ میں لیکر باہر نکل آئے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا کہ اس طرح سے ہاتھ میں تلوار لے کر پھر رہے ہو؟ کہنے لگے: مجھے اِطلاع ملی تھی کہ آپ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: اگر ایسا ہوتا تو تم نے کیا کرنا تھا؟ کہنے لگے: میں اس تلوار سے آپ کے پکڑنے والوں کو ختم کر دیتا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے خود انہیں اور اُن کی تلوار کو دعائیں دیں۔ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے جانبازوں اور عظیم بہادُروں میں سے تھے۔ (المستدرک)

اِبنِ اَبی الزّناد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عبداللہ بن مُغیرہ کے سر پر تلوار ماری جو اُس کے لوہے کے خَود [یعنی جنگی ٹوپی] کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زِین تک سے گزر گئی۔ کچھ لوگوں نے کہا: آپ کی تلوار کیا ہی عُمدہ ہے۔ اِس پر حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے، ان کا خیال تھا کہ یہ تو ہاتھ کی طاقت کا کمال ہے تلوار کا نہیں۔

علّامہ طُرطُوشی رحمہ اللہ نے "سِراجُ المُلوک" میں لکھا ہے: کچھ پُرانے اور بوڑھے مجاہدین نے یہ قصہ سنایا "کہ ایک بار مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی، تو انہوں نے میدانِ جنگ میں لوہے کے خَود کا ایک ٹکڑا دیکھا جس کا ایک تہائی حصہ سَر کے اندر گھسا ہوا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ایسے زوردار وار کے بارے میں ہم نے کبھی نہیں سنا تھا۔ رُومی اُسے اُٹھا کر لے گئے اور اپنے ایک گرجا گھر میں لٹکا دیا۔ انہیں جب بھی شکست پر عار دلائی جاتی تھی تو وہ یہی خَود دکھایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مُقابلہ ایسی قوم کے ساتھ تھا جن کے وار اس طرح کے تھے۔" (سراج الملوک)

فصل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی تلواریں تھیں۔ [آیئے! ان کے تذکرے سے اپنے ایمان کو جِلا بخشتے ہیں۔]

❶ اَلْمَأْثُوْر:۔ یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد صاحب کی طرف سے وِراثت میں ملی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مدینہ منوّرہ لائے تھے۔

❷ اَلْعَضْب:۔ غزوہ بدر میں جاتے وقت یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیشِ خدمت کی تھی۔

❸ ذُوالْفَقَار:۔ غزوہ بدر کے مالِ غنیمت میں ہاتھ آئی اور پھر تمام جنگوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی، اس کا وَسط ریڑھ کی ہڈی کے مشابہ تھا، اس تلوار کے قبضے، دھارے پتے اور نیام کے نچلے حصے میں چاندی استعمال ہوئی تھی۔

❹ اَلصَّمْصَام:۔ [کاٹنے والی، مضبوط جو کبھی نہ مڑ سکے،] یہ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

❺ اَلْقَلَعِیْ:۔ یہ قَلَعْ نامی جگہ سے ملی تھی۔

❻ اَلْبَتَّار:۔ [بہت خوب کاٹنے والی]۔

❼ اَلْحَتْف:۔ حتف موت کو کہتے ہیں۔

❽ اَلرَّسُوْب:۔ جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔

❾ اَلْمِخْذَم:۔ کاٹنے والی تلوار۔

❿ اَلْقَضِیْب:۔ بہت زیادہ کاٹنے والی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزے اور برچھیاں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن میں سے تین تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قینقاع سے

ہاتھ لگے تھے، ایک اور نیزہ ''اَلْمُثْوِیْ'' نام کا تھا، یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ نیزہ جسے لگتا تھا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا، [بلکہ وہیں دم توڑ دیتا تھا]۔ ایک اور نیزہ ''اَلْمُنْثَنِیْ'' نام کا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس ایک برچھی تھی جس کا نام ''اَلنَّبْعَۃ'' تھا۔ اس کا تذکرہ علّامہ سُہَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور ایک بڑی برچھی تھی اس کا نام ''اَلْبَیْضَاءُ'' تھا۔ جبکہ ایک چھوٹی برچھی ''اَلْعَنَزَۃ'' نام کی تھی جسے آپ ﷺ چلتے وقت ہاتھ میں رکھتے تھے اور عید کے دن آپ ﷺ کے آگے نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا تھا، پھر اسی نیزے کو عید گاہ میں بطور سُترہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

❶ ذَاتُ الْفُضُوْلِ :۔ یہ لمبی زرہ تھی اور یہی آپ ﷺ نے ایک بار اَبُوالشَّحْم یہودی کے پاس اپنے اہل وعیال کیلئے جَو کے بدلے رَہن رکھی تھی۔

❷ ذَاتُ الْوِشَاحِ۔

❸ ذَاتُ الْحَوَاشِیْ ۔

❹ اَلسُّعْدِیَۃُ :۔ یہ سُعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زِرہیں بنتی تھیں۔ بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی زِرہ تھی جو آپ نے جالُوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔

❺ فِضَّۃٌ۔ .... ❻ اَلْبَتْرَا۔ .... ❼ اَلْخِرْنِق۔

آپ ﷺ کے خود

آپ ﷺ کے پاس لوہے کے دو خَود یعنی جنگی ٹوپیاں تھیں :۔

❶ اَلْمُوَشَّحِ۔ ❷ اَلسُّبُوْغ یا ذُو السُّبُوْغ۔

یہی ''خود'' فتحِ مکّہ کے دن آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر تھا۔

آپ ﷺ کی ڈھالیں

آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال ''اَلزَّلُوْق'' نامی تھی ''زَلَق'' پھسلنے کو کہتے ہیں، اس پر تلوار وغیرہ پھسل جاتی تھی۔ ایک اور ڈھال ''اَلْفُتَق'' نامی تھی۔ اِسی طرح حضورِاکرم ﷺ کی

خدمت میں ایک اور ڈھال بطورِ ہدیہ پیش کی گئی تو اس پر عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی، آپ ﷺ نے اپنا دستِ مُبارک اس پر رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

دعوت

[جہاد کیلئے خریدے جانے اور تیار کئے جانے والے اسلحہ کے فضائل ہم نے پڑھ لئے، اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی میراث میں نہ درہم چھوڑے اور نہ دینار، اور نہ کوئی اور مال و دولت، البتہ آپ ﷺ اپنی میراث میں اُمّت کو علم اور جہاد کے ہتھیار عطاء فرما کر اس دنیا سے تشریف لے گئے، مسلمانوں نے جب تک اس میراثِ نبوی ﷺ کو تھامے رکھا، اس وقت تک وہ واقعی مسلمان رہے، دنیا کی کوئی طاقت اُن پر غالب نہ آسکی اور نہ کہیں اسلامی نظام کو چیلنج کیا جاسکا۔ لیکن جب مسلمانوں نے علمِ دین چھوڑ دیا اور اسلحے کو بھی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا تو پھر نہ وہ اپنے اندر اسلام کو محفوظ رکھ سکے اور نہ وہ دُنیا میں اسلامی نظام کی حفاظت کرسکے، بلکہ اب تو وہ زمانہ بھی آچکا ہے جب خود بہت سے نام نہاد مسلمان اسلامی نظامِ حکومت اور اسلامی معیشت کا کھُلّم کھلا انکار کرتے ہیں اور اسلامی سزاؤں کو (نعُوذ باللہ) انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اب کافروں کی طرح کہنے لگے ہیں کہ اسلام ایک مذہب ہے اور مذہب ایک ذاتی مُعاملہ اور مسجد تک محدود چند رُسومات کا نام ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک کامل دین ہے جو دُنیا کے تمام باطل اَدیان اور ظالمانہ نظاموں پر غالب ہونے کیلئے آیا ہے اور لوگوں کو سیدھا راستہ، امن، روزی اور وُسعت والی زندگی عطاء کرنا اسلام کی ذِمّہ داری ہے، جبکہ اسلام کو نافذ کرنے کی ذِمّہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے اور مسلمان یہ ذِمّہ داری اسی وقت اداء کرسکتے ہیں، جب وہ اپنے پاک نبی حضرت محمد ﷺ کی وِراثت کو تھامیں گے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے مکّہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے

اسلام کی دعوت دی اور یہ اعلان فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھیج دیا ہے اور میں قیامت تک تمام انسانیت کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرا کام دنیا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو غالب کرنا اور باقی سارے ادیان کو مغلوب کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے جب یہ دعوت دی تو آپ ﷺ کے مقابلے میں دو ۲ چیزیں سینہ تان کر کھڑی ہوئیں، ایک جہالت اور دوسری کافروں کی طاقت۔ آپ ﷺ نے جہالت کے مقابلے میں قرآن مجید اور سُنّتِ رسُولُ اللہ ﷺ کی صورت میں علم کو پھیلایا اور جب آپ دُنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنی میراث میں یہ علم اُمت کیلئے چھوڑا اور اُمت نے اس علم کو اپنے سینے سے لگالیا۔

دوسری چیز جو اسلام کے مقابلے پر اتری، وہ تھی کافروں کی طاقت، چنانچہ اس سے مقابلے کیلئے آپ ﷺ پر جہاد فرض کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک دُنیا میں کافروں کے پاس فتنہ انگیز طاقت موجود ہے، کیونکہ کافر ہمیشہ اپنی طاقت کو اسلام کے خلاف استعمال کرتے رہیں گے اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے طاقت بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے، چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تم دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی بقاء چاہتے ہو، تو پھر اپنے دُشمن کافروں کو کبھی بھی طاقتور نہ بننے دینا، بلکہ ان کی طاقت کو توڑنے کیلئے ان سے جہاد کرتے رہنا۔ چنانچہ حضورِاکرم ﷺ کے زمانے میں جزیرۃ العرب سے کافروں کی طاقت کو ختم کردیا گیا، حضرات خُلفاءِ راشدین نے بغیر تاخیر کئے رُوم اور فارس کی دونوں سُپر پاوروں پر آگے بڑھ کر وار کیا اور ان کی طاقت کو بھی اُکھاڑ پھینکا۔ بس یہی وجہ ہے کہ حضورِاکرم ﷺ اسلحے سے محبّت فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی وراثت میں بھی اسلحہ چھوڑا، کیونکہ اسلحے کے ذریعے سے جہاد ہوتا ہے اور جہاد کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا نظام دُنیا میں قائم اور نافذ ہوتا ہے۔ مگر کافروں نے محنت کرکے مسلمانوں کے دلوں میں اسلحے کی نفرت

ڈال دی اور ان کے ذہنوں میں یہ بھر دیا کہ اسلحہ اٹھانا یا تو تنخواہ دار فوجیوں کا کام ہے، یا بدمعاشوں اور غنڈوں کا۔ جبکہ شُرفاء، عُلماء اور صُلَحاء کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ہاتھوں میں اسلحہ لیکر پھریں، یا اپنے گھروں میں اسلحہ جمع کریں۔ کافروں کا یہ جادو کام آ گیا اور اہلِ علم اور اہلِ تقویٰ نہتے ہو گئے، حالانکہ ماضی کے ائمہ، اکابر، مُحدِّثین، صُوفیاء اور اولیاء ساری زندگی ہاتھوں میں ہتھیار اٹھا کر جہاد کے راستوں میں شہادت کی لیلیٰ کو ڈھونڈتے رہے اور ان میں سے بعض ایسے بھی گزرے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوتا تھا، یا وہ شہید ہوتے تھے، تب بھی ہتھیار ان کے ہاتھوں میں ہوتے تھے وہ ان ہتھیاروں سے والہانہ محبّت کرتے تھے اور اپنا قیمتی سرمایہ اور قیمتی وقت انہیں خریدنے، بنانے اور سیکھنے میں خرچ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اُن پر فخر کرتا ہے، جبکہ آج نہتے مسلمانوں پر اسلام خون کے آنسو روتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی بزدلی اور کم فہمی کی وجہ سے اسلام کے غلبے کی محنت کو چھوڑ دیا ہے۔ اسلام کے یہ آنسو شرمندگی اور عار بن کر ہمیں ایک ہی بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ ہم ان چیزوں کو دوبارہ تھام لیں جو ہمارے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ ہمیں عطاء فرما گئے تھے تب ان شاء اللہ اسلام بھی ہم پر فخر کرے گا اور ہم قیامت کے دن کی شرمندگی سے بھی بچ جائیں گے۔

یا اللہ! ہم سب مسلمانوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی میراث سنبھالنے اور تھامنے کی توفیق عطاء فرما دے اور ماضی کی طرح اب بھی اسلام کو دنیا میں نافذ فرما کر انسانیت پر رحم فرما دے۔ آمین ثم آمین]

بسم الله الرحمن الرحيم

واعف عنا واغفر لنا وارحمنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۲۳

جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں زخمی ہونے والے بعض حضرات کے واقعات

زندگی بخشنے والا عمل

آیت لما یحییکم میں زندگی والے عمل سے مراد "جہاد" ہے، کیونکہ وہ بالکل واضح طور پر زندگی کا ذریعہ ہے اس لئے کہ اگر دشمن سے جنگ نہ کی جائے تو وہ حملہ آور ہو جاتا ہے اور اگر اس سے جنگ کی جائے تو اس میں اس کے لئے موت (اور مسلمانوں کے لئے زندگی) ہے اور جہاد میں مسلمان کو جو موت ملتی ہے وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۴۲)

باب ۲۲

جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں زخمی ہونے والے بعض حضرات کے واقعات

حضرت ابُو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں زخمی ہونے والوں کو خوب جانتے ہیں، وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم سے (ایسا) خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا اور خُوشبو مُشک کی ہوگی۔ (بخاری، مسلم)

علاّمہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کے زخم سے خون بہنے کے دو ۲ مقصد ہیں:- پہلا یہ کہ خون اسے زخمی کرنے والے کے خلاف ثُبوت بنے گا اور دوسرا یہ کہ اس کے خون میں مُشک کی خُوشبو جاری کر کے تمام لوگوں کے سامنے اس کی افضلیت کا اعلان ہوگا [کہ یہ وہ خوش قسمت ہے جس نے اپنا خون اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہایا تھا]۔ (احکام الاحکام)

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دودھ نکالنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت جہاد کیا، جنّت اُس کیلئے واجب ہوگئی اور جس شخص نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی، پھر وہ [طبعی موت] مرگیا، یا شہید ہوا، اس کیلئے شہید کا اجر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہوا، یا اُس نے چوٹ کھائی تو قیامت کے دن اُس کا زخم پہلے سے زیادہ تازہ ہوگا۔ اُس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خُوشبو مُشک کی ہوگی اور جس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پھوڑا نکلا، اُس پر قیامت کے دن شہیدوں کی مُہر ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابُو اُمامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو ۲ قطروں اور دو ۲ قدموں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے، ایک اُس آنسو

کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا اُس خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہہ گیا ہو اور دو محبوب قدموں میں پہلا وہ قدم ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُٹھا ہو اور دوسرا وہ قدم جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کیلئے اٹھا ہو۔

(ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوہ اُحد کا تذکرہ کرتے تھے، تو وہ فرماتے تھے کہ وہ دن تو سارا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ میں سب سے پہلے واپس لَوٹنے والا شخص تھا، جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافروں سے لڑ رہا ہے، میں نے کہا: یہ یقیناً طلحہ رضی اللہ عنہ ہی ہونگے جو اُس شرف کو حاصل کر گئے جو مجھ سے رہ گیا۔ اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ستّر سے زائد یا اس سے کچھ کم زخم لگے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا جو شَل ہو چکا تھا، اِسی ہاتھ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی تھی [کہ دشمنوں کی طرف سے آنے والے تیر اپنے اس ہاتھ پر روک کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچنے دیتے تھے]۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو ایک شخص نے بتایا کہ میں نے انہیں میدانِ جنگ میں دیکھا کہ ایک کافر نے انہیں نیزہ مارا، انہوں نے اسی زخمی حالت میں اس کافر پر حملہ کیا اور دونوں اکٹھے گر گئے۔

(سیر اعلام النبلاء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے دن حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے باغ کے اندر چھلانگ لگائی جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی، وہ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن

اَبُو جَہل کو اپنی طرف متوجّہ کیا، پھر جب مجھے موقع مل گیا تو میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا پاؤں پنڈلی سے کاٹ دیا۔ اسی دوران عِکْرِمَہ بن اَبی جَہْل نے میری گردن پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ دیا، وہ بازو میرے جسم کی کھال کے ساتھ لٹکا رہ گیا اور اس حملے نے مجھے اَبُو جَہل سے ہٹا دیا۔ میں سارا دن اُسی لٹکے ہوئے بازو کے ساتھ لڑتا رہا، جب یہ بازو مجھے زیادہ تکلیف دینے لگا تو میں نے اُسے پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور اُسے جسم سے جُدا کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت جَعْفَر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جنگِ یَمَامَہ کے دن حضرت اَبُو عَقِیل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سب سے پہلے نکلے، دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا جو انہیں کندھے اور دل کے درمیان لگا، یہ تیر نکالا گیا، لیکن ان کا بایاں حِصّہ سخت متاثر ہوا، چنانچہ وہ گھسٹ کر اپنے خیمے تک پہنچے۔ جب میدانِ جنگ سخت گرم ہوگیا اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگی، تو حضرت مَعْن بن عَدِیّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے انصار کو آواز لگائی: اے انصاریو! آؤ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف، آؤ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف اور دشمن پر پلٹ کر حملہ کرو۔ یہ سن کر حضرت اَبُو عَقِیل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہوگئے۔ حضرت عَبْدُاللہ بن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمانے لگے: پُکارنے والے نے میرا نام بھی پُکارا ہے۔ میں نے کہا: ان کا مقصد زخمیوں کو پُکارنا نہیں تھا۔ فرمانے لگے: میں بھی انصار میں سے ہوں اور میں ضرور ان کی پُکار پر جاؤں گا، اگرچہ گھسٹ کر جاسکوں۔ انہوں نے پٹی باندھی اور تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے اور آوازیں لگانے لگے: اے انصار! آج حُنَیْن کے دن کی طرح پلٹ کر حملہ کرو۔ حضرت اِبنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اور حضرت اَبُو عَقِیل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا۔ میں نے کہا: اے اَبُو عَقِیل! انہوں نے کمزور سی آواز میں جواب دیا اور پوچھا کہ کس کو شکست ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: مُبارک ہو! اللّٰہ تعالیٰ کا دشمن [یعنی مُسَیْلِمَہ کَذَّاب] مارا گیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شہید ہوگئے۔ اِبنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضرت عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو سنایا، تو وہ فرمانے لگے: ان پر اللّٰہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، وہ شہادت کی طلب میں لگے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اُسے پا ہی لیا۔ (مرآۃ الزمان لابن الجوزیؒ)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک لڑائی کے دوران ان سے کہا گیا کہ اگر آپ کو خوف اور خطرہ محسوس ہو رہا ہو تو جھنڈا آپ کے علاوہ کسی اور کو دے دیا جائے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [اگر خوف کی وجہ سے جھنڈا کسی اور کو دے دوں] تب تو میں قرآن کا بہت بُرا عالم ہوں۔ [جنگ کے دوران] ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، جب بایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ اس وقت وہ یہ آیات پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۝

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت رسول گزرے پھر کیا، اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو ثواب دے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی مر نہیں سکتا، ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اُسے دنیا ہی میں دے دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اُسے اُس میں سے دیں گے اور ہم شکر گزاروں کو جزا دیں گے۔ اور کئی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لڑے ہیں۔ (آل عمران: ۱۴۴ تا ۱۴۶)

جب آپ رضی اللہ عنہ گر پڑے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے پوچھا: ابُوحذیفہ کا کیا ہوا؟

جواب ملا کہ وہ شہید ہو گئے ۔ پھر پوچھا: فلاں کا کیا ہوا؟ جواب ملا: وہ بھی شہید ہو گئے ہیں ۔ فرمایا: مجھے اُن دونوں کے درمیان لٹا دو ۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت یزید بن السکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن جب سخت لڑائی شروع ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں جس کی وجہ سے کچھ بوجھ تھا۔ جب دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹایا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی دشمنوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے، وہ شدید زخمی ہو گئے ،خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں اور رخسار پر بھی زخم آئے۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کون شخص ایسا ہے جو اپنی جان ہمارے لئے قربان کرے؟ یہ سُن کر انصار کے پانچ نوجوان چھلانگ لگا کر میدان میں اُترے، ان نوجوانوں میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ سارے نوجوان شہید ہو گئے، حضرت زیاد رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر گئے، اسی دوران مسلمانوں نے حملہ کر کے حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے آس پاس سے کافروں کو مار بھگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ اس وقت وہ زخموں سے چُور تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں بچھا دیا، حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے پاؤں مبارک پر اپنا چہرہ رکھا اور شہید ہو گئے ۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [اُحد کے دن] ارشاد فرمایا: کون ہے جو میرے پاس سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی خبر لے آئے ؟ ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ! میں یہ کام کروں گا۔ وہ انصاری صحابی مقتولین کے درمیان گھومنے لگے ، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھا ، آپ رضی اللہ عنہ اس وقت آخری سانس لے رہے تھے۔ انصاری نے کہا: اے سعد! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے، تاکہ میں دیکھوں کہ آپ زندوں میں سے ہیں، یا شہیدوں میں سے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو شہیدوں میں سے ہوں، میرا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دینا اور کہنا

کہ سعد نے عرض کیا ہے: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائے جو اللہ تعالیٰ کسی قوم کی طرف سے اُس کے نبی کو دیتا ہے اور اپنی قوم [انصار] کو بھی میرا سلام کہہ دینا اور اُن سے کہنا، سعد نے تم سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عُذر قبول نہیں ہوگا، اگر رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے کوئی آرام سے بیٹھا رہا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جنّت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ (المستدرک)

مَعمَر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ وہ واقعہ جسر میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جن کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے تھے اور وہ گھسٹ رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے:

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء:۶۹)

ترجمہ: وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

کسی نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں انصار میں سے ہوں۔

(کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واقعہ جسر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر ایک آزمائش تھی اور اس واقعے میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔

مختصر واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت ابو عُبید بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے ایک کنارے پر اُترے، تو رستم کے کمانڈر بہمان نے انہیں پیغام بھیجا کہ یا تو آپ لوگ دریا عبور کر کے ہماری طرف آجائیں، یا ہم دریا عبور کر کے آپ کی طرف آجاتے ہیں۔ حضرت ابو عُبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ لوگ ہم سے زیادہ موت پر جرأت کرنے والے نہ بن جائیں، چنانچہ

ہم ہی پہلے عُبور کریں گے۔ جب دریا عُبور کیا تو آگے انتہائی تنگ جگہ تھی، وہاں لڑائی شروع ہوگئی، حضرت اَبُوعُبید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ چھ سے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تھے، دن کے آخری حصے میں آمنے سامنے کی لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر آگے نہیں بڑھتے تھے، یہ دیکھ کر حضرت اَبُوعُبید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ گھوڑے سے کُود پڑے، دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا، حضرت اَبُوعُبید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ہاتھیوں پر حملے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے، خود انہوں نے ایک سَفید ہاتھی پر حملہ کیا، حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھا تھا اور انہوں نے پالان کی رَسّی سے لٹک کر اُسے تلوار سے کاٹ دیا، دوسرے مجاہدین نے بھی ایسا ہی کیا، چنانچہ انہوں نے کئی ہاتھیوں کے کئی سوار اُوپر سے گرا کر ہلاک کردیئے۔ اس معرکے میں چھ ہزار مشرک مارے گئے۔ پھر حضرت اَبُوعُبید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی، وہ ہاتھی آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ شہید ہوگئے۔ لشکر والوں نے جب آپ کو ہاتھی کے نیچے دیکھا، تو اُن کے حوصلے پَست ہوگئے۔ ادھر اَہلِ فارِس نے دوبارہ حملہ کردیا، مسلمانوں کے سات عَلَمبردار یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے۔ حضرت عَبْدُاللہ بن یَزید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جسر یعنی پُل کی طرف بڑھے اور اُسے عُبور کرلیا۔ مسلمانوں کا لشکر جوابی دِفاعی حملہ کر کے پُل تک پہنچ گیا، مگر پیچھے سے ان پر تلواریں چل رہی تھیں، چنانچہ کئی ان میں سے دریائے فُرات میں گر گئے، کئی کافروں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ ڈوبنے اور قتل ہونے والوں کی تعداد چار ہزار تھی، جبکہ دو ہزار نے بھاگ کر جان بچائی۔

فائدہ:

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جِہاد میں زخمی ہونے والوں کو دوسرے زخمیوں جتنی تکلیف نہیں پہنچتی۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جِہاد میں شہید ہونے والے کو چُونٹی بھرنے جیسی تکلیف ہوتی ہے۔ تو جب شہید کا یہ حال ہے تو اِسی سے زخمی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے [کہ اُسے بھی دوسرے زخمیوں کی بنسبت کم تکلیف ہوتی ہے]۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے اس کا انکار وہی کرسکتا ہے جس نے تجربہ نہ کیا ہو۔ اُوپر جو واقعات ہم نے ذکر کیے ہیں، وہ بھی اس حقیقت

کی تصدیق کرتے ہیں۔ اِسی طرح عقلاً بھی یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے، جب دو ۲ آدمی کسی ذاتی غصّے یا قومی غیرت میں لڑتے ہیں تو انہیں جوش اور غصے کی وجہ سے گہرے زخموں تک کا پتہ نہیں چلتا اور انہیں لڑائی کے بعد ان زخموں کا احساس ہوتا ہے، حالانکہ وہ سارے موت سے بچنے کی کوشش میں ہوتے ہیں، تو خود سوچئے کہ اس آدمی کی کیا کیفیت ہوگی جو اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے دین کیلئے غضب ناک ہوکر شہادت کی طلب میں نکلتا ہے اور اپنے نُورِ ایمان کے ذریعے شہیدوں اور زخمیوں پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے فضل کو بھی محسوس کرتا ہے، جیسا کہ غزوۂ اُحُد میں حضرت اَنَسُ بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آہا! میں تو اُحُد کی طرف سے جنّت کی خوشبو محسوس کررہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دشمنوں میں گُھس گئے اور جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (مسلم)

اِسی طرح فتحِ موصِلی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنا ناخُن اُکھڑتے دیکھا، تو ہنسنے لگی کسی نے پوچھا: تمہارا تو ناخُن اُکھڑ رہا ہے اور تم ہنس رہی ہو۔ وہ فرمانے لگیں: اَجر کی حلاوت نے درد کی کڑواہٹ کو دور کردیا ہے۔

اس سے بھی عجیب واقعہ جنگِ یَرمُوک میں حضرت حِبّاش بن قَیس رضی اللہ عنہ کا پیش آیا کہ انہوں نے جنگ کے دوران کافروں کے کئی سردار مار گرائے۔ لڑائی کے دوران اُن کی ٹانگ کٹ گئی، مگر انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا، جب لڑائی ختم ہوگئی تو وہ اپنی ٹانگ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (جامع الفنون لابن شبیب الحرانیؒ)

یہ بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ بعض مرتبہ زخمی کو بھی حُورِ عِین نظر آجاتی ہے، کیونکہ وہ بھی جلدی ہی شہید ہونے والا ہوتا ہے۔

اِسی سلسلے کا ایک واقعہ عارِف بِاللہ بزرگ امام عبدُاللہ الیافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "رَوضُ الرَّیاحِین" میں نقل فرمایا ہے: راوی کہتے ہیں کہ ہم ملکِ رُوم میں تھے، ہمارے ساتھ ایک ایسے شخص بھی تھے جو کچھ بھی نہیں کھاتے پیتے تھے، ایک بار میں نے ان سے کہا: آپ کو گیارہ دن سے دیکھ رہا ہوں، آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ انہوں نے کہا: جب آپ لوگوں سے میری جُدائی کا وقت قریب ہوگا تو میں اس کی وجہ بتادونگا۔ جب جُدائی کا وقت قریب آگیا تو ہم نے

ان سے کہا: آپ وہ بات بتایئے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا: ایک بار ہم چار سو مجاہدین تھے، ہم پر دشمنوں نے حملہ کر دیا، اس حملے میں میرے ساتھی شہید ہو گئے اور میں زخمی حالت میں ان کے درمیان پڑا ہوا تھا، جب سورج غروب ہونے لگا، تو مجھے فضا میں مہکتی ہوئی خوشبو محسوس ہوئی، میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے کچھ نوجوان لڑکیاں نظر آئیں، جنہوں نے ایسا لباس پہن رکھا تھا کہ اس جیسا لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، ان لڑکیوں کے ہاتھ میں پیالے تھے اور وہ شہیدوں کے منہ میں کچھ اُنڈیل رہی تھیں، میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں، جب وہ میرے پاس پہنچیں، تو ایک نے کہا: اس کے منہ میں بھی اُنڈیلو اور جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان کے دروازے بند ہو جائیں اور ہمیں زمین پر رہنا پڑے۔ دوسری نے کہا: اے بہن! اس کے جسم میں تو ابھی جان ہے، کیا اسے بھی پلا دوں؟ پہلی والی نے کہا: کوئی بات نہیں اسے بھی پلا دو۔ پس اس نے میرے حلق میں وہ شربت اُنڈیل دیا۔ جب سے میں نے وہ شربت پیا ہے، مجھے نہ کچھ کھانے کی ضرورت پڑتی ہے، نہ پینے کی۔ (روض الریاحین)

حضرت کُہیل الازدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: [اے اللہ کے رسول!] لوگ بہت زخمی ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ! راستے میں کھڑے ہو جاؤ اور جو زخمی بھی گزرے تم یہ دعا پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ شِفَاءُ الْحَيِّ الْحَمِيْدِ مِنْ كُلِّ حَدٍّ أَوْ حَدِيْدٍ أَوْ حَجَرٍ تَلِيْدٍ اَللّٰهُمَّ اشْفِ إِنَّهُ لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ۔	اللہ تعالیٰ کے نام سے۔ اللہ تعالیٰ جو زندہ ہے اور خوبیوں والا ہے اور اس کی شفا پہنچے ہر دھار، لوہے اور پرانے پتھر کے زخم سے۔ اے اللہ! اسے شفاء دے بے شک تو ہی شفا دینے والا ہے۔

حضرت کُہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس زخم میں پیپ نہ پڑے گی، نہ اس سے خون بہے گا۔ (ابن عساکر)

زخموں کیلئے نسخے

فائدہ:

کاغذ جلا کر اس کی راکھ ڈالنے سے گہرے زخم کا خون بھی بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح

آبنوس کی لکڑی کا بُرادہ بھی زخموں پر چھڑکنے سے زخم جلد بھر جاتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے، یہ مُجرّب ہے۔ چقماق کا پتھر پیس کر اُسے بالکل غُبار کی طرح بنالیا جائے، پھر اگر اُسے گندے اور مُشکل سے ٹھیک ہونے والے زخموں پر ڈالا جائے تو وہ زخم مُندمل ہو جاتے ہیں، یہ بھی مُجرّب ہے۔ اگر آگ سے جَلی ہوئی جگہ پر اچھا تیل اور اچھی طرح پِسا ہوا نمک ڈال دیا جائے تو درد کم ہو جائے گا اور پھوڑا نہیں بنے گا، یہ بھی مُجرّب ہے۔ یہ سارے علاج اِبنِ الشّوَیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ (واللہ اعلم)

دعوت

[اللہ تعالیٰ کے راستے کا زخم ایک سعادت اور جنّت کا تمغہ ہے۔ آج کل کی حکومتیں اُن فوجیوں کو اعزازی تمغے دیتی ہیں جو ملکی سرحدوں کا دِفاع کرتے ہوئے کارنامے سرانجام دیتے ہیں، یا زخمی ہو جاتے ہیں، مجاہدینِ کرام ان ظاہری تمغوں سے بے نیاز ہوتے ہیں، کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے سپاہی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کیلئے اپنے جسم کے قیمتی اعضاء قربان کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پیار آتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہاء محبّت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اپنی رِضا اور جنّت کا ایسا تمغہ عطاء فرمائیں گے جسے دیکھ کر ہر شخص یہی تمنّا کرے گا کہ کاش! میں نے بھی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کے زخم اپنے جسم پر سجائے ہوتے۔ آج کا نفس پرست نقلی عاشق اگر اپنے معشوق کی حفاظت میں اپنی اُنگلی کٹوالے، تو وہ معشوق کی نگاہوں میں کتنا بڑا مقام پالیتا ہے، تو کون اندازہ لگا سکتا ہے اس اللہ تعالیٰ قدردان کی قدردانی کا جس سے بڑھ کر کوئی قدردانی کرنے والا نہیں؟ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیمتی اعضاء کٹواتے ہیں، وہ خوش نصیب ہیں کہ ان کے جسم کے اعضاء کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا، اب انہیں اپنے زخموں پر اور کٹے ہوئے اعضاء پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرنا چاہئے اور اسی سے اَجر کی امید رکھنی چاہئے۔

سُلطان نُورُالدِّین زَنگی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کی آنکھ جہاد میں نکل گئی، تو وہ رونے لگے ۔ سُلطان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تجھے اندازہ ہوجائے کہ تجھے اس آنکھ کے بدلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ملنے والا ہے، تو تُو اس بات پر روئے گا، کہ تیری دوسری آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کیوں قربان نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایمان ویقین کے ساتھ جِہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین ۔

کل تک صَحابہ کِرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اَہلِ ایمان کے جسم زخمی ہوئے تھے اور اعضاء کٹے ہوئے تھے، مگر اسلام کا ایک ایک حکم محفوظ تھا، وہ حضرات اپنے جسم کٹوا کر اسلام کی حفاظت فرمارہے تھے، جبکہ آج مسلمانوں کو اسلام سے زیادہ اپنے جسموں کی فکر لگی ہوئی ہے، چنانچہ اسلام کو زخمی کیا جارہاہے اور اُسے کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یا اللہ ! ہم مسلمانوں کو توفیق عطاء فرما کہ ہم اپنی جانیں تو قربان کردیں مگر اسلام پر آنچ نہ آنے دیں، یا اللہ ! اسلام کی بھی حفاظت فرما اور تمام مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

بسم الله الرحمن الرحيم

باب ۲۳

اللہ تعالیٰ کے راستے میں کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کا بیان

کفار کے مارے جانے پر افسوس نہیں......

جہاد میں جن کافروں کو مارا جاتا ہے وہ گمراہی اور ظلم میں حیوانوں سے بدتر ہوتے ہیں، جب موذی جانوروں کے مارے جانے پر کوئی افسوس نہیں تو ان کفار کے مارے جانے پر کیا افسوس ہے؟ (فتح الجواد:۲/۱۳۹)

ائمۃ الکفر......کون؟

دین اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی، بدزبانی اور گستاخی کرنے والے شیطان کے خاص کارندے ہوتے ہیں اسلام کی حفاظت کے لئے اس طرح کے مردود لوگوں کو ائمۃ الکفر قرار دے کر ان کو مارنے کا حکم دیا گیا۔ (فتح الجواد:۲/۲۰۶)

گستاخِ دین واجب القتل ہے

جو کوئی بھی دین کی گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے اور دین کی گستاخی کے دو مطلب ہیں:۔

1. دین کی طرف ایسی چیز منسوب کرنا جو اسکی شان کے مطابق نہ ہو۔
2. دینِ اسلام کے کسی بھی حکم کی توہین کرنا۔ (فتح الجواد:۲/۲۰۱)

باب ۲۳

اللہ تعالیٰ کے راستے میں کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۝ (النساء:۷۴)	اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے، پھر مارا جائے یا غالب رہے تو اُسے ہم بڑا ثواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ۝ (محمد:۴)	پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔

اسی طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر اور اس کو قتل کرنے والا کبھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا دشمن سے مقابلہ ہوا، پھر وہ ڈٹ کر لڑا، یہاں تک کہ وہ شہید ہوگیا، یا غالب رہا، تو وہ قبر کے فتنے میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (الطبرانی، المستدرک)

حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ایک سو زِرہ بند کافروں کو قتل کیا ہے، وہ سارے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے، میں نے ان میں سے کسی کو باندھ کر نہیں مارا [یعنی سارے لڑائی کے دوران مارے]۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے، جبکہ ابنِ مندہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے انہیں صحابی قرار نہیں دیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ

کے پہلے گورنر بنے، اُس وقت اُن کے پاس چار ہزار گھوڑے دشمن سے دفاع کیلئے تیار رہتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ آرمینیا کے گورنر بنے اور شہید ہوئے۔

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ کے بل لیٹ کر کچھ ترنم سے پڑھنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ اے بھائی! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ یہ سن کر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: اے انس! اے میرے بھائی! میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا، میں نے مقابلے کی دعوت دے کر میدان جنگ میں سو مشرک قتل کیے ہیں اور یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے قتل میں مَیں نے شرکت کی [یعنی جو گھمسان کی لڑائی میں مارے گئے]۔ (مصنف عبدالرزاق باسناد صحیح)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، غزوہ اُحد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں لکھتے تھے کہ انہیں کسی لشکر کا امیر نہ بناؤ، کیونکہ یہ اس لشکر کو ہلاکت خیز مقامات میں ڈال دیں گے [یعنی یہ بے حد بہادر ہیں اور آگے بڑھ کر لڑنے کے عادی ہیں]۔ (المستدرک)

مُسَیلمہ کذّاب کے ساتھ لڑائی میں یہ اپنے ہاتھ میں ڈھال لے کر تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھتے اور حملہ کرتے رہے، یہاں تک کہ دروازے تک پہنچ کر اُسے کھول دیا، اُس دن آپ کو اَسّی سے زائد زخم آئے۔ (الاصابہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعض پراگندہ بالوں والے غبار آلود، دو پرانی چادروں والے شخص، جن کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، اگر اللہ (تعالیٰ) کے نام پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو اللہ (تعالیٰ) ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، براء بن مالک بھی انہیں میں سے ہیں۔ (ترمذی، الطبرانی)

مسلمانوں نے تُستَر کی لڑائی کے دن اُن سے کہا کہ اپنے رب کے نام کی کوئی قسم کھائیں۔ تو انہوں نے فرمایا: اے میرے پروردگار! میں آپ کے نام پر قسم دیتا ہوں کہ آپ

جب ہمیں ان [کافروں] پر غلبہ دے دیں تو مجھے اپنے نبی ﷺ سے ملادیں [یعنی شہادت نصیب فرمادیں] ۔اس کے بعد انہوں نے حملہ شروع کردیا، دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا، اہلِ فارس کو شکست ہوئی اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔

(الاستیعاب علی حامش الاصابہ)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا، تو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا گیا تھا، وہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے وُزراء میں سے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے لئے جو کام چاہیں پسند کرلیں۔ حضرت براءؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا جو کچھ میں آپ سے مانگوں گا، آپ مجھے دیں گے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ اِس پر حضرت براءؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہ تو آپ سے کسی شہر کی اِمارت مانگتا ہوں اور نہ ہی خَراج وصول کرنے کی ذِمّہ داری ، بس آپ مجھے میری کمان، گھوڑا، نیزہ، تلوار اور زِرہ دیکر جہاد میں جانے کی اجازت دے دیجئے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لشکر دیکر بھیج دیا اور وہ اس لشکر میں سے سب سے پہلے شہید ہوگئے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے حُنَین کے دن ارشاد فرمایا: جو کسی کافر کو قتل کرے گا،اُس کافر کا سامان اُسے ملے گا۔حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس کافروں کو قتل فرمایا اوران کا سامان حاصل فرمایا۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہونے والوں اور بہادری کے جوہر دکھانے والوں کے حالات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ واقعات مُتفرِق طور پر ان شاء اللہ اس کتاب میں آتے رہیں گے۔

حضرت عَلِی بن بَکّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے رُوم کی لڑائیوں میں ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی آنتیں ان کے گھوڑے کی زِین پر نکلی پڑی تھیں، انہوں نے ان آنتوں کو اپنے پیٹ میں ڈال کر اُوپر پگڑی باندھ لی، اِسی حالت میں لڑتے ہوئے دس سے زیادہ رومی سرداروں کو قتل

کیا۔ (الاربعین لابی الحسن المرادیؒ)

دعوت

[اسلام امن اور سلامتی والا دین ہے اور اسلام کے ہر حکم میں پوری انسانیت کے لئے زندگی اور امن وسکون کا پیغام پوشیدہ ہے۔ جس طرح انسانی جسم میں اگر کینسر ہو جائے تو اس کینسر کو فوری طور پر کاٹ پھینکنا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ اگر اس کینسر کو نہ کاٹا جائے تو پورے جسم کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مُوذی جانور جن کا انسانوں کے درمیان وُجود انسانیت کیلئے خطرہ ہوتا ہے، ان کو مارنا بھی انسانیت کے تحفُّظ کیلئے سخت ضروری ہوتا ہے۔ آج کل کی غیر مُہذّب دنیا میں بھی منشیات کے تاجروں اور دوسرے خطرناک مجرموں کے مارنے کے قوانین موجود ہیں اور ان کو ہر کوئی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے، کیونکہ ان لوگوں کے وُجود اور ان کی کارروائیوں کو انسانیت کیلئے شدید خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام تو آیا ہی انسانیت کو ہر طرح کے نقصان اور بُرائیوں سے بچانے کیلئے ہے۔ چنانچہ وہ کافر جو کُفر کے سوداگر بنے پھرتے ہیں اور دن رات اپنی پھُونکوں سے نُورِ اسلام کو بُجھانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں، ان کا وُجود انسانیت کیلئے سخت خطرے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کفر جیسی لعنت اور غلاظت کو پھیلاتے ہیں اور اسلام جیسی نعمت کو انسانیت سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام نے ان کافروں کو بھی ہدایت کا پیغام سنایا ہے اور انہیں بھی دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان انسانیت کش حرکتوں سے باز آجائیں، لیکن جب وہ نہیں مانتے اور خم ٹھونک کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میدانوں میں نکل آتے ہیں، پھر اسلام نے ان کے ختم کرنے کو ایک فرض اور ایک عظیم الشان عبادت قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر کافر کو قتل کرنے پر جنّت کا وعدہ فرمایا، چنانچہ وہ لوگ جو انسانیت کے خیر خواہ ہیں، اس فرض کو اداء کرنے کیلئے اور انسانیت کے اندر موجود اس کینسر کو کاٹنے کیلئے

بھرپور کوشش کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ کافروں کو وَاصِلِ جہنّم کرکے زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرتے ہیں، کیونکہ کسی بھی زمین پر اس وقت تک کوئی نفع مند فصل نہیں اُگائی جاسکتی، جب تک وہاں موجود مُضِر اور نقصان دِہ جڑی بوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کا صفایا نہ کردیا جائے اور ان کی جڑیں کاٹ کر انہیں زمین کیلئے کھاد نہ بنادیا جائے۔ اِسی طرح مسلمان بھی جہاد کا ہَل چلاکر زمین سے ان غلط عناصر کو اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور غلیظ کافروں کے خون کو زمین کیلئے کھاد بنادیتے ہیں اور پھر اپنے پاک خون کو بیج کی طرح زمین پر چھڑکتے ہیں، تب جاکر زمین پر اَمن وسکون کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔

حضرات صَحابہ کِرام رضی اللہ عنہم چونکہ اس نکتہ کو سمجھ چکے تھے، اس لئے انہوں نے پہلے جزیرۃ العرب کو کافروں کے وجود سے پاک کیا، قَلِیبِ بدر نامی کنوئیں میں سَتّر کافروں کی لاشیں ڈال کر مکّۃ المکرّمہ سے کفر کا جنازہ نکال دیا، پھر مدینہ مُنوّرہ میں موجود یہودیوں سے مدینہ کی سرزمین کو پاک کیا اور کئی گورِیلا کارروائیوں کے ذریعے سے کفر کے بڑے بڑے سُتونوں کو (جو گستاخیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ناقابلِ مُعافی جُرمِ عظیم میں مبتلا تھے۔) نیست ونابود کردیا، وہ ایک ایک دن میں نو ۹ نو ۹ تلواریں ان کافروں پر توڑتے تھے اور اُن کے نیزے اُن کافروں کے جسم چھید چھید کر ٹیڑھے ہوجاتے تھے۔

کاش! آج کے مسلمان بھی اس فرض کی ادائیگی اور ان کے فضائل کو حاصل کرنے کیلئے آگے بڑھیں، آج ایک طرف مکّہ کے مُشرِکین کی تاریخ ہندوستان میں اور بنوقُریظہ اور بنونَضیر کی صِیہونی تاریخ اسرائیل میں دُہرائی جارہی ہے، آج سلمان رُشدی کی شکل میں کَعب بن اَشرف کا کردار بھی موجود ہے، جبکہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی شکل میں قُسطنطین کی باقیات بھی پوری دنیا کو صلیب پر لٹکانے کے خواب دیکھ رہی ہیں، آج مرزا قادیانی کی ذُرّیّت مُسَیلمہ کذّاب کے مشن کی

تکمیل کیلئے اور عبداللہ بن سبا کی نظریاتی اولاد عبداللہ بن اُبیّ کے کام کو پورا کرنے کیلئے میدان میں موجود ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ ان سب کا مقابلہ کرنے کیلئے کل تک مسلمانوں کے پاس دنیا کا اکثر رقبہ ہونے کے باوجود کوئی علاقہ دارالاسلام نہیں کہلایا جاسکتا تھا، مگر اب الحمدللہ مسلمانوں کو افغانستان کی صورت میں دارالاسلام بھی نصیب ہو چکا ہے۔

بس اب ضرورت ہے، بدر و حنین اور یمامہ و یرموک کے مجاہدین کی، مدینہ منورہ میں تیار ہونے والے لشکروں اور گوریلا دستوں کے حقیقی جانشینوں کی، اب الحمدللہ ان کی خوبصورت جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے مکڑی کے ان جالوں کو طاقتور اور مضبوط نہ سمجھیں، بلکہ مدینہ منورہ سے نکلنے والے تین سو تیرہ جانبازوں اور ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے کفر کے سوداگروں کو یاد کریں اور ماضی کی اس تاریخ کو حال میں دہرا کر یہ ثابت کردیں کہ ﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ﴾ پڑھنے والے جس طرح کل کسی سے نہیں ڈرتے تھے، آج بھی کسی سے نہیں ڈرتے اور کل جس طرح انہوں نے چند سالوں میں دُنیا کے نقشے کو بدل دیا تھا، آج بھی وہ دنیا کے نقشے کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرما۔

آمین ثم آمین۔

آیئے! اب اپنی دَرَخشَندہ تاریخ کا ایک قابلِ فخر اور واجبُ التَّقلید باب پڑھتے ہیں۔]

باب ۳۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے لشکر پر حملہ اس کی فضیلت اور احکام

اکیلے مجاہد کا پورے لشکر پر حملہ آور ہونا

یہ غرور نہیں توکّل ہے

مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت اور بے سروسامانی اور اس پر دلیری دیکھ کر منافقین اور کمزور دل کلمہ گو کہنے لگے تھے کہ مسلمان اپنی حقانیت کے خیال میں مغرور ہیں جو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ غرور نہیں توکّل ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۴۳)

قلتِ تعداد ترکِ جہاد کے لئے عذر نہیں

قلتِ تعداد اور فقدانِ اسباب کا عذر پیش کر کے جہاد فی سبیل اللہ سے منہ نہ موڑو، جنگ میں کامیابی کے لئے قلت وکثرت پر نظر نہ ہونی چاہیے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۵۰)

① واعدوا لهم ...... الخ پر صحیح عمل کرنے والے

فدائی مجاہدین تیار کیے جائیں اور فدائی جہاد کے نت نئے طریقے نکالیں جائیں، یقیناً اس جنگی تیاری کا دشمنانِ اسلام کے پاس کوئی توڑ نہیں۔ مبارک ہو اس زمانے کے فدائی مجاہدین کو، ان کی دہشت سے کفر کے اونچے ایوان لرز رہے ہیں، بے شک انہی اللہ والوں نے اس آیت پر صحیح عمل کیا ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۷۹)

باب ۲۴

اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے لشکر پر حملہ اس کی فضیلت اور احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❶

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (البقرہ: ۲۴۹)	بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❷

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ: ۲۰۷)	اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ پہلا قول :- یہ آیت حضرت صُہیب بن سِنان رُومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، ان کا تعلق قبیلہ بنُو نمر بن قاسِط سے تھا، بچپن میں وہ قیدی بنا کر رُوم لے جائے گئے جہاں ان کی زبان بدل گئی۔ پھر وہ عبدُاللہ بن جدعان کے غلام رہے، اس نے انہیں آزاد کردیا۔ ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ رُوم سے بھاگ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور ابنِ جدعان کے حلیف بنے۔ مکہ مکرمہ ہی میں آپ نے اسلام قبول کیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرکے مدینہ منورہ جانے لگے تب قُریش کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا، وہ اپنی سواری سے اُتر گئے اور انہوں نے اپنے تمام تیر تَرکش سے نکال لئے اور کمان ہاتھ میں لے کر فرمایا: تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم میں بہترین تیرانداز ہوں، اللہ کی قسم! جب تک

میرے پاس ایک تیر بھی موجود ہے تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے، میں یہ سارے تیر تم پر چلاؤں گا اور پھر جب تک میری تلوار میرے ہاتھوں میں رہے گی تم سے لڑتا رہوں گا، اس کے بعد تمہیں جو کرنا ہو کر لینا۔ مُشرکین نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے، تم جب مکّہ میں آئے تھے تو فقیر تھے اور اب یہاں سے مالدار بن کر جا رہے ہو، ہاں! اگر تم اپنا سارا مال ہمیں دے دو تو ہم تمہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ اسی بات پر مُعاہدہ ہو گیا اور حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے سارے مال کے بارے میں بتا دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خِدمت میں مدینہ مُنوّرہ تشریف لے آئے، تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۲۰۷)

اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رِضا جوئی کیلئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔

اس پر حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اَبُو یَحْیٰی! تم نے بڑی نفع والی تجارت کی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُندرجہ بالا آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ کئی بڑے مُفسّرین حضرات نے اپنی تفاسیر میں نقل فرمایا ہے۔

❷ دوسرا قول:۔ علّامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہر شخص کے مُتعلّق نازل ہوئی، جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (توبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنّت ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ہِشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اکیلے دشمنوں پر حملہ کر دیا تو بعض لوگوں نے ان پر تنقید کی۔ اس پر حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ اور حضرت اَبُوہُریرہ رضی اللہ عنہ نے تنقید کرنے والوں پر رد فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ...... الی آخرہ۔ (تفسیر ابن کثیر)

❸ تیسرا قول:- اِبنِ اَبِی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت عِکرِمہ رحمۃ اللہ علیہ یا سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت عبدُاللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان [مجاہدین نے] جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کو بیچ دیں اور انہوں نے اس کا حق اداء کرنے کیلئے اپنی جانیں قربان کردیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتمؒ)

❹ چوتھا قول:- مُدرِک بن عَوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ ان کی خدمت میں نہاوند میں اسلامی لشکر کے امیر حضرت نُعمان بن مُقرِّن رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مجاہدین کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: فلاں فلاں تو شہید ہوگئے اور کچھ لوگ اور بھی شہید ہوئے ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ اُنہیں جانتا ہے۔ قاصد نے کہا: اے امیرالمؤمنین! ایک مردِ مجاہد نے اپنی جان [اللہ تعالیٰ کو] بیچ دی۔ مُدرِک بن عَوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم اے امیر المؤمنین! وہ میرے ماموں تھے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے [اکیلے دشمنوں میں گھس کر] اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹے ہیں، تمہارے ماموں نے تو دنیا کے بدلے آخرت خرید لی ہے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہؒ بسند صحیح)

❺ پانچواں قول:- محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے ایک بار کافروں کا ایک فوجی دستہ آگیا، انصار میں سے ایک شخص نے [اکیلے] ان پر حملہ کر کے ان کی صفیں منتشر کردیں اور پھر باہر نکل کر اسی طرح دو تین بار حملہ کردیا۔ حضرت سَعد بن ہِشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا، تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ: ۲۰۷) (مصنف ابن ابی شیبہؒ)

❻ چھٹا قول:- حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں ایک شخص نے اکیلے دشمن پر حملہ کردیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ کچھ لوگوں نے کہا: اس نے تو اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے، چنانچہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط تحریر فرمایا: لوگوں کا کہنا درست نہیں ہے، بلکہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ: ۲۰۷) (تفسیر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ)

ایک اور آیت مبارکہ

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ: ۱۹۵)

اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:۔

❶ پہلا قول:۔ ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کی آیت: "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ"...... اس شخص کے بارے میں ہے جو اکیلا کافروں پر حملہ کردے اور مارا جائے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو کوئی گناہ کر کے یہ کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ (المستدرک، تفسیر ابن ابی حاتم، ابن عساکر)

❷ دوسرا قول :۔ پیچھے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی، جب ہم نے کچھ عرصہ جہاد چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ تو ہلاکت سے مراد جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ جانا ہے۔

(بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

❸ تیسرا قول:۔ قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے تابعین میں سے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت "خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو" اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور اگر اکیلا آدمی دس ہزار کافروں پر حملہ کردے تو اس کیلئے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

❹ چوتھا قول:۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو، تو اس سے مقابلے کیلئے کھڑے ہو جاؤ، یہ آیت کہ "خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو" اللہ تعالیٰ

کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ باسناد جید)

خلاصہ:

ایسی ہی تفسیر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما حضرت عکرمہ، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ضحاک، سُدّی اور مقاتل رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

اکیلے یا دو آدمیوں کو دشمن پر حملے کیلئے بھیجنے کے جواز میں مندرجہ ذیل احادیث سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے۔

صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت خباب رضی اللہ عنہما کو لڑنے کیلئے بھیجا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اکیلے جہاد میں روانہ فرمایا۔ (السنن الکبریٰ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ بئرِ معونہ پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے، ان کے ساتھ والوں میں سے دو حضرات پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک انصاری تھے، جب ان انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی شہادت گاہ پر پرندوں کو دیکھا، تو حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: میں دشمنوں کی طرف لازماً بڑھوں گا تاکہ شہید ہو جاؤں اور ایسی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا جہاں پر میرے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر جب ان انصاری کا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی۔

بلکہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم آگے کیوں نہیں بڑھے؟ (السنن الکبریٰ)

روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو جہاد کیلئے بھیجا، یعنی صرف دو حضرات کا لشکر روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کو [ایک مشرک کے قتل کیلئے] اکیلے بھیجا [یعنی ایک آدمی کو بطورِ لشکر روانہ فرمایا]۔ (السنن الکبریٰ)

یزید بن ابی عُبید رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ حُدَیبیہ کے دن آپ لوگوں نے رَسُولُ اللہ ﷺ سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: موت پر۔ (بخاری، مسلم)

بُخاری اور مُسلم میں حضرت أَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے چچا حضرت أَنَس بن نَضر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا واقعہ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، چنانچہ انہوں نے رَسُولُ اللہ ﷺ کے سامنے اظہار فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکوں سے لڑنے کا موقع دیا، تو وہ اپنے راستہ میں میری جانبازی دیکھے گا۔ غزوۂ اُحُد کے دن انہوں نے حضرت سَعد بن مُعاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے فرمایا: کہ اے سَعد! مجھے اُحُد کے پہاڑوں سے جنّت کی خوشبو آرہی ہے، چنانچہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت أَنَس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ان کے جسم پر اسّی سے زائد زخم تھے۔ مُشرِکین نے ان کے ناک، کان اور دیگر اعضاء بھی کاٹ ڈالے، ان کی بہن نے ان کی اُنگلیوں کے پوروں کے ذریعے سے انہیں پہچانا۔ حضرت أَنَس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن مجید کی یہ آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (الاحزاب:۲۳)

ترجمہ: ایمان والوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (بخاری، مسلم)

عَمرو بن قَتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعاذ بن عَفراء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کیا: یا رَسُولَ اللہ! بندے کا کون سا عمل اللہ (تعالیٰ) کو ہنساتا ہے [یعنی خوش کرتا ہے]؟ رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کا آستین چڑھا کر دُشمنوں میں گھس جانا۔ یہ سُن کر حضرت مُعاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے زِرہ اُتار پھینکی اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سِیرۃ ابنِ اِسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

واقعہ حضرت مُعاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے، بلکہ حضرت عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت ابُوالدَّرْداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبّت فرماتا ہے اور اُن پر [خوشی سے] ہنستا ہے اور اُن سے خوش وقتی کرتا ہے:- [پہلا] وہ شخص جو اپنے لشکر کے شکست کھانے کے بعد اکیلا ڈٹ کر لڑتا رہے، پھر یا تو شہید ہوجائے یا اللہ تعالیٰ کی نُصرت سے دشمنوں پر غالب آجائے اور اللہ تعالیٰ اُس کی طرف سے کافی ہوجائے، [ایسے شخص کے بارے میں] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو، میری خاطر کیسے ڈٹا رہا۔ دوسرا وہ شخص جس کی بیوی خوبصورت اور بستر نرم ہو، پھر بھی رات کو تہجّد کیلئے کھڑا ہوجائے، [اس شخص کے بارے میں] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اپنی شہوت چھوڑ کر مجھے یاد کر رہا ہے، حالانکہ اگر یہ چاہتا تو سوجاتا۔ تیسرا وہ شخص جو سفر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہو، جب اس کے ساتھی سوجائیں تو وہ سحری کے وقت تہجّد کیلئے کھڑا ہوجائے، تنگی میں بھی اور کشادگی میں بھی۔ (الطبرانی رجالہ ثقات)

حضرت عبدُاللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں دو آدمیوں سے، ایک وہ آدمی جو اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبّت کرنے والوں میں سے اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: دیکھو میرے بندے کو، کہ وہ اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبّت کرنے والوں کے درمیان سے اُٹھ کر میری مغفرت پانے کیلئے اور میرے عذاب کے خوف سے نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے نکلے اور اس کے ساتھی میدانِ جنگ سے بھاگ جائیں اور وہ شخص جانتا ہو کہ بھاگنے میں کیا گناہ ہے اور ڈٹ کر لڑنے میں کیا اَجر ہے، چنانچہ وہ واپس لَوٹ کر لڑتا ہوا شہید ہوجائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے کی طرف، وہ میری رحمت کی اُمید میں اور میرے عذاب کے ڈر سے واپس لَوٹا، یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

(مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ "صحیح الاسناد)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں اگر کوئی اور حدیث نہ بھی ہوتی، تو یہی ایک صحیح حدیث اکیلے آدمی کے بڑے لشکر میں گھس کر لڑنے کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ سخیوں میں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ [بے شک] اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے اور میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا اور پھر اُسے پھیلایا، یہ قیامت کے دن اکیلا ایک اُمّت بنا کر اٹھایا جائے گا اور وہ شخص [زیادہ سخی ہے] جو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حُضور پیش کردے، یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔

(ابو یعلیٰ، بیہقی، مجمع الزوائد)

چند ایمان افروز واقعات

واقعہ

حضرت وَاثِلہ بن اَسقعَ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ رُومیوں کے مقابلے کیلئے صُفّر [نامی مقام] پر اُترے، تو میں [اکیلا] اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر جَابِیَہ [نامی دشمنوں کے شہر] کے دروازے پر پہنچ گیا، وہاں میں نے اپنے گھوڑے سے اُتر کر اس کے جسم کو ملا، پھر اس پر زِین کسی اور اپنا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لیا [یعنی حملے کیلئے تیار ہو گیا]۔ اِسی اَثناء میں میں نے جَابِیَہ کا دروازہ کُھلنے کی آواز سُنی، میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کیلئے نکلے ہیں۔ میں نے کہا: ایسے لوگوں پر حملہ کرنا میرے لئے عار کی بات ہے، اس کے بعد ایک بڑا لشکر نکلا، میں نے اُسے آگے جانے دیا، جب وہ آگے بڑھ گیا تو میں نے پیچھے سے ان پر حملہ کر دیا اور نعرہ تکبیر بُلند کیا، انہوں نے سمجھا کہ ان کا شہر گھیرے میں آ گیا ہے، چنانچہ وہ پیچھے لَوٹے، میں نے [تاک کر] ان کے سردار پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اُسے گرا دیا، پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے بِرذون [یعنی تیز رفتار دیو ہیکل تُرکی گھوڑے] کی لگام میں ہاتھ ڈالا اور اس پر سوار ہو گیا، لشکر والوں نے جب مجھے اکیلا دیکھا تو میری طرف بڑھے، میں بھی ان کی طرف مُڑا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص ان میں سے آگے بڑھ چکا ہے، میں نے لگام کو زِین

کے سِرے میں پھنسایا اور خود نیزہ لیکر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو چھید دیا، پھر میں بِرذون کی طرف لوٹا، لشکر والے میرے پیچھے بڑھے، میں پھر واپس مڑا اور پہلے کی طرح ایک اور شخص کو نیزے سے ہلاک کردیا، جب انہوں نے میرا یہ طریقہ دیکھا تو واپس لوٹ گئے، میں وہاں سے واپس صُفَّر [نامی مقام] میں آ گیا۔ میں نے اپنے خیمہ کے پاس آ کر تُرکی گھوڑے کو باندھا، اس کی زِین اُتاری اور حضرت خالِدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر سارا قصہ سُنایا، اس وقت ان کے پاس رُومیوں کا سب سے بڑا سردار بھی اپنے شہر والوں کے لئے امان مانگنے کیلئے آیا ہوا تھا۔ حضرت خالِدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا فُلاں سردار مارا گیا ہے؟ اس نے رُومی زبان میں کہا: "مَتالُون" یعنی اللہ نہ کرے۔ اچانک حضرت واثلَہ رضی اللہ عنہ وہی تُرکی گھوڑا لے کر آ گئے۔ رُومی سردار نے جب گھوڑا دیکھا تو پہچان گیا اور حضرت واثلَہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: کیا اس کی زین مجھے بیچو گے؟ حضرت واثلَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: میں اس کے دس ہزار دینے کیلئے تیار ہوں۔ حضرت خالِدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ بیچ دو۔ میں نے کہا: امیر صاحب! آپ بیچیے۔ حضرت خالِدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ زِین بیچ دی اور اس رُومی کا سارا سامان مجھے عنایت فرمادیا۔ (ابن عساکر)

واقعہ

اِسی سلسلے کا ایک مشہور واقعہ حضرت سَلَمَہ بن اَکوَع رضی اللہ عنہ کا ہے [ہم ذیل میں اُسے مختصر طور پر نقل کررہے ہیں]۔

ذی قَرَد [نامی مقام میں] رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنیوں کی چراہ گاہ تھی۔ عَبدُالرَّحمٰن بن عُیَینَہ بن حِصن فَزارِی نے چالیس سواروں کے ہمراہ اس چراہ گاہ پر حملہ کردیا اور اس چراہ گاہ کے نگران، جو حضرت اَبُوذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، کو شہید کردیا اور حضرت اَبُوذر رضی اللہ عنہ کی اَہلیہ اور تمام اُونٹنیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکوَع رضی اللہ عنہ حضرت اَبُوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو اس چراگاہ میں لے کر جارہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو اِسی گھوڑے پر بٹھا کر رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِطلاع دینے کیلئے روانہ کیا اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر تین بار آواز لگائی:

یَا صَبَاحَا اور خود اپنی کمان اور تیر لے کر پیدل ان کے پیچھے دوڑے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ، بڑے ماہر تیر انداز تھے اور بہت تیز دوڑتے تھے وہ اس لشکر سے آگے نکل کر راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور پھر ان کے گھڑ سواروں پر تیر چلا کر ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیتے تھے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

؎ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

میں اَکْوَع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔

حضرت سَلَمَہ رضی اللہ عنہ کی یہ عجیب و غریب پیدل کارروائی جاری رہی اور ایک ایک کر کے اُونٹنیوں کو چھڑاتے، باندھتے اور پھر دوڑ کر آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اُونٹنیاں بھی ان سے چھڑا لیں اور تیس یَمَنی چادریں بھی اُن سے چھین لیں۔ اِسی اثناء میں رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر آ پہنچا، اس میں سب سے آگے حضرت اَخْرَم اسدی اور حضرت اَبُو قَتَادہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اَخْرَم رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ آپ پیچھے سے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو آنے دیں اور جلدی نہ کریں۔ اِس پر حضرت اَخْرَم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سَلَمَہ! اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور مانتے ہو کہ جنّت اور جہنّم حق ہیں، تو میرے اور شہادت کے درمیان رُکاوٹ نہ بنو۔ یہ سن کر میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ انہوں نے عَبْدُالرَّحْمٰن بن عُیَیْنَہ پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا، مگر عَبْدُالرَّحْمٰن نے نیزے کا وار کیا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت اَبُو قَتَادہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عَبْدُالرَّحْمٰن کو قتل کر دیا، پھر وہ آگے بڑھے، تو میں ان کے پیچھے دوڑتا رہا اور شام کو ان کے دو گھوڑے لے کر رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں پہنچا، جو پانچ سو، یا سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ میں نے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُول! میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ کر آیا ہوں، اگر آپ سو آدمی مجھے دے دیں تو میں ان سب کو قتل [یا گرفتار] کر کے لے آؤں گا۔ یہ سن کر رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مُسکرانے لگے، جب صبح ہوئی تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابو قتادہ ہمارے بہترین گھڑ سوار ہیں اور سلمہ بن اکوع ہمارے بہترین پیادے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے مالِ غنیمت میں سے گھڑ سوار اور پیادے دونوں کا حصہ عطاء فرمایا۔

(مختصر از صحیح مسلم)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت شدہ اس قصے سے چند باتیں وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آتی ہیں۔

❶ اکیلے آدمی کا کافروں کے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت اخرم اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم نے کیا اور حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت سلمہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما کی تعریف فرمائی اور حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے فعل کو بھی غلط قرار نہیں دیا۔

❷ امیر کو چاہئے کہ اپنے مامور کو اکیلے حملہ کرنے سے روکے، لیکن اگر اُسے اپنے اس مامور کے مضبوط ارادے، سچی نیت اور شوقِ شہادت کا علم ہو جائے تو پھر اجازت دینے میں مخل نہ کرے، جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کو منع کیا، پھر اجازت دے دی اور حضورِ اکرم ﷺ نے ان میں سے کسی کے عمل کو غلط قرار نہیں دیا۔

❸ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے جو حضورِ اکرم ﷺ سے سو آدمی مانگے، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں کا لشکر کئی افراد پر مشتمل تھا، ورنہ سو آدمیوں کے لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟

عُقبہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جنگِ یرموک کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا: آج میں نے دشمنوں پر [اکیلے] حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے، کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے نام کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں؟ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ ہم نے اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا ہے۔

(ابن عساکر)

واقعہ

حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کے لشکر کے سَاقَہ [پچھلے حصے] کو برابر نقصان پہنچتا رہا، حضرت بُسر رضی اللہ عنہ ان کیلئے کمین گاہیں بناتے، مگر رُومی چھپ کر اُن پر حملہ کر دیتے، حضرت بُسر رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر سو آدمی اپنے ساتھ لئے اور لشکر سے پیچھے ایک پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے، وہاں سے انہوں نے ایک جگہ تیس تُرکی گھوڑے بندے ہوئے دیکھے اور ان کے ایک جانب گرجا گھر تھا، اس گرجے میں ان گھوڑوں کے سوار تھے اور یہی لوگ اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملے کرتے تھے۔ حضرت بُسر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا قریب ہی باندھا اور خود اکیلے گرجا گھر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رُومی دروازے کے بند ہونے سے حیران ہوئے اور اپنے نیزوں کی طرف بھاگے، مگر نیزے اُٹھانے سے پہلے ہی ان میں سے تین زمین پر تڑپ رہے تھے اور اُدھر جب حضرت بُسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے انہیں نہ پایا، تو ان کی تلاش میں نکلے، گرجے کے پاس انہوں نے آپ کے گھوڑے کو پہچان لیا اور انہیں گرجے کے اندر سے شور بھی سُنائی دیا، تو انہوں نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی، مگر دروازہ بند تھا، چنانچہ انہوں نے چھت توڑ کر جگہ بنائی اور اندر گھس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت بُسر رضی اللہ عنہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی آنتیں سنبھالی ہوئی ہیں اور دائیں ہاتھ سے تلوار لے کر لڑ رہے ہیں، جب ان کے ساتھی گرجا پر قابض ہو گئے، تو حضرت بُسر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس لڑائی میں کئی رُومی مارے گئے اور کئی قید ہوئے، ان قیدیوں نے حضرت بُسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! کسی ماں نے اس جیسا نہیں جنا ہوگا۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی آنتوں کو ان کے پیٹ میں واپس رکھ دیا اور اپنے عمامے پھاڑ کر ان کی پٹی کی اور انہیں اٹھا کر لے آئے، علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرستی عطاء فرما دی۔ (رواہ الحافظ ابوالحاج المزیؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ اس اُمّت کے عظیم بہادروں میں سے ایک تھے، ان کے صحابی ہونے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت بُسر رضی اللہ عنہ تلوار کے دھنی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر کئی علاقے فتح فرمائے۔

واقعہ

ولید بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حمص کے رہنے والے ایک بزرگ شخص نے بتایا کہ ان کی ملاقات ایک بوڑھے رُومی شہسوار سے ہوئی جو کسی زمانے میں حمص کے رُومی لشکر کا سپاہی تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا، اس بوڑھے رُومی نے بتایا کہ جب مسلمانوں نے حمص پر لشکر کشی کی، تو انہوں نے بُحیرۂ قدس کے ایک دریا پر پڑاؤ ڈالا۔ حمص کے رُومی جرنیل نے مجھے تیس گھڑ سوار دیکر بھیجا کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو پکڑ کر لے آؤں یا اُن کے حالات معلوم کر کے آؤں۔ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر کے قریب ایک گھاٹی کے دامن میں چُھپ گیا، اس دوران ہم نے دریا کے دوسرے کنارے پر ایک شخص کو دیکھا جو دریا میں سے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا اور اس کا نیزہ اس کے ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ جب اس کی نظر ہم پر پڑی تو اس نے گھوڑے پر زِین ڈالی اور سوار ہو گیا اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ ہم سے ڈر کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ رہا ہے۔ لیکن اچانک اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، ہم اس کی جرأت اور بے خوفی دیکھ کر حیران رہ گئے، دریا سے نکل کر جب گھوڑا کیچڑ اور دلدل والی جگہ کے پاس آیا، تو اس نے وہاں سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکا، یہ دیکھ کر وہ گھڑ سوار گھوڑے کی زِین پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے نیزے کا سہارا لے کر چھلانگ لگائی اور دلدل کو عبور کر لیا، وہاں سے اس نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا بھی پہنچ گیا۔ یہ شخص اس پر سوار ہو کر ہماری طرف بڑھا اور ہم پر حملہ کر کے اس نے ہمیں بکھیر دیا اور ہم میں سے ایک شخص کو الگ دیکھ کر قتل کر دیا، اِسی طرح اس نے کئی بار کیا ہم باقی لوگ جان بچانے کیلئے شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، مگر وہ ہمارا پیچھا کرتا رہا اور ایک ایک کو قتل کرتا رہا، یہاں تک کہ میرے سوا کوئی زندہ نہ بچا۔ جب وہ حمص کے دروازے کے قریب پہنچ گیا، تو دروازے پر موجود پہرے دار نے اس کی ساری کارگزاری دیکھ لی اور اس کی اِطلاع پر کئی گھڑ سوار ہماری طرف نکلے۔ میں نے جب گھڑسواروں کو آتے دیکھا، تو میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان گھڑ سواروں کو دیکھ کر واپس بھاگ گیا ہوگا، چنانچہ میں نے اُسے دیکھنے کیلئے گردن موڑی تو اس کا نیزہ میری آنکھ میں لگا، اِسی اَثناء

میں رُومی گھڑ سواروں نے اُسے گھیر کر شہید کر دیا۔ اُدھر سے مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی تلاش میں نکلی، مگر وہ تب پہنچے، جب یہ شہسوار گر چکا تھا، میں جب شہر میں داخل ہوا تو لوگ کہتے تھے "مِسْحَلْ، مِسْحَلْ"، یعنی وہ شخص بہت بہادر اور اکیلا لڑنے والا تھا، اسی وجہ سے اس جگہ کو جہاں اس شہسوار کو دفن کیا گیا "دیرِ مِسْحَلْ" کہتے ہیں۔ (ابن عساکر)

واقعہ

حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری شریف میں اَبُو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ مذکور ہے، اس واقعے میں حضرت عبدُاللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی تنہا جانثاری اور جانبازی کا مختصر قصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدُاللہ بن عتیک، حضرت مَسْعُود بن سِنان، حضرت عبدُاللہ بن اُنَیس، حضرت اَبُو قَتادہ اور حضرت خُزاعی بن اَسْوَد رضی اللہ عنہم کو اَبُو رافع یہودی کے قتل کیلئے روانہ فرمایا اور حضرت عبدُاللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے رُفقاء سے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھو، میں قلعے کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں۔ اس وقت یہودی اپنے ایک گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے، حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاءِ حاجت کرتا ہو، اِسی وقت دربان نے آواز دی کہ جس نے اندر آنا ہو جلد آ جائے، میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فوراً اندر داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔ اَبُو رافع اُوپر بالا خانے پر رہتا تھا اور رات کو اس کے پاس قِصہ گوئی ہوتی تھی، جب قصہ گوئی ختم ہوگئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس ہو گئے، تو دربان نے دروازے بند کر کے چابیوں کا حلقہ ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ جب سب لوگ سو گئے، تو میں اُٹھا اور کھونٹی سے چابیاں اُتار کر دروازے کھولتا ہوا بالا خانے پر جا پہنچا۔ میں جو دروازہ بھی کھولتا تھا، اُسے اندر سے بند کر لیتا تھا، تاکہ اگر لوگوں کو میری خبر بھی ہو جائے تو بھی میں اپنا کام کر گزروں۔ جب میں بالا خانے پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور اَبُو رافع اپنے اہل وعیال میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی: اَبُو رافع! اَبُو رافع نے کہا: کون ہے؟ میں نے اس کی آواز کا اندازہ لگا کر تلوار کا وار کیا، مگر وہ خالی گیا، اَبُو رافع

نے ایک چیخ ماری، میں نے تھوڑی دیر کے بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجے میں کہا: ابورافع تمہیں کیا ہوا؟ ابورافع نے کہا: ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے، یہ سنتے ہی میں نے اس پر تلوار کا دوسرا وار کیا، جس سے وہ زخمی ہوگیا، پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی، میں نے جب ہڈی کی آواز سُنی، تو مجھے یقین ہوگیا کہ اب اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں واپس لوٹا، مگر سیڑھی سے اُترتے وقت گر پڑا، جس سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، میں نے اپنے عمامے سے اُسے باندھ دیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور رسُول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ، میں یہیں بیٹھا ہوں، اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو خبر دینے والے نے قلعے کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا، تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا۔ پھر ہم سب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خوشخبری سنائی۔ حضور اکرم ﷺ نے پورا واقعہ سن کر ارشاد فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ ﷺ نے دستِ مبارک اس پر پھیرا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی کوئی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی۔ (بخاری)

اسی طرح حضرت ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے دو ٢ ساتھیوں سمیت ایک بہت بڑے لشکر پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان تین افراد کو بڑے لشکر پر فتح عطاء فرمائی اور ان کے ہاتھ بہت زیادہ مالِ غنیمت بھی لگا۔ اس واقعے کی تفصیل ان شاء اللہ آگے سرایا کے بیان میں آئے گی۔ (الروض الانف)

واقعہ

ماضی میں بھی ایسے واقعات کی مثال ملتی ہے، جب حضرت طالوت علیہ السلام نے صرف تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ مل کر جالوت کے نوے ہزار یا تین لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ یہ واقعہ تب پیش آیا تھا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے جہاد چھوڑ دیا، تو ان پر عمالقہ کے کفار مسلّط ہوگئے، جنہوں نے بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل

کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا۔ تب انہوں نے اپنے ایک نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی امیر بنایئے، تاکہ ہم جہاد کرکے اس غلامی کی ذِلّت سے نجات پائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالُوت علیہ السلام کو ان کے علم اور بہادری کی وجہ سے ان کا امیر بنادیا گیا۔ وہ اَسّی، نوّے ہزار کا لشکر لیکر بیتُ المَقدِس سے روانہ ہوئے۔ راستے میں سخت گرمی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور ایک دریا پر انہیں اُتارا۔ حضرت طالُوت علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں سے ایک چُلّو سے زیادہ کوئی نہ پیئے، ورنہ وہ ہمارے ساتھ نہیں جاسکے گا۔ مگر ان میں سے اکثر نے خوب پانی پیا اور آگے نہ جاسکے، صرف تین سو تیرہ آگے بڑھے۔ بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار نے دریا عُبور کرلیا تھا مگر جب جالُوت کے طاقتور لشکر کو دیکھا تو تین ہزار چھ سو ستاسی آدمی واپس ہوگئے اور صرف تین سو تیرہ ڈٹے رہے۔ جالُوت جب میدانِ جنگ میں نکلا تو اس کے سر پر تین سو رِطل وزنی لوہے کی ٹوپی تھی، لیکن حضرت داؤد علیہ السلام جیسے چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں وہ قتل ہوا اور اس کے پورے لشکر کو شکست ہوئی۔ [یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، مکمل تفصیلات کیلئے کُتُبِ تفسیر کی طرف رجوع کریں]۔

اسی طرح جنگِ قادِسیہ میں مسلمانوں کی تعداد سات ہزار سے کچھ زائد تھی اور ان کے امیر حضرت سَعد بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ تھے، جب کہ دشمنوں کی تعداد چالیس یا ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ سَتّر ہاتھی تھے اور ان کی قیادت رُستم کے ہاتھ میں تھی۔

علّامہ مَدائنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شوّال ۱۵ھ میں تین دن تک یہ عظیم لڑائی ہوتی رہی، اس میں رُستم مارا گیا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔

واقعہ

علّامہ طُرطُوشی رحمۃ اللہ علیہ اسی جنگ قادِسیہ میں حضرت عَمرو بن مَعدِیکَرِب رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے دریا کے کنارے کھڑے ہوکر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تو دشمن پر اکیلے حملہ کرنے جارہا ہوں، اگر تم اُونٹ ذبح ہونے کی دیر تک پہنچ گئے تو مجھے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا، لڑتا پاؤ گے، لیکن اگر تم نے اس سے زیادہ دیر کی تو مجھے شہید پاؤ گے۔ اس کے بعد وہ

دریا عبور کر کے دشمن میں گھس گئے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی حملہ کر دیا اور جب وہ اُن تک پہنچے تو وہ زمین پر گرے پڑے تھے اور انہوں نے دشمن کے ایک سپاہی کے گھوڑے کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ رکھا تھا، وہ سپاہی گھوڑے کو مارتا تھا، مگر گھوڑا اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔ جب مسلمان وہاں پہنچ گئے، تو گھڑ سوار گھوڑے سے کُود کر بھاگ گیا اور حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ اس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں ابُوثَور ہوں، قریب تھا کہ تم لوگ مجھ کو کھو دیتے۔ ساتھیوں نے پوچھا: آپ کا گھوڑا کہاں ہے؟ فرمایا: اُسے تیر لگا تو اس نے مجھے گرا دیا۔ (سراج الملوک للطرطوشیؒ)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حرّہ کے دن اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت لی اور لڑائی میں اپنے آٹھ بیٹے باری باری قربان کرائے اور پھر آخر میں اپنی تلوار کا نیام توڑ کر اکیلے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (تاریخ اسلام لابن ذہبیؒ)

واقعہ

علّامہ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ اور علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ صرف سترہ سو مجاہدین لے کر اندلس میں داخل ہوئے۔ تدمیر [نامی سردار] جو کہ اندلس کے بادشاہ لذریق کا نائب تھا، تین دن تک حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر سے لڑتا رہا، پھر اس نے اپنے بادشاہ کو لکھا کہ کچھ لوگوں نے ہم پر چڑھائی کر دی ہے، میں نہیں جانتا یہ لوگ زمین سے آئے ہیں یا آسمان سے، ہم نے ان کا مقابلہ کیا ہے لیکن ہمارا کوئی بس نہیں چلا، اب تم خود ہماری مدد کے لئے پہنچو۔ خط پاتے ہی لذریق نوّے ہزار گھڑ سواروں کو لے کر آ گیا، تین دن تک یہ جنگ ہوتی رہی اور مسلمان سخت مشکل میں پھنس گئے۔ حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں سے کہا: ہماری جائے پناہ تو ہماری تلواریں ہیں، ہمارے پیچھے سمندر اور سامنے دشمن ہے، اب میں ایک ایسی کارروائی کرنے لگا ہوں جس میں یا تو ہمیں فتح ملے گی یا شہادت۔ لشکر والوں نے پوچھا: وہ کون سی کارروائی ہے؟ فرمایا: میں ان کے بادشاہ پر حملہ کر رہا ہوں، چنانچہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی ایک جسم کی طرح اکٹھے میرے ساتھ حملے میں شریک ہو جانا۔ چنانچہ حملہ شروع ہوا اور

اَنْدلُس کا بادشاہ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے، ان کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انہیں قتل کرتے رہے، اس دن مسلمانوں کے صرف چند آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طارِق بن زِیاد رحمۃ اللہ علیہ نے لُذْرِیق کا سر حضرت مُوسٰی بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ [گورنر افریقہ] کی خدمت میں بھجوا دیا۔ انہوں نے وہاں سے اُسے دِمشق میں وَلید بن عَبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھجوایا۔ اس کے بعد طارِق بن زِیاد رحمۃ اللہ علیہ نے طُلَیْطِلَہ پر اور مُغِیث رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے قُرطُبہ پر حملہ کیا اور یہ دونوں علاقے فتح کر لئے اور وہاں کے بے شمار خزانے اور مال و دولت ان کے ہاتھ لگا، انہیں میں حضرت سُلَیمان علیہ السلام کا دسترخوان بھی تھا، جس کی قیمت دو لاکھ دینار لگائی گئی، کیونکہ اس پر بہت زیادہ جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

واقعہ

اس طرح کے واقعات میں سے عجیب ترین واقعہ محمد بن دَاوُد اَلْپ اَرْسَلان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ علّامہ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رُومیوں کا بادشاہ قُسطُنطُنِیَہ سے چھ لاکھ کا لشکر جرّار لے کر نکلا اور رِضا کارانہ طور پر نکلنے والوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی، یہ لشکر سمندر کی طرح آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پاس موجود اسلحے اور آلاتِ حرب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا، اپنی طاقت اور کثرت کے نشے میں مست ہو کر انہوں نے اپنے ہر ایک لاکھ کے لشکر کے لئے مسلمانوں کے الگ الگ علاقے تقسیم کر دیئے تھے کہ فُلاں علاقہ فُلاں ایک لاکھ کو ملے گا، فُلاں علاقہ فُلاں ایک لاکھ کو۔ یہ صورت حال دیکھ کر اسلامی ممالک میں بے چینی اور خوف پھیل گیا اور کئی جگہوں پر مسلمان اپنے علاقوں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ علاقے رومی لشکر کے لئے خالی کر دیئے۔ اَلْپ اَرْسَلان تُرکی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت عجم اور عراق کے مسلمان حکمران تھے، انہوں نے اپنے وُزراء کو جمع کیا اور فرمایا: تم جانتے ہو کہ آج مسلمانوں پر کتنی بڑی مصیبت نازل ہو چکی ہے، تم لوگ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں، ویسے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ سلطان اَرْسَلان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے لئے کوئی جائے فرار بھی تو نہیں ہے، جب ہم نے مرنا ہی ہے تو عزت والی

موت مرنا زیادہ بہتر ہے۔ وُزراء نے کہا: اگر آپ تیار ہیں تو ہماری جانیں بھی آپ کے ساتھ قربان ہوں گی۔ چنانچہ جہاد کا فیصلہ ہوگیا اور یہ طے پایا کہ اپنے ملک کے پہلے ہی شہر میں اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ بیس ہزار چُنے ہوئے مشہور بہادُر اس لشکر میں شامل ہوئے، جب لشکر نے پہلا پڑاؤ ڈالا، تو سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اب وہ پندرہ ہزار رہ گئے ہیں اور پانچ ہزار [خوف کی وجہ سے] واپس جاچکے ہیں، اگلے پڑاؤ پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار رہ گئی تھی، جس دن صبح کے وقت یہ مختصر لشکر رُومی لشکر کے سامنے پہنچا، تو رُومی لشکر کو دیکھ کر ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور ذہن ماؤف ہوگئے، اسلامی لشکر رُومی لشکر کے مقابلے میں اس طرح نظر آرہا تھا جس طرح کالے بیل کے جسم میں سفید تِل [یا نشان] سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں سورج کے زوال کے بعد ان سے جنگ شروع کروں گا۔ ساتھیوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو فرمایا کہ اس وقت روئے زمین کے ہر منبر پر ہمارے لئے دعا کی جارہی ہوگی، کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔

سورج ڈھلنے کے بعد سب نے نماز اداء کی۔ پھر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہر کوئی اپنے ساتھی سے الوداعی ملاقات کرلے اور جو وصیّت کرنی ہو وہ بھی کرلے۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ان پر خود حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، جب میں حملہ کروں، تم بھی حملہ آور ہوجانا اور جو میں کروں وہی کچھ کرنا۔ مسلمانوں نے کل بیس صفیں بنائیں اور کسی صف کا بھی کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی برکت کیساتھ میرے پیچھے پیچھے حملہ شروع کردو۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے حملہ شروع کیا اور لشکر والوں نے بھی اِکٹھا حملہ کردیا اور وہ دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے بادشاہ کے خیموں تک پہنچ گئے، وہاں پہنچ کر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے رُکنے کا حکم دیا اور پھر ان خیموں کو گھیر لیا، بادشاہ کے ساتھ والوں کو اس کا تصوّر بھی نہیں تھا کہ کوئی ان تک پہنچ سکے گا، چنانچہ وہ سب غفلت میں مارے گئے۔ مسلمانوں نے ایک رُومی کا سَر کاٹ کر نیزے پر رکھا اور اعلان کردیا کہ رُومی بادشاہ مارا گیا ہے، یہ سنتے ہی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ شکست کھا کر پیچھے بھاگنے لگے، لیکن مسلمانوں کی تلواروں نے ان سے پچھلے تمام دنوں کا بدلہ چکایا،

چنانچہ تمام لشکر والے یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان اَرْسلَانْ رحمۃ اللہ علیہ رومی بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے، انہوں نے اس کے دستر خواں پر کھانا کھایا اور پھر رومی بادشاہ کو حاضر کرنے کیلئے کہا۔ رومی بادشاہ کے گلے میں رَسّی ڈال کر سلطانؒ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو سلطانؒ نے پوچھا: اگر تم مجھ پر فتح پالیتے تو میرے ساتھ کیا سُلوک کرتے؟ رومی بادشاہ نے کہا: کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ تم قتل کر دیئے جاتے؟ سلطانؒ نے کہا: میں تجھ جیسے گھٹیا آدمی کو قتل کرنا گوارا نہیں کرتا، اِسے لے جاؤ اور فروخت کر دو۔ مسلمان سپاہی اس کے گلے میں رَسّی ڈال کر پورے لشکر میں گھوم رہے تھے اور اُسے بیچنے کا اعلان کر رہے تھے، مگر کوئی اُسے نہیں خرید رہا تھا، یہاں تک کہ وہ لشکر کے آخری حصے میں پہنچے، تو ایک شخص نے کہا: تم اگر اسے کُتّے کے بدلے میں بیچتے ہو تو میں یہ کُتا دے کر اسے خرید لیتا ہوں۔ سپاہی اس شخص کو لے کر سلطانؒ کے پاس آئے اور بتایا کہ یہ خریدار ہے، مگر کُتّے کے بدلے میں۔ اس پر سلطانؒ نے کہا کہ کتا اس رومی سے بہتر ہے، کیونکہ یہ کُتا کوئی فائدہ تو پہنچاتا ہے، جب کہ یہ رومی تو کسی کام کا نہیں۔ پھر سلطانؒ نے اُسے بیچ دیا اور کُتا بھی اُسے دے دیا۔ پھر سلطانؒ نے اُسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ایک ہی رَسّی میں کُتّے کو اور اس کو باندھ کر اس کے شہر پہنچا دو۔ جب وہ اپنے شہر پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُسے معزول کر کے اس کا منہ کالا کیا۔

واقعہ

اَبُواِسحَاق اَنْصَارِی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ عَلِیُّ بن اَسَدْ نامی ایک شخص قتل اور دوسرے بڑے گناہوں کا مرتکب تھا، ایک بار وہ رات کے وقت کُوفہ سے گزرا تو ایک شخص رات کے آخری حصے میں یہ آیت پڑھ رہا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: کہہ دو اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

عَلِی نے یہ آیت سنی تو کہنے لگا: دوبارہ پڑھو۔ اس شخص نے دوبارہ پڑھی۔ پھر اس

نے بار بار اس سے آیت پڑھوائی اور سنی اور گھر آ کر اس نے غسل کیا، اپنے کپڑے دھوئے اور عبادت میں لگ گیا، یہاں تک کہ زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں خراب ہوگئیں اور اس کے گھٹنے اُونٹ کے گھٹنوں کی طرح ہوگئے ۔ پھر وہ رومیوں کے خلاف سمندری جہاد میں نکلا، مسلمانوں نے اپنی کشتیاں رومیوں کی کشتیوں کے قریب لائیں، تو علیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں آج کے دن جنّت پانے کی کوشش کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے رومیوں کی کشتیوں میں چھلانگ لگادی اور ان پر حملہ آور ہوگیا، لڑتے لڑتے وہ اور کئی رومی کشتی کے ایک کونے میں جمع ہوگئے تو کشتی اُلٹ گئی اور علیؒ بن اَسَدؒ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے لوہے کی زِرہ پہن رکھی تھی، ڈوب کر شہید ہوگئے۔

(ابن عساکر)

واقعہ

محمد بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یمامہ کے دن مسلمان پیچھے ہٹنے لگے تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں تو ایسا نہیں کیا کرتے تھے، پھر انہوں نے گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہوکر لڑتے رہے اور شہید ہوگئے۔ اس دن مُہاجرین کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ واقعہ ۱۲ ہجری حضرت ابُوبکر صِدِّیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیش آیا۔

واقعہ

مالِکؒ بن دِینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زَاویہ کی لڑائی کے دن عبداللہ بن غالِب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں ایک ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جس سے صبر کرنا ممکن نہیں ہے، چلو ہمیں جنّت لے چلو۔ یہ فرما کر انہوں نے تلوار کا نیام توڑ ڈالا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ فرماتے ہیں کہ ان کی قبر سے مُشک کی خوشبو آتی تھی۔ مالِکؒ بن دِینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان کی قبر پر گیا اور میں نے اس پر سے مٹّی اُٹھا کر سونگھی، تو اس میں سے مُشک کی خوشبو آرہی تھی۔ (بیہقی)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس دن عبداللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کا روزہ تھا اور یہ بھی آیا ہے کہ لوگ ان کی قبر کی مٹّی خوشبو کیلئے اپنے کپڑوں پر لگایا کرتے تھے۔

فصل

اکیلے مجاہد کا پورے لشکر پر حملہ آور ہونا

اکیلے آدمی کے زیادہ دشمنوں پر حملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں آپ بہت سے دلائل پڑھ چکے ہیں، حضرات علماء کرام کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، ان میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

❶ علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ شہید ہونے سے پہلے دشمنوں کا کچھ نقصان ضرور کرلے گا، یا اپنی جرأت کا مظاہرہ کر کے کافروں کو خوف زدہ کرے گا، یا کافروں پر مسلمانوں کی بہادری اور شوقِ شہادت کا رعب ڈال دے گا، تو ایسے آدمی کے لئے پورے لشکر پر اکیلے حملہ کرنا جائز ہے، اگرچہ اُسے شہید ہونے کا مکمل یقین ہو۔ لیکن اگر اُسے معلوم ہو کہ اس کے حملہ کرنے سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، تو پھر یہ حملہ کرنا حرام ہے، جیسے اندھا آدمی خود کو دشمنوں پر جا گرائے کہ مجھے شہید کردیں۔ (احیاء علوم الدین)

❷ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک اکیلے آدمی کا دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور اپنے آپ کو شہادت کیلئے پیش کردینا بلا کراہت جائز ہے، وہ حضرت عُمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے قصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ یہ قصہ پیچھے کئی بار گزر چکا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

❸ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مُبارزہ میں حصہ لیا اور انصار کے ایک شخص نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل سن کر بدر کے دن اکیلے مشرکوں پر حملہ کیا۔ یہ انصاری حضرت عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ تھے۔ (السنن الکبریٰ)

❹ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے پورے لشکر پر حملہ کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

قاسم بن مخیمرہ، قاسم بن محمد اور عبدالملک رحمہم اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں اس کی قوت ہو اور اس کی نیت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، تو اس کیلئے بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر قوت نہ ہو تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ شہادت کی طلب میں خالص نیّت رکھتا ہو تو حملہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس کا مقصد وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط (البقرہ:۲۰۷)

ترجمہ: اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔

اِبنِ خُوَیز مِنْدَاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے سو آدمیوں پر، یا پورے لشکر پر، یا چوروں اور خوارِج کی جماعت پر حملہ کرنے کی دو صورتیں ہیں:۔ اگر حملہ آور کو غالب گمان ہو کہ وہ اپنے اُوپر حملہ کرنے والوں کو قتل کر کے خود محفوظ رہے گا تو پھر حملہ کرنا بہت اچھا ہے، اِسی طرح اگر اسے یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا، لیکن دشمنوں کو بھی نقصان پہنچائے گا، یا ان پر ایسا تاثُر چھوڑے گا جو مسلمانوں کیلئے مفید ہوگا تو یہ بھی جائز ہے۔ جب قبیلہ بنُو حَنِیفہ کے مُرتدوں نے باغ میں پناہ لے لی، تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے فرمایا: مجھے چمڑے کی ڈھال میں ڈال کر دشمنوں پر پھینک دو۔ دوسرے مسلمانوں نے ایسا کیا اور یہ شخص اکیلا لڑتا رہا اور اس نے باغ کا دروازہ اندر سے کھول دیا۔ (تفسیر القرطبی)

انصار کے ان سات نوجوانوں کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے، جنہوں نے اپنی جانیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے نچھاور کر دی تھیں اور وہ اپنے سے بہت بڑے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

❽ امام محمد بن حَسَن رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بارے میں وہی کچھ فرماتے ہیں، جو اُوپر گزر چکا ہے کہ اگر دشمنوں کو نقصان پہنچانا، یا مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانا، یا دشمنوں پر مسلمانوں کا رُعب ڈالنا مقصود ہو تو اکیلے آدمی کا حملہ کرنا درست ہے ورنہ مکروہ۔

[اس زمانے کے فدائی حملوں کو مذکورہ اقوال اور دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسئلے کی مکمل وضاحت سامنے آجاتی ہے]۔

فصل

[اس فصل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "مُبارزہ" کے بارے میں احکامات، اقوال اور واقعات نقل فرمائے ہیں۔"مُبارزہ" اسے کہتے ہیں کہ عمومی لڑائی سے پہلے کوئی شخص اکیلا نکل کر کافروں کو لڑنے کی دعوت دے۔ چونکہ اِس زمانے کی جنگوں میں یہ صورتِ حال پیش نہیں آتی، اس لئے ہم فی الحال اسے ذکر نہیں کر رہے، اگر آئندہ اس کی ضرورت پیش آئے تو کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس فصل کو بھی کتاب میں شامل کر دے، اور ان شاء اللہ آخری زمانے کی جنگیں پھر ابتدائی زمانے جیسی ہوں گی۔]

دعوت

[یہ باب آج کے دور کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ اَہمیت کا حامل ہے، اسے بار بار پڑھئے اور ایک دوسرے کو سنائیے، کیونکہ آج کفر نے ہم پر جو جنگ مُسلّط کی ہے اس میں ہماری کامیابی اسی وقت ممکن ہے، جب ہم میں سے ہر شخص اپنے اَسلاف کی طرح اکیلا دشمنوں میں گھسنے اور لڑنے اور ان کی صفوں کو پھاڑنے کا عزم رکھتا ہو اور خوف نام کی کسی چیز سے واقف نہ ہو۔ آج جو عالمی جہاد شروع ہو چکا ہے اس میں پورا لشکر وہ کام نہیں کر سکتا جو ایک اکیلا جانباز اور بہادر سرانجام دے سکتا ہے۔ آج دشمنوں کے اندر گھس کر اس کے ان لوگوں پر وار کرنے کی ضرورت ہے جو دشمن کا دماغ ہیں اور یہ کام بھی اکیلے جانباز اور سَرفَروش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دشمن کی تنصیبات کے اندر تک پہنچنے کی اور دشمن کے دل کے اُوپر گرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام کوئی اکیلا سَرفَروش ہی کر سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج حضرت بَراء بن مالِک اور حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع اور حضرت زِیاد بن سَکَن رضی اللہ عنہم کے جانشینوں کی ضرورت ہے جو اسلامی غیرت اور ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر یہ اعلان کریں کہ ہم ان شاء اللہ دشمنوں پر اکیلے موت

بن کر گریں گے۔

اللہ کی قسم ! ایسے دس نوجوان جو اکیلے اکیلے جا کر مخصوص طریقے سے جان قربان کرنے کیلئے تیار ہوں، دس ہزار کے لشکر سے زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو جنگ کے اس اہم طریقے اور پہلو کو جلد از جلد اپنانا چاہئے اور مجاہدین کے اس طرح کے سَرفَروش دستے بنانے چاہئیں، پھر دیکھیں کہ کفر کس طرح سے صلح کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے اور امن کیلئے قدموں میں گرتا ہے۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے عِلم وعَمل سے سرشار، مضبوط ایمان رکھنے والی قیادت کی، جو مجاہدین کو اس کامیاب جنگی طریقے سے استعمال کر سکے۔

یا اللہ ! ہمیں ان باتوں کی سمجھ عطاء فرما اور ہمیں اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلا۔ آمین ثم آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ
بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

باب ۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میدانِ جہاد سے فرار ہونے کے سخت گناہ ہونے کا بیان

میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کے احکام

جہاد اور علم دین

اگر مسلمانوں کو ''خلافت'' نصیب ہوجائے تو مسلمانوں کا خلیفہ (امیرالمومنین) خود ان دونوں فرائض (یعنی علم اور جہاد) کی ترتیب قائم کرتا ہے، کچھ لوگوں کو جہاد پر بھیجتا ہے اور کچھ لوگوں کو علم دین میں کمال حاصل کرنے کے لیے بٹھاتا ہے۔ اب اس وقت مسلمان خلافت سے اور امیرالمومنین سے محروم ہیں، ان کو چاہئے کہ وہ خود ان دونوں فرائض کو زندہ کریں اور قرآن پاک کی بتائی ہوئی ترتیب کو قائم کریں۔ اسی طرح جہادی جماعتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس ترتیب کو قائم کریں، کچھ ساتھی محاذ پر لڑا کریں اور کچھ پیچھے رہ کر ان کے گھروں کی حفاظت کیا کریں اور دین کا علم سیکھا کریں، پھر محاذ والے واپس آجائیں اور پیچھے والے محاذ پر چلے جائیں، اس ترتیب میں بے حد فوائد ہیں، کیونکہ یہ قرآن پاک کی بتائی ہوئی ترتیب ہے۔ اسی طرح وہ حضرات جنہوں نے خود کو دین کا علم پڑھنے اور پڑھانے کے لیے وقف کیا ہوا ہے، وہ بھی اس ترتیب کو قائم کریں، کچھ افراد کو اپنے میں سے جہاد پر بھیجا کریں اور کچھ پیچھے رہا کریں، تاکہ باری باری ہر کسی کو جہاد بھی نصیب ہو اور علم بھی، کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی کام ایسا نہیں جس سے غفلت جائز ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(فتح الجواد: ۳/ ۱۴۱)

باب ۲۵

میدانِ جہاد سے فرار ہونے کے سخت گناہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاۗءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (الانفال: ۱۵، ۱۶)

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو اور جو کوئی اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا، مگر یہ کہ لڑائی کا ہنر کرتا ہو یا فوج میں جاملتا ہو، سو وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر پھرا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

خوب اچھی طرح سے جان لیجئے! کہ تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ میدانِ جہاد سے بِلا شرعی عُذر بھاگنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس گناہ کا مرتکب شخص اللہ تعالیٰ کے غضب، اس کی ناراضی اور دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث وارِد ہوئی ہیں، ان میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسُول! وہ سات کام کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وہ سات کام یہ ہیں]:- ❶ اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ شرک کرنا، ❷ جادو کرنا ❸ اس جان کو ناحق قتل کرنا، جسے قتل کرنا اللہ (تعالیٰ) نے حرام فرمایا ہو، ❹ یتیم کا مال کھانا ❺ سود کھانا ❻ میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، ❼ بھولی بھالی، پاکدامن، مُومن عورتوں پر تُہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کو ایک خط لکھا۔ جس میں فرائض، سنتیں اور دِیت وغیرہ کے مسائل تھے، اس خط میں یہ بھی تھا کہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑے گناہ شرک کرنا، مسلمانوں کو ناحق قتل کرنا، جہاد کے میدان سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں۔ (ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بڑا بہادر ہے وہ شخص جو جہاد میں دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور بہت بزدل ہے وہ شخص، جو دشمنوں کا سامنا ہوتے ہی ان پر حملہ کر دے، یہاں تک کہ وہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ عرض کیا گیا: اے ابو ہریرہ! یہ کس طرح سے ہو گیا [کہ بھاگنے والا بہادر اور ڈٹ کر لڑنے والا بزدل] ؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو میدانِ جہاد سے بھاگتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جرأت دکھاتا ہے، اس لئے بھاگ جاتا ہے اور جو ڈٹ کر لڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

فصل

میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کے احکام

اس فصل میں میدانِ جہاد سے بھاگنے کے بارے میں بعض احکام ذکر کئے جارہے ہیں [یہ وہ اَحکام ہیں جن پر تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے]۔

❶ جہاد عُمومی طور پر فرضِ کِفایہ ہوتا ہے، لیکن جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے آجائیں تو جہاد فرضِ عَین ہوجاتا ہے اور پیچھے ہٹنا حرام ہوجاتا ہے۔

❷ اگر دشمن کی تعداد دو ۲ گنا سے زیادہ نہ ہو تو میدان سے بھاگنا حرام ہے، مگر ان چند صورتوں میں یہ جائز ہوجاتا ہے:-

(الف) دشمن کو دھوکا دینے کے لئے پیچھے ہٹنا، تاکہ پیچھے ہٹ کر حملہ کر سکے۔

(ب) پیچھے بھاگ کر کہیں چُھپ جانا، تاکہ جب دشمن تعاقُب کرتا ہوا وہاں تک پہنچے تو اس پر حملہ کردے۔

(ج) میدانِ جنگ اگر تنگ ہو اور پیچھے کھلی جگہ ہو تو وہاں آنے کے لئے بھاگنا یا سُورج اور ہوا کے مناسب رُخ کیلئے پیچھے ہٹنا۔

(د) پیچھے موجود اپنے لشکر میں آنا، تاکہ وہاں سے دوبارہ حملے کی تیاری کی جاسکے، یہ لشکر دور ہو یا قریب، چھوٹا ہو یا بڑا۔

❸ سخت بیماری، اسلحے کے ختم ہونے اور تیراندازی کے مقابلے میں تیر نہ ہونے کی صورت میں بھی پیچھے ہٹنا جائز ہے، مگر جس شخص کو بھی عُذر کی وجہ سے بھاگنا ہو، اس کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نیّت سے راہِ فرار اختیار کرے۔

❹ اگر کافروں کی تعداد دو ۲ گنا سے زیادہ ہو تو پیچھے ہٹنا جائز ہے، لیکن ڈٹ جانا اور لڑنا افضل ہے، خُصوصاً جب کہ لڑنے کی طاقت موجود ہو۔ اس بارے میں کئی عجیب و غریب واقعات پچھلے باب میں گزر چکے ہیں۔

❺ لشکر کے امیر کے مارے جانے کی وجہ سے فرار ہونا یا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔

❻ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے کسی حال میں فرار ہونا اور پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد، ترمذی، السنن الکبری)

اس بارے میں حضرت امام مالک کا فتویٰ بھی موجود ہے۔

[مزید تفصیلات اعلاء السنن، ص: ۶۳، ج:۱۲ پر ملاحظہ فرمایئے وفیہ ما یکفی]

غلبے اور ثابت قدمی کا راز

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ معیت دو ۲ طرح کی ہے، ایک معیت تو علم اور احاطے کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ بھی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے، اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ (الحدید:۴)

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

یہی معنیٰ اگلی آیات میں بھی ہے:

مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (المجادلہ: ۷)

ترجمہ: جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتا ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو یا زیادہ کی، مگر وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسری معیت نُصرت، تائید اور دشمنوں پر غالب کرنے والی معیت ہے، یعنی خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی نُصرت اور مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرما دیتا ہے، اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی اسی معیت کا تذکرہ ہے:

وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ (محمد:۳۵)

ترجمہ: اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ معیت اور ساتھ بندے کو اسی وقت نصیب ہوتا ہے، جب وہ بندہ بننے اور بندگی کرنے کا حق اداء کرتا ہے اور اس کی بندگی میں نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ پس جو مجاہد اس طرح بندگی اختیار کرتا ہے تو اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا مددگار رہوتا ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاَنَّ الۡـكٰفِرِيۡنَ لَا مَوۡلٰى لَهُمۡ ۞ (محمد:۱۱)

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی ہے جو ایمان لائے اور کفار کا کوئی بھی حامی نہیں۔

لیکن جب مجاہد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری کا حق اداء نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا، یا کافروں کی طرح گناہوں میں پڑ جاتا ہے تو اس میں اور اس کے دشمن میں ایک چیز مشترک ہو جاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، چنانچہ کافروں کی طرح اس کے دل میں بھی رُعب، دنیا کی محبّت اور رُسوائی جیسی بیماریاں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ ذلّت کی زندگی کو عزّت کی موت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جس قدر بڑی ہوگی اس کا اثر بھی اس قدر بڑا ہوگا اور یہ نافرمانی جس قدر چھوٹی ہوگی اس کا اثر بھی کم ہوگا۔ کیا آپ نے کبھی حُنَین کے واقعے پر غور نہیں کیا؟ اس دن کچھ [نئے] مسلمانوں کا اپنی کثرت پر فخر اور اللہ تعالیٰ کی نُصرت پر نظر نہ کرنے کی وجہ سے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی، لیکن چونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور کئی ایمان والے بھی فخر سے محفوظ رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرار سے بچایا اور وہ ڈٹے رہے اور بالآخر فتح انہی کی ہوئی اور دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔

غزوۂ حُنَین کا واقعہ آگے ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ یہی بات سمجھانے کے

لئے قرآن مجید نے کئی جگہ جہاد وقتال کے ساتھ تقویٰ کا ذکر فرمایا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ (التوبہ:۱۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

اس کے فوراً بعد ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔ (التوبہ:۱۲۳)

ترجمہ: اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو یہ تسلی دینے کے بعد کہ آپ ان کافروں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں، فوراً یہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ (النحل:۱۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم اللہ (تعالیٰ) کو یاد رکھو، وہ تمہیں یاد رکھے گا، تم اللہ (تعالیٰ) کو یاد رکھو، تم اُسے اپنے آگے پاؤ گے۔ (ترمذی)

اِسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اگر میری اُمت مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرے گی، تو دشمن کبھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا دشمن میدانِ جنگ میں تمہارے سامنے ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مدت ٹھہرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں اور [بعض اوقات] تین بکریوں کا دودھ دوہنے کی مدت بھی ٹھہرتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:- ربِّ کعبہ کی قسم! تمہارے اندر مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے موجود ہیں، [اِسی وجہ سے دشمن اتنی دیر تمہارے سامنے جم کر لڑنے کی

ہمت پالیتا ہے]۔

علّامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سُلطان رُکنُ الدِّین بیبرس رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مجاہد کے پاس ایک شاندار گھوڑا تھا جو میدانِ جنگ میں خوب آگے بڑھتا تھا، ایک بار لڑائی کے دوران گھوڑا سُست ہوگیا، وہ مجاہد اپنے اِسی گھوڑے کو آگے بڑھنے کے لئے مارتا تھا، مگر گھوڑا پیچھے ہٹتا تھا، اس پر وہ مجاہد بہت حیران ہوا، رات کو اس نے خواب میں اپنے گھوڑے کو دیکھا تو اُسے اُس کی سُستی اور پیچھے ہٹنے پر ملامت کرنے لگا، اس پر گھوڑے نے کہا: میں کیسے دشمن پر چڑھائی کرتا، جبکہ تم نے میرا چارہ کھوٹے پیسے سے خریدا تھا، صبح اٹھ کر یہ مجاہد چارہ بیچنے والے کے پاس گیا، تو چارہ فَروش نے اُسے دیکھتے ہی کہا: کل آپ نے جو دِرہم مجھے دیا تھا وہ کھوٹا تھا، چنانچہ وہ دِرہم اسے واپس دے دیا۔ (ابن کثیر فی تاریخہ)

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بار مسلمانوں نے کافروں کے ایک قلعے کا کئی دن سے محاصرہ کر رکھا تھا، ان سے کوئی سُنّت چھوٹ رہی تھی، اس لئے قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مِسواک میں سُستی کی جا رہی ہے، پس سارے لشکر نے اس سُنّت کو زندہ کیا تو قلعہ فوراً فتح ہوگیا۔

اب آپ اِسی سے اندازہ لگالیجئے کہ ایک سُنّت چھوڑنے پر جب یہ نُحوست آ گئی تو حرام کام کرنے اور حرام چیزیں کھانے اور پینے سے کتنی نُحوست نازل ہوتی ہوگی، پس یہی چیزیں مجاہدین کے لئے شکست اور ذلّت کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے اے مجاہدین کرام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ تک نہ آنے دیجئے اور اپنے باطن کو نافرمانی کی غلاظت سے بچائے رکھئے اور وساوس کی تاریکیوں میں یقین اور توکّل کے چَراغ جلایئے اور یہ یقین رکھئے کہ موت نے ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آنا ہے، نہ کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اس موت سے بچ سکتا ہے اور نہ انسانوں کی تدبیریں اس موت کو ٹال سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ۔ (النساء: ۷۸)

ترجمہ: تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آ ہی پکڑے گی، اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔

اگر تقدیر میں کسی کے لئے قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے نہیں بچ سکتا۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۔ (آل عمران:۱۵۴)

ترجمہ: کہہ دو! اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے البتہ اپنے گرنے کی جگہ پر باہر نکل آتے وہ لوگ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا۔

اے مجاہدین کرام! اپنے اور اپنے دشمنوں میں فرق کرنے کے لئے تقوے کی محفوظ چادر اوڑھے رکھئے، [تا کہ کافروں کی کوئی صفت آپ لوگوں میں نہ آجائے اور ان کی کوئی عادت یا خصلت آپ لوگوں میں پیدا نہ ہو جائے۔]

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحج:۴۰)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ زبردست غالب ہے۔

اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

اگر تجھے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی حرص ہے، تو یاد رکھ! میدانِ جہاد سے بھاگنا تیری زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتا اور ڈٹ کر لڑنے سے تو اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ آج اگر تو میدان سے بھاگ رہا ہے تو غور کر کہ تو نے کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے؟ تیرا رب تجھ سے ناراض ہوا، مسلمانوں اور کافروں، سب کے سامنے تو ذلیل ہوا اور تیری زندگی بھی نہیں بڑھی، بلکہ آج تو عزت کی موت سے بھاگ کر ذلت کی موت کے گڑھے کی طرف دوڑ رہا ہے۔ حالانکہ

بہادروں کا شیوہ تو یہ ہے کہ:

❶ جب مرے بغیر کوئی چارہ نہیں، تو پھر بزدلی کی ذِلّت والی موت کیوں مریں؟

❷ بادشاہوں کی طرح زندگی گزارو یا عزت کے ساتھ مرو، لیکن مرتے وقت تمہاری کھلی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔

❸ ہمارے گھوڑوں کا پچھلا حصہ نیزوں پر حرام ہے اور ان کی گردنوں اور سینوں سے لہو ٹپکتا ہے اور بھاگتے ہوئے کی پیٹھ پر وار کرنا ہمارے نیزوں کیلئے حرام ہے، یہ تو صرف سینوں کا شکار کرتے ہیں۔

❹ تلواروں سے قتل ہونا کوئی نقص کی بات نہیں، اگر یہ عزّت اور فخر سے خالی نہ ہو۔ ہم وہ لوگ ہیں جو ایسی موت کو گالی نہیں سمجھتے، جو تلواروں اور عُمدہ نیزوں کے درمیان آتی ہے۔

❺ کسی کو موت ناپسند ہے تو ہوتی رہے، میرے لئے تو موت شہد سے زیادہ لذیذ اور پسندیدہ ہے۔ گھمسان کی لڑائیوں میں آگے بڑھنے سے موت جلدی نہیں آجاتی اور نہ میدان سے بھاگنا موت سے بچا سکتا ہے۔

❻ بزدلی عار اور آگے بڑھنا عزت و کرامت ہے اور بھاگنے والے موت سے بچ نہیں سکتے۔

❼ جنگ جب آجائے تو وہ تمہاری بزدلی نہ دیکھے، اس میں ڈٹ کر لڑو کیونکہ موت کا وقت مُقرّر ہے۔

❽ جب بدن موت ہی کیلئے پیدا ہوئے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار سے مارا جانا ہی زیادہ اچھا ہے۔

اے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے!

کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بھاگنا شروع کرے اور تیری پیٹھ میں تیر [یا گولی] آ لگے اور تو دُنیا و آخرت میں ناکام ہوجائے۔

حضور اکرم ﷺ دعاء فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مارا جاؤں۔ (نسائی)

شیخ ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ دو ۲ صوفیوں کا قصہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں اکھٹے ایک عرصے تک احسان وسلوک کی منزلیں طے کرتے رہے، پھر ان میں سے ایک غائب ہوگیا اور دوسرا رومیوں کیساتھ جہاد میں لگ گیا۔ ایک مرتبہ لڑائی کے دوران رومیوں کی طرف سے ایک شخص زرہ اور ہتھیاروں سے لیس ہوکر نکلا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی، یکے بعد دیگرے تین مسلمان نکلے، مگر اس کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ تب یہ صوفی بزرگ میدان میں آئے، جب مقابلہ شروع ہونے لگا، تو رومی نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ اس صوفی بزرگ کا سابقہ ساتھی نکلا۔ بزرگ نے حیرانی سے پوچھا کہ تم کافروں کی طرف سے لڑ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں دنیا کے چکر میں پڑ کر دینِ اسلام کو چھوڑ چکا ہوں، اب میرے پاس عورتیں اور مال بے شمار ہے۔ بزرگ نے کہا: تم تو کئی قراءتوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اس نے کہا: مجھے اب ایک حرف بھی یاد نہیں ہے۔ بزرگ نے کہا: تم واپس لوٹ جاؤ۔ اس نے کہا: نہیں میری رومیوں کے درمیان بڑی عزت ہے، میں واپسی کی ذلت برداشت نہیں کرسکتا۔ صوفی بزرگ کسی طرح جنگی حیلے سے اُسے واپس موڑنے میں کامیاب ہوئے اور پھر انہوں نے نیزہ مار کر اُسے ہلاک کردیا۔

سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں کے باوجود بدبخت مرتد ہوکر مرا، دُنیا میں بھی خسارہ پایا، آخرت بھی تباہ ہوئی۔ (الرسالۃ القشیریہ)

اس طرح کے واقعات بہت ہیں اور ان بدقسمتوں کے واقعات جو کافروں کے ہاتھوں قید ہوکر ان کے شہروں کا حسن دیکھ کر فتنے میں پڑ گئے اور اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے، بے شمار ہیں بطورِ مثال ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

عَبدہ بن عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم رومیوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے، ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا، وہ ہم میں سب سے اچھا قاری، سب سے زیادہ دین کا علم رکھنے والا اور

مسائل جاننے والا تھا، وہ دن کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو قیام کرتا تھا۔ ایک بار ہم رُومیوں کے ایک ایسے قلعے سے گزر رہے تھے جس پر حملے کا ہمیں حکم نہیں تھا، یہ نوجوان اس قلعے کی طرف چل پڑا، ہم نے سمجھا کہ پیشاب کرنے کیلئے جارہا ہے، مگر اس کی نظر ایک عیسائی عورت پر پڑی تھی اور وہ اس کے عشق میں مُبتلا ہو چکا تھا۔ اس نے رُومی زبان میں عورت سے کہا: میں تمہیں کس طرح سے پاسکتا ہوں؟ اس نے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ، ہم تمہارے لئے دروازہ کھول دیں گے اور میں تمہاری ہو جاؤں گی۔ وہ نوجوان اس کی شرط مان کر قلعے میں داخل ہوگیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے لشکر پر غم اور افسوس چھا گیا، کیونکہ ہم میں سے ہر شخص اس نوجوان کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتا تھا۔ ایک بار پھر ہمارا گزر اس قلعے کے پاس سے ہوا، تو ہم نے دیکھا کہ وہ نوجوان بھی دوسرے عیسائیوں کیساتھ قلعے کے اوپر سے ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہم نے اسے کہا: اے نوجوان! تمہارے قرآن، تمہارے علم، تمہارے روزے اور نمازوں کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: سارا قرآن بھول چکا ہوں، مجھے صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ (الحجر: ۲، ۳)

ترجمہ: کافر بڑی حسرت کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہو جاتے، انہیں چھوڑ دو، کھالیں اور فائدہ اٹھالیں اور انہیں آرزو غفلت میں ڈالے رکھے، سو آئندہ معلوم کرلیں گے۔

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کافروں کے ہاتھوں قید ہونے والوں کے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ فتنے میں پڑنے سے بچ جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رومیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا۔ رُومیوں کے سردار نے ان سے کہا کہ تم عیسائیت قبول کرلو، ورنہ تمہیں تیل کی دیگ میں جلادوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کرنا ہے کرلو، میں اسلام نہیں چھوڑوں گا۔ رُومی سردار نے دیگ منگوائی اور اس میں تیل ڈال کر اُسے

جوش دیا، پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اُسے عیسائیت کی دعوت دی گئی، اُس نے انکار کیا، تو اُسے اُبلتے تیل میں ڈال دیا گیا جس سے [اس کا گوشت فوراً پگھل گیا اور] اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ رُومی سردار نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: عیسائیت قبول کرلو ورنہ تمہارا ابھی یہی حشر ہوگا۔ انہوں نے انکار فرمایا، تو رُومی سردار نے انہیں بھی دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ رونے لگے، رُومی سمجھے کہ وہ ڈر گئے ہیں۔ سردار نے کہا: انہیں واپس لے آؤ، جب واپس لایا گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ نہ سمجھو کہ میں ڈر کی وجہ سے رو رہا ہوں، بلکہ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میری صرف ایک جان ہے جو میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ کاش! جسم کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور تم میری ہر جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں یہی کچھ کرتے۔ یہ سُن کر رُومی سردار حیران رہ گیا اور اس نے کہا: تم میرے سر کا بوسہ لے لو، میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہ بھی نہیں کروں گا۔ رومی نے کہا: تم عیسائی بن جاؤ، میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کردوں گا اور اپنی حکومت میں تمہیں شریک کرلوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کرسکتا۔ رُومی سردار نے کہا: تم میرے سَر کا بوسہ لے لو، میں تمہیں اور تمہارے ساتھ اسّی مسلمان قیدیوں کو آزاد کردوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں یہ کرسکتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سَر کا بوسہ لیا، تو اس نے انہیں اور اسّی مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب یہ واقعات امیرُ المؤمنین حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سَر کا بوسہ لیا۔ (اسد الغابہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سَر کا بوسہ لے اور میں اس کی ابتداء کرتا ہوں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتے تھے اور فرماتے تھے: آپ نے رُومی سردار کے سَر کا بوسہ لیا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہاں!

اللہ تعالیٰ نے اس بوسے کی بدولت اسّی مسلمان قیدیوں کو رہائی عطاء فرمائی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا، اس لشکر نے رُومیوں کے ایک قلعے کا سخت محاصرہ کرلیا، مسلمانوں کے لشکر میں دو ۲ بھائی ایسے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مثالی بہادری اور جنگی صلاحیت عطاء فرمائی تھی، اس قلعے کا رُومی سردار اپنے مشیروں اور جنگی سرداروں سے کہتا تھا کہ اگر یہ دونو جوان پکڑے یا مارے جائیں تو تم باقی لشکر پر آسانی سے قابو پا سکتے ہو، چنانچہ رُومی ان دونوں کے لئے طرح طرح کے جال بچھاتے رہے اور سازشیں کرتے رہے، یہاں تک کہ ان دو میں سے ایک نوجوان شہید ہوگیا اور دوسرا گرفتار۔ جب اس گرفتار نوجوان کو سردار کے پاس لایا گیا، تو اس نے اُسے دیکھ کر کہا: اسے قتل کرنا بڑی مصیبت اور واپس بھیجنا بڑا عذاب ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ نصرانی ہوجائے تو میں اسے بے شمار مال دوں گا، تاکہ یہ دینِ نصاریٰ کو عزت بخشے۔ رُومیوں کے جرنیلوں میں سے ایک نے کہا: اے ہمارے سردار! میں جانتا ہوں کہ عرب لوگ عورتوں کی طرف بہت مائل ہوتے ہیں، میری ایک نہایت حسین وجمیل بیٹی ہے، یہ اگر اسے دیکھ لے تو فتنے میں پڑ جائے گا، آپ اسے مجھے دے دیجئے، میں اسے گمراہ کردوں گا۔ سردار نے کہا: لے جاؤ۔ وہ جرنیل اس نوجوان کو گھر لے آیا اور اپنی بیٹی کو بہترین لباس، خوبصورت بیش بہا زیور اور شاہانہ پوشاکیں پہنا کر ایک خادم کی طرح اس نوجوان کے آگے کھڑا کردیا اور طرح طرح کے کھانے مٹھائیاں اور شرابیں اس نوجوان کے لئے مہیا کردیں اور دروازہ بند کرکے ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا۔ نوجوان نے جب یہ آزمائش دیکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور اپنی نگاہوں کو جھکالیا اور عبادت وتلاوت میں لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے خوبصورت آواز اور پُر ترنّم لہجہ عطاء فرمایا تھا، وہ قرآن پڑھتا تھا تو لڑکی کے دل پر اثر ہوتا تھا، یہاں تک کہ وہ لڑکی اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی اور اسکا کھانا پینا اور سونا چھوٹ گیا، اسی حالت میں سات دن گزر گئے اور لڑکی کے دل میں یہ تمنّا پیدا ہوئی کہ وہ اس نوجوان کے دین کو قبول کرلے، جب اس لڑکی کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور اس کا دل پھٹنے لگا تو وہ اس کے سامنے گرگئی اور کہنے لگی: میں

تمہیں تمہارے دین کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری بات سنو۔ نوجوان نے کہا: کیا کہنا چاہتی ہو؟ لڑکی نے کہا آپ میرے سامنے اسلام پیش کیجئے۔ نوجوان نے اسلام پیش کیا، تو وہ مسلمان ہوگئی اور طہارت وغیرہ کر کے اس نے نماز سیکھی۔ پھر اس نے کہا: اے نوجوان! میں تو تمہارا قُرب پانے کے لئے اسلام لائی ہوں۔ نوجوان نے کہا: اسلام میں نکاح کیلئے دو ۲ گواہ اور مَہر وغیرہ شرط ہیں، یہاں دو ۲ گواہ نہیں ہیں، لیکن اگر تم یہاں سے بھاگنے کی کوئی تدبیر نکالو تو پھر یہ کام ہوسکتا ہے۔ لڑکی نے کہا: ٹھیک ہے میں کوئی تدبیر کرتی ہوں، اس کے بعد اس لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کو بُلایا اور کہا کہ یہ نوجوان تو نصرانی ہونے پر راضی ہو چکا ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ اس شہر میں میرا بھائی قتل ہوا ہے، اس لئے میں یہاں تمہارا مذہب قبول نہیں کرسکتا، ہاں اگر تم مجھے کسی اور شہر لے چلو تو مجھے تسلی ہوجائے گی اور میں تمہارا کہنا مان لوں گا۔ لڑکی نے کہا: اگر آپ لوگ اسے میری ضمانت پر میرے ساتھ فلاں بستی بھیج دیں تو ہمارا مقصود پورا ہوسکتا ہے۔ یہ سُن کر وہ جرنیل سردار کے پاس گیا اور اُسے راضی کرلیا۔ چنانچہ وہ نوجوان اس لڑکی کیساتھ مذکورہ بستی میں پہنچ گیا، جب رات چھا گئی تو دونوں بھاگ کھڑے ہوئے، صبح کے وقت انہوں نے نماز پڑھی، پھر آگے بڑھے، اچانک انہیں اسلحے کی جھنکار اور گھوڑوں کے سُمّوں کی آواز آئی، تو اس نوجوان نے لڑکی سے کہا: ایسا لگتا ہے کہ عیسائیوں کے سپاہی ہم تک پہنچ چکے ہیں، جب کہ ہمارا گھوڑا رات بھر دوڑنے کی وجہ سے تھکا ہوا ہے۔ لڑکی نے کہا: تعجب ہے تم بھی خوف زدہ ہوگئے؟ نوجوان نے کہا: ہاں۔ لڑکی نے کہا: تم تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فریاد کرنے والوں کے ساتھ اس کی مدد کے تذکرے کرتے تھے، اب تمہارے یقین کو کیا ہوگیا ہے؟ آؤ! اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں، وہ ہماری مدد فرمائے گا۔ نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ وہ دونوں آہ وزاری اور دعاء میں لگ گئے، وہ نوجوان رو رو کر دعاء کررہا تھا اور لڑکی آمین کہہ رہی تھی۔ اچانک اسے اپنے قریب گھوڑے سے اپنے شہید بھائی کی آواز آئی، جو کہہ رہا تھا: اے میرے بھائی! ڈرنے اور غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ گھڑ سوار اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے بھی آئے ہیں، تاکہ تم دونوں کی

شادی پر گواہ بن سکیں، اللہ تعالیٰ نے تم دونوں پر فخر فرمایا ہے اور تمہیں خوش نصیب شُہداء کا اجر عطاء فرمایا ہے اور اس نے زمین کو تمہارے لئے لپیٹ دیا ہے اور تم مدینہ مُنوّرہ کے پہاڑوں میں پہنچ چکے ہو، جب تمہاری ملاقات حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے ہو، تو انہیں میرا سلام کہنا اور عرض کرنا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائے، آپ نے بہت خیر پھیلائی ہے اور بہت محنت کی ہے۔ اس کے بعد فرشتے بلند آواز سے اس نوجوان اور اس کی بیوی کو سلام کہنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں گھوڑے سے اُتر کر چند قدم ہی چلے تھے کہ انہوں نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا۔ اس دن حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے خلافِ عادت فجر کی نماز مختصر پڑھائی تھی اور نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ چلو! ہم اپنے دولہا دُلہن سے ملاقات کریں، مسلمان یہ سن کر حیران ہوئے جب حضرت عُمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان ان دونوں کے استقبال کیلئے نکلے اور ان کی ملاقات ان دونوں سے ہوگئی، تو مسلمانوں نے پوچھا کہ آپ کو ان کے آنے کا علم کیسے ہوا؟ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رات کو خواب میں حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان اور اس کی بیوی کا پورا ماجرا سنایا تھا۔ پھر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور ان دونوں کا باقاعدہ نکاح پڑھایا اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد دی جو نیک صالح تھی اور ان کی زندگی میں جوان ہوکر جہاد کرتی رہی اور صاحبِ اولاد ہوئی۔ (زہر الکمال)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماضی میں حضرت بِلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو سخت ایذائیں پہنچائی گئیں، مگر وہ اپنے دین پر ڈٹے رہے۔ (المستدرک)

حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو سُولی پر لٹکایا گیا، مگر وہ اپنے دین سے نہیں پھرے۔ (بخاری)

فائدہ: قاضی افریقہ عبدالرحمٰن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو رومیوں نے قید کرلیا، جب کچھ مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کیلئے لایا گیا، تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ پڑھے:

اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖ وَلِیًّا۔

[اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، میں اس کیساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ اس کے علاوہ

کسی کو اپنا یار و مددگار بناتا ہو۔]

مجھے یہ الفاظ پڑھتے ہوئے ان کے سردار نے دیکھ لیا اور کہنے لگا: عربوں کے سردار کو آگے لے آؤ۔ پھر اس نے کہا: کیا تم نے یہ الفاظ پڑھے ہیں؟ اس نے میرے الفاظ دُہرائے۔ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: تم نے یہ کہاں سے سیکھے ہیں؟...... میں نے کہا: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ان کا حکم فرمایا ہے، اس نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انجیل میں ہمیں اس کا حکم دیا ہے پھر اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

اگر تو میدانِ جنگ کی موت اور گرفتاری سے بچ کر بھاگ آیا ہے تو تب بھی موت اپنے وقت پر تجھے آنی ہی ہے اور تو اپنے مقررہ سانسوں سے ایک سانس بھی زیادہ نہیں لے سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (الجمعۃ:۸)

ترجمہ: کہہ دو! بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تو ضرور تمہیں ملنے والی ہے، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

یاد رکھو! تم جس شہادت سے بھاگ رہے ہو اس میں تو تمہارے لئے سَکَرَاتُ الْمَوْت [یعنی موت کی سختی] سے نجات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کیا کرو، اگر ان باتوں میں کچھ عبرت ہو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان میں آئے اور انہوں نے کہا: کیوں نہ ہم دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ (تعالیٰ) سے دعاء کریں کہ وہ کچھ مُردوں کو زندہ فرما دے تا کہ وہ ہمیں موت کے بارے میں بتائیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، ابھی وہ دعاء

کر رہے تھے کہ ایک شخص جس کے سَر کے بال کالے اور آنکھوں کے درمیان سجدے کا نشان تھا، کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں، مگر ابھی تک موت کی حَرارت مجھ سے دور نہیں ہوئی، دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے واپس میری سابِقہ حالت پر لوٹا دے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ ورواہ احمد)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مرنے والے کے ایک بال برابر درد کو آسمان وزمین والوں پر رکھ دیا جائے تو وہ سب مر جائیں گے۔ (ابن ابی الدنیاؒ فی کتاب الموت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے: اگر تم شہید نہ ہوئے [تب بھی] مر جاؤ گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! (موت کے) فرشتے کو دیکھنا تلوار کے ہزار وار کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

ایک روایت میں آیا ہے کہ موت تلواروں کے وار اور آری کے چیرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (التذکرہ للقرطبیؒ)

شَدّاد بن اَوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں مُؤمن کیلئے سب سے زیادہ خوفناک چیز موت ہے اور وہ آری سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور دیگ میں اُبالنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اگر کسی مُردے کو زندہ کر دیا جائے اور وہ دُنیا والوں کو موت کی سختی کے بارے میں بتا دے تو وہ عیش کرنا اور نیند کرنا بھول جائیں گے۔ (احیاء علوم الدین)

ایک روایت میں ہے کہ اگر موت کے درد کا ایک قطرہ دُنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو وہ پگھل جائیں گے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے کعب! ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! وہ اس طرح ہے، جیسے ایک زیادہ کانٹوں والی شاخ کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کر دی جائے اور ہر کانٹا کسی ایک رَگ میں گُھس جائے، پھر اس شاخ کو [اس کے منہ سے] کوئی سخت کھینچنے والا شخص کھینچے، وہ جو کچھ ساتھ لا سکے لے آئے اور جو نہ لا سکے وہ باقی رہ جائے۔ (احیاء علوم الدین)

اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

ذرا غور کر، تو شہادت کی لذیذ موت کو چھوڑ کر کس موت کی طرف بھاگ رہا ہے۔

یاد رکھ! موت کی سختی کے بارے میں تو نے پڑھ لیا اور موت کے بعد کے مناظر بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور قبر کے عذاب کے بعد حشر کے دن کا منظر بھی بہت دردناک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (الحج: ۲)

ترجمہ: جس دن اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے اور وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔

دیکھ کتنا بڑا فرق ہے، اس دردناک موت کو پانے والوں اور ان کے درمیان، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا ہے:

أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)

ترجمہ: وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے، اس لیے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

شہداء موت کی سختی اور اس کے بعد کی شدت سے محفوظ رہیں گے اور جنت کے اعلیٰ مقامات میں حسین و جمیل حوروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ نعمتوں میں ٹھاٹھ کی زندگی

گزاریں گے، مرنے کے بعد ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنّتوں میں کھاتے پیتے ہیں اور وہ شہادت کا ایسا لطف پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں واپس آ کر دوبارہ شہید ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔ کتنی محرومی کی بات ہے کہ ایک مسلمان اس طرح نعمتوں کو پانے کا موقع ضائع کر دے اور جہاد سے محروم ہو کر ذِلّت میں پڑ جائے۔ معلوم نہیں جہاد سے بھاگنے والا یہ شخص کل اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟ جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تونے تو اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دی تھی، مگر پھر یہ جان دینے سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جنّت کا راستہ دیا، مگر تو اس راستے سے ہٹ گیا۔

اے پروردگار! تیرے ہی ہاتھ میں دِلوں کی لگام ہے، ہم تجھ سے جہاد میں ثابت قدمی کا سُوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے اپنے راستے کی پسندیدہ شہادت کی بھیگ مانگتے ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

دعوت

[اس باب میں مصنّفؒ نے اتنا کچھ بیان فرما دیا ہے جو ایک کمزور سے کمزور مسلمان کو جہاد پر کھڑا کرنے کیلئے کافی ہے۔ اس باب میں مذکورہ روایات اور احکام کو بار بار پڑھنا چاہئے اور دل میں بٹھانا چاہئے۔ مجاہدین کیلئے یہ بات تقویت کا باعث ہوگی کہ وہ کسی جگہ جنگ میں جانے سے پہلے اس باب کی تعلیم کرا لیا کریں اور اپنے ایمان اور عزم کی تجدید کر لیا کریں، البتہ گوریلا کارروائیاں کرنے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ حملہ کر کے اور اپنا کام پورا کر کے جلد پیچھے ہٹنے کی کوشش کیا کریں، کیونکہ یہ ان کی جنگ اور لڑائی کا ایک حصہ ہے اور وہ مسلمان بھائی جنہوں نے مستقل طور پر میدانِ جنگ کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے اور ان کے دل میں جہاد کا خیال تک نہیں آتا، انہیں بھی چاہئے کہ اس باب کو بار بار پڑھیں اور اپنے مُردہ ضمیر کو زندہ کرنے اور سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کریں اور اپنے دل و دماغ سے غفلت اور بزدلی کی چربی پگھلانے کیلئے قرآن و سنّت کے ان

ایمانی حرارت والے فرمانوں کو پڑھیں اور سنیں، ان شاء اللہ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوگا۔ یاد رکھیے! جو شخص اپنے جُرم اور بیماری کا اعتراف کرلے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے علاج اور بخشش کا فیصلہ ہوجاتا ہے، لیکن جو اپنے جرم کو جُرم ہی نہ سمجھے، وہ ہمیشہ غفلت کے راستوں میں دھکے کھاتا رہتا ہے۔

یا اللہ! ہمیں ایسی آنکھیں عطاء فرما، جو ہمیں اپنے عُیوب، اپنی بیماریاں اور اپنے جرائم دکھا سکیں اور ہمیں توبہ کی توفیق عطاء فرما۔ آمین]

باب ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- درست نیّت کے بغیر جہاد کا اجر حاصل نہیں ہوتا نیز مختلف نیتوں کا بیان

- نیّت کے متعلق چند احکامات

- اخلاص کی اہمیّت

عروج وزوال کے اسباب

جب مسلمان جہاد کریں گے، اموال کو ٹھیک طرح سے تقسیم کریں گے اور انکی جماعت میں باہمی محبت ہوگی، ایسی محبت جو خود غرضی، بخل اور حسد سے پاک ہو اور ایثار پر مبنی ہو اور چھوٹے اپنے بڑوں کا اکرام کریں، تو سلطنت قائم رہے گی اور ترقی کرے گی۔ مگر جماعت میں اخلاص والی محبت کی جگہ نفاق آجائے گا تو زوال شروع ہو جائے گا۔ (فتح الجواد: ۴/۳۰۵)

عُجب اور انانیت کا خاتمہ ضروری ہے

جہاد میں فتح کے بعد اگر ذاتی بہادری کے قصے زور پکڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا تذکرہ کم ہو جائے تو اس سے "جہادی نظریے" کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کو بھلا کر افراد کی قوت اور تدبیر پر نظر کرنے لگتے ہیں، چنانچہ جب یہ افراد نہیں رہتے یا قوت کمزور ہوتی ہے تو پھر وہ جہاد میں نہیں نکلتے۔ (فتح الجواد، ۲/۱۲۷)

شکست کے اسباب

میدانِ جنگ کو جاتے وقت فخر وتکبر، عُجب وغرور اور نمود وشہرت سے پرہیز کرنا، کیونکہ یہی چیزیں شکست کا باعث بن جاتی ہیں۔ (فتح الجواد: ۲/۲۳۳)

باب ۲۶

درست نیّت کے بغیر جہاد کا اجر حاصل نہیں ہوتا نیز مختلف نیّتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ (الزمر: ۳)

خبردار! خالص فرمانبرداری اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۔ (البینۃ: ۵)

اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں ایک رخ ہوکر خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے۔

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے، جس کی اُس نے نیّت کی۔ جس کی ہجرت اپنی نیّت کے اعتبار سے اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسُول کی طرف سے ہوگی، تو وہ [اجر اور قبولیت کے اعتبار سے بھی] اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسُول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دُنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہوگی، تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی، جس کی اُس نے نیّت کی۔ (بخاری، مسلم)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت کے اکثر شہداء بستر والے ہوں گے اور میدانِ جنگ میں بہت سے قتل ہونے والوں کی نیّت کو اللہ (تعالیٰ) خوب جانتا ہے۔ (مسند احمد مرسلاً)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپسی پر مدینہ منوّرہ کے قریب پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جتنا بھی [جہاد میں] چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں عبور کی ہیں، مدینہ منوّرہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو [اس سب کے اجر میں] تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! کیا مدینہ منوّرہ میں

رہنے کے باوجود [وہ اَجر میں شریک تھے]؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ اَجر میں شریک ہیں، کیونکہ) انہیں عُذر نے روک لیا تھا[یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی سچی نیّت رکھتے تھے، مگر عُذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے]۔ (بخاری)

علاّمہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا اَجر ملتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر اَجر ملتا ہے۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اُسے مجاہد کا اَجر ملتا ہے، لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں، جبکہ مجاہد کو اس کا اَجر بڑھا چڑھا کر ملتا ہے۔ (تفسیر قرطبی مختصرا)

اس بارے میں مزید تفصیلات انشاء اللہ ستائیسویں باب میں آئیں گی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! ایک آدمی مالِ غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسُول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو بہادری کی وجہ سے، یا غیرت کی وجہ سے، یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون ہے؟ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے، بس وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسُول اللہ ﷺ سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا: ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص [قومی] غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے اُس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اِس لئے لڑے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے، بس وہی اللہ تعالیٰ

کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتایئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم نے ڈٹ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے جہاد کیا، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اُسی حال میں اٹھائے گا اور اگر تم نے ریاکاری اور مال بڑھانے کے لئے جہاد کیا، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اُسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبداللہ بن عمرو! تم نے جس حال [یعنی نیت] پر قتال کیا یا مارے گئے اللہ تعالیٰ تمہیں اُسی حالت پر اٹھائے گا۔

(ابوداؤد، بیہقی، المستدرک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دُنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے [یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اُس [سوال کرنے والے] شخص سے کہا: جاؤ! دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو، شاید تم انہیں اپنی بات [صحیح طرح سے] سمجھا نہیں سکے۔ اس شخص نے [حاضر خدمت ہو کر] عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھو۔ اس نے تیسری بار پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔

(ابوداؤد، ابن حبان، المستدرک)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: [یا رسول اللہ!] آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں، جو جہاد میں اَجر کی بھی نیت رکھتا ہے اور اس بات کی بھی کہ لوگوں میں اس کا کچھ تذکرہ کیا جائے، ایسے شخص کو کیا اَجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کیلئے کچھ [بھی اَجر]

نہیں۔ اس شخص نے یہی سوال تین بار دہرایا اور ہر بار رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس کے لئے کچھ [بھی اجر] نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف ایسے خالص عمل کو قبول فرماتا ہے جو محض اُس کی رضاجوئی کیلئے کیا جائے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ایک شخص [جہاد میں] اجر بھی چاہتا ہے اور تعریف بھی [یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اجر ملے اور لوگ میرے جہاد اور میری بہادری کی تعریف کریں]۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اتنا لڑے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (کتاب السنن لسعید بن منصورؒ)

عمر بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: میں جہاد میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں اور اسی نیت سے نکلتا ہوں، لیکن جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میری جنگ اور میری بہادری دیکھی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر تو تم ریاکار آدمی ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصورؒ)

مرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ ایسے افراد کا تذکرہ کیا، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے گئے تھے، اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم دیکھتے اور سمجھتے ہو، [بلکہ] جب لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو فرشتے اُترتے ہیں اور ہر شخص کا مقام [اور مرتبہ] لکھا جاتا ہے کہ فلاں دنیا کیلئے مارا گیا، فلاں حکومت [اور عہدہ] کے پانے کیلئے مارا گیا، فلاں لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لیے مارا گیا اور فلاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مارا گیا، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شہید ہوا، اسی کے لئے جنت ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

ابو عبیدہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد [حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ] نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ گواہیاں دینے سے پرہیز کرو کہ فلاں فلاں شہید ہوئے ہیں

[یعنی ہر کسی کو شہید کا لقب نہ دیا کرو]۔ کیونکہ بعض لوگ قومی غیرت میں لڑتے ہیں، بعض لوگ بہادری کی وجہ سے لڑتے ہیں، [یعنی ان کی طبعی بہادری انہیں لڑنے پر مجبور کرتی ہے، یہ سارے لوگ جب مارے جاتے ہیں، تو ان میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوتا]، لیکن میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں جن [کی شہادت] پر تم گواہی دے سکتے ہو، ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا [اس لشکر کو روانہ ہوئے] زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارے بھائیوں کا مشرکوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے اور وہ سارے شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے کہا ہے: اے ہمارے رب! ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ہم راضی ہو چکے ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو چکا ہے اور میں [یعنی رسول اللہ ﷺ] ان کا پیغام تمہیں پہنچانے والا ہوں کہ بے شک وہ راضی ہو گئے اور ان کا رب ان سے راضی ہو گیا۔ (المستدرک)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ صحیح سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے، وہ لوگ آپس میں اس لشکر کا تذکرہ کر رہے تھے، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا گیا تھا، ان میں سے بعض کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ [یعنی لشکر والے] اللہ تعالیٰ کے کام کیلئے نکلے اور اس کے راستے میں مارے گئے، یقیناً ان کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو گیا ہے۔ کسی اور نے کہا: ان کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور ان کو وہی کچھ ملے گا جس کی انہوں نے نیت کی ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا: تم لوگ کیا بات کر رہے ہو؟ انہوں نے اپنی پوری بات چیت سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دنیا کے لئے لڑتے ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں جو ریاکاری یعنی دکھلاوے کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن پر جنگ مسلّط ہو جاتی ہے اور ان کے لئے لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے لڑتے ہیں، یہی لوگ شہداء ہیں اور ان میں سے ہر

شخص قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا تھا اور اللہ کی قسم! کسی کو پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ان میں سے کوئی ایسا شخص بھی نہیں جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا ہو کہ اسکے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، المستدرک)

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا اور سوائے ایک رسّی [پانے] کے اور کسی چیز کی نیّت نہیں کی، تو اُسے وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیّت کی ہوگی۔ (نسائی، المستدرک)

[یعنی اُسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا، بلکہ جس حقیر دنیا کی اُس نے نیّت کی ہے اُسے وہی مل جائے گی۔]

حضرت یعلیٰ بن مُنیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی، میں بوڑھا آدمی تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا، میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو جہاد میں میرے کام آسکے اور میں اُسے اپنے مالِ غنیمت میں سے کچھ حصہ دے دوں، چنانچہ مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے کیا پتہ کہ آپ کو کتنا حصہ ملے گا؟ پھر اس میں سے میرا کتنا حصہ بنے گا؟ آپ میرے لئے کچھ مقرّر کر دیں، غنیمت میں سے حصہ ملے یا نہ ملے [مجھے میری مقرّر مزدوری مل جائے]۔ میں نے اُس کیلئے تین دینار مقرّر کر دیئے۔ جب مالِ غنیمت مل گیا تو میں نے اس کے لئے حصہ نکالنا چاہا، تو مجھے تین دینار والی بات یاد آ گئی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے سارا معاملہ پیش فرمایا [کہ اس آدمی کو تین دینار ہی دوں یا مالِ غنیمت میں سے بھی اسے حصہ دوں]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تین دینار جو اس نے مقرّر کئے تھے، ان کے علاوہ اس شخص کے لئے اس جہاد میں کچھ بھی نہیں ہے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں [یعنی اسے صرف تین دینار ہی ملیں گے، اجر یا غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا]۔ (ابوداؤد، بیہقی، المستدرک)

اَبُوالْعَجْفَاءِ السُّلَمِی کہتے ہیں کہ حضرت عُمَر بن خَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد میں قتل ہونے یا انتقال کر جانے والوں کے بارے میں کہتے ہو کہ فُلاں شخص مارا گیا، وہ شہید ہے، فُلاں شخص کا انتقال ہوا، وہ شہید ہے، حالانکہ ممکن ہے کہ اس شخص نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر سونا، چاندی لاد رکھا ہو اور وہ تجارت کی نیّت سے نکلا ہو، اس لئے تم یہ نہ کہا کرو کہ فُلاں شہید ہے، بلکہ تم اس طرح کہا کرو جس طرح رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو شخص [بھی] اللّٰہ تعالیٰ کے راستے میں مارا گیا، یا اس کا انتقال ہوا وہ جنّتی ہے۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

حضرت اَبُوہُرَیرَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ عَمرو بن اُقَیش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے نام جاہلیت کا کچھ سُود تھا [جو لوگوں نے انہیں دینا تھا]، چنانچہ انہوں نے یہ سُود وصول کرنے سے پہلے اسلام قبول کرنے کو اچھا نہ سمجھا، یہاں تک کہ اُحُد کی لڑائی کا دن آ گیا۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا: میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: وہ اُحُد کی لڑائی میں گئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: فُلاں آدمی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ بھی غزوۂ اُحُد میں گیا ہے۔ انہوں نے کچھ اور لوگوں کے بارے میں پوچھا، تو وہی جواب ملا۔ یہ سُن کر انہوں نے زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اُحُد کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں نے جب انہیں [میدانِ جنگ میں اپنے ساتھ] دیکھا تو کہنے لگے: اے عَمرو! ہم سے دُور رہو۔ انہوں نے فرمایا: میں ایمان لا چکا ہوں، پھر وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ زخمی ہو گئے اور اٹھا کر گھر لائے گئے۔ حضرت سَعد بن مُعَاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ [جو ان کے رشتے دار تھے] تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا: ان سے پوچھو کہ قومی غیرت کی وجہ سے نکلے یا اللّٰہ تعالیٰ اور رَسُول کے لئے غیرت کھا کر نکلے تھے؟ انہوں نے کہا: میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رَسُول کیلئے غیرت کھا کر نکلا تھا۔ اس کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا اور وہ جنّت میں داخل ہو گئے، حالانکہ انہوں نے ایک نَماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ (ابوداود، المستدرک)

[یعنی درست نیّت سے انہوں نے جہاد جیسا عظیم عمل سرانجام دیا اور کامیاب ہو گئے، حالانکہ انہیں نَماز تک کا موقع نہیں ملا تھا]۔

حضرت مُعَاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جہاد دو

طرح کا ہے:۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کی اور امیر کی اطاعت کی اور قیمتی مال خرچ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کیا اور فساد سے بچا، تو ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے اور جس نے فخر اور رِیاکاری کے لئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا، تو وہ برابر کا حساب لے کر بھی نہیں لَوٹے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، المستدرک)

[برابر سے مراد یہ ہے کہ اسے نہ نفع ہو نہ نقصان، نہ ثواب ملے نہ گناہ، لیکن اس شخص کو برابر کا حساب بھی نہیں ملے گا، یعنی وہ گھاٹے میں رہے گا اور گناہگار ہوگا]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اُس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں شہید ہوا تھا، اُسے حاضر کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اُسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے، وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے آپ کے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم جھوٹے ہو، تم نے تو اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تمہیں بہادُر کہا جائے اور وہ [دنیا میں تمہیں] کہا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حکم دیں گے۔ چنانچہ اُسے منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی معاملہ اس عالم اور سخی کے ساتھ بھی کیا جائے گا، جنہوں نے رِیاکاری کے لئے عمل کیا ہوگا۔ (مسلم ونسائی مختصراً)

[یعنی قیامت کے دن جہنّم کی آگ سب سے پہلے انہیں تین افراد سے بھڑکائی جائے گی، جنہوں نے جہاد، علم اور سخاوت جیسی عبادات کو اللہ تعالیٰ کے لئے اداء کرنے کی بجائے لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا ہوگا۔] (العیاذ باللہ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی روایت حضرت شُفَیّ الاصبحی رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی اور سنانے سے پہلے کئی بار ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوہریرہ! مخلوق میں سے یہ تین آدمی [یعنی رِیاکار شہید، رِیاکار عالم اور رِیاکار سخی] وہ ہیں جن کے ذریعے سب سے پہلے جہنّم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ شُفَیّ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محافظ دستے

کے رکن تھے، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی یہی روایت سُنائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ان تین کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا، تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور اتنا سخت روئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ شاید جان دے بیٹھیں گے اور لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص بُرائی لے کر آ گیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا، تو آپ نے اپنا چہرہ صاف کیا، پھر کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (ھود: ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ (جہنّم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ (ترمذی)

جہاد میں مختلف نیتوں کا بیان

ہم نے پڑھ لیا کہ عبادات کے قبول ہونے اور اللہ تعالیٰ کا قُرب پانے کے لئے اخلاصِ نیّت شرط ہے، پھر وہ عبادت جس میں رِیاکاری اور نفاق شامل ہو ضائع ہو جاتی ہے، فرق اتنا ہے کہ دوسری عبادات میں اگر ایک بار رِیاکاری ہوگئی، تو اگلی بار انسان مکمل اخلاص کے ساتھ اس عمل کو سرانجام دے کر پچھلی غلطی کی تلافی بھی کرسکتا ہے، لیکن جہاد میں اگر رِیاکاری اور نفاق شامل ہوگیا اور انسان کی جان چلی گئی، تو اب تلافی کا موقع بھی نہیں ملے گا۔

اس لئے جہاد میں خُصوصی طور پر نیّت کو درست اور خالص رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر خدانخواستہ اس میں کوئی نقصان ہوگیا تو پھر وہ نقصان ہمیشہ کا عذاب اور وبال بن جائے گا۔

آیئے! جہاد کی مختلف نیتوں اور ان کے احکامات کو مختصر مگر جامع طور پر بیان کرتے ہیں۔

جہاد کی نیتیں بہت زیادہ ہیں، کیونکہ لوگ مختلف نیتوں اور مختلف مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں، ان سب نیتوں کو ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہے، البتہ وہ نیتیں اور مقاصد جو عام طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہیں، ہم انہیں کو ان کے احکام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

پہلی نیّت

بعض لوگ جہاد اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بندہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر اس کا حکم ماننا لازم ہے یعنی یہ لوگ بندگی کے لئے جہاد کو ضروری سمجھتے ہیں اور آخرت میں ملنے والے اجر وثواب یا عذاب کی طرف ان کی توجہ تک نہیں جاتی، یہ نیت بہت اعلیٰ درجہ کی ہے، مگر بہت کم لوگوں میں یہ نیت پائی جاتی ہے۔

واقعہ

اس نیّت سے جہاد کرنے والے ایک مجاہد کا واقعہ علّامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عبّاس بن یُوسُف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مُسَیّرۃُ الخَادِم نے ہمیں بتایا کہ ہم جہاد میں مشغول تھے، ہم نے صفوں کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا جس نے دشمن کے مَیمَنَہ [دائیں بازو] پر حملہ کیا اور اسے رَبیں ڈالا، پھر اس نے مَیْسَرہ [یعنی لشکر کے بائیں جانب] پر حملہ کیا اور اُسے کچل دیا...... اس نوجوان نے سر پر لوہے کا خود پہن رکھا تھا...... پھر اس نے لشکر کے قَلب پر حملہ کیا اور اُسے بھی اُلٹ دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے خوش نصیب! تو اپنے رب سے اچھا گمان کر،
یہ وہ ہے جس کی تو اس کے لئے تمنّا کرتا ہے،
اے جنّت کی حورو! ہم سے دور ہٹ جاؤ،
ہم نے نہ تمہارے لئے جہاد کیا ہے
اور نہ تمہارے لئے کسی کو قتل کیا ہے،

ہم تو بس اپنے آقا کے مشتاق ہیں
جو ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ کو بھی،

پھر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور اشعار پڑھے ۔[جن کا مفہوم یہ ہے:]

میں اُمید رکھتا ہوں اور میری اُمید ناکام نہیں ہوئی
کہ آج کے دن کی محنت اور تھکاوٹ ضائع نہ ہو،
اے وہ [اللہ تعالیٰ] جس نے جنّت کے محلات کو خوبصورت حُوروں سے بھر دیا،
تیرے بِنا، نہ تو یہ مرغوب ہیں اور نہ کسی عیش والی چیز میں لُطف ہے۔

پھر اس نے حملہ کیا اور کافی تعداد میں کافروں کو قتل کر کے پھینک دیا، پھر اس نے اشعار پڑھے ،[جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے میری جنّت کی حُور! رک جا اور سُن،
ہم نے تیری خاطر جہاد نہیں کیا، تو واپس لَوٹ جا،
تو جلدی جنّت کی طرف لَوٹ جا اور
خواہش نہ کر، خواہش نہ کر، خواہش نہ کر،

اس کے بعد اس نے پھر حملہ کیا اور [اللہ تعالیٰ کا یہ سچا عاشق] لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ (جوہرۃ الزمان)

دوسری نیّت

بعض لوگ اسلامی غیرت، اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو عزت دلانے کیلئے جہاد کرتے ہیں۔

یہ دونوں نیّتیں [یعنی پہلی اور دوسری] بلاشبہ بہت اعلیٰ درجے کی نیّتیں ہیں اور ان کے درست ہونے میں کوئی شُبہ نہیں ہے اور یہ دونوں نیّتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی کا ذریعہ ہیں، لیکن مجاہد کو چاہئے کہ اپنے عمل کو چھپائے اور فخر کرنے کی کوشش نہ کرے اور اپنے تذکرے کے شوق میں مُبتلا نہ ہو اور اپنے جہاد کو اللہ تعالیٰ سے اَجر پانے کا ذریعہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اَجر کی اُمید رکھے،

تب جا کر معلوم ہوگا کہ واقعی وہ ان دو نیتوں میں سے کسی ایک کیساتھ جہاد کر رہا تھا۔

تیسری نیّت

بعض لوگ صرف جنّت، اُس کی حوریں اور وہاں کی نعمتیں پانے اور جہنّم اور اُس کے عذاب سے بچنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور ان کے دل ودماغ میں اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ یا نیّت نہیں ہوتی، یہ نیت عام طور پر مجاہدین میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف اتنی نیّت شہادت کا مقام پانے کیلئے کافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ نیّت بھی بالکل درست ہے اور اس نیت سے جہاد کرنے والے بے شک کامیاب ہیں۔ میں نے اس مسئلے کے بارے میں ۹۵ ھ میں اپنے بعض مُشائخ سے دریافت کیا، تو انہوں نے یہی فرمایا کہ یہ نیت بلاشُبہ درست ہے۔ ویسے بھی اگر دلائل پر غور کیا جائے تو خود اللہ تعالیٰ نے جنّت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنّت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(الصف: ۱۰، ۱۱، ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ

میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنّتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے بھی جنّت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے، جیسا کہ کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

امام تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلے میں بطورِ دلیل وہ روایت پیش فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اٹھو! اس جنّت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے۔ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ جنّت کے لئے آگے بڑھے تھے۔ [یہ روایت بحوالہ صحیح مسلم پہلے گزر چکی ہے۔]

علّامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریعت نے یہ بات کھل کر سمجھا دی ہے کہ جنّت کی خاطر کئے جانے والے اعمال بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اعمال کی ترغیب دینے کے لئے جنّت اور اس کی نعمتوں کا بار بار تذکرہ فرمایا ہے اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کی ترغیب دے اور پھر اس چیز کی نیّت کو غلط قرار دیا جائے۔ ہاں! اگر کوئی یہ کہے کہ بعض نیّتیں اس سے افضل درجے کی ہیں تو یہ بات مانی جا سکتی ہے، لیکن اس نیّت کو غلط کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ (احکام الاحکام)

[اس نیّت کے درست ہونے پر مزید کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیے۔]

حضرت شدّاد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اتباع اختیار فرمائی، پھر انہوں نے کہا: میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب خیبر کی لڑائی ہوئی تو نبی کریم ﷺ کو مالِ غنیمت ملا، تو آپ ﷺ نے اُسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمایا اور ان [اعرابی] کیلئے بھی حصہ

رکھا، وہ اس وقت اُونٹ چَرانے گئے ہوئے تھے، ان کا حصہ ان کے ساتھیوں کو دے دیا گیا، جب وہ واپس لَوٹے تو ساتھیوں نے انہیں ان کا حصہ دیا، تو انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کیلئے حصہ نکالا ہے۔ وہ یہ مال لے کر حضورِاکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یہ کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مالِ غنیمت میں سے تمہارا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا: میں اس کے لئے تو آپ کے ساتھ نہیں آیا، بلکہ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ مجھے یہاں حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہوکر جنّت میں داخل ہوجاؤں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سچا کرے گا، تھوڑی دیر بعد دشمنوں سے لڑائی شروع ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے پاس لائے، انہیں اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ یہ فلاں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے سچ بولا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کردیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے جبّے میں کفن دیا، پھر آپ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ اداء فرمائی اور نماز کے دوران نبی کریم ﷺ کی دعاء میں یہ الفاظ سُنے گئے، اے میرے پروردگار! یہ تیرا بندہ تیرے راستے میں ہجرت کرکے نکلا اور شہید ہوا، میں اس کے لئے گواہی دیتا ہوں۔ (مصنّف عبدالرزاق)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان صحابی نے جنّت کی نیّت فرمائی تھی، اگر یہ نیّت غلط ہوتی تو حضورِاکرم ﷺ ان کی اصلاح فرماتے، جب کہ رسُول اللہ ﷺ نے تو ان کیلئے گواہی دے کر اس نیّت کے درست ہونے پر مُہر لگادی ہے۔

حضرت عُتبہ بن عبدُالسُّلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مقتول ہونے والے تین طرح کے ہیں:- ❶ وہ مردِ مؤمن جو اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو ان سے لڑتے ہوئے شہید ہوجاتا ہے، یہ وہ چُنا ہوا شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کی جنّت میں ہوگا اور انبیاء کرام اپنے درجۂ نبُوّت کی وجہ سے ہی اس سے افضل ہوں گے۔ ❷ وہ شخص جس نے غلطیاں اور گناہ

کیئے، [پھر] اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا، جب اس کا دشمن سے سامنا ہوا تو وہ لڑتے ہوئے مارا گیا، یہ قتل اس کے لئے پاکی ہوگی، اور اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دے گا، بے شک تلوار گناہوں کو دھو دینے والی ہے، یہ شخص جنّت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا، بیشک جنّت کے دروازے آٹھ ہیں۔ جب کہ جہنّم کے سات اور ان میں سے بعض دروازے بعض سے بڑھ کر ہیں۔ ❸ وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور جب دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے، یہ جہنّم میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں دھوتی۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، مسند احمد)

اس روایت میں دوسرا شخص وہی ہے جو گناہوں اور خطاؤں کے ڈر سے جہاد میں نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

[مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر اور بھی کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب اور جنّت کی امید میں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنّم کے خوف سے جہاد کرنا حقیقی جہاد ہے اور اس نیّت کے بارے میں کسی طرح کے شک وشُبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو شخص جنّت کی طلب میں جہاد کرتا ہے، یقینی بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے تبھی تو جنّت کو مانتا ہے، ورنہ اُس نے خود تو جنّت نہیں دیکھی۔ اِسی طرح اسے اللہ تعالیٰ سے محبّت ہے تبھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنّت پانے کیلئے جان ومال کا نذرانہ لے کر نکلتا ہے۔ اِسی طرح وہ بندگی کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنّت حاصل کرنے، ڈھونڈنے اور پانے کا حکم دیا ہے اور اس کیلئے محنت کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ ایک سچا بندہ جنّت کی جستجو کو اپنی بندگی کے لئے لازم سمجھتا ہے۔ اِسی طرح جہنّم سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرنا بھی اللہ تعالیٰ پر یقین اللہ تعالیٰ سے محبّت اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کی نشانی ہے۔ یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی طرح کے دلائل یا بحث کی گنجائش نہیں ہے، جہاں تک بعض مغلوبُ الحال اور نشۂ توحید میں سرشار صوفیاء اور مجاہدین کے ان اقوال کا تعلّق ہے، جن میں وہ جنّت اور اُس کی حوروں سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا

میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں، تو وہ ایک خاص کیفیت ہے جو کسی کسی پر طاری ہو جاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی ہو، کیونکہ بعض لوگوں کا نفس حوروں اور جنّت کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگتا ہے، ایسے لوگ اپنی اصلاح کیلئے حوروں اور جنّت سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاں! بعض لوگوں کی یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجہ کی بھی ہوتی ہے، کیونکہ وہ اپنے اور محبوبِ حقیقی کے درمیان کسی طرح کا حجاب برداشت نہیں کرتے، بہرحال شریعت کے احکام کا تعلق کیفیات سے قطعاً نہیں ہے۔ قرآن وحدیث جنّت اور جہنّم کے تذکرے سے بھرے پڑے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں جنّت کی طلب اور تڑپ اور جہنّم کا خوف پیدا ہو، چنانچہ جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول پر یقین ہوتا ہے، ان میں جنّت کی طلب اور جہنّم کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول پر یقین ہی نہیں ہوتا، وہ اس سے محروم رہتے ہیں، معلوم ہوا کہ جنّت کا شوق اور اس کی طلب پیدا کرنا مقصود ہے، چنانچہ اس کی نیّت سے کئے جانے والے اعمال بلاشبہ مقبول اعمال ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سورۃ الفتح: ۵ کے حاشیہ پر) لکھتے ہیں:

"جو لوگ کہتے ہیں کہ جنّت کی طلب نقصان ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی بڑا کمال ہے"۔ (موضح القرآن)]

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین نیّتوں کے درست ہونے میں کسی طرح کا کوئی شُبہ نہیں ہے، البتہ دو نیّتیں تیسری نیّت کی بنسبت زیادہ افضل ہیں، [چنانچہ مجاہدین کو پہلی دو نیّتیں کرنے کی کوشش کرنی چاہئے]۔

چوتھی نیّت

کچھ لوگ وہ ہیں جن پر اگر جنگ مُسلّط ہو جائے تو پھر وہ سینہ تان کر لڑتے ہیں اور پیٹھ نہیں پھیرتے اور اُن کی نیّت اپنا دفاع کرنے کی ہوتی ہے، ایسا شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہو گا، کیونکہ جب ڈاکوؤں سے اپنا دفاع کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے، تو اُس کے شہید ہونے میں کیا شُبہ ہے جسے دشمنانِ اسلام نے قتل کیا ہو؟ لیکن اس صورت میں وہ آدمی جو جانتا

ہو کہ گرفتار ہونے کی صورت میں وہ قتل نہیں کیا جائے گا، اگر پھر بھی وہ گرفتار ہونے کی بجائے لڑتے ہوئے شہید ہو جائے، اس آدمی سے افضل ہے جسے معلوم ہو کہ گرفتاری کی صورت میں وہ مارا جائے گا .... لیکن وہ آدمی جس کے لئے میدان سے فرار جائز نہ ہو، اگر فرار ہوتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہے، اگرچہ دنیاوی طور پر شہید کے احکام اس پر جاری ہوں گے [یعنی غسل وغیرہ نہیں دیا جائے گا]، چونکہ میدانِ جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور اس سے حضورِ اکرم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے اس لئے جو اس کا مرتکب ہوگا، وہ شہادت کا مقام نہیں پائے گا۔

پانچویں نیّت

کچھ لوگ جہاد میں صرف مجاہدین کی تعداد بڑھانے کی نیت سے نکلتے ہیں، ان کی نیت قتل ہونے یا قتل کرنے کی نہیں ہوتی، یہ شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہوگا، کیونکہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں:- (۱) وہ شخص جو جان و مال کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلتا ہے، وہ نہ لڑنے کی نیّت رکھتا ہے، نہ مارے جانے کی، بس وہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے، یہ شخص اگر [جہاد میں] انتقال کر گیا یا مارا گیا، تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسے عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا اور حورِعین سے اس کی شادی کر دی جائے گی اور اسے کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر ہیشگی اور وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ (یہ مکمل حدیث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔)

(البزار، بیہقی فی الشعب، الترغیب والترہیب)

چھٹی نیّت

وہ شخص جو جہاد کرتا ہے اور اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے اور غنیمت حاصل کرنا بھی اور اگر کہیں پر صرف جہاد کیلئے نکلنا پڑے اور غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ گھر نہیں بیٹھتا، بلکہ جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے، البتہ اگر اسے ایسی دو ۲ جگہوں پر جہاد کا اختیار دیا

جائے، جن میں سے ایک جگہ زیادہ مالِ غنیمت ملتا ہے تو وہ زیادہ مالِ غنیمت والی جگہ کو اختیار کرتا ہے۔اس طرح کی نیت کے بارے میں ائمہ کرام کا اِختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ فاسد اور غلط ہے اور ایسی نیت کرنے والا سزا کا مستحق ہوگا، کیونکہ اس نے آخرت کے عمل میں دُنیا کی نیت شامل کر لی ہے۔

جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک یہ نیت درست ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے وہ اپنی کتاب اِحیاءِ عُلومِ الدِّین میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر مجاہدین جہاد اور غنیمت کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، کیونکہ جہاد میں بکثرت غنیمت ملتی ہے، چنانچہ ان کا مقصود تو اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے، جبکہ غنیمت کا خیال بطورِ تابع کے ہوتا ہے، اس لئے اگر اسے غنیمت نہ بھی ملے، تب بھی جہاد نہیں چھوڑتا، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ ایسے آدمی کا ثواب اس آدمی سے کم ہوتا ہے جو بالکل غنیمت کی طرف اِلتفات ہی نہیں کرتا، کیونکہ غنیمت کی طرف تھوڑا سا دھیان جانا بھی بہر حال ایک نقصان کی بات ہے"۔

(احیاء علوم الدین)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے یہ ثابت ہوا کہ یہ نیت بھی درست ہے اور جو اس نیت سے نکل کر مارا جائے وہ شہید ہوگا، لیکن اس کا رُتبہ پہلی تین نیتوں والوں سے کم ہوگا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس نیت کو درست قرار دیا ہے اور انہوں نے بطورِ ثبوت غزوہ بدر کا واقعہ پیش فرمایا ہے کہ اس دن ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملے کا ارادہ تھا اور یہ بھی کہ مالِ غنیمت ایک حلال مال ہے اور جن احادیث میں دنیا کی طلب کیلئے لڑنا منع ہے، ان کی مُراد یہ ہے کہ اگر صرف مالِ غنیمت ہی کی نیت ہو اور کوئی دینی مقصد نہ ہو، تب وہ جہاد درست نہیں ہوگا۔(تفسیر القرطبی)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام قرطبی کی دلیل بہت اچھی ہے۔

اِسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زَید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک قافلے پر حملے کیلئے بھیجا تھا، اس قافلے میں صفوان بن اُمیّہ، حاطِب بن عبدُ العُزّٰی اور عبدُاللہ بن ابی رَبیعہ تھے اور

ان کے ساتھ بہت زیادہ مال اور تیس ہزار درہم کی مقدار چاندی تھی اور ان کا رہبر فُرات بن حَیَّان تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نجد میں قَرَدہ نامی مقام پر اس قافلے پر حملہ فرمایا، آپ اس قافلے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، لیکن دشمن کے بڑے (سردار) بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالِ غنیمت لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بیس ہزار درہم خُمُس نکالا اور باقی مال [اسّی ہزار درہم] مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ فُرات بن حَیَّان جو گرفتار ہوئے تھے، وہ مسلمان ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد)

اسی طرح یہ بات بھی اس نیت کی درستگی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ایمان والوں کو خود مالِ غنیمت کی ترغیب دی ہے،

مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا۔ (الفتح:۲۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔

اس نیت کے درست ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے اموال، مویشی اور تجارتی قافلوں پر حملے کیلئے باقاعدہ کئی بار سریے روانہ فرمائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ جماعتیں اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کیلئے اور مشرکین سے ان کے اموال چھیننے کیلئے حملہ کرتی تھیں، بعض اوقات انہیں فتح ملتی تھی اور وہ مال و دولت پر قبضہ کر لیتے تھے، جب کہ بعض اوقات اس کے برعکس معاملہ ہوتا تھا اور ان میں سے کئی حضرات شہید ہو جاتے تھے، جیسا کہ سیَر اور مغازی کی کتابوں میں تفصیلی واقعات مذکور ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مشرکوں پر حملہ فرماتے تھے اور مُشرک شکست کھا کر بھاگ جاتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کا پیچھا کرنے کی بجائے ان کے اموال لے کر واپس آجاتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے [اپنی مشہور کتاب] سُنَنِ اَبِیْ دَاوٗد میں باب باندھا ہے، "بَابُ فِيْمَنْ يَغْزُوْ وَيَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالْغَنِيْمَةَ"۔ "باب اس شخص کے بارے میں جو اجر اور غنیمت دونوں کی نیت سے جہاد کرتا ہے" اس کے بعد انہوں نے یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روانہ فرمایا،

تا کہ ہم مالِ غنیمت حاصل کریں، [مگر] ہم بغیر غنیمت حاصل کئے واپس آ گئے اور مشقت کے آثار ہمارے چہروں پر نظر آ رہے تھے۔ (ابو داؤد)

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ کے ہمیں غنیمت پانے کیلئے بھیجا، ہمارے مؤقف کی دلیل بنتے ہیں، جہاں تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کا تعلق ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کیلئے جو جہاد میں دنیا کمانے کی نیت سے نکلے، اور ارشاد فرمایا: "لَا اَجْرَ لَهٗ" اس کیلئے کوئی اجر نہیں۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے پہلے ذکر فرمائی ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو جہاد میں صرف دنیا کمانے کی نیت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت نہیں رکھتا، اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ کی روایت لا کر یہ ثابت کر دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت بھی رکھے اور غنیمت بھی چاہتا ہو تو یہ نیت درست اور عند اللہ مقبول ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طریقے سے ان دونوں احادیث کو ذکر فرمایا ہے اور اس سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے [اس نیت کے درست ہونے پر چند اور روایات ملاحظہ فرمایئے]۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد کرو غنیمت پاؤ گے، روزے رکھو صحت پاؤ گے اور سفر کرو مستغنی ہو جاؤ گے۔ (الطبرانی فی الاوسط)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں قریش کے قافلے پر حملے کیلئے بھیجا، ہم تین سو افراد تھے اور ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے اور ہم ساحل سمندر پر پندرہ دن پڑے رہے اور شدید بھوک کی وجہ سے پتے کھانے پر مجبور ہوئے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر تاریکی کے ٹکڑے کی طرح فتنے چھا جائیں گے اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ فتنوں سے بچنے والا وہ شخص ہوگا، جو پہاڑ کی چوٹی پر اپنے مویشیوں سے حاصل شدہ روزی کھائے گا اور وہ شخص ہوگا،

جو راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوگا اور اپنی تلوار کی روزی [یعنی مالِ غنیمت] میں سے کھاتا ہوگا۔ (المستدرک)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جہاد کرو، صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کی روزی ان کے گھوڑوں کے سُموں اور نیزوں کے سروں میں رکھی ہے، جب تک وہ کھیتی باڑی میں مشغول نہیں ہو جائیں گے اور جب کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے تو عام لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ، ہذان الحدیثان مرسلان واسناد الثانی جید]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں نکلے، تو آپ کا گزر ایک اعرابی کے خیمے کے پاس سے ہوا، اعرابی نے خیمے کا ایک کونہ ہٹا کر پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جہاد میں جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا انہیں دنیا کا کچھ مال ہاتھ لگے گا؟ جواب ملا: ہاں! انہیں غنیمت ملے گی جو مسلمانوں کے درمیان بانٹ دی جائے گی۔ اُس نے اپنے اُونٹ کو لگام ڈالی اور لشکر کے ساتھ چل پڑا، وہ اپنے اُونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لاتا تھا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے اُونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹاتے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نجدی کو میری طرف آنے دو، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تو جنّت کے بادشاہوں میں سے ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ اعرابی [لڑتا ہوا] شہید ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اُس کے سر کے پاس خوشی سے مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے، پھر اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی سے مسکراتے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا مسکرانا اور خوش ہونا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر تھا

اور چہرہ میں نے اس لیے پھیر لیا کہ اس کی بیوی حورِعین اس وقت اس کے سر کے پاس ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

ان روایات سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ اگر جہاد میں مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ساتھ غنیمت کا بھی ارادہ ہو تو یہ نیت درست ہے، لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ غنیمت کو پانے یا اس کا ارادہ رکھنے سے جہاد کے اجر میں کمی آجاتی ہے، جیسا کہ پہلے صحیح احادیث گزر چکی ہیں کہ جسے مالِ غنیمت مل جاتا ہے، اسے اپنے اجر کا دوتہائی حصہ دنیا میں مل جاتا ہے اور جن کو مالِ غنیمت نہیں ملتا وہ اپنا پورا اجر پالیتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہی وجہ ہے کہ ماضی میں ہمارے اسلاف میں سے کئی حضرات مالِ غنیمت سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، وہ جہاد کرتے تھے، مگر مالِ غنیمت نہیں لیتے تھے، جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آپ کو اس کے حلال ہونے میں شک ہے؟ تو فرماتے تھے: زُہد تو حلال ہی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کے کسی مجاہد نے اشعار کہے ہیں [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے مالک کی بیٹی! اگر تو نہیں جانتی تو لشکر والوں سے کیوں نہیں پوچھتی؟ وہ تجھے بتائیں کہ میں جنگ کے وقت لڑائی پر چھا جاتا ہوں، لیکن مالِ غنیمت سے بچتا ہوں۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مالِ غنیمت کو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا اجر پانے کیلئے چھوڑ دینا ایک افضل عمل ہے، اسی طرح اپنے دل سے مال کی لالچ نکالنے کیلئے مالِ غنیمت سے بچنا بھی اچھا ہے، البتہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات میں بعض افراد کیلئے مالِ غنیمت نہ لینا افضل ہوتا ہے تو بعض اوقات میں بعض افراد کیلئے غنیمت لے لینا زیادہ افضل ہوتا ہے۔ چونکہ اس مسئلے کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں اور حالات اور افراد کے اعتبار سے یہ مسئلہ بدلتا رہتا ہے، اس لئے ہم اسے ذکر نہیں کر رہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات مالِ غنیمت نہ لینے کے پیچھے دکھاوے اور ریاکاری کا وسوسہ چھپا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اپنی نیّت کو اچھی طرح جانچنے اور درست کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

ساتویں نیّت

بعض لوگ جہاد کرتے ہیں اور ان کی نیت صرف دنیا کمانا ہوتا ہے، چنانچہ اگر انہیں ایسی جگہ جہاد کیلئے بلایا جائے، جہاں مالِ غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو، تو وہ تیار نہیں ہوتے، ایسے لوگ اگر جہاد میں مارے گئے، تو وہ شہید نہیں ہوں گے اور انہیں جہاد کا اجر بالکل نہیں ملے گا۔ اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

آٹھویں نیّت

بعض لوگ ریاکاری اور فخر کیلئے لڑتے ہیں اور ان کے دل میں عبادت اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا خیال تک نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف مجاہد یا بہادر کہلانے کیلئے جہاد میں نکلتے ہیں، یہاں تک کہ اگر انہیں معلوم ہوجائے کہ ان کی تعریف نہیں کی جائے گی تو وہ جہاد ہی چھوڑ دیں، ایسے لوگ بھی اگر جہاد میں مارے گئے تو وہ ہرگز شہید نہیں ہوں گے، بلکہ یہی مقتول ان تین میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سب سے پہلے جہنّم کی آگ بھڑکائی جائے گی، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غصے، اس کی ناراضی اور دردناک عذاب کا مستحق ہے، کیونکہ وہ ایک عبادت والا کام اللہ تعالیٰ کیلئے کرنے کی بجائے اپنی ذات کی شہرت، ناموری اور فخر کے لئے کرتا ہے چنانچہ وہ ایک طرح کے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔ (ابن ماجہ، المستدرک)

جب تھوڑا سا دِکھاوا شرک ہے، تو پھر زیادہ دِکھاوا اور وہ بھی مرتے وقت کتنا خطرناک ہوگا؟ اے اللہ! ہم تیری ناراضی والے کاموں سے پناہ مانگتے ہیں۔

نویں نیّت

اور اگر جہاد میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر بھی ملے اور لوگوں میں اس کے جہاد، اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بھی ہو، چنانچہ وہ ایسی جگہ جہاد نہ کرے جہاں شہرت ملنے کا امکان نہ ہو، ایسا شخص بھی شہید نہیں ہے، اس بارے میں روایات پہلے گزر چکی ہیں۔ البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر اس کے دل میں اجر کی نیت زیادہ ہوگی تو اسے اجر ملے گا اور اگر شہرت کی نیت زیادہ

ہوگی تو اسے اجر نہیں ملے گا، لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے، کیونکہ قیامت کے دن ریا کار کو کہہ دیا جائے گا کہ اپنے عمل کا اجر انہیں سے وصول کرو جن کیلئے تم نے یہ عمل کیا تھا۔ (ترمذی)

دسویں نیّت

اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد کرے تاکہ اسے بے بسی، قرضے، محتاجگی یا کسی مصیبت سے نجات مل جائے [یعنی وہ شخص کسی مصیبت، بیماری یا قرضے میں مبتلا ہے، اب وہ جہاد میں نکلتا ہے تاکہ شہید ہو کر اس کی جان چھوٹ جائے] اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی یا اس کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت ہرگز نہیں ہوتی۔ ایسی نیت کے بارے میں بھی دو قول ہیں، زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ایسا شخص شہید ہوگا، کیونکہ اس نے موت کے غلط راستہ [خودکشی وغیرہ] چننے کی بجائے جہاد کو اختیار کیا اور اس کے دل میں ایمان پہلے سے موجود ہے، بس یہی اس کی شہادت کیلئے کافی ہے، لیکن ایسے شخص کو شہداء اوّلین مخلصین کا مقام نصیب نہیں ہوگا۔

مجاہد کیلئے اُجرت یا وظیفے کا مسئلہ

[چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے، اس لئے ہم مُصنّف رحمہ اللہ کی تقریر کے علاوہ بعض دیگر کُتب کے تعاون سے اس مسئلے کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں۔]

[❶ "جُعْل" اسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا امیر گھر بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذِمّے مجاہدین کے تعاون کیلئے کچھ مال مُقرّر کر دے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو جہاد میں نکلنا چاہتا ہے نکلے اور جو نہیں نکلنا چاہتا وہ مجاہدین کے لئے اتنا مال دے۔ عام حالات میں یہ مکروہ ہے، لیکن اگر بیتُ المال خالی ہو یا بیتُ المال ہی نہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو، تو یہ جائز ہے، کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُجرت کے مُشابہ ہے، لیکن چونکہ جہاد کو قائم رکھنا ضروری ہے، اس لئے بوقتِ ضرورت اس کی اجازت ہے، جیسا کہ حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صَفوان سے تمیں زِرہیں لی تھیں۔ (ابوداؤد، نسائی)

❷ اگر لوگوں پر مال کو لازم نہ کیا جائے، بلکہ انہیں صرف ترغیب دی جائے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے، بلکہ اس کے فضائل مجاہد کو سامان دینے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجاہد کو اس کا اپنا اجر ملتا ہے، جب کہ مال دینے والے کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور مجاہد کا بھی۔ (ابوداؤد)

❸ اگر کوئی شخص صرف وظیفے یا تنخواہ کیلئے جہاد میں نکلے، اس طور پر کہ اگر اسے تنخواہ نہ دی جائے تو وہ جہاد نہیں کرے گا، تو ایسا شخص نہ تو مجاہد ہے اور نہ مرنے کی صورت میں وہ شہید ہوگا۔

❹ وہ شخص جو اعلان کرے کہ میں اتنے پیسے لے کر جہاد میں نکلنے کیلئے تیار ہوں، کون ہے جو میری خدمات حاصل کرے؟ یا کون شخص ہے جو اتنی رقم دے کر مجھے اپنی طرف سے جہاد میں بھیجے؟ ایسا شخص بھی مجاہد نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی اجر یا شہادت نہیں ہے۔

❺ اگر کوئی شخص فقیر ہے اور اس کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے، ایسے شخص کیلئے وظیفہ لینا جائز ہے، بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ اگر میرے پاس ذاتی رقم آ گئی تو میں وظیفہ نہیں لوں گا، بلکہ بغیر وظیفہ کے جہاد کرتا رہوں گا، ایسا شخص بہر حال مجاہد ہے اور اس کے لئے اجر بھی ہے اور شہادت بھی۔

❻ ایک آدمی جہاد میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نکلتا ہے، مگر پھر امیر کی طرف سے اسے جہاد کے دوران خرچہ وغیرہ یا اس کے گھر والوں کا نفقہ وغیرہ دیا جاتا ہے تو اس کیلئے یہ خرچ لینا جائز ہے، لیکن اگر خرچہ نہ ملنے کی صورت میں وہ جہاد چھوڑ دے تو پھر اس کی نیت مشکوک ہے، اسی طرح مالدار آدمی کو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کیلئے خرچہ لینے سے بچنا چاہئے، کیونکہ جہاد تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا جاتا ہے اور جہاد کا مقصد جان و مال کی قربانی ہے، نہ کہ مال کمانا اور جان کو پالنا۔

❼ جو مجاہد ضرورت کی وجہ سے خرچہ لیتے ہیں، ان کی مثال زبانِ نبوّت سے ملاحظہ کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو میری اُمّت میں سے جہاد کرتے ہیں اور وظیفہ لیتے ہیں اور اس وظیفے کے ذریعے دشمن کے خلاف طاقت حاصل کرتے ہیں، ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جیسی ہے جو اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھیں اور خرچہ بھی لے رہی تھیں۔ [کیونکہ فرعون نے ان کیلئے دودھ پلانے کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا]۔ (سنن سعید بن منصورؒ)

❽ اگر کوئی آدمی صرف اُجرت کے بدلے میدانِ جہاد میں پہنچا، مگر وہاں اس کے دل میں اخلاص پیدا ہوگیا، تو اسے لڑنے کا اَجر اور مرنے کی صورت میں شہادت کا مقام ملے گا۔

❾ وہ شخص جسے جہاد کے کسی اور کام، مثلاً سامان اٹھانے وغیرہ پر مزدور رکھا گیا، مگر وہ اس کام کے علاوہ لڑائی میں بھی شریک ہوگیا، تو اسے جہاد کا اَجر اور شہادت کا مقام ملے گا۔ یہی حکم تاجروں اور کاریگروں کا بھی ہے، جو لشکر کے ساتھ چلتے ہیں یا محاذ کے قریب رہتے ہیں۔

❿ وہ مجاہد جو اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا تھا، مگر پھر مال ہی اس کا مقصود بن گیا، اس طور پر کہ اگر اسے مال یا وظیفہ نہ ملے، تو وہ جہاد چھوڑ دے، یہ وہ بدقسمت شخص ہے جس نے اپنے عمل کو تباہ کردیا اور جہاد جیسے عظیم عمل کو حقیر دنیا کے بدلے بیچ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین]

اہم فصل

نیت کے متعلق چند احکامات

وہ شخص جو اخلاص کے ساتھ نکلا تھا، مگر پھر وہ دِکھلاوے، رِیاکاری [اور شہرت پسندی] میں مبتلا ہوگیا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ [ہم اس مسئلے کو ترتیب سے عرض کرتے ہیں]۔

❶ اگر رِیاکاری اور دِکھلاوے کی نیت پیدا ہونے سے پہلے وہ کچھ جہادی اعمال اخلاص کے ساتھ کرچکا ہے تو ان سابِقہ اعمال کا اجر اُسے ملے گا، لیکن اگر ان سابِقہ اعمال کو بھی دِکھلاوے اور شہرت کیلئے استعمال کر رہا ہے تو وہ اعمال بھی برباد اور موجودہ اعمال بھی برباد ہوجائیں گے۔

❷ اگر کسی نے رِیاکاری کی نیت سے پہلے کوئی عمل نہیں کیا، بلکہ جیسے ہی جہاد میں نکلا اور لوگوں کے اِکرام کو دیکھا تو اُسے لوگوں کو اپنے اَحوال بتلانے سے خوشی محسوس ہونے لگی اور لوگوں کی تعریف سے اُسے سکون ملنے لگا اور اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی رِضاجوئی سے ہٹ گئی، تو اس کا تمام عمل برباد ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کا مستحق بن گیا۔

❸ اگر کسی کو رِیاکاری کا خیال پیدا ہوگیا، لیکن اس کی کارگزاری لوگوں کو معلوم نہ ہوسکی، مگر پھر بھی وہ جہاد میں لگا رہا، تو اس کا عمل ان شاء اللہ مقبول ہوگا، کیونکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کیلئے جہاد کر رہا ہے، اسی لئے لوگوں کو اِطّلاع نہ ہونے کے باوجود وہ ڈٹا ہوا ہے۔

❹ اگر اللہ تعالیٰ کی رِضا کیلئے جہاد شروع کیا تھا، مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس کو یہ نیت یاد نہ رہی اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور غلط نیت پیدا ہوئی، تو ایسے شخص کیلئے پہلی نیت ہی کافی ہے، چنانچہ اسے اجر بھی ملے گا اور شہادت بھی۔

❺ اگر ایک شخص اِخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا اور لڑائی شروع ہوتے وقت تک اس کی نیت یہی رہی، مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ ڈر گیا اور اس کے دل میں بزدلی آ گئی، لیکن

اب وہ لوگوں سے شرم کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹتا، اگر اُسے اندھیرا یا لوگوں کی نظروں سے بچ کر بھاگنے کا موقع مل جاتا تو وہ بھاگ جاتا، لیکن وہ اس لئے نہیں بھاگتا کہ لوگ اُسے بزدل اور شکست خوردہ بھگوڑا کہیں گے، چنانچہ وہ لڑتا ہوا مارا گیا، تو ایسے شخص پر افسوس کے آنسو بہائے جانے چاہئیں، کیونکہ اس نے محض لوگوں کی خاطر جان جیسا قیمتی سرمایہ قربان کر دیا۔

پس ایک مجاہد پر لازم ہے کہ اپنے اندر اِخلاص پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر اس میں کچھ کمی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح گڑگڑانا چاہئے جس طرح سے پانی میں ڈوبتا شخص گڑگڑاتا ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور اسے اِخلاص کی دولت عطاء فرمادے۔

فصل

اِخلاص کی اہمیت

اگر ایک شخص نے اِخلاص کے ساتھ جہاد کرلیا، مگر بعد میں اسے یہ شوق پیدا ہوگیا کہ لوگ اس کے جہاد کو جانیں اور اس کی بہادری اور کارنامے لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ چیز بھی خطرناک ہے، جب کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت اس کے عمل کو ضائع کرنے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سُنا کہ وہ کہتا ہے، میں نے رات کو سورۂ بقرہ پڑھی تھی فرمایا: بس اُسے یہی کچھ مل گیا [یعنی لوگوں کو پتہ چل گیا یہی اس کی تلاوت کا بدلہ ہے]۔ (احیاء علوم الدین)

اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ میں نے زندگی بھر روزہ رکھا۔ تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تو نے نہ روزہ رکھا، نہ اِفطار کیا [یعنی تجھے کچھ اجر نہیں ملا]۔ (مسلم)

بہرحال چونکہ یہ ایک خطرناک بات ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاد اور اپنے دوسرے نیک اعمال کا تذکرہ نہ کیا کرے، تاکہ اس کے عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ رہے، لیکن اگر اپنے عمل کا تذکرہ کرنے سے مقصود یہ ہو کہ لوگ اس عمل کی طرف راغب ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب ہو اور ان کے دل میں بھی قوت اور سخاوت پیدا ہو، تو پھر تذکرہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

ہمارے اَسلاف رحمہم اللہ علیہم کا واقعات بیان کرنے سے یہی مقصد ہوتا تھا اور اس صورت میں بھی زیادہ احتیاط والی بات یہ ہے کہ اپنے واقعات اپنے اُوپر چسپاں کرنے کی بجائے یوں بیان کرے کہ ایک مجاہد کا واقعہ یوں ہے یا ایک شخص نے اپنا مال خرچ کیا وغیرہ وغیرہ، اگر اس طرح واقعات سنانے سے ترغیب اور دعوت کا مقصد پورا ہوسکتا ہو تو پھر اپنا نام نہ لے، بلکہ اُسے مخفی رکھے ہمارے اکثر اَسلاف رحمہم اللہ علیہم کا طریقہ یہی رہا ہے، کیونکہ رِیاکاری کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ چھپکے سے انسان کے دل میں داخل ہو جاتی

ہے۔(مجمع الزوائد)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگوں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی یہ نیت لوگوں پر ظاہر فرما کر اُسے حقیر و ذلیل کر دیتا ہے۔(الطبرانی فی الکبیر)

ایسی ہی روایت بُخاری اور مُسلِم میں بھی آئی ہے، اِنہی احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بہت سے اکابر ریاکاری کے خوف سے اپنے اعمال کو چھپانے کے لئے سخت محنت فرماتے تھے۔[اس سلسلے میں بطورِ مثال دو واقعات ملاحظہ فرمائیے۔]

واقعہ ۱

عبدُاللہ بن سِنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طرطوس (نامی مقام) پر جہاد میں حضرت عبدُاللہ بن مُبارک اور مُعتَمِر بن سُلَیمان رحمہما اللہ کے ساتھ تھا، اچانک دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی، تو حضرت عبدُاللہ بن مُبارک اور حضرت مُعتَمِر بن سُلَیمان رحمہما اللہ بھی لشکر میں نکل کھڑے ہوئے، جب مسلمانوں اور دشمنوں کی صفیں آمنے سامنے آگئیں، تو رُومیوں کی طرف سے ایک شخص نے نکل کر مُقابلے کی دعوت دی، ایک مسلمان آگے بڑھا، مگر رُومی نے شدید حملہ کر کے اُسے شہید کر دیا اور پھر اس نے مُقابلے کی دعوت دی، اس طرح سے اس نے یکے بعد دیگرے چھ مسلمان شہید کر دیئے، وہ رُومی دونوں لشکروں کے درمیان اَکڑ کر چل رہا تھا اور بار بار مُقابلے کی دعوت دے رہا تھا، مگر کوئی اس کے مُقابلے میں نہیں نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ میری طرف مُتوجّہ ہوئے اور فرمانے لگے: اگر میں شہید ہوگیا، تو تم فُلاں فُلاں کام کر لینا۔ پھر انہوں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس رُومی کے سامنے جا پہنچے، تھوڑی دیر تک مُقابلہ ہوا اور حضرت نے اس رُومی کو قتل کر دیا اور پھر مُقابلے کی دعوت دی، مگر رُومی آپ سے سخت خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور کہیں غائب ہوگئے، اچانک میں نے انہیں اپنی سابقہ جگہ پر کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجھے فرما رہے تھے: اے عبدُاللہ بن سِنان! اگر تم نے میری زندگی میں یہ واقعہ کسی کو سنایا تو پھر ....! عبدُاللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں سنایا۔(ابن عساکر)

واقعہ ۲

مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا، مگر انہیں سخت مشقت اور تکلیف اُٹھانی پڑی [اور قلعہ فتح نہیں ہوا]، اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا، مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا تھا، لشکر میں سے ایک شخص [مثالی بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے] اس سوراخ میں داخل ہوگیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے قلعہ فتح کرلیا۔ [جنگ کے بعد] مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کروایا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا، آگے آئے۔ مگر تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہیں آیا، جب چوتھی بار مُنادی کرائی گئی، تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: امیر صاحب! میں وہ شخص ہوں پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کیلئے میرا نام کارگزاری میں نہ لکھئے اور نہ مجھے کوئی انعام دیجئے اور نہ مجھے اپنے کام سے ہٹایئے۔ مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے، پھر وہ شخص غائب ہوگیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا اور مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ ہر نماز کے بعد دعاء میں کہتے تھے: اے میرے پروردگار! مجھے اس شخص کے ساتھ شامل فرمادیجئے۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس طرح کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق فرمانے والا ہے۔

دعوت

[یہ اس کتاب کا اہم ترین باب ہے، بلکہ اگر اسے پوری کتاب کا مغز کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا، حضرات مجاہدین کو کم از کم ہر مہینے اس باب کو اکٹھے بیٹھ کر پڑھنا چاہئے اور مجاہدین کی تربیت کے دوران روزانہ بلاناغہ اس باب کا کچھ حصہ پڑھ کر سنانا چاہئے، مجاہدین کے دفاتر میں بھی اس کی تعلیم کرانی چاہئے اور جو مجاہدین حکومتی عہدوں پر فائز ہوں وہ بھی اپنے اجلاسوں کے دوران اس باب کو پڑھا کریں، اس باب کو پڑھنے کی اتنی زیادہ تلقین اور تاکید اس لئے کی جارہی ہے کہ یہی باب چند وجوہات کی بناء پر مجاہدین کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مجاہدین کی اہم ترین ضرورت

❶ مجاہدین اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے گھر بار اور عیش و آرام کو چھوڑتے ہیں، مگر شیطان کی

کوشش ہوتی ہے کہ ان میں ریاکاری پیدا ہوجائے اور مجاہدین کی دُنیا و آخرت دونوں تباہ ہوجائیں، اس باب کی تعلیم اور مُطالعہ مجاہد کو یہ بات یاد دلائے گا کہ وہ اپنے عمل کو ان انسانوں کے درمیان عزّت پانے کیلئے تباہ نہ کرے، جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جن کے ہاں عزّت بھی عارضی ہوتی ہے، کیونکہ جو لوگ عزّت سے جُوتے اُٹھاتے ہیں، وہی بدگمان ہونے کے بعد جوتے سَر میں مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔

❷ اگر جہاد میں اخلاص نہیں ہوگا، تو مجاہد سے غلطیاں ہوں گی، وہ شُہرت پرست لُٹیرا بن جائے گا اور دشمنوں کو مسلمانوں پر ہنسنے کا موقع ملے گا۔ اس باب کو بار بار پڑھنے سے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ اِخلاص پیدا ہوجائے گا۔

❸ آج کل کی بعض تنظیمیں اور دوسری پارٹیاں اپنی تشہیر کیلئے جھوٹ تک بولتی ہیں اور مجاہدین کی طرف جھوٹی کارروائیوں اور کارناموں کی نسبت کرتی ہیں اور واقعات بیان کرنے میں مُبالغے سے کام لیتی ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل مجاہدین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور ان میں سے بعض جھوٹے اور مُبالغہ پرست بن جاتے ہیں۔ اس باب کا مُطالعہ مجاہدین کی اس وَبا سے حفاظت کرسکتا ہے۔

❹ مجاہدین کی رِیاکاری کی وجہ سے عسکری طور پر بھی بے حد نقصانات ہوتے ہیں اور دشمن کو تفتیش کرنے اور مجاہدین تک پہنچنے میں سہولت ہوجاتی ہے، بلکہ مجاہدین کی طرف سے رِیاکاری اور دِکھلاوے والے بیانات دشمن کا آدھا کام سرانجام دے دیتے ہیں، اس کی بجائے اگر اخفاء سے کام لیا جائے، تو دشمن کو سخت مشکلات پیش آسکتی ہیں اور مجاہدین تک پہنچنے میں اس کا بے شُمار سرمایہ اور صَلاحیت ضائع ہوسکتی ہے۔ اس باب کا مُطالعہ مجاہدین میں اِخفاء کا جذبہ پیدا کرے گا، جو اِن کیلئے عسکری اور جنگی اعتبار سے بھی سخت ضروری ہے۔

❺ عام طور پر مسلمان مجاہدین کی مدد کرنے میں بُخل سے کام لیتے ہیں، اِسی لئے غالباً بعض جہادی تنظیمیں مُبالغہ آمیزی اور بعض جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتی ہیں، تاکہ لوگوں کو متاثر کیا جاسکے، لیکن اگر اس باب کی تعلیم کثرت سے کرائی جائے تو مجاہدین میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر

اعتماد اور یقین بڑھے گا اور اللہ تعالیٰ خود ان کی ضروریات کو پورا فرمادے گا اور انہیں کسی سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ مخلص لوگوں کے قلوب خود بخود ان کی طرف متوجہ فرمادے گا اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجاہدین تک خود مالی امداد پہنچائیں گے، الحمدللہ جو مخلص تنظیمیں اس اصول کو اپنائے ہوئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

❻ آخری اور سب سے اہم گزارش یہ ہے کہ اس باب کو پڑھنے کے بعد دل تھام کر نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارا جہاد تو قبول ہی نہیں ہوگا، چنانچہ ریاکاری سے بچنے کیلئے خدانخواستہ جہاد ہی چھوڑ دیں۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے، بلکہ ان کا مقصد مجاہدین میں اِخلاص پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ اور زیادہ محنت اور جذبے کے ساتھ جہاد کرسکیں۔ آج اگر کوئی رِیاکاری کی وجہ سے جہاد چھوڑ دے گا، تو پھر کون سا عمل ایسا ہے جس میں رِیاکاری کا خطرہ نہیں ہے، تو کیا اس طرح اعمال چھوڑ دینا ہی رِیاکاری کا علاج ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ حضرات اکابر نے تو لکھا ہے کہ رِیاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑ دینا خود سب سے بڑی رِیاکاری ہے، کیونکہ مخلوق کو دکھانے یا نہ دکھانے پر نظر گئی اور اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹ گئی، اِسی کو رِیاکاری اور شرکِ خفی کہتے ہیں۔ اِخلاص تو تمام اعمال کی جان ہے اور جان کی حفاظت کی جاتی ہے، اِسی طرح نیّت کی بھی حفاظت کرنی چاہئے۔ رِیاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی کا سانس اَٹکنے لگے تو وہ سانس کو بحال کرنے والی دوائیاں کھانے کی بجائے سانس کو بالکل بند کرنے والی دوائی یعنی زہر کھانا شروع کردے۔ مجاہدین کو چاہئے کہ مُخلِصین اولیاءِ کرام کی صُحبت میں بیٹھ کر نیّت کو درست کرنے اور درست رکھنے کے طریقے سیکھیں اور ساری زندگی اَہلِ حق علمائے کرام کی رہنمائی میں گزاریں اور اس دنیا کی زندگی کو ہمیشہ عارِضی اور فانی سمجھیں اور اپنے جِہاد کی قیمت یا بدلہ دنیا میں وُصول کرنے کا تصوّر بھی نہ کریں، تب ان شاء اللہ دل میں اِخلاص پیدا ہوجائے گا اور اِن شاء اللہ تادمِ شہادت محفوظ رہے گا۔

یا اللہ! تو اپنے فضل وکرم سے ہم سب مسلمانوں کو اِخلاص کی دولت عطاء فرما اور رِیاکاری کی مصیبت سے محفوظ فرما۔ آمین ثم آمین]



باب ۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاد میں دردِ سر اور بیماری کی فضیلت اور ہر طرح کی موت کے شہادت ہونے کا بیان

جماعت کی خاطر ذاتی مفادات کی قربانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خاطر، جہاد کی خاطر اور جماعت کی خاطر اپنے تمام ’’ذاتی مفادات‘‘ کو قربان کیا اور جو کچھ زبان سے کہا اسی کے مطابق اپنا دل اور اپنا عمل بھی رکھا تب ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہوئی۔

(فتح الجواد: ۲/۱۵۵)

قومیت نہیں ایمان کی قدر کریں

حضرات انصار کے دل میں ایمان کی قدر تھی اور جس کے دل میں ایمان کی قدر ہو وہ اپنی مٹی کی پوجا نہیں کرتا، بلکہ اپنی مٹی اور وطن کو بھی ایمان کی خاطر پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ تب انہوں نے ایمان کے تقاضے کو پورا کیا اور علاقے کا فرق اس طرح مٹا دیا کہ مہاجرین کو اپنا سردار بنا کر خود خادم بن گئے۔ (فتح الجواد: ۴/۲۹۸)

قوم پرستی سے بچیں

منافقین مسلمانوں کے درمیان علاقہ پرستی اور قومی عصبیت کا نعرہ بلند کر کے ان میں پھوٹ ڈالتے ہیں، پس تمام مسلمانوں کو عموماً اور مجاہدین کو خصوصاً اس طرح کے بدبودار نعروں سے ظاہری اور باطنی طور پر دور رہنا چاہیے۔ (فتح الجواد: ۴/۳۲۹)

باب ۲۷

جہاد میں دردِ سر اور بیماری کی فضیلت اور ہر طرح کی موت کے شہادت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❶

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۵۷، ۱۵۸)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ تم سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں جمع کیے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❷

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء: ۱۰۰)

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اس کو موت پالے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ثواب ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

❸

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (الحج: ۵۸، ۵۹)

اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کیے گئے یا مر گئے البتہ انہیں اللہ تعالیٰ اچھا رزق دے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ البتہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جسے پسند کریں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بردبار ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اُس قیام کرنے والے، روزہ رکھنے والے جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا، [یہ اجر مجاہد کو ملتا رہتا ہے] یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اجر یا غنیمت دے کر واپس گھر لوٹا دے، یا اُسے موت دے کر جنّت میں داخل کر دے۔ (بخاری، مسلم)

[اس حدیث شریف میں موت کا ذکر ہے قتل کا نہیں، یعنی اُسے طبعی موت آجائے یا کسی اور طرح سے وہ اِنتقال کر جائے، ہر حال میں اس کے لئے جنّت کا وعدہ ہے۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والے کو [ہم شہید شمار کرتے ہیں]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تب تو میری اُمّت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے، [یاد رکھو!] اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والا شہید ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی سواری سے گر کر مرنے والا شہید ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذات الجنب کے پھوڑے سے مرنے والا شہید ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ، ابوداؤد)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا پھر وہ [طبعی موت] مرگیا، یا قتل کیا گیا [وہ ہر حال میں] شہید ہے، وہ گھوڑے یا اُونٹ سے گر گیا، یا کسی زہریلے جانور نے اُسے ڈس لیا، یا وہ اپنے بستر پر مرگیا، یا کسی بھی طرح جیسے اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ مرگیا تو وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنّت ہے۔ (ابوداؤد، المستدرک)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا قول نقل فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا جو بندہ بھی میرے راستے میں میری رضا جوئی کیلئے جہاد میں نکلتا ہے، میں اس کا ضامن ہوں کہ اگر میں نے اُسے لوٹایا تو اجر یا غنیمت دے کر لوٹاؤں گا اور اگر اس کی رُوح قبض کر لی تو اُسے بخش دونگا۔ (نسائی، ترمذی)

حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل کیا جائے گا یا انتقال کر جائے گا وہ جنّتی ہے۔

(مصنّف ابن ابی شیبہ و رجالہ ثقات)

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے امان پائے ہوئے لوگ ہیں وہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل ہوئے ہوں یا اپنے بستروں پر مرے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک "مرسلاً")

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیلئے نکلا ...... پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں کو اِکٹھا فرمایا........ پھر ارشاد فرمایا: اور کہاں ہیں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے والے؟ جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلا، پھر وہ اپنی سواری سے گر کر مر گیا تو اس کا اجر اللہ (تعالیٰ) کے ذِمّہ پکا ہو گیا اور اگر طبعی موت مر گیا، تب بھی اس کا اجر اللہ (تعالیٰ) کے ذِمّہ پکا ہو گیا اور جو مار کر قتل کیا گیا تو جنّت اس کے لئے واجب ہو گئی۔

(مصنّف ابن ابی شیبہؒ، مسند احمد)

حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فُضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ سمندر میں دو جنازوں پر تشریف لائے، ان میں سے ایک تو منجنیق [کے گولے] سے شہید ہوئے تھے، جب کہ دوسرے کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت فُضالہ رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر بیٹھ گئے جس کا انتقال ہوا تھا، کسی نے ان سے کہا: آپ نے شہید کی قبر چھوڑ دی [اور اس طبعی موت مرنے والے کی قبر پر بیٹھ گئے]۔ حضرت فُضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ ان دو طرح کی قبروں میں سے کسی قبر میں سے اُٹھایا جاؤں [یعنی میرے نزدیک جہاد میں شہید ہونا اور مرنا برابر ہے اور میں اپنے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک قبر کو پسند کرتا ہوں۔]

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ

اللہُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللہَ لَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ لَیُدْخِلَنَّھُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَہٗ ؕ وَ اِنَّ اللہَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ۝ (الحج:۵۸،۵۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کیے گئے یا مر گئے البتہ انہیں اللہ تعالیٰ اچھا رزق دے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ البتہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جسے پسند کریں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بردبار ہے۔

اے بندے! اگر تجھے پسندیدہ جگہ پر داخل کر دیا جائے اور بہترین روزی عطاء کر دی جائے تو پھر تجھے اور کیا چاہیے؟ اللہ کی قسم! میں پرواہ نہیں کرتا کہ ان دو قبروں میں سے کسی سے میں اٹھایا جاؤں گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، والطبری فی التفسیر)

حُمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک کا اسمِ گرامی حُمَمہ رضی اللہ عنہ تھا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں [جہاد کیلئے] اصفہان تشریف لائے اور انہوں نے دعاء فرمائی: اے میرے پروردگار! حُمَمہ کو گمان ہے کہ وہ تجھ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اگر حُمَمہ اپنے اس گمان میں سچا ہے، تو آپ اس کے گمان کو سچا فرما دیجئے اور اگر جھوٹا ہے، تب بھی اُسے یہ عطاء فرما دیجئے، اگرچہ وہ ناپسند کرے۔ اے میرے پروردگار! حُمَمہ کو اس سفر سے واپس نہ لوٹائیے، اس کے بعد ان کے پیٹ میں تکلیف ہوئی اور اصفہان ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے، اس کے مطابق حُمَمہ کو شہادت والی موت نصیب ہوئی ہے۔

(اسد الغابہ، ابن مندہ، ابو نعیم)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں گھوڑا تیار کیا پھر اپنے بستر پر مر گیا، وہ بھی شہید ہے اور جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اسلحہ یا گھوڑا تیار

کرنے کا ارادہ کیا، مگر تیار کرنے سے پہلے مرگیا، تو وہ بھی شہید ہے اور اگر اس کی نیت تو ہے کہ اسلحہ یا گھوڑا تیار کرے مگر اُسے اس کی اِستطاعت نہیں ملی اور وہ مرگیا، تو وہ بھی شہید ہے۔

(شفاء الصدور)

مسئلہ

بعض عُلماء کرام کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جانے والا اور انتقال کرنے والا دونوں بالکل برابر ہیں۔

ان کی دلیل اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم پہلوں میں سے ہو اور ان کا گھوڑے سے گر کر انتقال ہوا تھا۔ (بخاری)

دوسرے علماء کرام کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والے کو کچھ زیادہ فضائل حاصل ہیں، یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے ان حضرات کے دلائل یہ ہیں۔

❶ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں تمہارے گھوڑے کو مار دیا جائے اور تمہیں بھی قتل کر دیا جائے۔ (موارد الظمآن)

❷ وہ شخص جو کسی چیز کی نیت کرے اور پھر اُسے پا بھی لے، وہ یقیناً اس سے افضل ہے جو کسی چیز کی نیت تو کرے مگر اُسے پا نہ سکے۔

❸ شہید کو قرآن مجید نے مُردہ کہنے سے منع کیا ہے۔

❹ شہید کو ان زخموں کا بھی اَجر ملے گا جو اُسے لگتے ہیں، ان زخموں کے فضائل پہلے گزر چکے ہیں۔

❺ شہید جنّت میں جا کر دنیا میں واپس آ کر بار بار شہید ہونے کی تمنّا کرے گا، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرنے والا بھی واپسی کی تمنا کرے، مگر وہ بھی واپس آ کر قتل ہونے کی تمنا کرے گا، اِسی سے قتل ہونے کی فضیلت ثابت ہوگئی۔

❻ شہید پر جو اَحکام جاری ہوتے ہیں، مثلاً اسے غسل نہیں دیا جاتا، بعض ائمہ کے ہاں اس کی جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی جاتی، [جب کہ اَحناف کے ہاں جنازہ تو پڑھا جاتا ہے مگر

غسل وغیرہ نہیں دیا جاتا] ، یہ احکام میّت کے لئے نہیں ہیں، اِسی طرح اور بھی بہت سے فضائل شہید کو حاصل ہیں۔

دعوت

[اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی قتل ہو یا اس کا کسی اور طرح سے انتقال ہو جائے وہ بلاشُبہ شہید ہے جیسا کہ اُوپر احادیث گزر چکی ہیں، بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کردے، پھر آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ کس طرح اُسے قبول کرتا ہے، چونکہ بندے نے اپنی ذِمّہ داری اداء کردی ہے، اس لئے اب اُسے جس طرح بھی موت آئے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مقامات اور مغفرت کا مستحق بنتا ہے۔ جہاں تک قتل ہونے والے کے خصوصی فضائل کا تعلق ہے، تو ان کی مثال سونے پر سہاگے جیسی ہے اور بس]۔

فصل

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سر میں اللہ تعالیٰ کے راستے [جہاد] میں نکل کر درد ہوا، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک دن بیمار ہوا، اللہ تعالیٰ اسے ایک سال کی عبادت کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ (ابن عساکر)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن بیمار ہوا، تو یہ ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور انہیں جہاد کا سامان دینے اور قیامت کے دن تک ان پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

[مجاہد اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، اس لئے مجاہد کی بیماری پر اتنے فضائل کا ملنا بعید بات نہیں ہے، بس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس راستے کی سمجھ عطاء فرمادے، پھر ان کیلئے خیر ہی خیر ہے اور فضائل ہی فضائل۔

یا اللہ! ہم سب مسلمانوں کو جہاد کی سمجھ عطاء فرما۔ (آمین ثم آمین)]

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد النبي
الأمي وعلى آله وسلم تسليما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۲۸

شوقِ شہادت، شہادت کی دُعا اور بعض شُہداء کا تذکرہ

شہداء زندہ ہیں

شہداء زندہ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مُقرب ہیں، اُنہیں رزق دیا جاتا ہے، ان باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، یہ فضائل ایک سچے مسلمان کے دل میں شوقِ شہادت پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں اور یہ اُن دُنیا پرست منافقین جو شہادت کو ہلاکت سمجھتے ہیں کے وساوس کا جواب ہیں۔ (فتح الجواد: ۱/۳۲۴)

مجاہدین کی جانوں کی قیمت

مجاہدین اور شہداء کی جانوں کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ ان کا خریدار خود اللہ تعالیٰ اور درمیان میں سودا کرانے والے سیّد الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سودے کی قیمت اللہ تعالیٰ کے قُرب والی جنت ہے۔ (فتح الجواد: ۳/۱۱۰)

باب ۲۸

شوقِ شہادت، شہادت کی دعاء اور بعض شہداء کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ (الفاتحہ:۶،۵)

ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعاء کیا کریں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اس آیت میں مذکور ہیں:

۲

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء: ۶۹)

وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) سے شہادت مانگی، اللہ (تعالیٰ) اُسے شہداء کے مقام تک پہنچا دے گا، اگر چہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (مسلم شریف)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اُونٹنی کے دودھ دُوھنے کے درمیانی وقفے جتنی دیر جہاد کیا، اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) سے شہادت مانگی، پھر وہ انتقال کر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے لئے شہید کا اجر ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

[اس طرح کی روایات کتب حدیث میں بہت زیادہ ہیں ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا دو روایات ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے]۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، وہ شخص جب صف میں پہنچا تو اس نے کہا: "اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ" (اے میرے پروردگار! مجھے وہ سب سے افضل چیز عطاء فرمایئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں۔) جب نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل فرمالی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی کون یہ دعاء کررہا تھا؟ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں [یہ دعاء کررہا تھا]۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تب تو تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کیا جائے گا (یعنی یہی وہ افضل ترین چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں)۔ (ابویعلی، البزار، ابن حبان، المستدرک صحیح الاسناد)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پروردگار! میری امت کی موت اللہ تعالیٰ کے راستے میں نیزوں اور طاعون سے مارے جانے کو بنادیجئے۔ (مسند احمد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کیلئے شہادت کی دعاء فرمائی، جب کہ آگے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات مبارک کیلئے بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شہداء اُحد کا تذکرہ کرتے تو ارشاد فرماتے: اللہ کی قسم! مجھے یہ محبوب ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں شہید کردیا گیا ہوتا۔ (المستدرک وقال صحیح علی شرط مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: آؤ! ہم دونوں اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ہوکر ایک طرف بیٹھ گئے، پہلے میں نے دعاء مانگی کہ یا اللہ ! آج میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو، کچھ دیر میں اُس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے، پھر اُس کے بعد یا اللہ ! مجھے اُس پر فتح نصیب فرما، یہاں تک کہ میں اُسے قتل کردوں۔ (حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی) اور پھر انہوں نے یہ دعاء مانگی۔ یا اللہ ! آج میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو بڑا ہی سخت، زور آور اور غضب ناک ہو، میں محض تیرے لئے اُس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے، بالآخر وہ مجھے قتل کردے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار! جب میں تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے، اے عبداللہ! یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے؟ تو میں عرض کروں: یا اللہ! تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے: تُو نے سچ کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی، میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں۔ (زرقانی، المستدرک)

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اُمید ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعاء کا پہلا حصہ قبول فرمایا، اِسی طرح ان کی دعاء کا آخری حصہ بھی قبول فرمائے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

واقعہ ۱

غزوۂ مؤتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے اُمراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے، تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا: اے ابنِ رواحہ! کس چیز نے آپ کو رُلایا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: [ترجمہ: تم میں سے ہر شخص نے جہنّم پر سے گزرنا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک یہ بات مقدر ہوچکی ہے۔] میں نہیں جانتا کہ جہنّم پر گزرنے کے بعد میرے لئے واپسی کیسے ہوگی؟ [پس یہی چیز مجھے رُلا رہی ہے]۔ مسلمانوں نے [لشکر کو رخصت کرتے ہوئے] کہا:

اللہ تعالیٰ کا ساتھ تمہیں نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے،[جن کا مفہوم یہ ہے:]

میں واپسی نہیں چاہتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا سوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو، یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے، یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر پر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

واقعہ ۲

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو خود غزوہ مُوتہ میں شریک تھے، وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ مُوتہ کے دن ہم نے بہت سخت جنگ کی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ [امیرِ لشکر] نے زِرہ پہن لی اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے، پھر وہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور زِرہ بھی اُتار دی اور فرمایا: یہ کون لے گا؟ پھر آپ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے لے لیا، وہ بھی پہلے زِرہ پہن کر سوار ہو کر لڑتے رہے، پھر انہوں نے بھی زِرہ اُتاری اور گھوڑے سے اُتر کر لڑے اور شہید ہو گئے، تب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا اُٹھا لیا اور پہلے والے دو حضرات کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَوَفَاۃً بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ" ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھے اپنے راستے کی شہادت عطاء فرمایئے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرمایئے۔

(بخاری)

واقعہ ۳

سُلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں [خراسان اور بصرہ کے حاکم] جراح بن عبداللہ حکمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا، تو انہوں نے دعاء کیلئے ہاتھ اٹھالئے، اُن کے وُزراء نے بھی ہاتھ اٹھالئے،

وہ کافی دیر دعاء کرتے رہے، پھر مجھ سے کہنے لگے: اے ابُو یحیٰی! کیا تم جانتے ہو کہ ہم کیا مانگ رہے تھے؟ میں نے کہا: نہیں، میں نے تو تمہیں توجّہ سے دعاء مانگتے دیکھا تو میں نے بھی ہاتھ اٹھالئے۔ انہوں نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگ رہے تھے۔ سُلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان تمام حضرات کو شہادت نصیب ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء)

واقعہ ۴

حُمید بن ہِلَال رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اَسْوَد بن کُلثُوم رحمۃ اللہ علیہ جب چلتے تھے تو اپنے پاؤں اور اُنگلیوں کے پوروں کی طرف دیکھتے تھے...... جب وہ جہاد کیلئے نکلے تو انہوں نے دعاء کی: اے میرے پروردگار! میرا نفس آسانی کے دنوں میں یہ گمان کرتا تھا کہ وہ تجھ سے محبّت کرتا ہے، اگر میرا نفس سچّا ہے تو پھر اُسے اپنی ملاقات نصیب فرما، اگر یہ جھوٹا ہے تو تب بھی اس پر اپنی ملاقات ڈال دے، اگرچہ یہ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے اور میری موت کو اپنے راستے کی شہادت بنادے اور میرا گوشت درندوں اور پرندوں کو کھلادے۔ اس کے بعد وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ چل پڑے اور ایک شگاف کے ذریعے ایک چاردیواری میں داخل ہوگئے، اچانک دشمن کا لشکر آگیا اور وہ اسی شگاف پر قابض ہوگیا، حضرت اَسْوَد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی تو کسی طرح اس چاردیواری سے نکل گئے، مگر وہ خود نہ نکل سکے، یہاں تک کہ دشمنوں کی بڑی تعداد اس شگاف پر پہنچ گئی، حضرت اَسْوَدْ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور انہوں نے گھوڑے کے منہ پر کوڑا مارا، تو وہ گھوڑا اتنا تیز دوڑا کہ دشمنوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، پھر وہ پانی پر گئے اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے۔ دشمن کہنے لگے کہ عرب لوگ اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہیں، [یعنی نماز پڑھنے کے بعد وہ خود کو گرفتاری کیلئے پیش کردیں گے۔] نماز کے بعد حضرت اَسْوَد رحمۃ اللہ علیہ نے دشمنوں پر حملہ کردیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ بعد میں مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گزرا تو اس میں حضرت اَسْوَد رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی بھی تھے۔ ان کے بھائی سے کسی نے کہا کہ تم اس چاردیواری میں جاکر اپنے بھائی کی بچی کُھچی ہڈیاں تو چُن کر دفنادو۔ ان کے بھائی نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، میرے بھائی نے ایک دعاء کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول

فرمالیاہے، ان کے بھائی کے اس جواب پر دوسرے مسلمانوں نے تنقید نہیں کی۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت عَمْرو بن اَلْعَاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی ہِشَام رضی اللہ عنہ جنگ یَرْمُوک میں شریک تھے، رات کو میں بھی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعاء کرتے رہے، جب صبح [لڑائی] ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی، جبکہ میں محروم رہا۔ (سیر اعلام النبلاء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہِشَام بن اَلْعَاص رضی اللہ عنہ دشمنوں پر برابر حملے کرتے رہے اور ان کی ایک تعداد کو قتل کر کے شہید ہوئے، شہادت کے بعد گھوڑوں نے انہیں روند ڈالا، یہاں تک کہ ان کے بھائی نے ان کے جسم کے ٹکڑے ایک چادر میں جمع کیے، پھر انہیں دفنا دیا۔

حضرت زَید بن اَسْلَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو ان کے شہید ہونے کی خبر پہنچی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں وہ اسلام کے بہترین مددگار تھے۔

واقعہ ۵

حضرت اَنَس بن مَالِک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ یَمَامَہ کے دن میں حضرت ثَابِت بن قَیْس بن شَمَّاس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ حَنُوط کی خُوشبو لگا رہے تھے۔ میں نے کہا: چچا جان! مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اور آپ یہاں ہیں۔ [جنگ یَمَامَہ میں ابتداءً مسلمانوں کو کافی نقصان اُٹھانا پڑا تھا، مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی]۔ یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمانے لگے: لو بھتیجے! [ابھی میں نکل رہا ہوں] انہوں نے اسلحہ لٹکایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے اور فرمایا: افسوس ہے مسلمانوں پر، آج یہ کیا کر رہے ہیں اور افسوس ہے دشمنوں پر اور ان کے معبودوں پر، چھوڑ دو میرے گھوڑے کا راستہ تاکہ میں جنگ کی گرمی میں کُود جاؤں، اس کے بعد حملہ فرمایا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

مصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حَنُوط کی خوشبو عام طور پر مُردوں کو لگائی جاتی ہے، شاید حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے نفس کو موت کیلئے تیار کرنے کی خاطر اور شہادت پانے کے عزم کو مضبوط کرنے کے لئے یہ استعمال فرماتے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! تو نے کیسا مقام پایا؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے بہترین جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو مجھ سے مانگ اور کسی چیز کی تمنا کر۔ وہ کہے گا: میں تجھ سے [اور] کیا مانگوں اور کس چیز کی تمنا کروں؟ میں تجھ سے یہی مانگتا ہوں کہ مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار شہید کیا جاؤں، وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے کرے گا، پھر ایک جہنمی کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: اے آدم کے بیٹے! تو نے کیسی جگہ پائی؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے بہت بری جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو اس عذاب سے بچنے کے لئے فدیے میں زمین بھر سونا دے گا؟ وہ کہے گا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تجھ سے اس سے کم مانگا تھا، مگر تو نے نہیں دیا تھا [یعنی دنیا میں تھوڑا سا مال بھی تو نے میرے راستے میں اور نیکی کے کاموں میں خرچ نہیں کیا تھا]۔

(المستدرک، نسائی، ابوعوانہ)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت والے اعلیٰ درجے کی کامیابی اور عظیم الشان نعمتوں کو پالینے کے باوجود شہادت کی تمنا کریں گے، تو وہ شخص جو دنیا کے دھوکے، امتحان اور غم والی جگہ پر ہے وہ کیسے شہادت کی تمنا نہیں کرتا؟ حالانکہ اس کو کچھ علم نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا یا جہنم کا برا ٹھکانا اس کا مقدر بنے گا، اس کے علاوہ بھی اور کئی احادیث میں آیا ہے کہ شہداء جنت کی اعلیٰ نعمتوں کی جدائی برداشت کر کے دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے تاکہ شہادت کی لذت اور اس کی فضیلت کو پاسکیں۔ یہ احادیث ان شاء اللہ آگے آئیں گی۔

عاصم بن بہدلہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے ہر ممکنہ جگہ پر شہادت کو تلاش کیا، لیکن بستر پر مرنا ہی میرا مقدر تھا اور میرے پاس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بعد سب سے زیادہ اُمید والا عمل وہ رات ہے جو میں نے ہاتھ میں ڈھال لے کر گزاری تھی اور آسمان سے بارش برس رہی تھی، ہم لوگ صبح کے

انتظار میں تھے، تاکہ عَلَی الصُّبح کافروں پر حملہ کردیں، پھر فرمایا: میرے مرنے کے بعد میرا اسلحہ اور میرا گھوڑا جہاد کیلئے دے دینا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

سُفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے، یہ سارے زمین پر گھسٹتے ہوئے حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے تھے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا، میرا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بن جائے اور میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قربان ہوجائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی رہے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ [غزوۂ اُحد کے دن] حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر دشمنوں پر تیر برسا رہے تھے، حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے کبھی اپنا سَرِ مبارک اٹھاکر [دشمنوں کی طرف] دیکھتے، تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنا سَر آگے کرلیتے اور فرماتے: اے اللہ کے رسُول! میری گردن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے سامنے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

محمد بن سِیرِین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت عَبدُاللہ بن سَلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دشمنوں سے قتال شروع ہوجائے اور میرے اندر طاقت نہ ہوتو مجھے چارپائی پر لاد کر میدانِ جنگ میں رکھ دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سیر اعلام النبلاء)

واقعہ ۶

محمود بن لَبِید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد کے لئے تشریف لے گئے، تو حضرت حُسَیل بن جابِر رضی اللہ عنہ [جو حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے] اور حضرت ثابِت بن وَقش رضی اللہ عنہ کو اُونچی جگہ پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا گیا، یہ دونوں بہت بوڑھے تھے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ہم کس چیز کا انتظار کررہے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہماری زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی ہیں اور آج کل میں ہم مرنے والے ہیں، تو کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جائیں، ممکن ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہادت نصیب ہوجائے۔ یہ دونوں حضرات تلواریں لے کر لڑائی میں شامل ہوگئے اور کسی

کو ان کے بارے میں علم نہیں تھا، حضرت ثابت بن وَقش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکوں نے شہید کر ڈالا۔ جب کہ حضرت حُسَیل بن جابر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی تلواروں کے درمیان آکر شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! یہ میرے والد ہیں۔ مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں علم نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کے والد کی دِیت اداء کریں، تو حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ دِیت معاف کر دی اور اس طرح سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا مقام اور بڑھ گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

واقعہ ۷

حضرت عبدُاللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحد کے دن اپنے بھائی سے فرمایا: بھائی جان! میری زِرہ آپ لے لیجیے۔ تو انہوں نے جواب دیا: میں بھی آپ کی طرح شہادت کا طلب گار ہوں، چنانچہ دونوں نے زِرہ چھوڑ دی۔ (الطبرانی، ابونعیم)

مصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام حضرت زَید بن خطّاب رضی اللہ عنہ ہے، وہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے اور آپ سے پہلے اسلام لائے تھے، وہ بہت لمبے قد کے مالک تھے، غزوہ اُحد میں باوجود تمنّا کے شہید نہیں ہوئے، جنگِ یمامہ میں مسلمانوں کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا، وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھتے رہے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور اس جھنڈے کو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اُٹھالیا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو جب ان کی شہادت کی اطّلاع ملی تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا: میرا بھائی مجھ سے پہلے اسلام لایا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: جب بھی صبح کی ہوا چلتی ہے، تو مجھے زَید رضی اللہ عنہ کی خوشبو آتی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

واقعہ ۸

حضرت سَعد بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن روانگی کے وقت اپنے چھوٹے بھائی عُمیر بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ چھپتے پھر رہے ہیں۔ میں نے کہا:

کیا ہوا بھائی [کیوں چھپتے پھر رہے ہو]؟ کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر رسُولِ کریم ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو آپ ﷺ مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس بھیج دیں گے، جب کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات [یعنی شہادت] کا خواہش مند ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں جب حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے انہیں چھوٹا دیکھ کر فرمایا: تم واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر عُمیر رضی اللہ عنہ رونے لگے، تو حضورِ اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی تلوار کے پٹے کو گرہ لگایا کرتا تھا، وہ بدر کے دن سولہ سال کی عمر میں شہید ہوئے، انہیں عمرو بن عبدِ وُدّ نے قتل کیا۔ (اسد الغابہ)

واقعہ ۹

حضرت کعبُ الاَحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے کوئی اچھا کام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو بذریعہ وحی فرمایا کہ اس بادشاہ سے کہو، ہم سے جو چاہے مانگ لے، اس پر اس بادشاہ نے کہا: اے میرے رب! میری تمنا ہے کہ میں اپنے مال، اپنے بیٹوں اور اپنی جان کے ساتھ تیرے راستے میں جہاد کروں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک ہزار بیٹے عطاء فرمائے، وہ اپنے مال سے اپنے ایک بیٹے کو سامانِ جہاد فراہم کرتا تھا اور اس کے ساتھ جہاد میں ایک مہینے کیلئے نکل کھڑا ہوتا تھا، اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا، پھر وہ آ کر دوسرے بیٹے کو تیار کرتا اور ایک ماہ اس کے ساتھ مل کر جہاد کرتا اور اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا، اور اس کے ساتھ یہ بادشاہ رات کو قیام کرتا اور دن کو روزے کا بھی پابند تھا، جب ایک ہزار مہینوں میں اس کے ایک ہزار بیٹے شہید ہو گئے، تو وہ خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اسی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۞ (القدر:۳) یعنی لَیلۃُ القدر اس بادشاہ کے ان ہزار مہینوں سے افضل ہے جس میں اس نے اپنی اولاد اور اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور روزے، قیام کی بھی پابندی کی۔ (تفسیر القرطبی)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا وسیع فضل ہے کہ ان کے تھوڑے

سے عمل کو سابقہ اُمتوں کے بڑے اور طویل اعمال سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ذرا سوچئے! جب اس اُمت کی ایک رات یعنی لَیْلَۃُ الْقَدْر بنی اسرائیل کے اس بادشاہ کے ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے، تو اس عمل [یعنی جہاد] کی فضیلت کا کیا حال ہوگا جس میں ایک گھڑی کھڑے رہنا حَجرِ اسود کے سامنے لَیْلَۃُ الْقَدْر پا لینے سے افضل ہے؟ جیسا کہ حضرت اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت میں گزر چکا ہے۔

واقعہ ۱۰

عَلاء بن ہِلال رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی قوم کے ایک شخص نے ان سے کہا: اے اَبُوالصَّہباء! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے شَہد کا ایک چھتّہ اور آپ کو دو چھتّے دیے گئے ہیں۔ حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، تم شہید ہو جاؤ گے اور میں اور میرا بیٹا بھی شہید ہوں گے۔ جب حضرت یَزِید بن زِیادؒ رحمۃ اللہ علیہ نے سِجِستان پر حملہ کیا، تو یہ مسلمانوں کا پہلا لشکر تھا جس نے شکست کھائی، اس وقت حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے پیارے بیٹے! تم واپس اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ اپنے لئے تو بھلائی چاہ رہے ہیں اور مجھے واپسی کا حکم دے رہے ہیں، حالانکہ میری والدہ کیلئے تو آپ مجھ سے زیادہ خیر کا باعث تھے۔ حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر آگے بڑھو اور [لڑائی میں شریک ہو جاؤ]، وہ آگے بڑھا اور زخم کھا کر گر گیا۔ حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بڑے تیر انداز تھے، انہوں نے دشمنوں پر تیر برسائے تو وہ اس سے ہٹ گئے، حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اپنے بیٹے کے پاس آئے، کچھ دیر اس پر کھڑے رہے اور اس کیلئے دعاء فرمائی، پھر خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، سیر اعلام النبلاء)

حضرت صِلَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بیوی حضرت مُعاذہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو جب اپنے خاوند اور بیٹے کی شہادت کی خبر ملی، تو ان کے پاس عورتیں آنے لگیں۔ انہوں نے ان سے فرمایا: اگر تم ہمیں اس اعزاز پر جو اللّٰہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا ہے، مبارک دینے آئی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلی جاؤ۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

واقعہ ۱۱

خَلَف بن ہِشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھے نَخَعْ [نامی مقام] کے ایک نوجوان نے بتایا، کہ ہم

ایک بار جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ میں نے اپنے گھوڑے سے آگے والے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی آواز سنی، جو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا:

اے نفس! تو ہر مرتبہ جہاد میں مجھے کہتا ہے کہ فُلانہ تیری بیوی ہے، فُلاں تیرے بچے ہیں، تیرا اتنا مال ہے، آج میں نے فُلانہ کو طلاق دے دی اور اپنے سارے غلام آزاد کر دیئے اور اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا۔ اے میری جان! آج میں تجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حُضور پیش کروں گا، پھر اس نے حملہ کیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگیا، میں نے اس کے جسم پر اسّی سے زائد زخم شُمار کیئے۔ (جوھرۃ الزمان لابن الجوزیؒ)

واقعہ ۱۲

اَبُو ثعلبہ الکِندِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت نَوف بِکالِی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے جاتے تھے، ایک بار ایک شخص نے انہیں کہا: اے اَبُو یزید! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ایک لشکر لے کر جا رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے جس کی نوک پر مشعل جل رہی ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ نَوف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچا ہے تو مجھے شہادت نصیب ہوگی، انہی دنوں محمد بن مَروان رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رُوم کی طرف لشکر روانہ ہونے لگے، جب حضرت نَوف رحمۃ اللہ علیہ جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے، تو میں بھی ان کو رخصت کرنے کے لیے گیا، انہوں نے جب اپنا پاؤں سواری پر رکھا، تو کہنے لگے: اے میرے پروردگار! میری بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے اور نَوف کو شہادت سے نواز دے۔ لڑائی سے واپسی پر جب لشکر عَبَاعِب [نامی مقام] پر پہنچا تو دشمن مقابلے کیلئے نکل آئے، اسلامی لشکر میں سب سے پہلے حضرت نَوف رحمۃ اللہ علیہ نکلے اور انہوں نے دشمنوں پر زوردار حملہ کیا اور ایک کے بعد دوسرے کافر کو قتل کرتے چلے گئے اور پھر شہید ہوگئے۔ ان کے بعض رُفقاء نے بتایا کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کا خون ان کے گھوڑے کے خون کے ساتھ بہہ رہا تھا اور دونوں مارے جا چکے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

واقعہ ۱۳

عَبْدُالکرِیم بن حارِث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: انہیں ایک شخص نے یہ قصہ سنایا کہ ہم لوگ

ایک قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اچانک اسلامی لشکر میں سے دو ۲ آدمی نکلے ، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم غسل کرو گے؟ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرمادے۔ اس کے ساتھی نے کہا: میں نے تو غسل نہیں کرنا، چنانچہ خود اس نے غسل کرلیا، غسل سے فارغ ہوکر وہ قلعے کی طرف بڑھا تو اسے ایک بڑا پتھر لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھی اُسے گھسیٹ کر لا رہے تھے، میں ان کے پاس پہنچا تو وہ اس شک میں تھے کہ یہ شہید ہوچکا ہے یا نہیں؟ اچانک وہ نوجوان مسکرانے لگا، ہم نے کہا یہ زندہ ہے۔ پھر وہ تھوڑی دیر ساکت پڑا رہا، پھر ہنسنے لگا، پھر تھوڑی دیر پڑا رہا، پھر وہ رونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے کہا: اے فلاں! خوش ہوجاؤ تم بچ گئے ہو، پھر ہم نے اس کے ہنسنے اور رونے وغیرہ کا اس سے تذکرہ کیا، تو وہ کہنے لگا: جب مجھے چوٹ لگی تو ایک آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یاقوت کے ایک محل میں لے گیا اور مجھے دروازے پر کھڑا کردیا، اچانک اس محل سے ایسے چست بچے نکلے کہ ان جیسے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ انہوں نے کہا: خوش آمدید ہمارے آقا۔ میں نے کہا: تم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں، تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے: ہم تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر وہ آدمی مجھے دوسرے اور تیسرے محل میں لے گیا، ہر جگہ اسی طرح بچوں نے میرا استقبال کیا، پھر وہ مجھے ایک محل کے دروازے پر لے آیا، اس میں قالینیں اور غالیچے بچھے ہوئے تھے اور نرم و نازک تکیے لگے ہوئے تھے، وہ مجھے لے کر کمرے میں داخل ہوا، اس کمرے کے دو ۲ دروازے تھے ، میں نے خود کو دو ۲ تکیوں کے درمیان گرادیا ، اس نے کہا: آج کے دن تم بہت تھک گئے تھے ، اس لئے تم نے خود کو تکیوں پر گرادیا۔ اس کے بعد میں اٹھا تو بستر پر لیٹ گیا، میں نے اس سے پہلے کبھی ایسے بستر پر پہلو نہیں رکھا تھا، اسی دوران میں نے ایک دروازے سے کچھ آواز سنی تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایسی حسین کہ اس جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی، مثالی کپڑے اور زیور پہنے ہوئے نمودار ہوئی، وہ ان تکیوں کے درمیان سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور اس نے مجھے سلام کیا، میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں تیری بیوی حُورِ عین ہوں۔ یہ سن کر میں خوشی سے ہنس پڑا، پھر وہ میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اور مجھے دنیا کی عورتوں کی باتیں اس

طرح سے بتاتی رہی، جس طرح یہ سب کچھ اس کے پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے، اِسی دوران میں نے دوسرے دروازے پر آہٹ سنی تو وہاں پر بھی میں نے ایک عورت دیکھی، میں نے نہ اس جیسی حسین عورت کبھی دیکھی اور نہ اس کے زیور جیسے زیور، وہ بھی پہلے والی کی طرح آ کر مجھ سے باتیں کرنے لگی اور پہلے والی خاموش ہوگئی، پھر میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا: ابھی نہیں، بلکہ نمازِ ظہر کے وقت، پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ اس نے کچھ کہا یا مجھے ایک ایسے صحرا میں ڈال دیا گیا، جہاں ان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا، تو میں رونے لگ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کے وقت اس کی رُوح پرواز کر گئی۔

(تاویل آی الجہاد، ابن عساکر)

واقعہ ۱۴

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک بہت نیک دوست نے یہ حکایت سنائی کہ جوانی میں مَیں تیراندازوں کے ساتھ اِسکندریہ میں تھا، وہاں ہمارے ساتھ مغرب کا رہنے والا ایک شخص آیا جو اپنا ہاتھ ہمیشہ ہم سے چھپاتا تھا، ہم اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، چنانچہ ہمیں شک ہوا کہ شاید اس کو کوئی بیماری ہے، کچھ دن بعد اس نے اپنا ہاتھ کھولا تو اس کی کلائی پر سفید رنگ کے انگلیوں کے نشانات تھے، ہم نے سمجھا کہ اسے بَرص کی بیماری ہے، مگر اس نے ہم سے کہا: ڈرو نہیں، یہ بَرص نہیں ہے، ان شاء اللہ کبھی تنہائی میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں گا۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ جماعت کے بڑوں میں سے کسی نے ایک وَلی کا تذکرہ کیا، اس شخص نے بھی اس وَلی کی تعریف کی، تو جماعت کے بزرگ نے اسے اُسی وَلی کا واسطہ دے کر کہا کہ تم آج اپنے ہاتھ کی سفیدی کا راز ہمیں بتادو، یہ سن کر اس کے آنسو بہنے لگے اور اس کی حالت بدل گئی اور وہ زور زور سے رونے لگا، مگر جب زیادہ اصرار ہوا، تو اس نے درج ذیل واقعہ سنایا:۔

ہم مغرب میں انگریزوں کے ملک کے قریب رہتے تھے، چنانچہ کبھی ہم ان پر اچانک حملہ کرتے تھے تو کبھی وہ ہم پر حملہ آور ہوتے تھے، ایک بار ہم بیس آدمی ان کے ملک میں داخل

ہو کر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے، ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے تھے، ابھی ہم درمیان ہی میں تھے کہ ایک دن سورج نکلنے پر ہم پناہ لینے کیلئے ایک پہاڑ کی غار کی طرف بڑھے، اچانک ہمیں آہٹ سنائی دی تو ہم نے دیکھا کہ اسی غار سے ایک انگریز سپاہی نکل رہا ہے، اس نے جیسے ہی ہمیں دیکھا واپس غار کی طرف دوڑا اور تھوڑی دیر میں غار سے ایک سو سپاہی نکل آئے، یہ سپاہی ہمارے ملک پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے اور دن کے وقت اس غار میں چھپ گئے تھے، جب آمنا سامنا ہوگیا تو اب لڑائی کے عِلاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، کیونکہ ہماری اور ان کی لڑائی کا دستور فتح یا موت تھا، چنانچہ سخت لڑائی شروع ہوگئی اور اس لڑائی میں گیارہ آدمی شہید ہوئے، جبکہ ان کے پینتالیس سپاہی مارے گئے، پھر انہوں نے ہم باقی نو افراد پر یک بارگی زوردار حملہ کیا اور میرے عِلاوہ باقی سب کو شہید کردیا اور میں بھی شدید زخمی ہو کر انہی شہداء کے ساتھ گر گیا، اِسی دوران اچانک آسمان سے ایسی لڑکیاں اُتریں کہ اُن جیسا حسن و جمال میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اُن میں سے ہر لڑکی ایک شہید کے پاس جاتی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی: یہ میرے حصے کا ہے، ان میں سے ایک میرے پاس بھی آئی اور اس نے کہا: یہ میرے حصہ کا ہے، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، لیکن جب اُسے محسوس ہوا کہ میں زندہ ہوں تو اس نے میرا ہاتھ اس طرح چھوڑ دیا جس طرح غصے میں چھوڑا جاتا ہے، کہنے لگی: تم ابھی زندہ ہو، پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ پھر اُس مغربی شخص نے ہمیں اپنا ہاتھ [اچھی طرح] دکھایا تو اس کی کلائی پر پانچ اُنگلیوں کے دودھ سے زیادہ سفید نشان تھے۔

واقعہ ۱۵

اَبُو قُدَامَہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار امیرِ لشکر تھا، انہیں دنوں میں مسلمانوں کے بعض شہروں میں لوگوں کو جہاد کی دعوت دینے گیا، ایک جگہ میں نے لوگوں کو جِہاد کی ترغیب دی اور شہادت کے فضائل بتائے۔ تقریر کے بعد جب میں قیام گاہ پر آیا تو ایک حسین و جمیل عورت نے مجھے آواز دی، پہلے میں نے اسے شیطانی حملہ سمجھا، اس لئے جواب نہ دیا، تو اس نے کہا: نیک لوگ نیکی کا ارادہ کرنے والوں کیساتھ یہی سُلوک کرتے ہیں؟ میں اس کے پاس

آیا، تو اس نے مجھے ایک خط اور ایک بند تھیلی دی اور روتی ہوئی چلی گئی۔ میں نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا: آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور انہیں جہاد کا اجر کمانے کی ترغیب دی، مگر میں ایک عورت ہوں جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتی، لیکن میں اپنے بالوں کی دو چوٹیاں کاٹ کر لائی ہوں، تاکہ آپ انہیں اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرما کر میری بخشش کر دے۔

اَبُو قُدَامَہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی والی رات آئی تو میں نے ان بالوں کو گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیا، صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک خوبصورت اور مضبوط لڑکے کو دیکھا [جو دشمنوں سے برسرِ پیکار تھا]، میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے بیٹے! تم پیادے ہو مجھے خطرہ ہے کہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں گے، تم پیچھے ہٹ کر لڑو۔ وہ لڑکا میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: میں کیسے پیچھے لوٹوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ (الانفال: ۱۵)

میں نے یہ سن کر اسے اپنی کمان دے دی، اس نے مجھے کہا: اے اَبُو قُدَامَہ! مجھے تین تیر قرضہ دے دو۔ میں نے کہا: یہ قرضے کا وقت نہیں ہے۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے قرضہ دے دو۔ میں نے اسے ایک تیر دیا، اس نے وہ تیر کمان میں رکھ کر مارا اور ایک رومی کو قتل کر دیا۔ میں نے اُسے کہا: میں تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوں۔ اس نے کہا: جی ہاں، پھر اس نے دوسرے اور تیسرے تیر سے بھی دو ۲ رومی مار گرائے، پھر اس نے مجھے کہا: میں آپ کو الوداعی سلام کہتا ہوں، اچانک ایک تیر اس کے ماتھے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ میں نے اسے کہا: اے بیٹے! تم نے مجھ سے جو عہد کیا ہے، اُسے نہ بھلانا۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر کہنے لگا: اے اَبُو قُدَامَہ! جب تم شہر واپس جانا تو میری والدہ کو سلام کہنا اور انہیں میرا یہ برتن دے دینا۔ میں نے کہا: تمہاری والدہ کون ہیں؟ اس نے کہا: وہی عورت میری والدہ ہے جس نے اپنے بال آپ کو کاٹ کر دیئے تھے کہ آپ انہیں گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں۔

اَبُو قُدَامَہ کہتے ہیں: یہ سن کر میں رونے لگ گیا اور اسی دوران لڑکے کی رُوح بھی پرواز کر گئی اور ہم نے اُسے دفن کر دیا۔ جنگ کے بعد میں اس کی قبر پر آیا تو دیکھا، اس کی لاش زمین کے اُوپر پڑی ہوئی ہے، میں نے دوسری قبر کھود کر اُس میں اُسے دفنا دیا، اُس قبر نے بھی اُسے باہر پھینک دیا، میرے ساتھی کہنے لگے: اس لڑکے کو چھوڑ دو، ممکن ہے یہ اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر نکلا ہو، مگر میں حیرت میں پڑا رہا، جب عشاء کی اذان ہوگئی تو میں نے اُٹھ کر نماز پڑھی اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر رونے لگا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں؟ اچانک مجھے آواز آئی، اے اَبُو قُدَامَہ! اللہ تعالیٰ کے اس ولی کو اسی طرح چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا، پرندوں نے آ کر اُسے کھالیا اور جنگلی جانوروں نے اس کی ہڈیاں تک نگل لیں، جب میں شہر میں آیا تو اس کے گھر جا کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے ایک چھوٹی سی بچی نکلی، اس نے جب لڑکے کا برتن میرے ہاتھ میں دیکھا، تو کہنے لگی: ہائے امی جان! اَبُو قُدَامَہ میرے بھائی کا برتن لے کر آئے ہیں اور میرا بھائی ان کے ساتھ نہیں ہے، ہائے افسوس! پہلے سال میرے والد شہید ہو گئے، دوسرے سال میرا بھائی شہید ہو گیا اور اب یہ دوسرا بھائی بھی شہید ہو گیا۔ اَبُو قُدَامَہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر قریب تھا کہ میں رو رو کر ہلاک ہو جاتا، پھر وہ عورت نکلی اور اس نے کہا: کیا تم خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟ اگر میرا بیٹا انتقال کر گیا ہے تو تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہوا ہے تو تم مُبارک دو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو شہید ہوا ہے۔ اس نے کہا: اس کے شہید ہونے کی کیا علامت ہے؟ میں نے کہا: وہ دشمن کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس نے کہا: کیا زمین نے اس کو قبول کیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: الحمدللہ، پھر اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے ایک کالی چادر اور لوہے کی زنجیر نکالی اور کہنے لگی: میرا بیٹا ہر رات یہ کالی چادر پہن کر زنجیر سے اپنے ہاتھ باندھ لیتا تھا اور دعاء کرتا تھا، اے میرے پروردگار! مجھے قیامت کے دن پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹ سے کھڑا فرمانا، بس اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی دعاء قبول فرمائی۔

(جوہرۃ الزمان)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت کچھ فرق کے ساتھ ایک اور روایت سے پیچھے گزر چکی ہے۔

دعوت

[اس باب میں مذکورہ احادیث، روایات اور سچے واقعات پڑھنے کے بعد یقیناً ہر مسلمان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوگا کہ وہ بھی سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کی لذیذ موت مانگے اور پھر شہادت کی تلاش میں میدانِ جہاد کا رُخ کرے، ایک مسلمان کا جب یہ عقیدہ ہے کہ موت کا وقت مقرّر ہے تو پھر شہادت جیسی عظیم اور پیاری موت مانگنے سے کیوں ڈرا جائے؟ دراصل بعض لوگ شہادت کی موت کو بہت بھیانک موت سمجھتے ہیں، حالانکہ بظاہر بھیانک نظر آنے والی یہ موت اتنی بڑی نعمت ہے جو جنت میں جا کر بھی نہیں بھولے گی اور یہ اتنی عظیم الشان نعمت ہے کہ سیّد الاوّلین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی تمنا فرمایا کرتے تھے، جہاں تک بستر کی بظاہر پرسکون نظر آنے والی موت کا تعلّق ہے تو معلوم نہیں، اس کے پیچھے کتنا درد اور کتنا عذاب چھپا ہوتا ہے اور جہاں تک جسم کا تعلُّق ہے تو ہر جسم نے مٹی میں جا کر بکھر ہی جانا ہے۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ خواہ اُسے صحیح سالم حالت میں دفن کیا جائے اور بڑی خوبصورت قبر بنائی جائے اور دنیا بھر کی خوشبوئیں اور اعلیٰ ترین کفن استعمال کیا جائے، ہر لاش بالآخر گل جاتی ہے، سڑ جاتی ہے، لیکن اگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو تو وہ کس قدر مبارک ہے۔ وہ مسلمان جو اپنے بچوں کو اس ڈر سے جہاد میں نہیں بھیجتے کہ یہ شہید ہو جائیں گے، انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی تجدید کریں، کیونکہ جہاد میں تو موت نہیں ہے جہاد تو زندگی ہی زندگی ہے، اگر ان کے بچوں کے لئے دنیا سے جدائی کا وقت آچکا ہوگا تو وہ انہیں اگر سات دیواروں کے پیچھے بھی چھپالیں، تو موت وہاں پہنچ کر انہیں دبوچ لے گی، لیکن اگر ابھی موت کا وقت نہیں آیا ہوگا تو

پوری دنیا مل کر انہیں نہیں مار سکتی۔

اِسی طرح وہ لوگ جو خون اور زخم کے ڈر سے شہادت کا نام لینے سے گھبراتے ہیں اور شہادت کیلئے دعاء تک نہیں مانگتے، انہیں بھی ان شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہیے، کیونکہ جِہاد میں نکلنے والا خون اور اس میں لگنے والے زخم تو سعادت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شہادت کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ورفعنا لک ذکرک

۱۳۹۷ھ

باب ۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہداء کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا بیان

حیات الشہداء

بیداری میں حورعین کی زیارت

خلاصہ فضائل شہداء کرام

1. شہید زندہ ہے۔(البقرۃ:۱۵۴،ال عمران:۱۶۹)
2. شہید کو مردہ مت کہو۔(البقرۃ:۱۵۴)
3. شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملتی ہے۔(ال عمران:۱۶۹)
4. شہید کو مردہ گمان نہ کرو۔(ال عمران:۱۶۹)
5. شہید کے اعمال جاری رہتے ہیں، یعنی شہادت کے بعد بھی اجر ملتا اور بڑھتا رہتا ہے۔(محمد:۴)
6. شہید جنت میں داخل ہوتا ہے۔(محمد:۶)
7. شہید کے لیے جنت مہکادی گئی ہے۔(محمد:۶)
8. قبر،حشر آخرت کی تمام منازل میں شہید کی رہنمائی کی جاتی ہے۔(محمد:۵)
9. شہید بہت خوش ہوتا ہے۔ال عمران:۱۷۰)
10. شہید جشن مناتا ہے۔(ال عمران:۱۷۱)
11. شہید اپنے پیچھے والوں کا خوشی کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔(ال عمران:۱۷۰)
12. شہید اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا ہے۔(الاحزاب:۲۳)
13. شہید نے اپنا عہد نباہ لیا، پورا کردیا۔(الاحزاب:۲۳)
14. شہید کی حالت کو اللہ تعالیٰ سنوارتا ہے۔(محمد:۵)
15. شہید کے لیے ہدایت خاصہ کی نعمت ہے۔(محمد:۵)
16. شہید کے لیے نور ہے۔(الحدید:۱۹)
17. شہید کے لیے مغفرت ہے۔(ال عمران:۱۵۷)
18. شہید کے لیے رحمت ہے۔(ال عمران:۱۵۷)
19. شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔(ال عمران:۱۷۱)
20. شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔(ال عمران:۱۷۱)
21. شہید خوف اور غم سے آزاد ہے۔(ال عمران:۱۷۰)

باب ۲۹

شہداء کرام کے فضائل کا بیان

شہادت ایک عظیم رتبہ اور بہت بلند مقام ہے جو قسمت والوں کو ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے، شہادت کا مقام نبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

①

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء: ۶۹)	وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

ایک صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہید سے صرف درجہ نبوت کی وجہ سے افضل ہیں۔

ممکن ہے یہ حدیث کچھ مخصوص شہداء کے بارے میں ہو، جبکہ آیتِ کریمہ میں عام شہداء کا مقام بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں؟ [اس بارے میں کئی اقوال ہیں]۔

① کیونکہ اس کے لئے جنّت کی شہادت [یعنی گواہی] دے دی گئی ہے، [کہ وہ یقیناً جنّتی ہے]۔

② کیونکہ ان کی روحیں جنّت میں شاہد [یعنی حاضر] رہتی ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کی روحیں قیامت کے دن جنّت میں حاضر ہوں گی۔ نَضَر بن شُمَیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہید بمعنی شاہد ہے اور شاہد کا مطلب جنّت میں حاضر رہنے والا۔ علامہ قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے۔ (التذکرہ للقرطبی)

③ ابن فارِس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلشَّھِیْد بمعنی اَلْقَتِیْل، یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا

جانے والا۔

❹ کیونکہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

❺ جب اللہ تعالیٰ نے جنّت کے بدلے اس کی جان کو خرید لیا اور اس پر لازم کیا کہ وہ اس عہد کو پورا کرے تو شہید نے جان دے کر گواہی دے دی کہ اس نے یہ عہد پورا کر دیا ہے اور اس کی گواہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ مل گئی، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان پر گواہی [شہادت] کی وجہ سے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

❻ ابنِ انباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اُس کے لئے جنّت کی شہادت [یعنی گواہی] دیتے ہیں، اِسی لئے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

❼ اُس کی رُوح نکلتے وقت اُس کا اجر اور مقام اُس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اُسے شہید کہتے ہیں۔

❽ کیونکہ رَحمت والے فرشتے اُس کی رُوح لینے کے لئے شاہد (یعنی حاضر) ہوتے ہیں۔

❾ اُس کے پاس ایک شاہد [گواہ] ہے جو اُس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے اور وہ ہے خون، کیونکہ قیامت کے دن شہید جب اُٹھے گا تو اس کی رگوں میں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شہید کے فضائل اور مقامات بے شُمار ہیں، یہاں میں ان میں سے وہ فضائل بیان کروں گا جن تک میرے قلیل علم اور ناقص سمجھ کی رسائی ہوئی ہے۔

❶ شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۵۴)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے، اس لیے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء جنّت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک سبز محل میں رہتے ہیں اور ان کے لئے صبح وشام جنّت سے رزق لایا جاتا ہے۔ (مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک، صحیح علی شرط مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اُٹھائے ہوئے آئیں گے، ان سے خون بہہ رہا ہوگا، وہ جنّت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے، پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملے گا، یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ زمین پر شہید پڑے تھے، اس دن انہی کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

جھنڈا تھا، رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۲۳)

ایمان والوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

بے شک اللہ کے رسول [ﷺ] تمہارے لئے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے شہداء میں سے ہو، پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم ان کے پاس آیا کرو، ان کی زیارت کیا کرو، ان کو سلام کیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا، یہ اُسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ مرسلاً)

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو نبی کریم ﷺ کی حفاظت کیا کرتے تھے، اُحد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو چکے ہیں، تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے دین پہنچا دیا، چنانچہ اب تم سب [مسلمان] ان کے دین کے لئے جہاد کرو۔ پھر وہ تین بار اُٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے۔ جب اُن کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے [شہداء] ساتھی بھی ملے، تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: اے ہمارے پروردگار! کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ کو ہماری یہ حالت بتا سکے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہارا قاصد ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ سے آخر تک۔ (اخرجہ المنذریؒ فی تفسیرہ)

مُصنّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان آیات کے شان نزول میں اور بھی کئی صحیح احادیث ہیں جو ان شاء اللہ آگے آئیں گی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا: اے جابرؓ! کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اُوپر قرضہ اور اہل وعیال چھوڑ گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کے پیچھے سے کی، لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا: مجھ سے جو مانگو میں دوں گا۔ تمہارے والد نے کہا: مجھے دُنیا میں واپس بھیج دیجئے، تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری طرف سے پہلے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا۔ تمہارے والد نے کہا: اے میرے پروردگار! پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اِطلاع دے دیجئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ سے آخر تک۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک)

فصل

حیات الشہداء

شُہداء کی زندگی [یعنی حیاۃ الشہداء] کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

❶ عَلاَّمَہ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شُہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بِلاشُبہ وہ جنّت میں زندہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹّی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں، البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لئے شہادت کے وقت سے جنّت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لئے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

❷ علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شُہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لَوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں، جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

❸ مُجاہِدْ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہداء کو جنّت کے پھل کھلائے جاتے ہیں یعنی جنّت سے باہر رہ کر جنّت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

❹ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی رُوحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنّت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لئے ہر سال ایک جہاد کا اَجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

❺ ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی رُوحیں جو باوُضو سوتے ہیں۔

❻ ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے ہیں اور انہیں زمین نہیں کھاتی، یہی ان کی زندگی ہے۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک [واللہ اعلم] شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شُہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مُردوں کی زندگی سے زیادہ مُمتاز ہوتی ہے اور ان کی اَرواح کو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی رُوحوں کا تعلُّق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی اَرواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مَقامات ملتے ہیں، ان میں سے بعض کی اَرواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنّت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنّت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنّت سے صبح وشام ان کی روزی آتی ہے، جیسا حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما کی روایت میں گزر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنّت میں اور آسمانوں میں اُڑتے پھرتے ہیں، جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنّت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابنِ رَواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا۔ ان کے مَقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان، اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا، شہادت سے پہلے جس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مَقام ہوگا، شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتنا بلند مَقام ہوگا۔ آیئے! اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

حضرت اِمام مَالِک رحمۃ اللہ علیہ، عبدُالرّحمٰن بن اَبی صَعصَعہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عَمرو بن جَمُوح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدُاللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صَحابی تھے، سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تاکہ ان کی جگہ بدلی جاسکے، یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے، جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہے، ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان

کے زخم پر تھا اور وہ اُسی حالت میں دفن کئے گئے تھے، دیکھا گیا کہ اب تک اُن کا ہاتھ اسی طرح ہے، لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا، مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا۔ غزوۂ اُحُد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے (مؤطا امام مالک، سیر اعلام النبلاء)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الجہاد" میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہرِ کظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا، تو آپ نے اعلان کرایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے، پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تروتازہ تھے، یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کُدال لگ گئی تو خون جاری ہوگیا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

عبدالصمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ [جو بنو عباس میں سے ہیں،] کہتے ہیں کہ میں اپنے [رشتے کے] چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر آیا، قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا، میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اِذخر [گھاس] تھی، میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پیتل کی ہانڈی کی طرح [چمک رہا] تھا، میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفنا دیا۔ (ابن عساکر)

قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتے دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھودی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق)

ترمذی میں اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْد [خندقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ بروج میں ہے،] کا واقعہ مذکور ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ وہ لڑکا جسے بادشاہ نے

شہید کر کے دفن کر دیا تھا، حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی [کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا]۔ (ترمذی)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

علاّمہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمام اہلِ کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رَوضۂ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ حکومت تھا اور حضرت عمرؒ بن عبدُالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مدینہ مُنوّرہ کے گورنر تھے، تو رَوضۂ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا، تو لوگ ڈر گئے کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مُبارک ہے، چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے، اس وقت حضرت سالمؒ بن عبدُاللہ بن عُمرؓ رحمۃ اللہ علیہ نے آکر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا: یہ میرے دادا حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مُبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (التذکرہ للقرطبیؒ)

حضرت ثابت بن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مُفسّرین رحمہم اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

[ترجمہ: اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (الحجرات: ۲)]

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے، جب اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! میری آواز [طبعی طور پر] بُلند ہے، میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اُن میں سے نہیں ہیں، بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے، ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان: ۱۸)]

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کرلیا، گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے، نبی کریم ﷺ نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں تو خوبصورتی کو بھی پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ ان میں سے نہیں [جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے]، بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنّت میں داخل ہوں گے۔ جنگِ یمامہ کے دن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مُسَیلمہ کذّاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے، پھر دونوں حضرات نے اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زِرہ پہن رکھی تھی، ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زِرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرمارہے ہیں، میں تمہیں ایک وصیت کررہا ہوں تم اِسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کردینا، میں کل جب شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زِرہ اٹھالی، وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس اس کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کُود رہا ہے اور اس نے میری زِرہ کے اُوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اُوپر اُونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے، تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زِرہ اس شخص سے لے لیں، پھر جب تم مدینہ منوّرہ جانا تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ] سے کہنا کہ میرے ذمّہ اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فُلاں فُلاں غلام آزاد ہیں، [پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا:] اور تم اِسے جھوٹا خواب سمجھ کر بُھلامت دینا۔ چنانچہ [صبح] وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا، تو انہوں نے آدمی بھیج کر زِرہ وصول فرمالی، پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سُنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیّت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے

شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو، سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا ایک واقعہ علّامہ جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو محمد عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے، یہ واقعہ کچھ معتمد لوگوں نے حضرت ابُو محمد رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا ہے، ابُو محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں عبدُالرحمٰن بن ناصر اندلسی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا، لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے، میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا، میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا، ایک رات اچانک میں ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے، آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی، میں نے شکر اداء کیا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں۔ چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا، اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی، اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت کر رہا تھا، میں نے اُسے سلام کیا، اس نے جواب دیکر کہا: کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: آپ بیٹھئے اور آرام کیجئے، پھر وہ میرے پاس بے موسم کے انگور دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا، میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا، پھر اس نے کہا: کیا آپ سونا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا، یہاں تک کہ سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا، میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اُوپر پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سب شُہداء کرام تھے۔ میں اُس دن چھپا رہا، جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے اور وہ گزرتے ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے، ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا، اس نے مجھے سلام کیا، تو میں نے کہا: اے بھائی! یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: کہ تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے؟ اس نے کہا: اس کی قیمت

میں سے میرے ذِمّہ دو ۲ دینار باقی ہیں ۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو ۲ دینار ادا کردوں گا۔ یہ گھڑ سوار گھوڑا اچھلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا، پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا، جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالم [نامی جگہ] پہنچ چکے تھے۔ اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا، کے درمیان دس دن کی مُسافت تھی ۔ اس شہید نے مجھے کہا: تم اس شہر میں چلے جاؤ، میں اِسی میں رہتا تھا، وہاں جاکر تم مُحمّد بن یحیٰی عَافِقی کے گھر کا پوچھنا، اس گھر میں جاکر تم میری بیوی جس کا نام فَاطِمَۃ بِنْتِ سَالِمْ ہے، کو میرا اسلام کہنا اور اُسے یہ پیغام دینا کہ طاقچے میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سَو دینار رکھے ہوئے ہیں، تم ان میں سے دو ۲ دینار فلاں آدمی کو پہنچادو، کیونکہ میرے ذِمّہ گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں ۔ میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی، پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا: یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔ (شرح دیباجۃ الرسالہ)

مَحْمُوْد وَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک کالے رنگ کا مُبارَک نامی شخص تھا، ہم اُسے کہتے تھے: اے مُبارَک! کیا آپ شادی نہیں کرتے ؟ تو وہ کہتے: میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ حُورِ عِین سے میری شادی کردے ۔ مَحْمُوْد وَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے ہم پر حملہ کردیا، اس میں مُبارَک شہید ہو گیا، ہم نے اُسے دیکھا تو اس کا سر الگ پڑا ہوا تھا، اور باقی جسم الگ اور اس کے ہاتھ اس کے سینے کے نیچے تھے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا: اے مُبارَک! اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں سے آپ کی شادی کرائی ہے؟ انہوں نے اپنا ہاتھ سینے کے نیچے سے نکالا اور تین اُنگلیاں بلند کر کے اشارہ کیا [کہ تین حُوروں سے شادی ہوئی ہے]۔ (روض الریاحین)

سَعِید اَلْعِجْلِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سَمُنْدَر میں جہاد کے لئے نکلے، ہمارے ساتھ ایک بہت عبادت گزار نوجوان بھی تھا، جب سخت لڑائی شروع ہوئی تو وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہوگیا اور اس کی گردن کٹ گئی، ہم نے دیکھا کہ وہ سَرپانی کے اُوپر آیا اور ہماری طرف مُتَوجِّہ ہوکر یہ آیت پڑھنے لگا:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (قصص:۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم انہیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ (شوق العروس وانس النفوس)

عَبْدُالْعَزِیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں اَنْدَرْ [نامی مقام] پر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا، اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا، ایک بار اس نے دیکھا کہ اس کا وہی بیٹا گھوڑے پر بیٹھ کر آ رہا تھا، اس نے اپنی بیوی کو بتایا، تو بیوی نے کہا: توبہ کرو، کیونکہ شیطان تمہیں ورغلا رہا ہے، ہمارا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے۔ وہ توبہ کرنے لگا، مگر اس نے پھر دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا آ رہا ہے، اس نے بیوی کو بتایا، تو اس نے بھی دیکھ کر کہا: واللہ! یہ تو ہمارا بیٹا ہے۔ وہ نوجوان جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: بیٹا! آپ تو شہید ہو چکے تھے۔ اس نے کہا: جی ہاں، لیکن ابھی ابھی حضرت عُمَر بن عَبْدُالْعَزِیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ہے اور کچھ شہداء نے اللہ تعالیٰ سے ان کے جنازے میں شرکت کی اجازت لے لی ہے، میں بھی ان میں سے ہوں اور میں نے آپ دونوں کو سلام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی، پھر اس نے ان دونوں کیلئے دعاء کی اور لوٹ گیا۔ اِسی دن حضرت عُمَر بن عَبْدُالْعَزِیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا اور اس بستی والوں کو ان کے انتقال کی خبر اسی بزرگ [یعنی شہید کے والد] نے دی، ورنہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ عَلّامَہ اَبُو عَلی حُسَین بن یَحْیٰی بُخارِی حَنَفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "رَوضَۃُ الْعُلَماء" میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک کُوفی نوجوان جہاد میں نکلا، پھر اس نے خواب میں اپنا محل اور حُوریں دیکھیں، پھر رُومیوں نے مسجد میں گُھس کر اُسے شہید کر دیا، کچھ عرصے کے بعد اس کے والد نے اُسے گھوڑے پر سوار دیکھا تو پوچھا کہ بیٹے آپ تو شہید ہوئے تھے۔ اس نے کہا: جی ہاں، مگر آج ہم لوگ حضرت عُمَر بن عَبْدُالْعَزِیز رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ (روضۃ العلماء)

ابو عمران الجَونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے فرمایا: مسلمانوں میں ایک شخص بَطّال نامی تھا، وہ رُومیوں کے علاقے میں چلا جاتا اور ان کا حُلیہ اپنالیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا، پھر اگر اُسے دس سے پچاس تک رُومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا تھا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا۔ چونکہ رُومی اُسے اپنا پادری سمجھتے تھے، اس لئے اس پر شک نہیں کرتے تھے۔ اس طرح سے سالہا سال تک وہ رُومیوں کے اندر گھس کر [یہ خفیہ] کارروائیاں کرتا رہا۔ ہارُونُ الرَّشید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں واپس آیا، تو ہارُونُ الرَّشید رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بلایا اور فرمایا: اے بَطّال! رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ۔ اس نے کہا: حاضر اے امیر المؤمنین! [لیجئے سنئے]:-

میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مُسَلَّح شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا، میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے، میں نے اسے جواب دیا، اس نے مجھے کہا: کیا آپ بَطّال کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا: میں بَطّال ہوں، تمہیں کیا کام ہے؟ اس نے گھوڑے سے اُتر کر مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا: میں اس لئے آیا ہوں تا کہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں۔ میں نے اُسے دعاء دی اور ساتھ لے لیا۔ ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رُومیوں نے ہمیں دور ایک قلعے سے دیکھ لیا، وہاں سے چار مُسَلَّح سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھے۔ اس نوجوان نے کہا: اے بَطّال! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مُقابلہ کروں۔ میں نے اجازت دے دی، وہ ان کے مُقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر کے مُقابلے کے بعد شہید ہو گیا۔ وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے: تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ۔ میں نے کہا: میرے پاس تو یہی ٹوپی اور انجیل ہے، اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو، تا کہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے۔ میں جب تیار ہو گیا تو پھر وہ آگے بڑھے۔ میں نے کہا: یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ

کر رہے ہو؟ تم بھی ایک ایک کر کے میرا مُقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو، چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مُقابلے پر آتے رہے، میں نے تین کو تو مار گرایا، مگر چوتھے کے ساتھ مُقابلہ سخت رہا، لڑتے لڑتے ہمارے نیزے، تلواریں، ڈھالیں ٹوٹ گئیں، پھر دونوں میں کُشتی شروع ہوگئی، مگر کوئی غالب نہ آسکا۔ میں نے اُسے کہا: اے رُومی! میری نماز قضاء ہورہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہوگی، تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادات کو اداء کریں اور رات کو آرام کریں اور کل صبح پھر مقابلہ کریں۔ اس نے کہا: یہ ٹھیک ہے، وہ خود ایک پادری تھا، ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا۔ میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا: تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو، پھر اس نے دو ۲ گھنٹیاں نکالیں، ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا: تم اپنا سر میرے اور میں اپنا سر تمہارے اُوپر رکھوں گا، ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا، اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہوجائے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ صبح میں نے نماز پڑھی اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کُشتی میں مشغول ہوگئے، میں نے اُسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اُسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اُس نے کہا: اس بار مجھے چھوڑ دو تاکہ ہم پھر مقابلہ کریں۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا، جب دوبارہ مُقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا، وہ مجھے گرا کر میرے سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا۔ میں نے کہا: میں تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں، کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے؟ اُس نے کہا: ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔ تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا، جب چوتھی بار اُس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا: میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطّال ہو، اب میں تمہیں لازماً ذبح کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا۔ میں نے کہا: اگر میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے۔ اُس نے کہا: تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے، یہ کہہ کر اُس نے خنجر بلند کیا تاکہ میری گردن پر وار کرے، اے امیر المؤمنین! اسی وقت میرا شہید ساتھی اُٹھا اور اُس نے تلوار مار کر اُس رُومی کا سَر اُڑا دیا اور اُس نے یہ آیت پڑھی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ

[اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (ال عمران:۱۶۹)]

پھر دوبارہ گر گیا۔ یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ (روضۃ العلماء)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بَطّال رحمۃ اللہ علیہ کا نام عَبْدُاللہ تھا اور ان کی کنیت اَبُومحمد یا اَبُویحییٰ تھی اور وہ تابعیؒ تھے۔ علاّمہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بَطّالؒ رحمۃ اللہ علیہ بہادُروں اور جانبازوں کے سردار اور شامی اُمراء میں مُمتاز مَقام رکھتے تھے۔ رُومی ان کے نام سے خوف اور ذِلّت محسوس کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے حضرت بَطّالؒ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بہت غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں، ان میں سے ایک واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک بستی پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا، اس بچے کی ماں نے اُسے کہا: چپ ہو جا، ورنہ تمہیں بَطّالؒ کو دے دوں گی، بچہ پھر بھی روتا رہا تو عورت نے اُسے چارپائی سے اُٹھا کر کہا: اے بَطّالؒ! اسے لے لو، میں اندر داخل ہوا اور کہا: لاؤ دے دو۔

شُہداء کی حیات کے واقعات بے شُمار ہیں، ہم نے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے ہیں۔

اور ان کی اِسی حیات کو دیکھتے ہوئے کئی ائمہ فرماتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہے، اس لئے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، جبکہ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ برکت کے لئے نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، [حضرات حَنَفِیّہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مَسلک ہے (الہدایہ)۔] اسی طرح اکثر [بلکہ تقریباً تمام] ائمہ کے نزدیک شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ انکے خون کے ساتھ انہیں دفن کیا جائے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شُہداء اُحُد کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کر دو، چنانچہ انہیں غسل نہیں دیا گیا۔ (بخاری)

اور اس کی وجہ دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن شُہداء اپنے خون کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے۔

[حیاتِ شُہداء پر اس بحث کے بعد اب دوبارہ ہم شُہداء کے فضائل کی طرف لَوٹتے ہیں، شہید کی پہلی فضیلت بیان ہو چکی ہے کہ شُہداء زندہ ہوتے ہیں]۔

❷ جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اُسے دُنیا میں لوٹایا جائے یا دُنیا کی کوئی چیز دی جائے، سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دُنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے، یہ تمنا وہ اپنی [یعنی شہید کی] تعظیم دیکھنے کی وجہ سے کریگا۔ (بخاری، مسلم)

[اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض پیچھے گزر چکی ہیں]۔

❸ تمام گناہوں کا کفارہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف)

لیکن علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لئے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداءِ اسلام میں تھا، بعد میں یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ اداء کر دے گا۔ (مقدمات ابن رشدؒ)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنّت میں جانے سے روکتا ہے، یہ وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو، مگر نہ وہ اُسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے، یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر اداء کئے بغیر مر گیا ہو۔ لیکن اگر کسی نے کوئی حقِ واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا، مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا، تو اُمید ہے کہ ان شاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنّت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا، وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید، کیونکہ مسلمانوں کے حاکم پر اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس

کے رُسُول کے ذِمّہ ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے وَرَثہ کے لئے ہے۔ (بخاری)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے اداء نہ کیے، تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کر دے گا۔

رَسُولُ اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیّت رکھتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اس کی طرف سے اداء فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور اُسے ضائع کرنے کی نیّت رکھتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اُسے ضائع کر دے گا۔ (بخاری)

عَلاّمہ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں۔ (التذکرہ للقرطبیؒ)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عَلاّمہ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابِر بن عَبدُاللہ رضی اللہ عنہما کے والد کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ غزوۂ اُحُد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا، پھر حُضُورِاکرم ﷺ نے حضرت جابِر رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنّت سے روکنے کا باعث ہوتا تو حضرت جابِر بن عَبدُاللہ رضی اللہ عنہما کے مَقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا، اِسی طرح حضرت زُبَیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

۷ فرشتوں کے پروں کا سایہ

حضرت جابِر بن عَبدُاللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو رَسُولُ اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اور اُن کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے، تو میں نے ارادہ کیا کہ اُن کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤں۔ تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا، اِسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سُنائی دی، لوگوں نے کہا: یہ عَمرو کی بیٹی یا بہن ہے۔ اس پر رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو؟ ابھی تک فرشتوں نے ان پر [یعنی شہید پر] اپنے پَروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔ (بخاری)

۸ جنّت میں داخلے کی پکّی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (سورۃ توبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنّت ہے۔

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ (سورۃ محمد: ۴، ۵، ۶)

اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد نہیں کرے گا، جلدی انہیں راہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کردے گا اور انہیں جنّت میں داخل کرے گا جس کی حقیقت انہیں بتادی ہے۔

حضرت سُمرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا، پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا، میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا، ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنّت میں داخل ہوں گے۔ ❶ شہید، ❷ حرام سے اور سُوال سے بچنے والا، ❸ وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) دو ۲ آدمیوں پر [خوشی سے] ہنستا ہے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنّت میں داخل ہوگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسُول! وہ کس طرح؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک تو دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہوکر جنّت میں داخل ہوگیا، پھر دوسرے کو اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہوگیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ)

کی رضا جوئی میں مارا گیا، اللہ تعالیٰ اُسے عذاب نہیں دے گا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنّت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے، اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں، اس محل میں صرف نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ موقوفاً رجالہ ثقات)

حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنّت میں کون جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنّت میں جائیں گے، شہید جنّت میں جائیں گے، وہ بچہ جسے زندہ درگور کردیا گیا ہو، وہ جنّت میں جائے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہؓ بن سُراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمّ رُبیّع بنت براء رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے [میرے بیٹے] حارثہؓ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے، اگر وہ جنّت میں ہیں تو میں صبر کرلوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو میں ان پر خوب روؤں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہؓ کی ماں! جنّت میں تو کئی باغات ہیں، تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ [یعنی جنّت کے اعلیٰ ترین درجے] میں ہے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک بدبودار جسم والا بدصورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے، اگر میں ان [کافروں] سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنّت میں۔ چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے کو سفید، جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرمادیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یا کسی اور کیلئے فرمایا: میں نے اس کی بیوی حُورِعین کو دیکھا کہ ان کے اونی جُبّے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے جُبّے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المستدرک، بیہقی)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کالے شخص کا نام بعال رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنّت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا، جو جنّت میں جہاں چاہیں اُڑتے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خُون لگا ہوا ہے۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

⑥ شہداء کی اَرواح سبز پرندوں میں

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بھائی [اُحد کے دن] شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی رُوحیں سبز پرندوں میں داخل فرمادیں، وہ جنّت میں نہروں پر اُترتے ہیں اور جنّت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں، جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی، تو انہوں نے کہا: کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنّت میں زندہ ہیں اور کھاپی رہے ہیں تاکہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بُزدلی نہ دکھائیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .... الی آخرہ۔ (آل عمران:۱۶۹) (ابوداود، مستدرک)

صحیح مُسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

⑦ قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

اَحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا [مُرابط] قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا، جب اس کے لئے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اَولیٰ مستحق ہے، کیونکہ وہ مُرابط سے افضل ہے۔ مُرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی کیلئے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یارسُولَ اللہ ! کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے؟ [کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے]۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس کے سر پر تلواروں کی چمک اُسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی)

اِس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں آدمی سے دو فرشتوں کا سُوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مُومن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جاسکے، لیکن وہ شخص جو میدانِ قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کُودتا اور پھاڑتا، تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سَر جسموں سے اُڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوّارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی لوگ اُسے نظر آتے ہیں، مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ تعالیٰ کو سپرد کرنے کیلئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جما رہتا ہے، تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لئے کافی ہے، کیونکہ اگر اُسکے دل میں شک یا تَرَدُّد ہوتا تو میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہوجاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا، مگر ایسا نہیں ہوا، ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مَضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

[اِسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں، شہید تو انہی چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لئے جان کی قربانی دیتا ہے وہ توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مرمٹتا ہے، جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔]

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ
إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط (الزمر: ۶۸)

[اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہوجائے گا جو کوئی آسمانوں اور جو کوئی زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔]

کہ اس آیت کا مصداق کون لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا؟

جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے (راستے کے) شہداء ہوں گے۔ (المستدرک)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: [آیت اُوپر مع ترجمے کے گزر چکی ہے]۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ شہداء ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد ہوں گے، فرشتے اُن کیلئے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی اور زِین سونے کی ہوگی، ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہوگی، ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے، ان گھوڑوں کا قدم تا حدِ نظر پڑتا ہوگا، شہداء ان گھوڑوں پر جنّت میں گھومیں پھریں گے، پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے، چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح سے فیصلہ فرماتا ہے، [جب وہ آئیں گے تو] اللہ تعالیٰ ان پر [خوشی سے] ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کیلئے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (رواہ ابن ابی الدنیا، الجامع الصغیر للسیوطیؒ)

شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ [قیامت کے دن] بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا، پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا، تمام اہلِ محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ کا کرم کن پر ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لئے اپنا خون بہایا تھا، پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہوجائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

❽ اپنے گھر والوں میں سے ستّر کی شفاعت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستّر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں:۔ ❶ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش

کردی جاتی ہے اور اسے جنّت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے ❷ اور اُسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے، ❸ عذابِ قبر سے اُسے بچایا جاتا ہے، ❹ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اُسے امن دے دیا جاتا ہے، ❺ اُس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، ❻ بہتّر حُورِ عین سے اس کی شادی کردی جاتی ہے، ❼ اور اپنے اَقارب میں سترّ آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

❾ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

حضرت مِقدَاد بن مَعدِیکَرِب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں:۔

❶ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اُس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جنّت میں اس کا مَقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے، ❷ اُسے عذابِ قبر سے بچالیا جاتا ہے، ❸ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے، ❹ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقُوت دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، ❺ بہتّر حُورِعین سے اس کا نکاح کرادیا جاتا ہے، ❻ اور اُس کے اَقارب میں سترّ کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(ترمذی، مصنف عبدالرزاق، ابن ماجہ)

❿ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنّت کا مقام آنکھوں کے سامنے

[اس بارے میں کئی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں، مزید روایات ملاحظہ فرمائیں۔]

حضرت سَہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی اس کے گُناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (السنن الکبری للبیہقی)

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے، تو زمین پر اُس کے خُون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اللہ (تعالیٰ) اُس کے سارے گُناہ بخش دیتے ہیں، پھر اُس کی طرف جنّت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اُس کی رُوح کو ڈال کر ایک جنّتی جسم میں داخل کردیا جاتا ہے، پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اُوپر

چڑھتا ہے، گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو، پھر اُسے آسمانوں پر لیجایا جاتا ہے، وہ آسمان کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اُس کے لئے رَحمت کی دعاء اور اِستغفار کرتا ہے، یہاں تک کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے حُضور پیش کیا جاتا ہے، جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے، پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے، پھر اُسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے، وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے، ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کیلئے نئی چیزیں دی جاتی ہیں، دن کو مچھلی جنّت کی نہروں میں تیرتی رہتی ہے، شام کے وقت بیل اُسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنّت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنّت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے، جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اُسے اپنی دُم سے ذَبح کر دیتی ہے، شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنّت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں، وہ اپنے مُقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

⑪ خون خشک ہونے سے پہلے حورِعین کی زیارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں [یعنی حوریں] اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اُونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ)

حضرت اَبُوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُول! کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کے

ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا: سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے [یعنی وہ شہید ہو جائے]۔ (مسند احمد)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والا شہید ہونے والے سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے فرمایا: ہم دونوں [بھائی] غزوۂ یرموک میں شریک تھے، رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی، جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی جبکہ میں محروم رہ گیا، پس اسی سے تمہیں ان کی افضلیت معلوم ہو جانی چاہئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

⑫ چونٹی بھرنے جتنا درد اور سکرات الموت سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چونٹی بھرنے سے۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور صبر نازل ہو جاتا ہے تو مجاہد کیلئے قتل ہونا گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ [موت] شہید پر اور مظلوم قتل کئے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے، اے قبروں والو! تم کس پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اور شہید ہر روز دو بار اپنے رب عزّوجلّ کی

زیارت کرتا ہے، اُسے نہ دُنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔ (ابن عساکر)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے شیخ شہابُ الدِّین سُہرَوردی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کی طرف منسوب کتاب "مجموعُ اللطائف" میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ! میری رُوح جلدی سے قبض فرمائیے گا اور مجھے درد سے بچائیے گا۔ ایک دن وہ شخص تفریح کے لئے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا، اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آ گیا اور انہوں نے اس کا سَر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا: اس نے جواب دیا: میں باغ میں سویا تھا، جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جنّت میں تھا۔ حضرت عبدُاللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس بارے میں کچھ واقعات پچھلے ابواب میں بھی گزر چکے ہیں۔

⑬ فرشتوں کا داخلہ اور سلام

پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہداء کو بُلا کر بغیر حساب کتاب جنّت میں داخل فرما دے گا تو فرشتے آ کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم رات دن آپ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ پھر [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک صحیح الاسناد)

مُطّلب بن حَنطب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہید کیلئے جنّت میں ایک بالاخانہ ہے جو صَنعاء [یمَن] سے جابِیہ [شام] تک کی مُسافت جتنا ہے، اس کے اُوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مُشک اور کافور ہے، فرشتے شہید کے پاس اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے

سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آجائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

⑭ اللہ تعالیٰ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضی نہیں ہو گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنّت کی تعلیم دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستّر حضرات جو قُراء کہلاتے تھے، بھیج دیئے، ان میں میرے ماموں حضرت حَرام رضی اللہ عنہ بھی تھے، [مدینہ منوّرہ میں] یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آکر پانی ڈالتے تھے، پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحابِ صُفّہ اور دوسرے فُقَراء کیلئے کھانا خریدتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن حضرات کو اُن لوگوں کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا، انہوں نے [شہادت کے بعد] عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اُس سے راضی ہیں وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حَرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے آر پار کر دیا۔ حضرت حَرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے] فرمایا: تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے: اے ہمارے پروردگار! ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بئرِ معونہ پر [ستّر قراء] حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے، تو کافروں کے سردار عامر بن طُفَیل نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے ان سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا: میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اُٹھایا گیا، یہاں تک کہ مجھے آسمان اِن کے اور زمین کے درمیان نظر آرہا تھا، پھر انہیں

واپس زمین پر رکھ دیا گیا۔ (بخاری)

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بِئرِ مَعُونَہ پر شہید ہونے والے [ستّر] حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پا چکے ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔

پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (بخاری)

⑮ شہادت کی قبولیت کیلئے ماضی میں نیک اعمال شرط نہیں

حضرت بَراء بن عَازِب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی [جنگی] ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُول! میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام لاؤ، پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا، پھر [اسی وقت] جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے عَمل تھوڑا کیا اور اَجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری)

[یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نَماز بھی نہیں پڑھی اور جنّت کے اعلیٰ مَقامات کے مُستَحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا: کیا میرے لئے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں؟ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: اگرچہ میں نے اللہ (تعالیٰ) کے لئے نَماز نہ پڑھی ہو؟ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔ (کتاب السنن سعید بن منصورؒ)

حضرت ابُومُوسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مُشرِکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مُقابلے کی دعوت دی، ایک مسلمان اس کے مُقابلے کیلئے نکلے تو مُشرِک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے، مُشرِک نے انہیں بھی شہید کر دیا، پھر وہ مُشرِک رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: آپ لوگ

کس بات پر قتال کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ ہم لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں، جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں۔ اس شخص نے کہا: واللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے، میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہوگیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کردیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔ [شہادت کے بعد] اُسے اُٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تینوں جنّت میں سب سے زیادہ آپس میں محبّت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ قاتل اُس کے لئے بُلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس چرواہے سے اللہ تعالیٰ نے جو چاہا بیان فرمایا، تو وہ چرواہا کہنے لگا: میں آپ ﷺ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں، اب میں ان بکریوں کا کیا کروں؟ یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مارو، یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی۔ اس نے ایک مُٹھی کنکریاں، یا مٹّی لی اور بکریوں کے مُنہ پر ماری، وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا میدانِ جہاد میں آیا، جہاں اُسے تیر لگا اور وہ شہید ہوگیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ، چنانچہ اُسے رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں لایا گیا۔ آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اِسلام بڑا خوب رہا، ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حُورِعین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یَسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا، البتہ اِبنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام اَسلَم رضی اللہ عنہ بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

⑫ شہید پر انبیائے کرام علیہم السلام کی فضیلت درجۂ نبوّت کی وجہ سے ہے

[اس بارے میں ایک روایت پہلے گزر چکی ہے، مزید روایات یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔]

حضرت اَنس بن مَالِک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں:۔ ❶ ایک وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلا، وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا، وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کیلئے آیا ہے، اگر وہ [دورانِ جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اُسے عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہے گا اور حُورِعین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز واکرام کا لباس اُسے پہنایا جائے گا اور اُس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ ❷ دوسرا وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اَجر کی نیّت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دُشمنوں کو قتل کرے، لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر [دورانِ جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا گھٹنا اللہ (تعالیٰ) کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا:

"فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۝" (قمر: ۵۵)

[ترجمہ: عزّت کے مقام میں قادر مطلق بادشاہ کے حُضور میں۔]

❸ تیسرا وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اَجر کی نیّت سے نکلا، وہ چاہتا ہے کہ دُشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو، اگر [دورانِ جہاد] اس کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کُھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، وہ کہے گا: ہمارے لئے راستہ کھول دو، ہم وہ ہیں جنھوں نے اپنا خون اور مال اللہ (تعالیٰ) کے لئے لُٹا دیا۔ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم خَلِیْلُ اللہ یا کسی اور نبی سے کہیں

گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کیلئے راستہ چھوڑ دیں گے، یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نُور کے منبروں پر آئیں گے اور ان کے اُوپر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ فرماتے ہیں، انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پُلِ صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی، وہ جنّت میں جو پسند کریں گے اُسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ (البزار، بیہقی، الترغیب والترھیب)

۱۷ حُورِ عین سے شادی

[اس بارے میں بہت سی روایات پہلے گزر چکی ہیں مزید چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے جنّت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی رُوح کو اس جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے، شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پُرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا بُرا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سُن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اُسے دیکھ رہے ہیں، پھر اس کی بیویاں حُورِ عین آجاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

[اس بارے میں روایات بے شمار ہیں اور ان میں سے کئی ایک آپ پیچھے پڑھ بھی چکے ہیں۔]

خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے! کبھی کبھار حُورِ عین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آجاتی ہیں، تاکہ اُسے یہ بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے شہادت کی خلعتِ فاخرہ تیار کر رکھی ہے، اس بارے میں کچھ سچے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی "کتابُ الجہاد" میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ ابُو اِدریس نامی بزرگ کا ہے، وہ بیان

فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منوّرہ کے دو مجاہد تھے، ان میں سے ایک کا نام زِیاد رحمۃ اللہ علیہ تھا، ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجنیق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے، پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے، جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے جنّت کا نقشہ اور حورِعین کا حُلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے، اس پر میں ہنسا، پھر جب میں نے حُور کا قُرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا: ظُہر تک اِنتظار کرو۔ اس پر میں رو پڑا۔ اَبُو اِدرِیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظُہر کی اَذان ہوئی اور اس کی رُوح نکل گئی۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

فصل

بیداری میں حُورِ عین کی زیارت

بعض اوقات حُورِ عین کسی مجاہد کو حالت بیداری میں بھی نظر آ جاتی ہے، تاکہ وہ شہادت پانے کیلئے بھرپور جدوجُہد کرے۔

واقعہ ۱

یزید بن مُعاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدُالرّحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ ایک جہاد کے دوران ہم انگوروں کے ایک باغ سے گزرے، ہم نے اپنے ایک نوجوان ساتھی کو ایک کپڑا دیا کہ اس میں انگور بھر کر لے آؤ۔ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے سونے کے پلنگ پر حُورِ عین کو دیکھا، اس نے [کوئی غیر عورت سمجھ کر] اپنی نظریں جُھکا لیں، پھر اس نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں بھی ویسی ہی ایک عورت تھی، اس نے پھر نظریں جُھکا لیں۔ اس عورت نے کہا: تمہارے لئے ہمیں دیکھنا حلال ہے اور تم اپنی حُورِ عین بیویوں کو دیکھ رہے ہو اور آج تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔ وہ نوجوان انگور لئے بغیر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا۔ ہم نے اُسے کہا: کیا ہوا، کیا تم ڈر گئے ہو؟ ہم نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر نُور اور حُسن پہلے سے بڑھا ہوا ہے، ہم نے اُس سے پوچھا کہ انگور کیوں نہیں لائے؟ وہ بالکل خاموش رہا، یہاں تک کہ ہم نے اُسے قسم دے کر پوچھا، تو اس نے پُورا ماجرا سُنا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب لڑائی کا اعلان ہوا تو وہ بہت جلدی دشمنوں کی طرف بڑھنے لگا، ہم نے ایک آدمی مُقرّر کیا کہ وہ اس کی سواری کو روکے رکھے، تاکہ ہم تیار ہو کر اکھٹے نکل سکیں، پھر ہم سب شہادت کی تمنّا کے ساتھ دُشمن کی طرف بڑھے، وہ ہم میں سب سے آگے تھا اور اس دن وہی سب سے پہلے شہید ہوا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

جہاں تک ان حُوروں کی خواب میں زیارت کا تعلّق ہے، تو اس کے قِصّے اور واقعات بے شُمار ہیں [جن میں سے بعض پچھلے ابواب میں گزر چکے ہیں]۔

واقعہ ۲

شیخ عبدُالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جہاد کیلئے روانگی سے پہلے میں نے تلاوتِ قرآن پاک کا اعلان کیا اور ہم میں سے ایک نے یہ آیت پڑھی: "اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ .... الخ" کہ [اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان ومال کو جنّت کے بدلے خرید لیا ہے۔] یہ آیات سُن کر ایک پندرہ سالہ نوجوان جس کا والد اس کے لئے بے شُمار مال چھوڑ کر انتقال کر چکا تھا، مجھے کہنے لگا: اے شیخ عبدُالواحد! کیا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جان ومال کو جنّت کے بدلے میں خرید لیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں بیٹا۔ اس نے کہا: میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی جان ومال کو جنّت کے بدلے اللہ تعالیٰ کو بیچ دیا ہے۔ میں نے کہا: بیٹا! تلوار اُٹھانا آسان کام نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خرید وفروخت کا مُعاملہ کر کے پیچھے ہٹ جاؤں، یہ کیسے ممکن ہے؟ اس نوجوان نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دیا اور اپنے پاس صرف گھوڑا، اَسلحہ اور جِہاد کیلئے خرچہ رکھا اور کُوچ کے دن ہمارے ساتھ شامل ہو گیا۔ میں نے اُسے نَفع مَند سودے پر مُبارک باد دی، وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا، دن کو وہ روزے سے ہوتا تھا اور رات اس کی سَجدوں میں گزرتی تھی، وہ ہماری اور ہمارے گھوڑوں کی خدمت میں لگا رہتا تھا اور بڑی چوکسی سے ہمارا پہرہ دیتا تھا۔ جب ہم رُوم پہنچ گئے تو ایک دن وہ بے تابانہ آوازیں لگانے لگا: اے میری حُورِ عِینا! ساتھیوں نے کہا: شاید اس کی عقل میں کچھ فرق آ گیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: اے بیٹے! کہاں ہے تمہاری حُورِ عِینا؟ اس نے کہا: میں آج اُونگھ رہا تھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور مجھے ایسے باغات سے گزارتا ہوا لے گیا جن میں صاف سُتھرے پانی، سَفید دودھ اور شراب کی نَہریں تھیں، ان کے کنارے حسین وجمیل مثالی لڑکیاں تھیں، میں ان میں سے ہر ایک سے حُورِ عِینا کا پوچھتا، تو وہ کہتیں کہ وہ آگے رہتی ہے، ہم تو اس کی خادمائیں ہیں، یہاں تک کہ میں شَہد کی نَہر تک پہنچا اور وہاں موتی کے مَحل میں میری ملاقات حُورِ عِینا سے ہوئی، گُفتگو کے بعد جب میں نے اُسے گلے لگانا چاہا تو اس نے کہا: ابھی نہیں، ہاں آج ہمارے

ساتھ افطار کرنا۔ پھر میں بیدار ہوگیا اور اب مجھے شام تک صبر نہیں ہو رہا۔ شیخ عبدُالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابھی ہماری یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دشمن کا ایک گروہ آ پہنچا، ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہوگیا۔ آخری بار میں نے اُسے دیکھا کہ خون میں لت پت پڑا ہوا بھرپور طریقے سے مُسکرا رہا ہے اور اسی حال میں اس نے دُنیائے فانی کو خیر باد کر دیا۔ (کتاب الوعظ والرقاق)

اس واقعے اور اس طرح کے دوسرے واقعات میں حُورِ عِینا کا ذکر ہے۔ حُورِ عِینا، حُورِ عِین کا مُفرد ہے یعنی ایک حُورِ عِینا۔ حُورِ عِینا کا معنی ہے۔ گورے رنگ اور بڑی بڑی کالی آنکھوں والی عورت۔ یہ حسین مخلوق جنّت میں مَردوں سے زیادہ ہے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جنّتی کو کئی کئی حُوریں ملیں گی، قرآن مجید میں ان کی صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

ترجمہ: [گویا کہ وہ یاقُوت اور مونگا ہیں۔] (الرحمٰن: ۵۸)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝

ترجمہ: [اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے موتی کئی تہوں میں رکھے ہوئے ہوں۔]

(واقعہ: ۲۲، ۲۳)

اور احادیث میں ان حُوروں کی جو شان بیان کی گئی ہے وہ تو عقلمندوں کو حیران کر دینے والی اور بصیرت والوں کو تعجّب میں ڈالنے والی ہے۔

رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنّت میں داخل ہونے والے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور ان کے بعد والے آسمان کے سب سے روشن ستارے سے زیادہ نُور والے ہوں گے اور ہر جنّتی کو دو بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلیوں کا گُودا [لطافت کی وجہ سے] ان کے گوشت کے باہر سے نظر آئے گا اور کوئی بھی جنّت میں کنوارہ نہیں رہے گا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر جنّت کی

عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر جھانک لے تو آسمان و زمین کا درمیان خُوشبو سے بھر جائے اور ان دونوں کے درمیان روشنی پھیل جائے اور اسکے سَر کا دوپٹہ دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عَبْدُاللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جَنَّتی عورت کی پنڈلی کا گُودا سَتّر جوڑوں کے باہر سے نظر آئے گا اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

[گویا کہ وہ یاقوت اور مُونگا ہیں۔] (الرحمٰن : ۵۸)

رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر جَنَّت کی ایک عورت اُوپر سے جھانک کر دیکھ لے تو زمین مُشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند اپنی روشنی کھو دیں۔

(البزار، الطبرانی، الترغیب والترہیب)

حضرت ابو سَعید خُدرِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس آیت "كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ (سورۂ رحمٰن)" کے بارے میں فرمایا کہ جَنَّتی اپنا چہرہ اس حُور کے آئینے سے زیادہ شَفّاف رُخسار میں دیکھے گا اور اس کے زیرِ استعمال موتیوں میں ادنیٰ موتی مشرق ومغرِب کے درمیان کو روشن کرسکتا ہے اور اسکے خاوند کی نگاہ اس تک سَتّر جوڑوں سے گزر کر پہنچے گی، یہاں تک کہ وہ اس کی پنڈلی کے گُودے کو دیکھے گا۔ (مسند احمد، ابن حبان، ترمذی)

ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ حُور سات سَمُنْدَروں میں اپنا لُعاب ڈال دے تو یہ سَمُنْدَر شَہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں گے۔ (الترغیب والترتیب)

ایک روایت میں ہے کہ جَنَّتی جب جنَّت میں داخل ہوگا تو سَتّر سال تک تو وہاں کے بستروں پر تکیہ لگا کر سُکون حاصل کرے گا، پھر اُس کی حسین وجمیل حُوریں اُس کے پاس آجائیں گی۔ (ابن حبان، موارد الظمآن)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حُوروں کو چالیس سال تک تو دیکھتا ہی رہے گا اور اپنی نظریں

نہیں پھیرے گا۔ (الترغیب والترھیب)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنّت میں سب سے ادنیٰ مقام والا شخص وہ ہوگا جو ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات، اپنی بیویوں اپنے عیش و آرام کی چیزوں اور اپنے خادموں کو دیکھے گا اور اہلِ جنّت میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اعلیٰ مقام والا وہ ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا۔ (ترمذی، ابویعلیٰ)

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جہنّم سے نکلنے والے آخری شخص کو دُنیا سے دس گنا بڑی جنّت ملے گی، یعنی جس دن سے دُنیا پیدا ہوئی، اس سے فنا ہونے کے دن تک کی دُنیا سے دس گنا بڑی جنّت تمام تر نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اُسے عطاء فرمائیں گے، جب ادنیٰ جنّتی کا یہ مقام ہے تو پھر اعلیٰ جنّتی کا مقام کیا ہوگا اور پھر مجاہد کا مقام کیا ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنّت کے سو درجے بنائے ہیں اور پھر غور کیجئے کہ شہید کا مقام کیا ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، بس اس کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھئے جو شہید سے کم درجے والوں کیلئے بیان ہوا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدہ:۱۷)

ترجمہ: پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے عمل کے بدلہ میں ان کے آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔

رسُول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا کھٹکا کسی دل پر گزرا ہے۔ (بخاری، مسلم)

[جنّت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے ہر حدیث میں جنّت کے عجیب و غریب اور اعلیٰ ترین فضائل اور احوال بیان کئے گئے ہیں۔ مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی احادیث ذکر فرمائی ہیں، ہم ان میں سے مزید ایک حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔]

حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں جنّت اور اس کی عمارتوں کے متعلق کچھ بیان فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی اینٹیں سونے چاندی کی، اس کا گارا مُشک، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت اور اس کی مٹی زعفران ہے، جو اس میں داخل ہوگا، ہمیشہ نعمتیں پائے گا اور کبھی نہیں مُرجھائے گا، ہمیشہ اس میں رہے گا کبھی نہیں مرے گا، جنّت والوں کے کپڑے میلے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی سدا بہار رہے گی۔ (ترمذی، ابن حبان، مسند احمد)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنّت تو ہم مُسافروں کا وطن ہے اور وطن کی باتیں انسانوں کو اُکتاہٹ میں مبتلا نہیں کرتیں، بلکہ محبوبوں سے ملاقات کی جگہ کا تذکرہ تو شوق کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے، جنّت اور اس کی حُوروں اور نعمتوں کا تذکرہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس میں لگ گئے تو اصل مقصود کا ذکر رہ جائے گا، بس شوقِ شہادت پیدا کرنے کیلئے اتنا تذکرہ بھی کافی ہے۔ اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اس باب کا اختتام ایک سچّے واقعہ پر کرتے ہیں۔

رَافع بن عبدُاللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہِشام بن یحییٰ کِنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے خود دیکھا ہے اور اس واقعے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نفع پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس لئے سنا رہا ہوں تاکہ تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے کہا: ضرور سنایئے۔ انہوں نے کہا: ہم نے ۳۸ھ میں جہادِ رُوم میں حصہ لیا، اس وقت ہمارے امیر مَسلَمہ بن عبدُالملک اور عبدُاللہ بن وَلید رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ یہی وہ جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طُوانَہ [نامی مقام] مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرمایا۔ اس جہاد میں ہم اَہلِ بَصرہ اور اَہلِ جَزیرہ اِکٹھے تھے اور ہم نے خدمت، پہرے داری، اور جانوروں کا چارہ لانے کیلئے باریاں مُقرّر کر رکھی تھیں، ہماری جماعت میں سَعید بن حارِث رحمۃ اللہ علیہ نام کے ایک شخص بھی تھے، وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر سجدوں میں لگے رہتے تھے، ہم چاہتے تھے کہ خدمت میں ان کی باری ہلکی رکھیں اور ان کی جگہ خدمت کر لیا کریں تو وہ اس بات کو نہیں مانتے تھے، بس صبح شام، رات

دن وہ محنت ہی محنت میں لگے رہتے تھے۔ایک بار ہم نے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ہم سخت مشکلات میں مبتلا تھے، رات کو سعید بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کے پہرے کی باری تھی، انہوں نے اس رات عبادت اور پہرے داری میں اتنی مشقت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود کو ان کے سامنے حقیر سمجھنے لگا۔ میں نے رات گزارنے کے بعد کہا: اے سعید! آپ کے نفس اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اتنا عمل کیا کرو، جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو۔ میں نے یہ اور اس طرح کی کئی احادیث انہیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا: اے میرے بھائی! ہمارے پاس چند گنے چنے سانس، فنا ہونے والی عمر اور گزر جانے والے دنوں کے علاوہ اور کیا ہے؟ میں تو موت کے انتظار میں ہوں۔ یہ سُن کر میں رونے لگا اور میں نے انہیں ثابت قدمی کی دعاء دی۔ پھر اُن سے کہا: آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجئے، تاکہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو تو آپ اس کے لئے تیار ہوں، وہ خیمے کے ایک کونے میں سو گئے، باقی تمام ساتھی مختلف کاموں میں بکھر گئے اور میں کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ اچانک مجھے خیمے میں باتیں کرنے کی آواز آئی، میں حیران ہوا اور جلدی سے اندر گیا تو وہاں سعید رحمۃ اللہ علیہ سو رہے تھے، وہ نیند میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے انہوں نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، پھر آرام سے واپس کھینچ لیا اور پھر کہا: رات تو وہی رات ہوگی، پھر وہ اُچھل کر جاگ گئے اور وہ کانپ رہے تھے۔ میں نے انہیں سینے سے لگالیا، وہ برابر تڑپتے رہے، پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن واپس آ گیا اور وہ ذکر کرنے لگ گئے، میں نے کہا: کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: سب ٹھیک ہے۔ میں نے نیند کے دوران ان کے باتیں کرنے اور ہنسنے کا تذکرہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ مجھے مُعاف رکھئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا اور اپنی دوستی کا حق جتلایا تو وہ کہنے لگے: جب میں سو گیا تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے، لوگ قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہیں، اچانک دو خوبصورت ترین شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے: خوش ہو جاؤ، اے سعید! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری محنت کی قدر فرمائی ہے اور تمہارے اعمال اور دعاؤں کو قبول کر لیا ہے اور تمہیں زندگی ہی

میں بشارت دے دی ہے، آؤ! ہم تمہیں وہ نعمتیں دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار فرمائی ہیں۔ وہ مجھے تمام لوگوں سے الگ کر کے دائیں جانب لے گئے، جہاں پر ایک گھوڑا موجود تھا جو ہمارے گھوڑوں جیسا نہیں تھا، وہ تو بجلی کی چمک کی طرح تیز رفتار تھا، وہ ہمیں لے کر ہوا کی طرح تیز اُڑتا ہوا ایک ایسے بڑے محل کے پاس آیا جس کے اول آخر اور بلندی کی انتہا پر نظر نہیں پڑتی تھی، وہ محل گویا کہ شفاف چاندی کا تھا اور نور کی طرح چمک دمک رہا تھا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہم نے اس میں داخل ہو کر وہ چیزیں دیکھیں جن کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور نہ ان کا کھٹکا آدمی کے دل پر گزر سکتا ہے، ہم نے اس محل میں ستاروں کی تعداد میں ایسے خدمتگار بچے دیکھے جو موتیوں کی طرح تھے، جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو خوبصورت آواز میں پکارنے لگے: یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، اللہ تعالیٰ کا ولی آگیا، خوش آمدید اے اللہ کے ولی! پھر ہم آگے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سونے کے پلنگ بچھے ہوئے تھے، ان موتیوں سے جڑے پلنگوں پر ایسی لڑکیاں بیٹھی تھیں جن کی شان مخلوق میں سے کوئی بیان نہیں کر سکتا، ان کے درمیان میں ایک بلند پلنگ پر ان میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ کمالات والی لڑکی تھی، اُن دونوں آدمیوں نے مجھے کہا: یہ تیرا گھر ہے، یہ لڑکی تیری بیوی ہے، یہی تیرا ٹھکانا ہے اور منزل ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی چلے گئے اور لڑکیاں بے تابی کیساتھ میری طرف بڑھیں اور مجھے خوش آمدید کہنے لگیں اور مُبارک باد دینے لگیں اور اس طرح استقبال کرنے لگیں جس طرح گھر والے اپنے کسی سفر سے واپس آنے والے کا کرتے ہیں، پھر انہوں نے مجھے درمیان والے پلنگ پر اس لڑکی کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہنے لگیں: یہ تیری بیوی ہے اور اس جیسی ایک بیوی اور بھی ہے اور ہم بہت عرصے سے تیرے انتظار میں تھے۔ پھر میں اس لڑکی سے باتیں کرتا رہا، وہ بھی میرے ساتھ باتیں کرتی رہی، اس نے بتایا کہ میں تیری ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں، تُو ایک دن میرے پاس رہے گا اور دوسرے دن دوسرے محل میں دوسری بیوی کے پاس۔ پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ واپس کر دیا اور کہنے لگی: آج نہیں، آج تمہیں دُنیا میں واپس جانا ہے۔ میں

نے کہا: میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ اس نے کہا: ابھی تو آپ کو جانا ہے اور تین دن وہاں رہ کر آپ نے تیسری رات ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے ان شاء اللہ ۔ میں نے کہا: رات تو وہی رات ہوگی، اس کے بعد میں جاگ گیا۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو جس نے تمہیں آخرت کا بدلہ جیتے جی دکھا دیا۔ انہوں نے کہا: میری زندگی میں آپ یہ بات کسی کو نہ بتایئے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا: ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا: بعض جنگ کرنے گئے ہیں اور بعض دوسرے کاموں کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر وہ اُٹھے، انہوں نے غسل کیا، خُوشبو لگائی اور اسلحہ اٹھا کر میدانِ جنگ میں چلے گئے، وہ روزے کی حالت میں تھے، سارا دن وہ لڑتے رہے اور شام کو واپس آ گئے۔ واپسی پر ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ آج انہوں نے [یعنی سَعید رحمۃ اللہ علیہ نے] تو وہ کام کیا جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا، انہوں نے آگے بڑھ کر حملے کیے، اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کے درمیان ڈالا، مگر انہیں کوئی تیر یا پتھر نہیں لگ رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا: اگر تمہیں اصل بات معلوم ہو جائے تو تم بھی اسی کی طرح آگے بڑھو گے۔ اس کے بعد سَعید نے کسی چیز سے روزہ افطار کیا اور رات بھر مُصلّے پر کھڑے رہے اور صبح پھر روزہ رکھا اور پچھلے دن کی طرح جہاد کیا، تیسرے دن میں بھی ان کیساتھ نکلا، تا کہ ان کا پورا مُعاملہ دیکھ سکوں، وہ سارا دن بہادری سے لڑتے رہے، مگر دشمن کا کوئی ہتھیار اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی تھی، یہاں تک کہ سورج غروب کا ہونے وقت قریب آ گیا اور وہ پہلے سے زیادہ چُست نظر آنے لگے۔ اس وقت قلعے کے اُوپر سے ایک کافر نے تاک کر انہیں تیر مارا، جو اِن کی گردن پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے، ساتھیوں نے جلدی بڑھ کر اُٹھایا اور پیچھے لے آئے، اس وقت ان کے جسم میں کچھ جان تھی۔ میں نے انہیں کہا: مُبارک ہو! اس چیز کی، جو آپ کو آج افطار کے وقت ملنے والی ہے، کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس پڑے، گویا کہ مجھے واقعہ خفیہ رکھنے کا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں وعدہ خلافی سے بچ گیا،

پھر اُن کی رُوح پرواز کر گئی۔ اس کے بعد میں نے بلند آواز سے پُکار کر کہا: اے لوگو! ہمیں بھی اس طرح عمل کرنا چاہئے، آؤ! میں تمہیں تمہارے اس بھائی کا واقعہ سناؤں۔ لوگ جمع ہو گئے میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا تو لوگ رونے لگے۔ میں نے اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا، پھر انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس سے میدانِ جنگ گُونج اٹھا، دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ہر طرف پھیل گئی اور ہمارے امیر مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ تک بھی پہنچ گئی، ہم نے ان سے کہا: آپ کا انتظار ہے، آیئے! جنازہ پڑھایئے۔ انہوں نے کہا: ان کا جنازہ وہی شخص پڑھائے گا جس کو اس واقعے کا علم ہوا ہے۔ ہِشَام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جنازہ پڑھایا اور اسی جگہ ان کو دفن کر کے ان کی قبر کے نشان کو مٹا دیا۔ رات کے وقت سارے لوگ انہیں کی باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کو جہاد پر اُبھارتے رہے اور صبح کے وقت سب نے ایک نئے عزم اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے والہانہ جذبے کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا اور سورج چڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قلعہ فتح فرما دیا، ان پر اللہ تعالیٰ کی بے شُمار رحمتیں ہوں۔ (کتاب الجہاد لابی الحسن علی بن الخضر السلمیؒ)

دعوت

[شہادت کے فضائل اور شہداء کے واقعات ہم نے تفصیل کے ساتھ پڑھ لئے اور احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان کے سَچّا ہونے میں کوئی شُبہ نہیں اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں ہے کہ یہ فضائل صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اُمّت کے پہلے لوگوں کے لئے نہیں ہیں، بلکہ یہ فضائل قیامت تک کے انسانوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ چُنانچہ جس طرح ماضی کے خوش قسمت افراد نے ان فضائل کو پڑھا، سمجھا اور ان پر یقین کیا اور پھر میدانوں میں نکل کر بھر پور محنت کر کے ان فضائل کو پالیا، اِسی طرح آج ہمیں بھی یقین اور عمل کی آنکھوں سے ان فضائل کو پڑھنا چاہئے اور ان کو حاصل کرنے کے لئے بھر پور کوشش کرنی چاہئے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے، جب تک یہ فضائل حاصل نہ

ہوجائیں اور اگر یہ فضائل حاصل ہوگئے تو پھر ہمارے لئے چین ہی چین ہوگا، مزے ہی مزے ہوں گے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کے لئے خصوصی طور پر تیار فرمائی ہیں۔ اِسی طرح ہم نے اس باب میں حضرات شہداء کرام کے جو واقعات پڑھے ہیں، وہ کوئی دیومالائی کہانیاں یا کوہِ قاف کے جِنّات کے واقعات نہیں ہیں، یہ سارے لوگ ہماری طرح گوشت پوست کے بنے ہوئے تھے، جن کے سینے میں بھی ہماری طرح دل اور ان کی رگوں میں ہماری طرح خون تھا، ان کے اردگرد بھی دنیا کے تقاضے، مجبوریاں اور دنیا کی پُرکشش چیزیں بکھری پڑی تھیں، ان کے دلوں میں بھی ہماری طرح اُمیدیں اور اَرمان پیدا ہوتے تھے اور انہیں بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل وعیال سے پیار تھا، لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جان ومال کو جنّت کے بدلے خرید لیا ہے تو خوشی سے جُھوم اٹھے کہ واہ! اللہ تعالیٰ ہمارا خریدار بن گیا ہے، چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ ہم جان ومال کا یہ سَودا کہاں جاکر اللہ تعالیٰ کے سُپرد کریں؟ تو جواب ملا کہ تم میدانِ جہاد میں نکل کر یہ سَودا پیش کرو۔ چنانچہ وہ دیوانہ وار میدانِ جہاد کی طرف دوڑے، ان کے گوشت پوست کے جسم فولاد بن گئے، ان کے سینے میں دھڑکنے والا دل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے دھڑکنے لگا اور اس میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ایسا سمایا کہ اس میں سے ہر طرح کا خوف اور ڈر نکل گیا اور یہ دل بُزدلی اور دُنیا کی مَحبّت سے پاک ہوگیا، ان کے جسم میں چلنے والا خون جوش مارنے لگا اور بیوی بچوں کی مَحبّت نے انہیں یہ سکھایا کہ وہ جلد اَز جلد اپنی جان اللہ تعالیٰ کو دے کر اپنے بیوی بچوں کی شفاعت کا انتظام کریں، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مَحبّت میں اور کفر سے نفرت کرتے ہوئے تلوار اٹھائی اور پھر ان کی تلوار خُون اُگلنے لگی اور اس وقت تک خون اُگلتی رہی، جب تک خود اُن کی گردن نے اپنا سارا خُون زمین پر نہیں بہادیا۔ ان لوگوں

نے خود کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ دیا تھا اور جو چیز خریدی جاتی ہے اس سے پیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا پھر خود انہیں خریدا اور پھر ان پر اپنا پیار نچھاور فرمادیا اور ان کے ہر عمل کو عبادت اور ہر اداء کو طاعت بنادیا اور ان پر فخر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف میرے ہیں، صرف میرے اور میری خاطر جان دیتے ہیں، میری خاطر کٹ مرتے ہیں، میرے دشمنوں سے زمین کو پاک کرتے ہیں اور میرے نام کی بلندی کے لئے خود اپنے لہو کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمت اور اپنے فضل کے سارے دروازے کھول دیئے، یہ دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں، آج بھی شہادت کا بازار گرم ہے، اللہ تعالیٰ آج بھی خریدنے کے لئے تیار ہے اور خوش قسمت لوگ آگے بڑھ بڑھ کر خود کو بیچ رہے ہیں، دنیا والوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاتھوں میں۔ آج پھر افغانستان، کشمیر، فلسطین اور دیگر کئی محاذوں پر شہداء کے استقبال کے لئے حوریں اتر رہی ہیں۔ وہ تمام کرامات جو ہم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شہداء اور ان کے بعد کے شہداء کی پڑھی ہیں، ایک ایک کرکے اس زمانے کے شہداء کو بھی نصیب ہو رہی ہیں اور ایسے عجیب و غریب واقعات بھی ظاہر ہو رہے ہیں جن کی ماضی میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں، اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا تو ہم آپ کے سامنے اس زمانے کے شہداء کرام کی کچھ کرامات کا تذکرہ کرتے جو افغان جہاد کے دوران ظاہر ہوئیں، جو کشمیر میں کھلی آنکھوں سے دیکھی گئیں اور جو فلسطین، فلپائن، بوسنیا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دکھائیں، مگر اس وقت ہمارے لئے ان واقعات کو لکھنا ممکن نہیں ہے، لیکن جس اللہ تعالیٰ نے ماضی کے شہداء کو کرامتوں سے نوازا، وہی اللہ تعالیٰ آج کے شہداء کرام پر بھی وہی فضل فرمارہا ہے، بلکہ اس زمانے میں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے بعض اوقات زیادہ فضل کا معاملہ فرماتا ہے، تاکہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کے

دل مضبوط ہو جائیں۔

اے مسلمانو! یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہے، جان تو جسم سے نکلنی ہی ہے اور ایک رات قبر میں سونا ہی ہے، پھر ہم کس چیز سے ڈریں اور کس چیز سے گھبرائیں؟ آج ہم سے وہ چیز مانگی جارہی ہے جو ہم نے ایک نہ ایک دن دینی ہے اور ہم کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جارہی ہے جس سے بچنا کسی کے بس میں نہیں، ہم نے جب مَرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قُربان کرنے کیلئے پیش کریں اور اِس جان کو جہاد کے میدانوں میں لے جا کر پاک کریں اور اِسے اِس قابل بنائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حُضور پیش ہو سکے اور جنّت کی نعمتوں کی مُستحق ہو سکے۔

شہادت سے ڈرنا ایک غفلت اور بیوقوفی ہے، کیونکہ موت کا وقت مُقرّر ہے اور شہادت سے محبّت کرنا ایمان کی نشانی ہے، کیونکہ حقیقی مؤمن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی جان اور مال دے کر اس کی رِضا کا طلب گار رہتا ہے اور وہ اسے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے، کیونکہ جان دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے، اب اُسی کی دی ہوئی چیز واپس اُسی کو دے کر اس کی رِضا اور جنّت کی نعمتیں پانا نفع کا سودا نہیں تو اور کیا ہے؟]

باب ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مالِ غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور اگر خائن مارا جائے تو شہید نہیں ہے

خیانت کی سزائیں

خائن کا حکم

بُری خصلت

خیانت ایک بُری خصلت ہے، دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔ یہ بری خصلت انسان کی انفرادی زندگی کو بھی برباد کرتی ہے اور اس کی اجتماعی زندگی کو بھی۔ اور افسوس یہ ہے کہ شیطان اس کو ''حکمت عملی'' اور ''عقلمندی'' قرار دیکر انسان کو اس پر پکا کرتا ہے۔ چنانچہ آج عقلمند آدمی وہی کہلاتا ہے جو ہر حال میں اپنے ''ذاتی مفادات'' کا تحفظ کرتا ہے خواہ اس کی خاطر اسے مسلمانوں کو یا جماعت کو جتنا بڑا نقصان پہنچانا پڑے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۵۵)

امانت کی اہمیت

جہاد میں کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ ہر مجاہد اپنے اندر صفتِ ''امانت'' کو مضبوط کرے...... اور ہر طرح کی خیانت سے بچے۔ فرائض کی پابندی کرے سنتوں کا اہتمام کرے، اپنے امیر کی اطاعت کرے، اجتماعی اموال میں پوری احتیاط رکھے...... اور جو ذمہ داری اسے دی جائے اسے پوری طرح سے نبھائے، عسکری اور اجتماعی رازوں کی حفاظت کرے، کافروں اور منافقوں سے دوستانہ تعلقات نہ رکھے...... اور کسی بھی طرح دشمنان اسلام کے کام نہ آئے۔ امانت انسان کو قیمتی بناتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مستحق ہو جاتا ہے جبکہ خیانت انسان کو بے کار، ناقابل اعتبار اور حقیر بنا دیتی ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۵۴)

باب ۳۰

مالِ غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور اگر خائن مارا جائے تو شہید نہیں ہے

خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے! "غُلُول" مالِ غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں، وہ اس طرح کہ لشکر کا امیر یا کوئی مجاہد مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے اور اُسے تقسیم والے تک نہ پہنچائے، خواہ یہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔ بعض علماء کے نزدیک اسے غُلُول اس لیے کہتے ہیں کہ شریعت نے ہاتھوں کو ایسا کرنے سے باندھ دیا ہے، مالِ غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ اور بڑی سخت معصیت ہے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین چیزوں (یعنی) تکبُّر، مالِ غنیمت میں خیانت اور قرض سے پاک مَرا، وہ جنّت میں جائے گا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، المستدرک)

مالِ غنیمت میں خیانت پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، ہم ان میں سے چند کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

① خیانت والا مال جہنّم کی آگ

حضرت عَبْدُاللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عُمَر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: خَیْبَر کے دن نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: کہ فلاں شہید ہوا ہے اور فلاں شہید ہوا ہے، یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گزرے اور کہا: یہ شہید ہے۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، میں نے اُسے جہنّم میں ایک ایسی چادر میں دیکھا ہے جو اُس نے مالِ غنیمت سے چُرائی تھی یا اس عَبا میں دیکھا ہے جو اُس نے مالِ غنیمت سے چُرائی تھی۔ پھر رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اِبنِ خطّاب! لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنّت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے۔ (مسلم شریف)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث شریف میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا مؤمن نہیں ہے اور اسکی تائید حضرت اِبنِ عبّاس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایمان والا مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرتا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خیبر کے لیے نکلے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطاء فرمائی، ہمیں مالِ غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا، بلکہ سامان، کھانے کی اشیاء اور کپڑے ملے۔ پھر ہم وادی قُریٰ کی طرف روانہ ہوئے اور رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا ایک غلام بھی تھا ـــــ اور یہ غلام قبیلہ جُذامُ کے رِفاعہ نامی ایک شخص نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا، جب ہم نے وادی میں پڑاؤ ڈالا تو وہ غلام اپنا سامان کھول رہا تھا کہ اسے ایک تیر لگا جو اس کی موت کا سبب بن گیا۔ ہم نے کہا: یارسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لئے شہادت مُبارک ہو۔ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! وہ چادر جو اُس نے مالِ غنیمت میں سے تقسیم کرنے والے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے لے لی تھی، آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے۔ یہ سن کر لوگ سخت خوفزدہ ہوگئے اور ایک شخص ایک تَسمہ یا دو تَسمے لیکر حاضر ہوا، اس نے کہا: میں نے یہ خَیبر کے دن لئے تھے۔ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک تَسمہ یا دو تَسمے آگ کے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَادِی القُریٰ میں قتل ہونے والے اس غلام کا نام مِدعَم ہے، جبکہ بُخاری کی ایک روایت میں اس طرح کا واقعہ کِرکِرہ نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم (ممکن ہے کہ وہ دوسرا واقعہ ہو۔)

حضرت اَبُورافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اداء فرمالیتے، تو بنُوعبدُالاَشہَل قبیلے کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ گفتگو فرماتے اور پھر مغرب کے لئے واپس لَوٹ آتے تھے۔ ایک بار رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرِب کے لئے جلدی جلدی (مسجدِ نبوی کی طرف) آرہے تھے کہ ہمارا گزر بقیع (قبرستان) سے ہوا، تو

رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: اُف ہے تجھ پر، اُف ہے تجھ پر، اُف ہے تجھ پر۔ اَبُو رَافِع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے دل کو بھاری گزری، میں آپ ﷺ سے پیچھے ہوگیا اور میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ مجھے فرمارہے ہیں۔ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: کیا ہو گیا تمہیں چلتے کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا: آپ نے ابھی کچھ کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کہا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ نے مجھ پر اُف فرمائی ہے۔ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ میں نے فلاں شخص کو کہا ہے۔ میں نے اُسے فلاں قبیلے میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا تھا، اُس نے ایک چادر چُرالی، پس اُسی چادر جیسی آگ کی زِرہ اُسے پہنا دی گئی ہے (نسائی، ابن حبان)

حضرت اَبُو حَازِم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں سے (تقسیم سے پہلے) ایک چادر لائی گئی اور عرض کیا گیا: یارَسُولَ اللّٰہ (ﷺ)! یہ آپ کیلئے ہے تاکہ آپ دھوپ کے وقت اس سے سایہ حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی آگ کے سائے کے نیچے بیٹھے؟ (کتاب المراسیل لابی داوٗد)

حضرت عَبْدُاللّٰہ بن مَسْعُوْد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے: خیانت سے حاصل شدہ مال جہنم کا انگارہ ہے اور ایسا خزانہ آگ کا خزانہ ہے۔ (ابن عساکر)

عَلَّامَہ اِبْنِ جَرِیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے لکھا ہے کہ نَہَاوَنْد (نامی علاقے) میں حضرت عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے سَائِب بن اَقْرَع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو نگرانِ مالیات بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطاء فرمادے، تو مالِ غنیمت ان میں تقسیم کر دینا اور خُمُس (یعنی پانچواں حصہ) الگ کر دینا۔ حضرت سَائِب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں مجاہدین میں مالِ غنیمت تقسیم کر رہا تھا کہ ایک کافر آیا اور اُس نے کہا: اگر آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو امان دے دیں تو میں آپ کو یَزْدَگَرْد کے خزانے کا پتہ بتا دوں گا اور یہ خزانہ آپ کا اور آپ کے امیر کا ہو جائے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ وہ مجھے لے گیا، اس نے مجھے موتیوں اور ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی دو بڑی ٹوکریاں دکھائیں، میں نے انہیں اٹھوایا اور حضرت عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بیتُ المال میں دے دو۔ میں نے وہ بیتُ المال میں دے دیں اور جلدی سے کُوفہ کی

طرف لوٹا، ابھی کُوفہ پہنچا ہی تھا کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا قاصد آ گیا اور اس نے میرے اُونٹ کے بالکل پیچھے اپنا اُونٹ بٹھایا اور کہا: فوراً امیر المؤمنین سے ملو، میں فوراً واپس گیا تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: کیا ہوا مجھے اور اُمُّ السَّائِبْ کے بیٹے کو؟ میں نے عرض کیا: کیا ہوا اے امیر المؤمنین؟ فرمانے لگے: میں رات کو سویا تو دیکھا کہ فرشتے مجھے ان دو ٹوکریوں کی طرف گھسیٹ رہے ہیں اور ان ٹوکریوں سے آگ کے شُعلے بھڑک رہے ہیں۔ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ان آگ کی ٹوکریوں سے جلائیں گے۔ تو میں نے کہا: میں ان ٹوکریوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں گا، اے سائب! یہ دونوں ٹوکریاں لے جاؤ اور انہیں مسلمانوں کو دیئے جانے والے مال میں شامل کر لو۔ سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انہیں اُٹھا کر لے گیا اور (تقسیم کیلئے) کُوفہ کی مسجد میں جا کر ڈال دیا۔ (ابن جریر فی تاریخہ)

❷ خیانت کیا ہوا مال گردن کا سوار

حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کا تذکرہ فرمایا اور اُسے بہت عظیم اور بدتر گُناہ قرار دیا اور فرمایا: میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اُونٹ سوار ہو جو آوازیں نکال رہا ہو۔ (پھر وہ) مجھے پکار کر کہے: یارسُول اللہ! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا چکا ہوں۔ (یا) اسکی گردن پر گھوڑا سوار ہو جس کی ہنہنانے کی آواز ہو، (پھر وہ) مجھ پکار کر کہے: یارسُول اللہ! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے اَحکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اسکی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ منمنا رہی ہو اور وہ کہے: یارسُول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ میں کہوں گا: میں تو اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اُسکی گردن پر کوئی جان سوار ہو جو چیخ رہی ہو (پھر وہ) مجھے پکار کر کہے: یارسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری مدد فرمائیے۔ میں کہوں گا: میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اَحکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اُس کی

گردن پر کپڑے چیتھڑے ہل رہے ہوں وہ پھر کہے: یارَسُولَ اللہ (ﷺ)! میری مدد فرمایئے۔ میں کہوں گا: میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اُس کی گردن پر بے آواز سونا چاندی مُسلّط ہوگا، وہ کہے گا: اے اللہ کے رسُول! میری مدد فرمایئے۔ میں کہوں گا: میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔

(بخاری، مسلم واللفظ للبخاریؒ)

جانوروں کے بولنے اور کپڑے (یا کاغذ) کے ہلنے میں حکمت یہ ہے کہ جس نے جو چیز بھی چُرائی ہوگی اور اس میں خیانت کی ہوگی وہ چیز اپنی اپنی بولی میں اس کے سر پر شور کرے گی، تاکہ خود اُسے بھی تکلیف ہو اور لوگوں کے سامنے بھی رُسوا ہو جائے اور تمام انسانوں کو اس کی خیانت کا پتہ بھی چل جائے اور یہ سب کچھ محشر کے ہولناک دن ہوگا جس کی تکلیفیں، گرمی اور پسینہ پہلے ہی اس شخص پر مُسلّط ہوگا۔ (واللہ اعلم)

عَطِیَّہ بن قَیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی (جہاد کے دوران) سواری مرگئی، وہ حضرت مَالِک بن عَبداللہ خَثعمی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس وقت ان کے سامنے مالِ غنیمت کا ایک تُرکی گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا: امیر صاحب! مجھے یہ گھوڑا دے دیجئے۔ حضرت مَالِک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اِسے اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس نے کہا: میں آپ کو گھوڑا اُٹھانے کے لئے تو نہیں کہہ رہا، میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ مجھے دے دیجئے۔ حضرت مَالِک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مالِ غنیمت کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ (آل عمران: ۱۶۱)

[اور جو کوئی خیانت کرے گا اس چیز کو قیامت کے دن لائے گا جو خیانت کی تھی۔]

چنانچہ میں تو اِسے اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، ہاں! اگر تم تمام لشکر والوں سے پوچھ لو اور وہ تمہیں اپنا حصہ دے دیں تو میں بھی اپنا حصہ تمہیں دے دوں گا۔ (ابن عساکر)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مَالِک بن عَبداللہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں اور جہاد میں

زیادہ شرکت کرنے اور چالیس سال تک رُومیوں کے ساتھ جہاد میں مجاہدین کی قیادت کرنے کی وجہ سے مَالِکُ السَّرَایَا کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت عَبْدُاللہ بن عَمْرو بن اَلْعَاصْ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جب مالِ غنیمت لگتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بِلَالْ رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ لوگوں میں اعلان کردو، چنانچہ لوگ مالِ غنیمت لاکر جمع کرادیتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خُمُس نکال کر باقی تقسیم فرمادیتے تھے۔ ایک بار اعلان کے بعد ایک شخص بالوں کی ایک رَسی لایا اور کہنے لگا: یَارَسُوْلَ اللہ! یہ میں نے مالِ غنیمت میں پائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بِلَالْ کے تین مرتبہ آواز لگانے کو سنا تھا۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اس وقت یہ رَسی کیوں نہیں لائے؟ تو وہ شخص معذرت کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تم یہ رَسی قیامت کے دن ہی لے کر آنا، کیونکہ میں تو اب آپ سے نہیں لوں گا۔ (ابوداؤد، ابن حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت ایسا بھیانک جُرم ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن حُضُورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شَفاعت تک نصیب نہیں ہوگی، بھلا اس سے بڑھ کر ہلاکت اور تباہی کیا ہوسکتی ہے کہ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن کی رَحمت اور شفقت سے انسان مَحروم ہوجائے؟

اے ہمارے پروردگار، اے اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن! ہمیں حُضُورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شَفاعت سے مَحروم نہ فرما، بے شک ہم کتنے بڑے مُجرم ہی کیوں نہ ہوں۔ (آمین)

حضرت زَید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک کا غزوہ خیبر کے دن اِنتقال ہوگیا، دوسرے حضرات نے اس کا تذکرہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو، (میں نہیں پڑھوں گا)۔ یہ سُن کر چہروں کے رنگ اُڑ گئے۔ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اس ساتھی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے اُس کے سامان کی تلاشی لی، تو اُس میں یہودیوں کے کپڑے سینے والے تَسموں میں سے ایک تَسمہ موجود تھا جس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۳ خائن کی پردہ پوشی کرنے والا بھی اسی جیسا ہے

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے خیانت کرنے والے کو چھپایا وہ بھی اُسی جیسا ہے۔ (ابو داؤد)

۴ خیانت آگ ہے ذلت ہے اور عار ہے تھوڑی ہو یا زیادہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت میں سے ایک بال اُٹھا کر فرماتے تھے: اس میں خُمس کے علاوہ میرا بھی اتنا حصہ ہے جتنا تمہارا اور خُمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹتا ہے، (اے لوگو!) سوئی دھاگا اور اس سے بھی کم درجے کی چیزیں (مالِ غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس) جمع کرادیا کرو اور خیانت سے بچو، کیونکہ وہ عار ہے، آگ ہے اور خائن کے لئے قیامت کے دن ذِلّت ہے۔ (مسند احمد، بزار)

[اس مفہوم کی احادیث مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ کثرت سے آئی ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں سے حقیری خیانت بھی قیامت کے دن ذِلّت اور آگ کا باعث بن جائے گی۔ العیاذ باللہ]

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوے میں غنیمت کے اُونٹ کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُونٹ کے کوہان کے بال اپنی دو انگلیوں کے درمیان پکڑ کر فرمایا: یہ بھی تمہارے مالِ غنیمت میں سے ہے اور اس میں میرا حصہ بھی تمہارے حصے جتنا ہے، سوائے خُمس کے اور وہ بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے، مالِ غنیمت کے سوئی دھاگے کو بھی اور اس سے زیادہ اور اس سے کم کو بھی جمع کرایا کرو اور مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو، کیونکہ خیانت دُنیا اور آخرت میں خیانت کرنے والوں کے لیے ذِلّت اور آگ کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں دُور والوں اور قریب والوں سب سے جہاد کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو اور سفر و حضر میں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو، کیونکہ جہاد جنّت کے دروازوں

میں سے بڑا دروازہ ہے۔اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تفکرات اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بلقین کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ غنیمت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور باقی چار حصے مجاہدین کے لئے۔ میں نے عرض کیا: کیا اس میں سے کسی چیز کا کوئی شخص دوسرے سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، یہاں تک کہ وہ تیر جو تم اپنے پہلو سے نکالو، تم اس کے بھی اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔(السنن الکبریٰ اسنادہ قوی)

[یعنی اگر دشمن کا تیر تمہارے پہلو میں لگا، پھر تم نے وہ تیر نکال لیا تو وہ بھی مالِ غنیمت میں جمع ہوگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔]

فصل

خیانت کی سزائیں

جہاد میں مالی خیانت کرنے والے کو دو سزائیں ملتی ہیں:- ایک سزا دُنیا میں اور ایک سزا آخرت میں۔

آخرت کی سزائیں

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ خیانت کرنے والا جہنّم میں ڈالا جائے گا اور جو چیز اس نے خیانت کر کے لی ہوگی وہ قیامت کے دن یا تو آگ بنا کر اُسے پہنا دی جائے گی، یا اُس پر لادی جائے گی۔ اسی طرح وہ قیامت کے دن حضورِ اکرم ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا اور آپ ﷺ اُسے صاف جواب دے دیں گے کہ تیرے لئے میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اسی طرح اگر وہ جہاد میں مارا گیا تو وہ شہید بھی نہیں ہوگا، کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے قسم کھا کر اسکی شہادت کی نفی فرمادی ہے، تو آپ ﷺ کی قسم کے بعد اس کی ناکامی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ [ایسا شخص ظاہری طور پر مجاہد اور شہید ہے، لیکن حقیقت میں نہ تو وہ مجاہد ہے اور نہ شہید۔ جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے]۔

جہاد میں نکلنے والوں کی دو قسمیں اور مجاہدین کی صفات

حضرت عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں نکلنے والے دو طرح کے ہیں:-

❶ وہ لوگ جو جہاد میں نکل کر خود بھی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی یاددہانی کراتے ہیں اور زمین میں فساد نہیں پھیلاتے، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سُلوک کرتے ہیں اور اپنے پسندیدہ قیمتی اموال جہاد میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ان پر رشک کرتے ہیں جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں زیادہ خرچ کرتے ہیں، یہ لوگ جب لڑائی میں ہوتے ہیں تو اس بات سے حیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں کوئی شک یا مسلمانوں کو رُسوا کرنے والی کوئی بات دیکھے، جب انہیں خیانت کا موقع ملتا ہے تو اِن

کے دل اور ہاتھ خیانت سے پاک رہتے ہیں، شیطان ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ان کے دلوں پر وار کر سکتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو عزّت عطاء فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

❷ دوسرے وہ لوگ ہیں جو جہاد میں نکل کر نہ خود کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی یاددہانی کراتے ہیں اور اپنا مال بھی خوش دلی سے خرچ نہیں کرتے اور جو کچھ مجبوراً خرچ کرتے ہیں، اُسے بھی اپنے اُوپر چٹی (یعنی جُرمانہ) سمجھتے ہیں اور شیطان انہیں اس مال کے خرچ ہونے پر غم میں ڈال دیتا ہے، لڑائی کے وقت یہ لوگ سب سے پیچھے اور سب سے زیادہ رُسوا کرنے والوں میں ہوتے ہیں اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چُھپ جاتے ہیں اور وہیں سے بیٹھ کر جنگ کا منظر دیکھتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے دیتا ہے، تو یہ سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے [یعنی اپنے کارنامے بیان کرنے والے] ہوتے ہیں، اگر انہیں مالِ غنیمت میں خیانت کا موقع ملتا ہے، تو اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور شیطان انہیں سمجھاتا ہے کہ یہ مالِ غنیمت ہے اگر انہیں وسعت ملتی ہے تو اَکڑتے ہیں اور اگر انہیں تنگی کا سامنا ہوتا ہے تو شیطان انہیں لالچ میں مُبتلا کر دیتا ہے، ان لوگوں کو مجاہدین کا کوئی اَجر نہیں ملتا، سوائے اس کے کہ ان کے جسم مجاہدین کے جسموں کے ساتھ اور ان کا چلنا مجاہدین کے چلنے کے ساتھ نظر آتا ہے، جبکہ ان کی نیّت اور اعمال مجاہدین سے بالکل مختلف ہوتے ہیں، قیامت کے دن پہلے اللہ تعالیٰ انہیں مجاہدین کے ساتھ جمع فرمائے گا، پھر انہیں الگ کر دے گا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارکؒ سندہ صحیح)

ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جس نے خیانت کر کے کوئی چیز لے لی تو اس چیز کو قیامت کے دن جہنّم میں ڈالا جائے گا اور خیانت کرنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ آگ میں غُوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لائے۔ (ابن عساکر)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات اُونٹنیوں کے وزن کا ایک پتھر جہنّم میں ڈالا جائے گا اور وہ سترؔ سال تک نیچے گرتا رہے گا اور خیانت سے حاصل کیے مال کو بھی اس کے ساتھ ڈالا جائے گا اور پھر خیانت کرنے والے کو کہا جائے گا کہ وہ اُسے اُٹھا کر لائے، یہی اللہ تعالیٰ

کے اس فرمان کا مطلب ہے: ”وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ“ (آل عمران: ۱۶۱)

[اور جو کوئی خیانت کرے گا اس چیز کو قیامت کے دن لائے گا جو خیانت کی تھی۔]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خیانت کرنے والوں پر یہ عذاب ہوگا کہ وہ چیز لائی جائے گی جو انہوں نے خیانت سے لی ہوگی اور اُسے جہنم کے سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لاؤ اور وہ چیز آگ کے سمندر کی تہہ تک پہنچ جائے گی اور اس کی تہہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، چنانچہ وہ لوگ اس میں جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا غوطہ لگائیں گے، پھر وہ سانس لینے کے لئے اپنے سر نکالیں گے تو ان میں سے ہر انسان کی طرف ستر ہزار فرشتے لوہے کے ہتھوڑے لیکر بڑھیں گے اور ان کے سروں پر ماریں گے اور ہمیشہ یہ لوگ اسی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غصے کا موجب ہے جیسا کہ قرآن پاک میں: كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ (آل عمران: ۱۶۲) [وہ اُس شخص کی طرح (مرتکبِ خیانت) ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں گرفتار ہو۔] سے مراد وہ لوگ ہیں جو خیانت کرتے ہیں۔ خود سوچیے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بڑھ کر اور کیا سزا ہوسکتی ہے؟

خیانت کی دنیوی سزائیں

خیانت کی دنیوی سزا یہ ہے کہ جس قوم میں بھی خیانت آجاتی ہے، ان کے دلوں پر دشمنوں کا رُعب چھا جاتا ہے اور فتح اُن سے دور ہوجاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت آجاتی ہے، اُن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ (دشمنوں) کا رُعب ڈال دیتا ہے اور جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے، اُن میں کثرت سے موت واقع ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی روزی کم کردیتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے، اُس میں خون خرابا عام ہوجاتا ہے اور جو لوگ عہد توڑتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ دشمنوں کو مُسلّط فرمادیتا ہے۔ (موطا امام مالک موقوفاً، ابن ماجہ)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے، لیکن ایسی باتیں اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتیں، اس لئے

یہ مرفوع روایت ہے اور حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث طَبرانیؒ اور بَیہقیؒ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری اُمّت خیانت نہیں کرے گی، تو کبھی بھی دشمن اُس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حَبیب بن مَسلَمہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا دشمن تمہارے مقابلے میں ایک بکری کے دودھ دَوھنے کی مقدار جم کر لڑتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں اور کبھی کبھار تین بکریوں کے دودھ دَوھنے کی مقدار بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! تم لوگ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے لگے ہو۔ (الطبرانی باسناد جید)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حَبیبُ الفِہری الشّامیؒ امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول صحابی ہیں، انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سُنی ہے، جبکہ وَاقدیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سماع کا انکار کیا ہے، رُومیوں سے زیادہ جنگیں کرنے کی وجہ سے انہیں "حَبیبُ الرُّوم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کی شان میں حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

؎ فِیهِمْ حَبِیبٌ شِهَابُ الْمَوْتِ یَقْدُمُهُمْ
مُشَمِّرٌ أَقَدْ بَدَا فِیْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ

ترجمہ: ان مجاہدین میں حَبیب بھی ہیں جو موت کا شُعلہ ہیں، وہ ہمیشہ کمر کَس کے ان کے آگے رہتے ہیں اور ان کے چہرے سے غضب ظاہر ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ جہاد سے واپس آنے والوں سے پوچھتے تھے: کیا دشمن تمہارے مقابلے میں جم کر لڑتا تھا؟ اگر وہ کہتے کہ ہاں۔ تو آپ فرماتے: تم نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہوگی۔ (ابن عساکر منقطع)

فصل

خائن کا حکم

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ جس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہو، تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی کرو۔ (ابوداؤد)

صَالحؒ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ولید بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد میں نکلے، ہمارے ساتھ حضرت سالمؒ بن عبدُاللہ اور حضرت عمرؒ بن عبدُالعزیز رحمہما اللہ بھی تھے، ایک شخص نے کچھ خیانت کی تو ولید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا سامان جلانے اور اسے لوگوں میں گھمانے اور مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ ضبط کرنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والوں کو کیا سزا دی جائے گی؟ اس میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

[زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے تعزیر ہے، یعنی مسلمانوں کا شرعی حکمران یہ فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا سزا دی جائے۔ حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری، ج: ۱۰ ص ۳۰۶) اسی طرح خیانت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیانت کیا ہوا مال واپس لوٹا دے، لیکن اگر اس مال کے مالک اِدھر اُدھر منتشر ہو چکے ہوں اور ان تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس مال کا پانچواں حصہ بیتُ المال میں جمع کرا دے اور باقی صدقہ کر دے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیلات فقہ یا احکامِ جہاد کی کتابوں میں مذکور ہیں۔]

مسئلہ:

مجاہدین کے لئے جائز ہے کہ وہ دورانِ جہاد دشمنوں سے چھینے ہوئے مال میں سے کھانے پینے کی اشیاء، اپنی سواریوں کا چارہ اور گولہ بارود وغیرہ تقسیم سے پہلے بھی استعمال کر سکتے ہیں، اسی طرح جلانے کے لئے لکڑیاں اور لگانے کے لئے تیل بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

دعوت

[حضرات مجاہدین کے لئے یہ باب نہایت اہمیت کا حامل ہے، جہادی تربیت کے دوران ہی مجاہدین کو یہ باب اچھی طرح سے پڑھا اور سمجھا دینا چاہئے تاکہ اجتماعی اموال میں خیانت کے جُرمِ عظیم سے وہ واقف ہو جائیں اور جہاد کے دوران وہ آخری حد تک اس سے بچیں۔ اسی طرح مجاہدین کے شعبۂ مالیات میں کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اس باب کی احادیث کتبوں پر لکھ کر اپنے کمرے میں دیواروں پر لگا دیں، تاکہ بار بار پڑھنے سے خود کو بھی یاد دہانی ہوتی رہے اور ہر آنے جانے والا بھی ان اہم احکام سے واقف ہو سکے، ویسے تو ایک مجاہد کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اجتماعی اموال میں خیانت کا تصوّر بھی کر سکے، کیونکہ وہ تو اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کو دینے کے لئے میدانوں میں اُترتا ہے، تو اسے مال سے کیا غرض؟ لیکن مسلسل یاددہانی نہ ہونے کی وجہ سے اور زیادہ عرصہ محاذِ جنگ سے دور رہنے کی وجہ سے بعض مجاہدین کو شیطان پُھسلا دیتا ہے اور وہ اس تباہ کُن گُناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دُنیا کے چند حقیر ٹکوں کی خاطر جہاد جیسے عظیم الشان عمل کو تباہ کر دیتے ہیں، ایسے ظالموں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو مسجد کی بیرونی چار دیواری میں داخل ہو کر نماز کیلئے جانے کے بجائے مسجد کے بیت الخلاء میں گُھس کر پیشاب پینے لگے اور غلاظت کھانے لگے اور کوئی بدنصیب آدمی مسجد میں داخل ہو کر وہاں کی چٹائیوں یا گھڑی وغیرہ کو چُرانے کی کوشش کرے، باہر والے لوگ تو یہ دیکھ کر کہ یہ آدمی مسجد میں داخل ہوا ہے، اُسے نمازی سمجھیں گے لیکن حقیقت میں وہ نمازی نہیں، بلکہ پیشاب پینے اور غلاظت کھانے اور چٹائیاں اور گھڑی چوری کرنے والا ہے۔ اسی طرح مجاہدین کیساتھ منسلک ہر فرد کو لوگ مجاہد سمجھتے ہیں، لیکن ان میں سے کچھ تو واقعی مجاہد ہوتے ہیں اور وہ اپنی جان اور مال دے کر اور تقوے کے ذریعے اپنی جان کو سنوار کر اللہ تعالیٰ کیلئے پیش کرتے ہیں اور

اپنے جہاد کا اَجر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں مانگتے، یہ لوگ یقیناً کامیاب ہیں اور انہی کے لئے ہزاروں لاکھوں بشارتیں اور خوشخبریاں ہیں۔ جبکہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کا جہاد میں آنے کا مقصد ہی دنیا کمانا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ جان دینا چاہتے ہیں نہ مال، وہ تو جہاد کے اس پاک راستے میں دُنیا کی غلاظت کھانے کے لئے آتے ہیں اور اپنی بدقسمتی کی بقدر غلاظت کھا کر مرجاتے ہیں۔ جبکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ابتداء میں خالص جہاد ہی کے لئے نکلتے ہیں، مگر پھر جہاد کے کاموں کے لئے مالداروں اور دنیوی عہدیداروں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے احساسِ کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں یا مجاہدین کی کسی ذِمّہ داری کو پا کر وہ اپنے اصل مقصد کو بھول جاتے ہیں اور انہیں یہ خیال آتا ہے کہ میرے پاس اچھا مکان، اچھی گاڑی اور اچھے کپڑے ہونے چاہئیں اور شیطان انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمہاری ان چیزوں سے مجاہدین کو فائدہ پہنچے گا، چنانچہ وہ خیانت میں مُبتلا ہوجاتے ہیں یا ابتداء میں تو جان دینے کے لئے نکلتے ہیں، مگر مالِ غنیمت کے ڈھیر دیکھ کر ان کی نیّت خراب ہوجاتی ہے، یا لوگوں کی واہ واہ اور تعریف انہیں دُنیا پرست بنادیتی ہے اور وہ حرام مال کو کھا کر اپنی دُنیا و آخرت تباہ کرلیتے ہیں۔

اے مجاہد بھائیو! یاد رکھو، مالِ غنیمت میں خیانت اور اجتماعی اموال میں خیانت ایسا بدترین گناہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں چلنے والوں کو بھی مُعاف نہیں کیا گیا، پھر تم اُسے کیسے مُعاف کراؤ گے؟ اگر تم نے دنیا کمانی ہے تو محنت مزدوری کر کے کماؤ، جہاد کے مال میں خیانت کر کے اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو رُسوا نہ کرو۔ یاد رکھو! یہ مال سؤر کے گوشت کی طرح اور گدھے کے خون کی طرح اور کتے کے پیشاب کی طرح حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے بیوی بچوں کو ایسی غلاظت نہ کھلاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی مُقرّر ہے، اگر تم نے حرام سے پرہیز کیا تو ان شاء اللہ تمہیں یہ روزی

حلال اور با عزّت ذریعے سے مل جائے گی۔

مجاہدین کو چاہئے کہ اپنے مالی نظام کو لکھ کر علماء کرام کے سامنے پیش کریں، تاکہ وہ اُسے شریعت کی روشنی میں پرکھ سکیں۔ اِسی طرح ہر مَد کی رقم اُسی مَد میں خرچ کیا کریں اور اپنا ذِمّہ دار صرف اُسے بنائیں جس کو دین کا علم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہو، اگر آپ نے ایسے لوگوں کو اپنا قائد نہ بنایا تو ممکن ہے کہ جاہل اور غافل لوگ اپنی جہالت اور بے پروائی کی وجہ سے آپ کو بھی مالی خیانت میں مُبتَلا کر دیں اور حرام مال کھلا دیں تو یہ بہت بڑی بد قسمتی کی بات ہو گی۔

یاد رکھئے! دنیا میں اسلامی نظام تبھی نافذ ہو سکے گا، جب ہم اُسے سب سے پہلے اپنے اُوپر نافذ کریں گے اور اسلام کے ایک ایک حکم کو اہمیت دیں گے۔ آج بعض مجاہدین اپنے جہاد کے نشے میں آ کر اسلام کے دیگر احکام کو حقیر سمجھتے ہیں، یاد رکھئے! ایسے لوگ مجاہد نہیں بلکہ محض جنگجو ہیں، کیونکہ مجاہد تو اسلام کا محافظ ہوتا ہے اور وہ تو اسلام کے کسی حکم کی تحقیر برداشت ہی نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ وہ خود اسلام کے کسی حکم کو حقیر سمجھے۔

جہاد بلاشبہ ایک عظیم الشان نعمت ہے اور بہت بڑی سعادت ہے اور اس نعمت اور سعادت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ دل ریاکاری سے اور ہاتھ خیانت سے محفوظ ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی مجاہد بنائے اور ہمیں ریاکاری اور خیانت سے محفوظ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۳۱

مسلمان قیدیوں کو دشمن کی قید سے چھڑانے کیلئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیان

مظلوم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا پیار

کافروں کا ظلم اور ان کی دشمنی مسلمانوں کے حق میں کتنی اچھی رہی کہ اللہ تعالیٰ کو ان مسلمانوں پر اتنا پیار آیا کہ ان کی خاطر دوسرے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا اور ان مظلوموں کی فریاد اور دعاء کو قرآن پاک کا حصہ بنایا اور ان کے غم اور دکھ میں پوری اُمت کو شریک فرمایا۔ کافروں کے ظلم کے سامنے حق پر ڈٹے رہنا اور سخت حالات کا سامنا کرنا اگرچہ بہت مشکل ہے۔ مگر آخرت کے اعتبار سے ایک مؤمن کے لئے بہت بڑی چیز ہے۔ اس کے برعکس کافروں کی یاری، ان کی نوازشات اور ان کی محبت میں مسلمانوں کے لئے نقصان ہی نقصان ہے۔ اور خسارہ ہی خسارہ۔ (فتح الجواد: ۱/۳۸۱)

برحق جہاد میں بھی مشکلات آتی ہیں

غزوۂ تبوک کے پورے بیان سے یہ سبق بار بار ملتا ہے کہ وہ جہاد جو بالکل برحق اور خالص شرعی ہو اس میں بھی تکلیفیں، مشقتیں اور پریشانیاں آتی ہیں، یہ سبق ذہن میں رہے تو بہت سے اشکالات ختم ہو سکتے ہیں، غزوۂ تبوک میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کمان اور قیادت فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ مشکلات اور تکلیفیں بھی آ رہی تھیں...... تو کیا یہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت موجود نہیں تھی؟ بے شک موجود تھی مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت مختلف رنگوں اور صورتوں میں نازل ہوتی ہے، مثلاً کبھی اسباب کی فراوانی کی صورت میں اور کبھی صبر و استقامت نازل کرنے کی صورت میں۔ یہاں نصرت کا رنگ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر تکلیفوں کے باجود ان کو ثابت قدم رکھا اور اپنے راستے پر ان کو چلاتا رہا اور ہر قدم پر ان کو اجر و رحمت سے نوازتا رہا۔ (واللہ اعلم بالصواب) (فتح الجواد: ۳/۱۲۲)

باب ۳۱

مسلمان قیدیوں کو دشمن کی قید سے چھڑانے کیلئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

1

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝ (النساء: ۷۵)

اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے واسطے اپنے ہاں سے کوئی حمایتی کردے اور ہمارے واسطے اپنے ہاں سے کوئی مددگار بنادے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جہاد کو اپنے کلمے کی بلندی، اپنے دین کے غلبے اور کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے فرض فرمایا ہے، اگرچہ اس میں جانیں چلی جائیں اور قیدیوں کو دشمنوں سے لڑ کر یا انہیں مال دے کر چھڑانا مسلمانوں پر فرض ہے اور مال کے ذریعے چھڑانا زیادہ تاکیدی فرض ہے، کیونکہ یہ جان قربان کرنے سے آسان اور ہلکا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کو چھڑائیں، خواہ انہیں اپنا سارا مال ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: قیدیوں کو چھڑاؤ۔ (بخاری)

اسی طرح وہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ [جس طرح سے

ممکن ہو، رہائی اور دیگر مُعاملات میں] تعاوُن کریں، کیونکہ یہ فدیہ دے کر چھُڑانے سے بھی آسان ہے۔

اگر مسلمانوں نے کسی قیدی کو [کافروں سے] فدیہ دے کر چھُڑایا، تو اگر وہ قیدی مالدار ہے تو کیا رہائی کے بعد وہ مسلمانوں کو فدیے کی رقم واپس کرے گا یا نہیں؟ علماء کرام کے دونوں طرح کے اقوال ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ رقم واپس کرے گا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عُمَر بن عَبْدُالعَزِیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان قیدی کافروں سے فدیے کا مُعاہدہ کر کے واپس مسلمانوں میں آجائے، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا فدیہ اداء کریں اور ان کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس قیدی کو واپس کافروں کو دے دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ (البقرہ:۸۵)

اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا تاوان دیتے ہو حالانکہ تم پر ان کا نکالنا بھی حرام تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت عَمْرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط مُبارک میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کی ہر جماعت اپنے قیدیوں کا فدیہ معروف طریقے سے اور مسلمانوں کے درمیان [فدیے کے حصّے کے بارے میں] انصاف کے ساتھ اداء کرے گی اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے مقروض ساتھیوں کا فدیہ اور دیت اداء کرنے میں مدد کریں۔

(ابن عساکر عن کثیر بن عبداللہ وھو ضعیف)

حضرت عَبْدُاللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات مُہاجرین اور اَنصار کو خط لکھا کہ اپنی دیتیں اداء کیا کرو اور اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھُڑایا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد)

[جنگی قیدیوں کے بارے میں پہلے طریقہ یہ تھا کہ انہیں گرفتار کرنے والے ان کی آزادی کیلئے کچھ رقم مُقرّر کر دیتے تھے کہ اس قیدی کو ہم اتنی رقم لیکر چھوڑ سکتے ہیں، یہ رقم فدیہ

کہلاتی تھی اور حضورِ اکرم ﷺ نے اسی معروف طریقے کے مطابق قیدیوں کو چھڑانے کی تاکید فرمائی ہے، چونکہ اصل تاکید قیدی چھڑانے کے بارے میں ہے، اس لئے قیدی چھڑانا لازم ہوگا خواہ کسی طریقے سے ممکن ہو۔]

علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ (الانفال: ۷۲)

اور اگر وہ دین کے مُعاملہ میں مدد چاہیں تو تمہیں ان کی مدد کرنی لازم ہے

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جنہوں نے دشمن کی زمین سے دارُالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو، اگر مسلمانوں کو مدد کیلئے پکاریں کہ آؤ اور لشکر یا مال کے ذریعے سے ہمیں کافروں سے چھڑاؤ، تو مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ ہاں! اگر وہ تمہیں ایسی قوم کے خلاف مدد کے لئے بلائیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا مُعاہدہ ہو تو پھر تم مُعاہدہ نہ توڑو بلکہ مُعاہدے کی مدت گزرنے کا انتظار کرو۔

ابنُ العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کمزور مسلمان اپنی آزادی اور رہائی کیلئے بلائیں تو مسلمانوں پر ان کی مدد لازم ہے، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان رشتۂ ولائیت قائم ہے، پس مدد کی پکار سننے کے بعد کسی مسلمان کی آنکھ کیلئے جائز نہیں، کہ وہ آرام کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کی مدد کیلئے نکل پڑنا چاہیے یا اپنا سارا مال خرچ کردینا چاہیے، یہاں تک کہ کسی مسلمان کے پاس ایک درہم باقی نہ رہے۔

یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کا قول ہے، لیکن آج جس طرح سے مسلمانوں نے اپنے قیدی بھائیوں کو کافروں کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھا ہے، حالانکہ ان کے ہاتھوں میں بے شمار مال، قوّت اور طاقت ہے، اس پر ہم صرف اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہی پڑھ سکتے ہیں۔ (تفسیر القرطبی)

حضرت عبدُاللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے دُشمنوں کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو فدیہ دے کر چُھڑایا، تو میں [محمد ﷺ] وہی قیدی ہوں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

[یعنی کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا گویا کہ جناب رسُول اللہ ﷺ کو چھڑانے جیسا ہے۔

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا تاکید ہوسکتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضوراکرم ﷺ نے کسی مسلمان کے قید ہونے کو اپنے قید ہونے جیسا اور اس کے چھڑانے کو اپنے چھڑانے جیسا قرار دیا ہے۔]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسلمان کو مشرکوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں، تو یہ مجھے پورے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ قسطنطنیہ میں قید مسلمانوں کے نام خط میں لکھتے ہیں:

امّا بعد! معاذ اللہ آپ لوگ خود کو قیدی شمار کرتے ہیں، [ایسا ہرگز نہیں بلکہ] آپ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے ہوئے لوگ ہیں، یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ میں جب اپنی رعایا کے درمیان کچھ تقسیم کرتا ہوں تو آپ لوگوں کے گھر والوں کو دوسروں سے زیادہ اور بہتر چیزیں دیتا ہوں، میں فلاں آدمی کے ہاتھ آپ لوگوں کیلئے پانچ دینار بھجوا رہا ہوں، اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ظالم رُومی آپ لوگوں تک یہ مال نہیں پہنچنے دیں گے تو میں اس سے زیادہ بھجواتا، میں نے آپ تمام لوگوں کو منہ مانگا فدیہ دیکر چھڑوانے کیلئے فلاں آدمی کو بھجوا دیا ہے، آپ لوگ خوش ہوجائیے اور خوش خبری پائیے۔ والسلام۔ (ابن عساکر)

مسئلہ:

علّامہ نَوَوِی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کافر ہمارے ایک دو مسلمانوں کو گرفتار کرلیں، تو کیا ان کے اس فعل کو اسلامی ممالک میں کافروں کی فوجوں کے داخلے جیسا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کا یہ فعل اسلامی محدود میں فوجیں داخل کرنے کی طرح شمار ہوگا [اور اسلامی سرحدوں میں کافروں کے داخل ہونے سے جہاد فرضِ عین ہوجاتا ہے۔]

کیونکہ ایک مسلمان کی حُرمت کسی شہر یا ملک کی حُرمت سے زیادہ ہے، چنانچہ شرعی حکم یہ ہوگا کہ

اگر وہ اس قیدی کو ایسے علاقے میں لے گئے ہیں جو مسلمانوں کے ملک کے قریب ہے اور حملہ کر کے قیدی کو چھڑانا ممکن ہو، تو فوراً ان پر حملہ کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسے لے کر دُور دراز علاقوں میں چلے گئے ہوں اور بڑے لشکر کے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو پھر تیاری مکمل ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔ (الروضۃ للنووی ؒ)

واقعات

قاضی اَبُوبَکر ابنِ عَرَبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں کے ایک حکمران نے کافروں سے معاہدہ کرلیا تھا کہ ایک دوسرے کے افراد کو قیدی نہیں بنائیں گے، انہیں دنوں ایک مسلمان کا کافروں کے ملک میں جانا ہوا تو ایک بند گھر میں سے ایک عورت نے [دیکھ کر کہ یہ مسلمان ہے] اُسے پکارا اور کہا: اپنے حاکم کو بتادینا مجھے کافروں نے گرفتار کررکھا ہے، یہ شخص جب واپس ہوا اور اس کی مسلمان حکمران سے گفتگو ہوئی تو آخر میں اس نے اس عورت کا تذکرہ کیا، ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ مسلمان حکمران کھڑا ہوگیا اور اس نے فوری طور پر لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور اس پورے علاقے پر قبضہ کر کے مسلمان عورت کو آزاد کرالیا۔

عَلاّمَہ قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اَندلُس کے حکمرانوں میں سے مَنصُور بن اَبی عامر رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی نہیں گزرا، انہوں نے پچاس سے زائد جنگیں لڑیں اور انہیں جنگوں میں اُن کی وہ مشہور لڑائی بھی ہے جس میں مسلمانوں کو دو پہاڑوں کے درمیان ایسی تنگ جگہ سے گزرنا تھا، جہاں سے ایک وقت میں صرف ایک گھڑسوار گزر سکتا تھا، چنانچہ رُومیوں نے بے شُمار فوج لا کر اس تنگ درے کو بند کردیا اور مَنصُور رحمۃ اللہ علیہ کی پیش قدمی کو روک دیا، مَنصُور رحمۃ اللہ علیہ کو جب صورتِ حال کا علم ہوا تو انہوں نے [عجیب جنگی تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہوئے] خیمے اُکھاڑنے اور وہاں پر مضبوط عمارتیں بنوانے کا حکم دے دیا اور انہوں نے وہاں پر اپنے محل کا نقشہ بھی بنادیا اور چاروں طرف اپنے گورنروں کو لکھ دیا کہ مجھ سے پہلے حکمرانوں نے اس جگہ کو نظرانداز کر کے غلطی کی ہے اور میں نے اِستخارہ کے بعد یہاں قیام کا فیصلہ کیا ہے، چنانچہ میں یہاں ایک شہر آباد کررہا ہوں، تم لوگ کاریگروں اور مزدوروں کو جلد بھجوادو۔ رومیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو

صلح کیلئے جھک گئے اور منت سماجت کرنے لگے۔ مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں تو اس وقت صلح کروں گا جب تم اپنے بادشاہ کی بیٹی میرے نکاح میں دو گے۔ رُومیوں نے جواب دیا کہ ایسی ذِلت کا تو ہم تصوُّر بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے لڑائی کا عزم ظاہر کیا، دوسری طرف مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیس ہزار شہسوار تھے، دونوں لشکروں کا خوفناک مُقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو شکست ہوئی، مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے، میر مُنشی اور چند مجاہدین کے ساتھ اکیلے رہ گئے، انہوں نے حکم دیا کہ میرا خیمہ کسی بلند جگہ پر نصب کردو، چنانچہ ایسا کیا گیا، مسلمانوں نے جب امیر کے خیمے کو دیکھا تو سب دوبارہ اِکھٹے ہوگئے اور انہوں نے ایسا ڈٹ کر مُقابلہ کیا کہ رُومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی، ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور کافی سارے گرفتار ہوئے۔ رومیوں نے پھر صلح کی درخواست کی، تو مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پرانی شرط دُہرائی اور ساتھ بے شُمار مال و دولت دینے کیلئے بھی کہا۔ رُومی راضی ہوگئے اور رُوم کے مُعزّز لوگوں نے وہ مال اور لڑکی سلطان مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائی ۔لڑکی کو الوداع کرنے والے مُعزّز رُومیوں نے اُسے کہا: اب تم اپنی قوم کی فلاح کیلئے کچھ کرنا تو اس لڑکی نے جواب دیا:

''عزّت عورتوں کے جسم سے نہیں، بلکہ مَردوں کے نیزوں سے حاصل کی جاتی ہے۔''

جب مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ فتح مند ہوکر واپس اپنے شہر پہنچے تو ایک عورت نے کہا: آپ اور دوسرے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں، جبکہ میں رو رہی ہوں، کیونکہ میرا بیٹا تو رُومیوں کے پاس قید ہے۔ مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور وہ جب دوبارہ شہر میں آئے تو ان کے ساتھ اس عورت کا بیٹا بھی تھا۔ (تاریخ قرطبی)

اللہ تعالیٰ ان بُلند ہمت حضرات پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور انہوں نے دینِ اسلام کی عزّت و عظمت کی جولاج رکھی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

انہیں سلطان مَنْصُوْر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ جہاد سے واپس آتے تھے تو اپنے کپڑوں، اپنی زِرہ اور دوسرے سامان کا غُبار جھاڑ کر اپنے پاس جمع فرمالیتے تھے، چنانچہ اُن کے پاس بہت سا غُبار جمع ہوگیا تھا، جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیّت فرمائی

کہ مجھے اسی غُبار میں دفن کیا جائے۔ سبحان اللہ! کیا عُمدہ خوشبو اور کیا پاکیزہ مٹّی ان کو آخری وقت میں نصیب ہوئی۔

عارِف باللہ امام عبدُالغفار بِنْ نُوح اَلقُوصِی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے [عبّاسی] خلیفہ مُعْتَصِمْ باللہ کو خبر پہنچی کہ ایک رُومی فوجی افسر نے "عَمُّورِیَہ" سے قید ہونے والی ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارا، تو اس عورت نے پکار کر کہا: "وَامُعْتَصِمَاہْ"۔ یہ سن کر فوجی افسر نے اُسے [طنزاً] کہا: مُعْتَصِمْ باللہ تو تمہارے پاس اَبْلَق گھوڑے پر بیٹھ کر ہی آسکے گا۔ یہ خبر جب مُعْتَصِمْ باللہ کو پہنچی، تو اس نے اَبْلَق گھوڑوں کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیئے اور ان گھوڑوں کو خریدنے کیلئے اپنے خزانے کے منہ کھول دیئے، یہاں تک کہ اس نے اس رنگ کے اٹھارہ ہزار گھوڑے جمع کرلئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اَسّی ہزار اَبْلَق گھوڑے جمع کیے اور پھر اس نے پورے عزم، پختہ نیّت اور اسلامی غیرت کے جذبے سے سرشار ہو کر بھرپور حملہ کیا اور اس پورے عَلاقے کو فتح کرلیا، حالانکہ اس سے پہلے یہ عَلاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہو رہا تھا۔ مُعْتَصِمْ باللہ نے اسلامی غیرت میں آکر وہاں کافروں کو خوب قتل کیا اور زیادہ سے زیادہ قیدی بنائے اور شہروں کو آگ لگادی اور اس عورت کو اور اُسے تھپڑ مارنے والے رُومی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ دونوں جب آئے تو مُعْتَصِمْ اَبْلَق گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: "لو! میں اَبْلَق گھوڑے پر بیٹھ کر آچکا ہوں"۔ [اَبْلَق اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جس میں سیاہ وسفید دونوں رنگ ہوں۔] (الوحید فی سلوک اہل التوحید)

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اسلام کی عزّت وعظمت کی حفاظت کرنی چاہیے اور مسلمان حکمران کو یہی کردار اپنانا چاہیے۔ اے اللہ! ان حکمرانوں کو ان کی اس عالی ہمتی پر اجر عطاء فرما۔

مشہور شاعر اَبُوتَمّام طائی رحمۃ اللہ علیہ نے "عَمُّورِیَہ" کی اس لڑائی کے بارے میں ایک قصیدہ لکھا ہے، اس میں یہ خوبصورت شعر بھی ہے:

لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فِيْهِ يَوْمَ ذَاكَ عَلٰى
بَانٍ بِاَهْلٍ وَلَمْ تَغْرُبْ عَلٰى عَذَبٍ

ترجمہ: اس دن کا سورج ایسے مسلمان پر طلوع نہیں ہوا جس کی بیوی (لشکر میں ہو اور گرفتار ہوکر) اس سے جُدا ہونے والی ہو اور اس دن کا سورج کسی کنوارے پر غروب نہیں ہوا [یعنی ہر کنوارے کو کوئی باندی مل گئی]۔

اس قصّے سے بھی زیادہ عجیب واقعہ علاّمہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں۔ حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مسلمان کو گرفتار کر کے [رُومیوں کے پایہ تخت] قُسطنطِنیہ پہنچا دیا گیا۔ اس مسلمان نے رُومی بادشاہ کے سامنے جرأت کے ساتھ بات کی تو سپہ سالار نے اُسے تھپڑ مار دیا، اس قریشی قیدی کی زبان سے نکلا: ''اے مُعاوِیہ! ہمارا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا، آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم اس طرح سے ضائع کئے جا رہے ہیں''۔

یہ بات جب حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فدیہ بھجوا کر اس قیدی کو آزاد کروا لیا اور اس سے اس رُومی سپہ سالار کا نام پوچھ لیا جس نے اُسے تھپڑ مارا تھا۔ پھر حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ غور و فکر کے بعد اپنے ایک نہایت معتمد، صاحبِ فراست اور تجربہ کار عسکری قائد کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا اور اُسے کہا: تم کسی تدبیر سے اس سپہ سالار کو پکڑ کر لے آؤ۔ اس قائد نے کہا: اس کام کیلئے پہلے میں ایک ایسی کشتی بنانا چاہتا ہوں جس کے چپّو خفیہ ہوں اور وہ بے حد تیز رفتار ہو۔ حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تمہیں سمجھ میں آئے وہ کرو اور آپ نے اُسے ہر طرح کے اسباب فراہم کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو آپ نے اُسے بے شُمار مال و دولت اور تحائف دے کر فرمایا کہ تم ایک تاجر بن کر قُسطنطِنیہ جاؤ اور کچھ تجارت کرنے کے بعد بادشاہ کے وزیروں، سپہ سالاروں اور خصوصی درباریوں کو تحفے تحائف دینا، مگر اس سپہ سالار کو کچھ نہ دینا، جب وہ تم سے شکوہ کرے تو کہنا کہ میں تو آپ کو نہیں پہچانتا تھا، اب میں نے آپ کو پہچانا ہے تو اگلی بار آپ کے شایانِ شان تحفے لے آؤں گا، فی الحال تو آپ کے مناسب میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ اس قائد نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ قائد واپس آ گیا اور اس نے پوری کارگزاری حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ

کو سُنائی، اُنہوں نے پہلے سے کئی گُنا زیادہ مال و دولت اور تحفے تحائف دے کر اُسے کہا: رُوم واپس جاؤ، دوسروں کیساتھ اس سپہ سالار کو بھی تُحفے دینا اور واپسی کے وقت اُسے کہنا کہ میں تم سے خُصوصی مگر خُفیہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں، تمہیں جو چیز ضرورت ہو وہ مجھے بتادو میں تمہارے لئے لے آؤں گا، تاکہ پہلے والی کمی کی تلافی ہو سکے۔ اس سپہ سالار نے ایک رنگ برنگی مُنقّش ریشمی چادر کی فرمائش کی اور اس کی لمبائی چوڑائی بھی بتائی۔ وہ قائد جب واپس آئے تو حضرت مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے مطلوبہ چادر تیار کروانے کا حکم دیا اور ایسی چادر تیار کروائی جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے، حضرت مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے یہ چادر اُسے دے کر فرمایا کہ جب تم قُسطَنطِینِیہ کے ساحل کے قریب پہنچنا تو اس چادر کو کشتی کے اُوپر بچھا دینا اور اُسے کسی طرح اپنی کشتی پر بُلوا لینا، جب وہ آ جائے تو اُسے یہ چادر اور دوسرے تحفے دے کر باتوں میں لگا دینا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دینا کہ وہ خفیہ چپّو چلا کر کشتی کھلے سُمندر میں لے آئیں، وہاں آ کر کشتی کے بادبان کھول لینا اور سپہ سالار کو باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ عسکری قائد چادر لے کر روانہ ہو گیا، رُومی سپہ سالار کو جب کشتی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اُسے دیکھنے کیلئے نکل آیا، جب اس نے وہ ریشمی چادر دیکھی تو اس کی عقل اُڑ گئی اور وہ خود اس کشتی پر جا پہنچا، خفیہ چپّو چل رہے تھے اور رُومی کو کچھ پتہ نہیں تھا جب کشتی کے بادبان کھلے تو اس نے حیرانی سے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ مسلمانوں نے اُسے اُس کے ساتھیوں سمیت باندھ دیا اور حضرت مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس لے آئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے اس قریشی مسلمان کو بلوایا اور فرمایا: کیا اس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: اُٹھو اور ویسا تھپڑ تم بھی مار لو، مگر اس سے زیادہ نہیں۔ قریشی نے اُٹھ کر تھپڑ مار دیا۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عسکری قائد سے فرمایا: اب اس رُومی کو وہ چادر دے کر واپس چھوڑ آؤ اور اس رُومی سے کہا: اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ مسلمانوں کا خلیفہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمہارے تخت پر بیٹھنے والے تمہارے سپہ سالاروں اور سرداروں سے اپنے کسی مسلمان کا بدلہ لے سکے۔ جب کشتی والے اُسے لیکر قُسطَنطِینِیہ پہنچے تو دیکھا کہ رُومیوں نے ساحل پر حفاظتی زنجیریں لگا دیں ہیں، چنانچہ انہوں نے اس رُومی سپہ سالار کو وہیں پھینکا اور اُسے چادر بھی دے

دی ۔ جب یہ واقعہ رُومی بادشاہ تک پہنچا تو اس کے دل میں حضرت مُعَاوِیہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وہیبت اور زیادہ بڑھ گئی ۔ (تاریخ قرطبی)

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سُلَیْمَان بن عَبْدُ الْمَلِک رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک مسلمان عورت کی رہائی کیلئے ایک لاکھ بیس ہزار کا بَرّی لشکر اور ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل بحری لشکر روانہ فرمایا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح ایک بار مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ کچھ مسلمان قیدی ”اَنْطَاکِیَہ“ میں لائے گئے ہیں۔ غلام زَرَافہ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اسلامی لشکر لے کر ”طَرَسُوس“ کی طرف سے حملہ کر دیا اور محاصرے کے بعد شہر فتح کر کے چار ہزار قیدیوں کو آزاد کرا لیا۔

حضرت عِمَادُ الدِّین زَنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ”رُہَاء“ [نامی شہر] پر حملہ کیا اور منجنیقوں کے ذریعے ان پر پتھر اور آگ برسائی اور اس کی حفاظتی دیوار کو منہدم کر دیا اور اندر داخل ہو کر جنگ فرمائی اور اپنے پانچ سو قیدی رہا کرا لئے اور دشمن کو خوب نقصان پہنچایا اور ان کے افراد کو قیدی بنا لیا۔

سُلْطَان صَلَاحُ الدِّین اَیُّوبِی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ۵۸۳ھ میں ”حِطِّین“ پر حملہ کر کے اپنے بیس ہزار قیدی آزاد کروائے اور کافروں کے ایک لاکھ افراد کو قیدی بنا لیا۔

عَلَّامَہ قُرْطُبِی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہِشَام بن عَبْدُ الْمَلِک رحمۃ اللہ علیہ ایک باعزم اور بیدار مغز حاکم تھے اور انہوں نے بڑے کارنامے سَرانجام دیئے اور اپنے والیوں کو متحرک کر کے ہر طرف اسلامی لشکر پھیلا دیئے، اُن میں سے ایک لشکر نے ”بِلَادِ خَزَر“ پر حملہ کر کے دس ہزار مسلمان قیدی آزاد کرائے، اُنہیں قید کرنے والے دس ہزار گھڑ سواروں کو ان کے بادشاہ ابنِ خاقان سمیت قتل کر دیا اور ان کے دوسرے لشکر نے ”اَلشَّرِیْز“ پر حملہ کر دیا اور پندرہ سو جوان غلام لے کر صلح کی، ان کے مغربی لشکر نے رُوم پر حملہ کیا اور اتنی غنیمت حاصل کی کہ اس میں سے بیس ہزار غلام اور بے شمار کپڑے اور تحفے ہِشَام بن عَبْدُ الْمَلِک رحمۃ اللہ علیہ کیلئے روانہ کئے، ان کے سندھ والے لشکر نے کئی عَلاقے فتح کیے اور مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ ہِشَام بن عَبْدُ الْمَلِک رحمۃ اللہ علیہ کے لئے روانہ کیا، وہ ساڑھے تین لاکھ غلاموں اور دو لاکھ دراہم پر مشتمل تھا۔ (تاریخ قرطبی)

حضرت مُوسیٰ بن نُصَیْر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے مَرْوَان کو

ایک لشکر دے کر بھیجا تو اس نے ایک لاکھ قیدی لائے اور اپنے بھتیجے کو لشکر دے کر بھیجا تو اس نے بھی ایک لاکھ بربری قیدی لائے۔ (سیر اعلام النبلاء)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب میں قیدی کے باندھنے کے بارے میں باب ذکر کیا ہے "بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُوثَقُ" اور پھر یہ حدیث لائی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر خوش ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں باندھ کر جنّت کی طرف گھسیٹا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

[یعنی جب مسلمان کافروں کو قید کرتے ہیں اور انہیں باندھ کر لے آتے ہیں تو پھر ان کا حُسنِ سُلوک دیکھ کر کئی قیدی مسلمان ہوجاتے ہیں تو گویا کہ یہ لوگ زنجیروں میں باندھ کر جنّت کی طرف گھسیٹ کر لائے گئے]

دعوت

[اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں مغلوب ہونے کیلئے نہیں بھیجا، بلکہ اسے تمام اَدیان پر غالب کرنے کیلئے بھیجا ہے، اسلام ایک عزّت وعظمت والا دین ہے اور جو اس دین کو قبول کرلیتا ہے اور مسلمان بن جاتا ہے تو اس کی عزت وعظمت بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان کی عزّت وحُرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ کی حُرمت سے بڑھ کر ہے اور چونکہ مسلمان کی عزّت وحُرمت کے ذریعے ہی اسلام کی عزّت وحُرمت کا پتہ چلتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مسلمان کی خاطر اپنی اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے، جب تک آپ نے ایک ایک مسلمان پر ہونے والے ہر ظُلم کا بدلہ کافروں سے نہیں لے لیا، غزوۂ حُدَیبِیہ کے موقعہ پر صرف ایک مسلمان یعنی حضرت عُثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے آپ نے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر بیعَت لی اور خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا عزم فرمایا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ایک مسلمان کی

قدر و قیمت کیا ہے؟ اور آپ ﷺ کو علم تھا کہ اگر ایک مسلمان کے خون کو نظر انداز کر دیا گیا، یا ایک مسلمان کی حفاظت کو اہمیت نہ دی گئی تو پھر کوئی مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے گا اور کافر انہیں تر نوالہ سمجھ کر نگل جائیں گے اور آپ ﷺ کافروں کے ہاتھوں میں پھنس جانے والے مسلمانوں کا درد سمجھتے تھے، اس لئے آپ ﷺ مسلسل ان مسلمانوں کیلئے دعاء فرماتے تھے جو کافروں کے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ ان کی آزادی اور رہائی کی فکر فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کیلئے کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو جانا بہت بڑی آزمائش ہے، کافر تو اسلام کے بدترین دشمن ہیں، مگر چونکہ انہیں ہر جگہ اپنی دشمنی اُتارنے کا موقع نہیں ملتا، اس لئے وہ اپنی ساری بھڑاس مظلوم و مجبور مسلمان قیدیوں پر اُتارتے ہیں اور انہیں طرح طرح کی خوفناک آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ کافروں کے ہاتھوں قید ہونا کتنی بڑی آزمائش ہے؟ اس کا اندازہ نہ کوئی انسان گھر بیٹھ کر لگا سکتا ہے اور نہ اپنے مسلمان ملکوں کی قید پر اُسے قیاس کر سکتا ہے ہاں اگر کوئی آزادی کی حالت میں رہ کر کافروں کی قید کا اندازہ لگانا چاہتا ہے تو یہ اندازہ صرف حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف سے لگا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے قیدی کو چھڑانے کو خود حضور اکرم ﷺ کے چھڑانے کی طرح قرار دیا ہے، حضور اکرم ﷺ سے عشق رکھنے والا کوئی مسلمان کیا اس بات کا تصوّر بھی کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ کافروں کی قید میں ہوں؟ ایک مسلمان کو تو اس بات کا تصوّر کرنے سے ہی پسینہ آ جاتا ہے اور اس کا جسم کانپنے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگتا ہے، بس آپ ﷺ اس حدیث شریف کے ذریعے سے مسلمانوں کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ جب بھی کوئی مسلمان کافروں کی قید میں ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ خود کو قید میں محسوس فرماتے ہیں اور جب کوئی شخص اس قیدی کو رہا کرواتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اتنے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ خود آپ ﷺ کو رہائی ملی ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے آزاد مسلمان کوئی اثر لیں یا نہ لیں، قیدی مسلمان اس حدیث شریف کو جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرب اور محبّت کے لمس کو اپنے دل پر مرہم کی طرح محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم لاکھوں بار قربان ہو جائیں رحمت اور شفقت کے عظیم پیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، جنہوں نے ہم قیدیوں کی تسلّی کیلئے ایسی بات فرما دی جسے سوچ کر قید کی تلخی بھی میٹھی معلوم ہونے لگتی ہے۔

مرض عشق کا کیا مُبارک مرض ہے
عیادت کو کیا کیا حسیں آرہے ہیں

اس باب میں ہم نے جو واقعات پڑھے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے مسلمانوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دل کے کانوں سے سنا تھا اور سمجھا تھا، چنانچہ وہ ایک مسلمان عورت کی خاطر لاکھوں کے لشکر لے کر شہروں کے شہر تباہ کر دیتے تھے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اُسے آزاد نہ کرا لیتے تھے، چنانچہ اس دور میں مسلمان محفوظ تھے، کافر باوجود خواہش کے انہیں گرفتار کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا تھا اور کسی مسلمان قیدی پر ہاتھ اُٹھانے سے پہلے کافروں کو خود خوف کی وجہ سے پسینہ آجاتا تھا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم صرف اس پر ہاتھ نہیں اُٹھا رہے ہیں، بلکہ ہم پوری اُمّتِ مُسلمہ کو چھیڑ رہے ہیں اور ہماری مار سے جو درد اس کے جسم میں اُترے گا وہ پوری اُمّتِ مُسلمہ کے دل میں اُتر جائے گا اور وہ بے تاب ہو کر نکل کھڑی ہوگی اور پھر کافروں کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ مگر آج مسلمانوں نے اس حدیث کو بھلا دیا ہے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور آپ کے غم کی پرواہ کرنا چھوڑ دی ہے اور اب وہ ایک جسم کی طرح نہیں رہے، بلکہ جسم کے فالج زدہ حصّوں کی طرح ایک دوسرے سے کٹ چکے ہیں

اور بے حِس ہو چکے ہیں ۔ آج ہزاروں مسلمان کافروں کی قید میں جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں، ان کی ڈاڑھیاں نوچی جاتی ہیں، ان کے ناخُن کھینچے جاتے ہیں اور لوہے کی گرم سَلاخوں سے انہیں داغا جاتا ہے اور ان پر ہر وہ ظلم ڈھایا جاتا ہے جو کوئی جانور بھی دوسرے جانور پر نہیں ڈھاسکتا۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کی قدر جانوروں سے بھی گرادی گئی ہے ۔ آج مسلمان قوموں، قبیلوں اور ملکوں میں تقسیم ہو کر اپنی اسلامی شناخت کو کھو چکے ہیں، ہر جگہ منافق ان پر حکومت کر رہے ہیں، آج ان کا خون پانی سے سستا بنا دیا گیا ہے، جبکہ کافروں نے اپنے لوگوں کی قدر بڑھادی ہے، وہ اپنے ایک ایک قیدی کیلئے ملکوں کی فوجوں کو حرکت میں لے آتے ہیں، وہ اپنے ایک ایک فرد کے تحفُّظ کیلئے جنگیں لڑنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں، جبکہ حضور اکرم ﷺ کے اُمّتی جِہاد چھوڑ کر ذلیل ہو رہے ہیں، رُسوا ہو رہے ہیں۔

الحمدللہ کافی عرصہ بعد اب پہلی بار افغانستان میں اسلام کو اِقتدار ملا ہے اور ظلم کی خوفناک اور تاریک رات میں یہ پہلا دِیا جلا ہے، اُمید کا یہ چَراغ ان قیدیوں کو بھی پہلی دفعہ نظر آیا ہے جن کو کافر لاوارث ہونے کے طعنے دیتے تھے اور وہ بَرملا کہتے تھے کہ ہمارا وارث "اللہ" ہے، صرف "اللہ"، تو کافر پوچھتے تھے کہاں ہے اسلامی اُخُوت؟ کہاں ہیں تمہیں چُھڑانے والے؟

آج اسلام کا جو چَراغ افغانستان میں روشن ہوا ہے، اُسے پوری دُنیا کا کُفر مل کر بُجھانے کی کوشش کر رہا ہے، کاش! مسلمان متحد ہو کر اس کی حفاظت کریں، تا کہ یہ نُور پھیلے اور یہ دِیا سورج بنے اور اُمّتِ مُسلِمہ ان عظمتوں کو پاسکے جو مُدت سے مسلمانوں کیلئے تَرس رہی ہیں۔

یااللہ! ہم سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطاء فرما، آمین۔]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۳۲

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سرایا کا مختصر تذکرہ اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر احوال

غزواتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرۂ سرایا

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور اسلاف رحمۃ اللہ علیہم کے جہادی واقعات

جہاد نہ ہوتا تو حق ہر زمانے میں مغلوب ہوتا

اگر قتال و جہاد نہ ہوتا تو حق ہر زمانے میں مغلوب ہوتا۔ عیسائیوں اور صابئوں میں جن لوگوں نے جہاد کو بے فائدہ سمجھا وہ اپنے مذہب کے خلاف بات کرتے ہیں کیونکہ جہاد کے ذریعے اگر دین کا دفاع نہ ہو تو پھر دین ہی باقی نہ رہے۔ (فتح الجواد: ۳/۱۹۱)

کفار کے دباؤ کا علاج

مسلمانوں نے ''حدیبیہ'' میں صلح کی اور اس کی وجہ سے وہ کچھ غمگین تھے تو آپ ﷺ نے اس کا علاج فوری طور پر ''غزوہ خیبر'' لڑنے سے فرمایا پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر کفار کی طرف سے جب دباؤ بڑھ جائے تو اس کا علاج قتال فی سبیل اللہ ہے کہ اس کی برکت سے کفار کا رُعب اور دباؤ ختم ہو جاتا ہے۔

(فتح الجواد: ۴/۱۵۷)

صرف شرعی جہاد مطلوب ہے

مسلمان جہاد کے لئے مکمل طور پر تیار رہے، وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لئے دین پر لٹانے کا عزم رکھے، پھر جس جگہ لڑنے کی شرعی طور پر اجازت ہو وہاں جم کر لڑے اور جس جگہ لڑنے کی شرعی اجازت نہ ہو وہاں بالکل نہ لڑے، خواہ دشمن اس کو جتنا بھی بھڑکائیں اور اُبھاریں۔ (فتح الجواد: ۴/۱۵۲)

باب ۳۲

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سرایا کا مختصر تذکرہ اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر احوال

امام ابو عبداللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت کا حکم مختلف مراحل سے گزر کر نازل ہوا۔

❶ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خود آپ کی ذات کے بارے میں احکام نازل ہوتے رہے۔

❷ پھر آپ پر کافروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا:

قُمْ فَاَنْذِرْ ۞ (مدثر:۲) ’’[اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراوٗ۔]‘‘

❸ آپ کو اس بارے میں کچھ خوف لاحق ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:۶۷)

اے رسول! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

❹ جب کافروں نے دعوت سن کر مذاق اڑایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو صبر کا حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ۞ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ ۞ (الحجر:۹۴،۹۵)

سو تو کھول کر سنا دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کر۔ بے شک ہم تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کیلئے کافی ہیں۔

❺ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اعراض کا حکم دیا گیا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ (مزمل: ۱۰)

اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں عمدگی سے چھوڑ دو۔

اور آپ ﷺ سے فرمایا گیا:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (انعام: ۶۸)

اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو ان سے الگ ہو جا۔

❻ پھر آپ ﷺ کے سوا دوسرے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی گئی اور یہ ارشاد نازل ہوا:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ (النساء: ۱۰۰)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وطن چھوڑے، اس کے عوض زمین میں بہت جگہ اور کشادگی پائے گا۔

❼ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ۔ (بنی اسرائیل: ۸۰)

اور کہہ اے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچا دے۔

❽ پھر مسلمانوں کو ان لوگوں سے قتال کی اجازت دی گئی جو خود مسلمانوں سے قتال کریں۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۹۰)

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

❾ پھر خود جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝ (الحج: ۳۹)

جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے، اس لیے کہ ان

پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

⑩ پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض کر دیا اور مکّہ میں پیچھے رہ جانے والوں پر ہجرت فرض کر دی اور یہ آیات نازل ہوئیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ (البقرہ:۲۱۶)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ (التوبہ:۱۲۳)

اپنے نزدیک کے کافروں سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ:۲۴۴)

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو اور سمجھ لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اور اسی طرح کی دوسری آیات نازل ہوئیں:

⑪ پھر جہاد کو ایک ایسی لازمی چیز قرار دے دیا گیا جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنّت ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر قتل کرتے

ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں یہ توراۃ اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے
جس کا پورا کرنا اُسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا
کون ہے پس جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہ بڑی
کامیابی ہے۔

مُراد اس آیت سے یہ ہے کہ جب جہاد کو فرض کر دیا گیا تو اُسے ماننا اور کرنا ایمان کا جزو بن گیا اور اس کی فرضیت اس شرط پر ہوئی کہ جو اس میں نکل کر قتل کرے گا یا قتل ہوگا تو اُسے جنّت ملے گی اور اس چیز کو ایک خرید وفروخت کی شکل میں پیش کیا گیا کہ مسلمان مجاہدین بیچنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ خریدار ہے اور خریدنے والا جب قیمت پیش کر دے تو بیچنے والے پر بیچی گئی چیز دینا لازم ہو جاتا ہے، پس اس سے جہاد کی فرضیت اور اس کا لازم ہونا سمجھ میں آ گیا۔
(شعب الایمان للبیہقیؒ)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی سودے کے قیمتی ہونے کا اندازہ تین چیزوں سے لگایا جاتا ہے:۔

1. خریدنے والے کی عظمت سے، کیونکہ بڑے لوگ کبھی حقیر چیزیں خریدنے کیلئے نہیں نکلتے۔
2. خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان خرید وفروخت کروانے والے کی عظمت سے، کیونکہ بڑے لوگ کبھی کسی ادنیٰ سودے کے درمیان نہیں آتے۔
3. قیمت کی عظمت سے، کیونکہ کسی گھٹیا چیز کیلئے بڑی قیمت نہیں لگائی جاتی۔ بس اِسی سے آپ مجاہدین اور شُہداء کی جانوں کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ ان کے خریدار خود اللہ تعالیٰ ہیں اور درمیان میں سودا کروانے والے سیّدُ الکائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سودے کی قیمت اللہ تعالیٰ کے قُرب والی جنّت ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ جانیں تین قسم کی ہیں:۔

ایک وہ ہے جن کی آزادی کی وجہ سے ان کا سودا نہیں ہوا، یہ انبیاء علیہم السلام کی جانیں ہیں۔

دوسری وہ جانیں، جن کا سودا ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا، یہ کافروں کی

جانیں ہیں۔

تیسری وہ جانیں، جن کے اعزاز کی وجہ سے ان کا سودا ہوگیا، یہ ایمان والوں کی جانیں ہیں۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں اور غلام کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی جو وہ اپنے آقا کو بیچ سکے، [کیونکہ غلام اور اس کی تمام چیزیں اس کے آقا کی ہوتی ہیں۔] غلام اُسی وقت اپنے آپ کو آقا کے پاس بیچ سکتا ہے، جب آقا اُسے آزاد کردے، پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کی جان خرید لیتا ہے پہلے انہیں جہنّم سے آزاد کرتا ہے اور اس بات کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مجاہدین کیلئے آگ کے حرام ہونے اور ان کے لیے آگ سے آزاد ہونے کا ذکر ہے۔

تقریرِ لطیف

جب اللہ تعالیٰ نے اِطلاع دی کہ میں نے ایمان والوں کی جان ومال کو خرید لیا ہے تو ایمان والوں نے عرض کیا: یا اللہ! اس کی کیا قیمت ملے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ...... تمہیں جنّت ملے گی۔ پھر انہوں نے پوچھا: ہم سودا کس طرح آپ کے سُپرد کریں؟ تو جواب ملا: يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ...... میدانِ جہاد میں چلے آؤ، لڑو اور جانیں قربان کرو، سودا ہم تک پہنچ جائے گا۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یا اللہ! آپ نے خود فرمایا کہ خرید وفروخت کے وقت دو گواہ بنالیا کرو اور ضمانت لکھوالیا کرو، تو اس خرید وفروخت کے گواہ کون ہیں؟ جواب ملا: وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْاٰنِ...... کہ تم دو گواہوں کی بات کرتے ہو، ہم نے اس خرید وفروخت پر تین کتابوں اور ان پر عمل کرنے والی تین اُمّتوں کو گواہ بنادیا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یا اللہ! آپ جو چاہیں کرسکتے ہیں، آپ سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا، اگر آپ نے ہمارا اجر مٹادیا تو ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے۔ جواب ملا: وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللهِ...... کہ ہم سے بڑھ کر عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر ہر خرید وفروخت کے بعد یا تو ندامت اور غمی پہنچتی ہے یا فرحت اور خوشی، تو یہ خرید وفروخت کس

قسم کی ہے؟ ارشاد ہوا: فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ...... تم لوگ اس معاملے پر خوشیاں مناؤ اور اس کی مزید تاکید کیلئے فرمایا: وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ...... اور بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا، تو آپ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے پوچھا: یہ کس کا کلام ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ (تعالیٰ) کا کلام ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو نفع والا سودا ہے، ہم اس خرید و فروخت کو کبھی ختم نہیں کریں گے، چنانچہ جہاد میں نکل کر شہید ہو گیا۔

فصل

غزواتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضورِ اکرم ﷺ کے غزوات مبارکہ [جن میں آپ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔] ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ستائیس ہیں اور باقی حضرات نے ان کی تعداد پچیس بتائی ہے، جبکہ بعض روایات سے ان دونوں کے علاوہ تعداد بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ سرایا جن میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا [اور خود تشریف نہیں لے گئے۔] ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق چھپّن ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرایا کی تعداد سینتالیس ہے، جبکہ بعض نے اڑتالیس اور بعض نے چھتیس کی تعداد بھی بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ہم ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے ترتیب وار غزوات اور سرایا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

① غزوۃُ الابواء

اسے غزوہ ودّان بھی کہتے ہیں، یہ صفر ۱ھ میں پیش آیا اور اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

② غزوہ بُواط

یہ ربیع الاول ۲ھ میں پیش آیا۔

③ غزوۃُ العُشَیرۃ

یہ جمادی الاولیٰ ۲ھ میں پیش آیا۔

④ غزوہ بدر الاولیٰ

یہ ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق غزوۃ العُشیرۃ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا، آپ ﷺ اس میں کُرز بن جابر الفہری کے پیچھے نکلے تھے۔

⑤ غزوہ بدر الکبریٰ

یہ عظیم الشان معرکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کے رؤسا کو

ہلاک فرمایا، سترہ رمضان ۲ھ کی صبح پیش آیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ اور مشرکوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور اس لڑائی میں ہر تین مسلمان ایک اُونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی، جنہوں نے نہر کو عبور کر لیا تھا۔ (بخاری)

غزوۂ بدر کے بعض اہم واقعات

مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک اُونٹ سوار آیا ہے اور اس نے اَبطَح میں کھڑے ہو کر چیخ کر یہ اعلان کیا: اے آلِ غُدر! تین دن میں اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف نکلو۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے، پھر وہ اپنا اُونٹ لے کر مسجدِ حرام کی طرف گیا اور وہاں پر اس نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پھر وہی اعلان کیا، پھر وہ جبلِ ابی قُبَیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے وہی آواز لگائی اور اُوپر سے اس نے ایک چٹان پھینکی، جب وہ چٹان نیچے پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا، جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خواب بتایا اور کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی بڑی بلا اور مصیبت آنے والی ہے، مگر تم یہ خواب کسی کو نہ بتانا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب اپنے قریبی دوست ولید بن عتبہ کو بتا دیا اور اُسے یہ خواب خفیہ رکھنے کی ہدایت کی، مگر ولید نے اپنے باپ کو بتا دیا اور یوں یہ خواب پورے مکہ میں پھیل گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجدِ حرام گئے، تو ابوجہل نے انہیں طنزاً کہا: اے ابوالفضل! تمہارے مرد تو نبوت کا دعویٰ کرتے تھے، اب تمہاری عورتیں بھی اس کا دعویٰ کرنے لگی ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو انہوں نے عاتکہ کا خواب بیان کیا اور کہنے لگا: اگر تین دن میں یہ خواب سچا نہ نکلا تو ہم

لکھ کر لٹکا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ ابُو جہل نے اس خواب کو لے کر حضرت عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور ان کے گھرانے کو خوب بدنام کیا، تو تیسرے دن حضرت عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، ابُو جہل کا علاج کرنے نکلے، مگر جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حرم میں پہنچے تو ابُو جہل تیزی سے باہر نکل رہا تھا، کیونکہ اس نے ضَمضَم بن عَمرو غفاریؒ کی آواز سن لی تھی، وہ اپنے اُونٹ پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے کپڑے پھاڑ رکھے تھے اور اُونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی اور کجاوہ اُلٹا پھیرا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: اے قریش! اپنے قافلے کی خبر لو، تمہارے اموال ابُوسُفیانؓ کے قافلے میں ہیں اور اس پر محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ بھاگو! جلدی کرو، مدد کو پہنچو۔ یہ سنتے ہی لوگ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے اسے ابنُ الحَضرَمی کا قافلہ سمجھ رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ اب کچھ اور دیکھیں گے۔ اہلِ مکہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں بچا جو نہ خود نکلا ہو یا اس نے اپنی جگہ کسی کو نہ بھیجا ہو۔

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ستّر اُونٹوں کے ساتھ مدینہ مُنوّرہ سے نکلے، ہر اُونٹ پر تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے، راستے میں آپ کو قریشِ مکّہ کے لشکر کی روانگی کی اِطلاع ملی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطّلاع فرمائی اور انہیں مشورہ کیلئے جمع فرمایا، سب سے پہلے حضرت ابُوبکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہوئے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا، پھر حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کیساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا، ان کے بعد حضرت مِقداد بن اَسوَد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے اللّٰہ کے رَسُول: اللّٰہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے، آپ اس کو سرانجام دیجئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اللّٰہ کی قسم! ہم بنی اِسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اے مُوسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن ہم تو یوں کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب قتال کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ قتال کریں گے، اگر آپ ہمیں بَرکُ الغِماد [نامی مقام] تک لے جائیں تو ہم آپ کیساتھ جانے کیلئے تیار ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت مِقداد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی اس گفتگو کی تعریف فرمائی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے

فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو، یہ جملہ آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا تھا۔ چنانچہ اسے سن کر انصار کے سردار حضرت سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یارسولَ اللہ! شاید آپ ہم انصار سے پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسولَ اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے، اِطاعت اور جانثاری کے بارے میں ہم آپ سے پختہ عہد وپَیمان کر چکے ہیں۔ آپ جو چاہیں کر گزریں، ہم آپ کیساتھ ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اگر آپ ہم کو سَمُندر میں کُود جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سَمُندر میں کُود پڑیں گے، ہم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہم کل دشمنوں سے مُقابلے کو بُرا نہیں سمجھتے، ہم لڑائی میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور مُقابلے کا حق ادا کرنے والے لوگ ہیں، اُمید ہے اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، آپ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہمیں لے چلیئے۔

مُسلِم کی روایت میں یہ تقریر سَعد بن عُبادَہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، مگر وہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت سَعد بن عُبادَہ رضی اللہ عنہ کا بدر میں شریک ہونا بالاتفاق ثابت نہیں ہے۔

آپ ﷺ یہ باتیں سن کر خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اَبُوجَہل یا اَبُوسُفیان کی دو جَماعتوں میں سے کسی ایک جَماعت پر فتح یا نُصرت فرمائے گا، اللہ کی قسم! گویا میں مشرکوں کے قتل ہو کر گرنے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے کُوچ کرنے کا حکم فرمایا اور بدر کے قریب آ کر آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا۔

حضرت حُباب بن مُنذِر بن جَمُوح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسُول! آپ نے یہ پڑاؤ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈالا ہے تو پھر ہمارے لئے یہاں سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں یا آپ ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت اس جگہ کو منتخب فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنگی حکمتِ عملی کے تحت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسولَ اللہ! پھر تو ہمیں مُشرِکوں کے سب

سے قریبی پانی کے پاس پڑاؤ ڈالنا چاہئے، تاکہ ہم پیچھے سے کنویں کو بند کر دیں اور حوض بنا کر پانی جمع کر لیں اور یوں مُشرکوں کو پانی نہیں مل سکے گا۔ آپ ﷺ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور اس پر عمل فرمایا، ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر حضرت حُبابؓ رضی اللہ عنہ کے مشورے کی تائید فرمائی۔ (طبقات ابن سعد)

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق قُریش نے عُمیر بن وَھب جُمَحیؔ کو بھیجا کہ محمد [ﷺ] کے لشکر کا اندازہ لگا کر آؤ، اس نے لشکر کے گرد گھوڑا گھمایا اور کہنے لگا: تین سو سے کچھ زیادہ یا کچھ کم ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے کہیں پیچھے کوئی کمین گاہ تو نہیں بنائی ہوئی کہ جس میں انہوں کوئی کُمک چھپا رکھی ہو، چنانچہ دور دور تک گھوڑا دوڑاتا رہا اور واپس آ کر کہنے لگا: میں نے کچھ نہیں دیکھا، لیکن اے قُریش والو! میں نے ہر طرف مصیبتیں ہی مصیبتیں دیکھی ہیں، یثرب کے اُونٹ اپنے اُوپر سُرخ موت کو اٹھا کر لائے ہیں، تمہارے مُقابلے میں ایسے لوگ ہیں جن کی پناہ گاہ صرف اُن کی تلواریں ہیں، واللہ! اگر تم ان میں سے کسی ایک کو قتل کرو گے تو تمہیں بھی قتل ہونا پڑے گا، اگر تم میں سے ان کی تعداد کے برابر لوگ قتل ہو گئے تو زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ اس لئے آپس میں مشورہ کر لو۔ اسی وقت عامر بن حضرمی کھڑا ہوا اور اس نے اپنے پُرانے مقتولوں کا نام لے کر لوگوں کو پھر بھڑکا دیا۔

مشرکوں میں سب سے پہلے اَسوَد بن عبدُالاَسوَد مخزومی نامی شخص نکلا، یہ بہت بُرا اور بداَخلاق آدمی تھا، اس نے کہا: میں نے قسم کھائی ہے کہ یا تو مسلمانوں کے حوض میں سے پانی پیوں گا، یا اس حوض کو گرا دوں گا، یا میں اس کی خاطر مر جاؤں گا، جب وہ آگے بڑھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اُسے روکنے کیلئے نکلے، دونوں میں مُقابلہ ہوا، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا پاؤں پنڈلی کے درمیان سے کاٹ دیا، وہ گر گیا اور پھر گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھنے لگا، کیونکہ وہ اپنی ضد اور قسم پوری کرنا چاہتا تھا، مگر جب وہ حوض تک پہنچا تو وہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُسے مار دیا اور وہ حوض میں گر گیا۔

مُشرکین کی طرف سے باقاعدہ مُبارزے کیلئے تین آدمی نکلے، عُتبہ بن رَبیعہ، شَیبہ بن

رَبِیْعَہ، اور وَلِید بن عُتْبَہ، انہوں نے للکار کر مسلمانوں کو مُقابلے کی دعوت دی، مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری صَحابی نکلے، یہ تھے حضرت عَوْف، حضرت مُعَوِّذ دونوں عَفْراء کے بیٹے اور حضرت عَبْدُاللہ بن رَوَاحَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم۔ مشرکین نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم گروہ انصار میں سے ہیں۔ تو مشرکین میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا: اے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)! ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے افراد ہمارے مُقابلے کے لئے نکالو۔ حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے عُبَیْدَہ بن حَارِث، اے حَمْزَہ، اے عَلِی (رَضِیَ اللہُ عَنْہُم)! کھڑے ہو جاؤ، حکم کے مطابق یہ تینوں حضرات نکل کھڑے ہوئے، [چونکہ چہروں پر نقاب تھے اس لئے] مشرکین نے ان سے بھی نام پوچھے۔ جب انہوں نے نام بتائے تو مشرکوں نے کہا: ہاں! تم ہمارے برابر کے محترم لوگ ہو۔ مُقابلہ شروع ہوا تو حضرت حَمْزَہ اور حضرت عَلِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے شَیْبَہ اور وَلِید کو بغیر مُہلت دیئے قتل کر دیا، جبکہ حضرت عُبَیْدَہ بن حَارِث رَضِیَ اللہُ عَنْہُ [جو بڑی عمر کے تھے] کا عُتْبَہ کیساتھ مُقابلہ ہوتا رہا، دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کیا حضرت عُبَیْدَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا پاؤں کٹ گیا تھا، اس وقت حضرت حَمْزَہ اور حضرت عَلِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا ان کی مدد کو آپہنچے اور انہوں نے عُتْبہ کا کام تمام کیا اور حضرت عُبَیْدَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو پیچھے لے آئے۔

حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما کر اپنے عُرَیْش [یعنی اپنے لئے بنائے گئے مخصوص چھپر] پر تشریف لے گئے اور آپ کیساتھ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے سوا اور کوئی نہیں تھا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں آکر دعاء میں مشغول ہو گئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی دعاء کے دوران یہ بھی فرمایا کہ اے میرے پروردگار! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک کر دی گئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائیں سُن لی ہیں اور وہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ پھر حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہلکی سی اُونگھ آئی، پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیدار ہو گئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ابُوبکر! خوشخبری لو! اللہ تعالیٰ کی مدد آچکی ہے، یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اُسے ہانک رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر غُبار ہے۔

غزوۂ بدر کے دن ایسی ہوا چلی کہ اس جیسی سخت ہوا انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، پھر وہ ہوا چلی گئی اور دوسری بار ہوا آئی، پھر وہ بھی چلی گئی اور تیسری بار ہوا آئی۔ پہلی بار جو ہوا آئی تھی، وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ، دوسری بار کی ہوا، ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف اُترے، تیسری بار کی ہوا، ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف اُترے، اس دن کئی کافروں کے سر اُڑ گئے، مگر معلوم نہ ہوا کہ انہیں کس نے مارا ہے اور بعض لوگوں کے ہاتھ کٹ گئے، مگر کاٹنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن مقتول مشرکوں میں سے فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو ہم گردن اور جوڑوں پر آگ سے جلے ہوئے کالے نشانوں سے پہچانتے تھے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک فرشتہ ہی سب مشرکوں کے لئے کافی تھا تو پھر اتنے سارے فرشتے کیوں بھیجے گئے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کیلئے اور اپنے نبی پاک کے اعزاز و اکرام کے اظہار کیلئے اتنی تعداد میں فرشتے بھیجے۔

بعض علماء کا یہ بھی فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے فرشتے اس لئے بھیجے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو قیامت کے دن تک کے لئے جہاد کرنے والا بنادیا ہے، چنانچہ مسلمانوں کا جو لشکر ایمان اور ثابت قدمی کیساتھ لڑتا ہے، یہ فرشتے اُترتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں جن پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی، وہ قیامت کے دن تک مجاہدین کے مددگار ہیں۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں بدر والوں کا کیا مقام ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں مسلمانوں میں سب سے افضل شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا حال ہے، (یعنی انہیں بھی فرشتوں میں افضل

سمجھا جاتا ہے)۔ (بخاری)

رَسُولُ اللہ ﷺ نے کنکریوں کی ایک مُٹھی لیکر شَاهَتِ الْوُجُوْہ فرما کر قریش کی طرف پھینکی اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا، تھوڑی دیر میں مُشرکین کو شکست ہوگئی اور ان کے کئی بڑے سردار مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے۔

حضرت عَبْدُاللہ بن عَبّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑا، اُوپر سے ایک کوڑے اور ایک گھڑسوار کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا: اے حَیْزُوم! آگے بڑھ، اس کے بعد مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہوگیا ہے۔ اس اَنْصاری صَحابیؓ نے یہ سارا واقعہ نبی کریم ﷺ کو سُنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ چوتھے آسمان کی مدد تھی، اس دن سَتّر مشرک مارے گئے اور سَتّر گرفتار ہوئے۔ (مسلم)

قَاسِمْ بن ثَابِتْ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس دن قُریش مَکّہ کا مسلمانوں سے مُقابلہ ہوا، اس دن جِنّات میں سے ایک پکارنے والے جِن نے بلند آواز میں اشعار پڑھے، مگر وہ خود نظر نہیں آرہا تھا، [اشعار کا مفہوم یہ ہے:]

حَنِیْفِیْ لوگ جنگ کے لئے بَدر کی طرف بڑھ چکے ہیں
اور ان کی یَلْغار کے ذریعے کِسریٰ اور قیصر کی حکومتیں ٹوٹ جائیں گی،
اس جنگ نے قریش کے مَردوں کو ہلاک کردیا
اور ان کی عورتوں کو حسرت کے ساتھ سینہ پیٹتے ہوئے گھروں سے نکال دیا،
ہَلاکت ہے اس کے لئے جو محمد [ﷺ] کا دُشمن ہوا
اور ہدایت کے راستے سے بھٹک کر گمراہیوں میں پڑگیا۔

کسی نے یہ آواز سن کر پوچھا کہ حَنِیْفِیْ کون ہیں؟ تو دوسروں نے کہا کہ محمد [ﷺ] اور اُنکے ساتھی، کیونکہ اُن کا گُمان ہے کہ وہ حضرت ابراہیم حَنِیف علیہ السلام کے دین پر ہیں، ابھی یہ لوگ باتیں کررہے تھے کہ انہیں بَدر میں مُشرکین کی شِکست کی خبر پہنچ گئی۔

❻ غزوۂ بنی سُلیم

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بدر سے واپس تشریف لے آئے، تو ابھی آپ ﷺ نے سات راتیں بھی قیام نہیں فرمایا تھا کہ آپ ﷺ خود بنی سُلیم سے مقابلے کیلئے نکلے اور آپ ﷺ ایک ''کُدر'' نامی چشمے تک پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے تین دن قیام فرمایا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشامؒ)

❼ غزوۂ بنی قَینُقاع

۲ھ شوّال کی پندرہ یا سولہ تاریخ، جبکہ آپ ﷺ کی ہجرت کا بیسواں مہینہ شروع ہو چکا تھا، یہ غزوہ پیش آیا، مدینہ منوّرہ میں موجود یہودیوں میں سے یہ سب سے پہلا قبیلہ تھا جس نے عہد شکنی کی اور حضور اکرم ﷺ کو سختی سے جواب دیا اور جنگ کیلئے قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعے کا سخت محاصرہ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رُعب ڈال دیا اور وہ یہ معاہدہ کر کے قلعے سے اُتر آئے کہ اُن کے اموال مسلمانوں کے ہونگے اور اُن کی عورتیں اور بچے خود اُن کے رہیں گے۔ قلعے سے اُترنے کے بعد آپ ﷺ نے اُن کی مُشکیں باندھ دیں اور اس کام پر حضرت مُنذِر بن قُدامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن اُبَیّ کی منت سماجت کرنے پر انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے مال واسباب سمیت جلاوطن ہونے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ وہ ''اَذرِعات'' کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد)

❽ غزوۂ سَوِیق

۵/ ذوالحجۃ ۲ھ میں آپ ﷺ [دوسو سواروں کو لے کر] ابوسُفیان اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کیلئے نکلے، مگر مشرکین بھاگ گئے اور جاتے وقت خود کو ہلکا کرنے کیلئے ستّو کی تھیلیاں پھینکتے گئے، اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام سَوِیق پڑ گیا [سَوِیق عربی میں ستّو کو کہتے ہیں]۔

❾ غزوۂ غطفان

اسی کو غزوۂ اَنمار اور غزوۂ ذی اَمَر بھی کہتے ہیں، یہ ربیع الاوّل ۳ھ میں پیش آیا، آپ نے مدینہ منوّرہ میں حضرت عُثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور خود چار سو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے ساتھ روانہ ہوئے، مگر اس غزوے میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔

⑩ غزوۂ بنی سُلیم

اس کو غزوۂ نَجْران یا بُجْران بھی کہتے ہیں، یہ جگہ حجاز کا معدن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا، [دشمن بھاگ چکے تھے اس لئے] جمادی الاُولیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی فرمائی۔ [یہ پہلے والے غزوۂ بنی سُلیم کے علاوہ ہے اور سیرت کی کتابوں میں غزوۂ بُجْران کے نام سے مشہور ہے۔]

⑪ غزوۂ اُحُد

یہ غزوہ شوّال ۳ھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا، اس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی، جب کہ مُشرکین کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، ان کے پاس سات سو زِرہیں، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ تھے، جب کہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ ابتداء میں جتنے مشرک بھی مُقابلے کیلئے نکلے، مسلمانوں نے انہیں خاک وخون میں تڑپا دیا، یہاں تک کہ جب مشرکوں کا جھنڈا اُٹھانے والا کوئی نہیں رہا تو ایک عورت نے یہ جھنڈا اُٹھالیا، یہ دیکھ کر مشرک پھر لڑنے کے لئے تیار ہوگئے، لیکن جب آخری جھنڈا بردار بھی قتل ہوگیا تو مشرک شکست کھا کر بے تحاشا دوڑنے لگے اور ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ان کی عورتیں ہلاکت پکار رہی تھیں، مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ اِسی اَثناء میں پیچھے درے پر مُقرّر مسلمان تیراندازوں میں سے اکثر نے اپنی وہ جگہ چھوڑ دی جس پر حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مُقرّر فرمایا تھا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولیدؓ اور عکرمہؓ بن ابی جہل [جو دونوں اس وقت مُشرکین کیساتھ تھے۔] نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ اِسی اَثناء میں شیطان نے حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ اُڑا دی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، مگر حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ڈٹ کر لڑتے رہے، اس غزوے کے مُتفرِق واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

⑫ غزوۂ حَمراءُ الاَسَد

اتوار کی صبح ۱۶ شوّال ۳ھ میں یہ غزوہ پیش آیا، قریش مکہ جب غزوۂ اُحُد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا، چنانچہ ہمیں واپس مدینہ مُنوّرہ پر حملہ کردینا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطّلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مُنوّرہ سے نکل کر آٹھ میل دُور حمراءُ الاسد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مشرکین کو جب اس کی اِطّلاع ملی تو وہ خوفزدہ ہوکر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور انہوں نے مدینہ مُنوّرہ پر حملے کا ارادہ منسوخ کردیا۔

⑬ غزوۂ بنی نَضِیر

یہ غزوہ ربیعُ الاوّل ۴ھ میں پیش آیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا چھتیسواں مہینہ شروع ہوا تھا، یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کرلیا، کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رُعب طاری کردیا اور انہوں نے صُلح کی درخواست کی، چنانچہ انہیں اسلحہ کے سوا باقی اتنا سامان جو ان کے اُونٹ اٹھا سکیں، لے کر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی گئی، ان میں سے اکثر نے خیبر کا رُخ کیا، جبکہ بعض شام جاکر آباد ہوگئے، اس غزوے کے بیان میں قرآن مجید کی سورۂ حشر نازل ہوئی۔

⑭ غزوۂ ذاتُ الرِّقاع

یہ غزوہ جمادی الاُولیٰ ۴ھ میں پیش آیا، رِقاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے، اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذاتُ الرِّقاع پڑ گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رِقاع اس جگہ کے ایک درخت یا پہاڑ کا نام تھا، اس

کی طرف یہ غزوہ مَنسُوب ہے۔ آپ ﷺ چار سو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ کے ہمراہ بَنِیۡ مُحَارِب، بَنِیۡ ثَعۡلَبہ اور بَنِیۡ غَطۡفَان کے مُقابلے کیلئے نکلے تھے، اس غزوے میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ کو صَلٰوۃُ الۡخَوف بھی پڑھائی۔

⑮ غزوۂ بَدرِ صُغرٰی

اس غزوے کو غزوۂ بَدرِ مَوۡعِد بھی کہتے ہیں، یہ غزوہ شَعۡبَان ۴ھ میں پیش آیا، گذشتہ سال اُحُد کے موقع پر اَبُوسُفۡیَان سے آئندہ سال بَدر کے مَقام پر جنگ کا وعدہ تھا، اس لئے آپ ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ کے ساتھ بَدر تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ اَبُوسُفۡیَان بھی مَکّہ سے نکلا، مگر اُسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

⑯ غزوۂ دُوۡمَۃُ الۡجَنۡدَل

رَبِیۡعُ الۡاَوَّل ۵ھ میں آپ ﷺ کو دُوۡمَۃُ الۡجَنۡدَل [نامی مقام] کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ مُنَوَّرہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا، آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ کو لے کر روانہ ہوئے، آپ ﷺ رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چُھپ جاتے تھے، جب دُوۡمَۃُ الۡجَنۡدَل والوں کو اس لشکر کی اِطّلاع ملی، تو وہ بھاگ گئے اور آپ ﷺ بیس رَبِیۡعُ الثَّانِی ۵ھ میں واپس مدینہ مُنَوَّرہ تشریف لے آئے۔

⑰ غزوۂ خَنۡدَق یا اَحۡزَاب

یہ غزوہ شَوَّال ۵ھ میں پیش آیا، جب مُشۡرِکِین نے مدینہ مُنَوَّرہ پر مُشۡتَرکہ چڑھائی کی اور اَبُوسُفۡیَان کی قیادت میں قُرَیش اور عُیَیۡنَہ بن حِصۡن کی قیادت میں غَطۡفَان کے مشرک، بَنُو فَزَارہ، بَنُو مُرّہ اور اَشۡجَع قبائل کے مشرکین کے ساتھ مل کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ مُنَوَّرہ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ نے بھی تین ہزار مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے مشورے سے مدینہ کے باہر خندق کھودی، مُشۡرِکِین کا لشکر اس خندق کے پاس آ کر رک گیا، خندق کے دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر تھا۔ بیس دن سے زائد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے اور

تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مُشرکین کی طرف سے عَمرو بن عَبدِوُدّ خندق پار کرنے میں کامیاب ہوا، مگر وہ حضرت عَلیؓ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی میں سخت خوف، سردی اور بھوک پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت نُعَیم بن مَسعُود اَشجعی رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارَسُولَ اللہ! میں اپنی قوم سے چُھپ کر مسلمان ہوچکا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک تجربہ کار آدمی ہو، تم سے جو ہوسکے مشرکین کے خلاف تدبیر کرو، کیونکہ جنگ نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔ حضرت نُعَیم بن مَسعُود رضی اللہ عنہ پہلے یہودیوں کے قبیلے بنُوقُریظہ کے پاس آئے، جاہلیت کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ کے ان سے قریبی تَعلُّقات تھے، پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے خوب مَحبَّت جتائی اور پھر انہیں سمجھایا، کہ قُریش اور غطفان تو باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں، جب کہ تم تو مدینہ مُنوّرہ کے رہنے والے ہو، آج قُریش اور غَطفان محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور ان کے ساتھیوں پر حملے کے لئے آئے ہیں اور تم بلاشرط ان کی مدد کررہے ہو، حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ اگر قُریش کو فتح ہوگئی تو ٹھیک ہے، لیکن اگر انہیں شکست ہوئی تو وہ اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تم یہاں کے مسلمانوں کے سامنے اکیلے رہ جاؤ گے اور پھر جو کچھ تمہارے ساتھ ہوگا وہ تمہیں معلوم ہے، اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کی اس وقت تک مدد نہ کرو، جب تک وہ اپنے چند بڑے مُعزَّز لوگ تمہارے ہاتھوں رَہن نہ رکھ دیں۔ یہودیوں نے کہا: یہ تو بہت اچھا مشورہ ہے اور ہم اسی کے مطابق کریں گے۔ اس کے بعد حضرت نُعَیم رضی اللہ عنہ قُریش کے پاس آئے اور ان سے اپنی مَحبَّت اور دوستی جتائی، جس کا قُریش نے اقرار کیا۔ پھر انہیں فرمایا کہ مجھے ایک اہم بات پتہ چلی ہے جو میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ تم دھوکہ نہ کھاجاؤ، لیکن میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم میرا نام نہیں لوگے۔ قُریش نے یہ شرط مان لی تو حضرت نُعَیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہودی محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] سے مل چکے ہیں اور انہوں نے ماضی کی نَدامت اور محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کی ناراضی دور کرنے کیلئے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ قُریش اور غطفان کے چند بڑے مُعزَّز لوگ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے حوالے کریں گے، تاکہ وہ انہیں قتل کردیں اور پھر یہودی اور محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] مل کر

باقی قریش والوں کو ختم کردیں، اس لئے اگر یہودی تم سے کچھ معزز لوگ بطور ضمانت مانگیں تو تم نہ دینا۔ اس کے بعد حضرت نُعَیم رضی اللہ عنہ غطفان قبیلے والوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنے تعلُّق اور محبّت کو جتلا کر انہیں بھی وہی باتیں بتائیں جو قریش کو بتائیں تھیں۔ شوّال ۵ھ ہفتے کی رات اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اَبُو سُفیان اور غطفان کے رُؤَسا نے اپنا ایک وفد بنُو قُرَیظہ کے پاس بھیجا کہ ہم اس طرح پڑے پڑے تباہ ہورہے ہیں، تم لوگ لڑائی کیلئے تیار ہوجاؤ، تاکہ ہم صبح حملہ کرکے مسلمانوں کو ختم کردیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج ہفتے کا دن ہے، ماضی میں بھی اسی دن میں تجاوُز کی وجہ سے ہماری قوم پر عذاب آیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے کچھ افراد ہمارے پاس رَہن نہیں رکھواؤ گے، ہم لڑائی کیلئے نہیں نکلیں گے۔ مُشرکین کو جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا: واقعی نُعَیم بن مَسعُود نے سچ کہا تھا، چنانچہ انہوں نے یہودیوں کو جواب بھیجا کہ ہم کسی کو تمہارے پاس رَہن نہیں رکھیں گے، اگر تم لڑائی کیلئے نہیں نکلتے ہو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی مُعاہدہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے جب یہ پیغام سنا تو کہنے لگے: بے شک نُعَیم بن مَسعُود نے سچ کہا تھا، اس طرح ان میں پھوٹ پڑگئی اور اللہ تعالیٰ نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو اُلٹ کر رکھ دیا۔

حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کے درمیان اِنتشار کی خبر ملی تو آپ نے حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر لینے کیلئے بھیجا اور ان کیلئے گرفتاری سے حفاظت کی دعاء فرمائی۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ ان کے مجمع میں گھس گئے، اس وقت اَبُو سُفیان نے اعلان کیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے [تاکہ ہم میں کوئی مُخبر نہ گھسا ہوا ہو]۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے اپنا نام بتادیا [اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا]۔ اس کے بعد اَبُو سُفیان نے کہا: اے قُریش! یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے، ہمارے جانور ہلاک ہوچکے ہیں، بنُو قُرَیظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ہوا نے ہمیں سخت پریشان کردیا ہے اور ہمارا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہوگیا ہے، اس لئے تم واپس لوٹ چلو، میں تو جارہا ہوں، یہ کہہ کر وہ اپنے اُونٹ پر بیٹھ گیا۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس

وقت مجھے خیال آیا کہ میں تیر چلا کر اَبُوسُفیان کو ہلاک کر دوں، مگر مجھے آپ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ اے حُذَیفہ! کوئی نئی بات نہ کرنا، چنانچہ میں واپس آ گیا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جب غطفان والوں کو قُریشیوں کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوراً واپس لوٹ گئے۔

⑱ غزوۂ بنی قُریظہ

غزوۂ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو لے کر مدینہ منوّرہ واپس تشریف لے آئے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا۔ ظہر کے وقت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے: یارسولَ اللہ! کیا آپ ﷺ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اُتارا، اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قُریظہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے، میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزاتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جو مسلمان بھی فرمانبردار ہے، وہ عصر کی نماز بنوقُریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ ۲۳ ذوالقعدہ ۵ ھ بدھ کے دن کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے، آپ ﷺ نے بنوقُریظہ کا محاصرہ فرمالیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا، بنوقُریظہ سخت تنگی میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر رعب ڈال دیا، چنانچہ وہ قلعوں سے اُتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغ مَردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے۔

اس پر آپ ﷺ نے حضرت سَعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، آپ ﷺ نے اس فیصلے کو جاری فرمادیا اور بنوقُریظہ کے چھ سو یا سات سو دشمن اسلام یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

⑲ غزوۂ بنی لَحیان

یہ غزوہ ربیعُ الاوّل ۶ ھ میں پیش آیا، آپ ﷺ دو سو سواروں کے ہمراہ حضرت خُبَیب

بن عدی، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہما اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کیلئے تشریف لے گئے، مگر بنو لحیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔

۲۰ غزوہ ذی قَرَد

یہ غزوہ ۶ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا، ذی قرد نامی مقام پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی چراہ گاہ تھی، عیینہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کمالِ بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور مالِ غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ اُدھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے۔ [اس کا تفصیلی واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔]

۲۱ غزوہ بنی مصطلق

اس کو غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں۔ ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق یہ شعبان ۶ھ میں پیش آیا، جب کہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خندق سے پہلے شعبان ۵ھ میں پیش آیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملے کیلئے بہت سی فوج جمع کر لی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تیز رفتاری سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا، وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لا سکے، ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد، عورت، بچے، بوڑھے گرفتار ہو گئے، مسلمانوں کے ہاتھ دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے آئے، جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا تو مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیئے۔

۲۲ غزوہ حدیبیہ

یہ غزوہ ذوالقعدہ ۶ھ میں پیش آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرے کیلئے نکلے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ستّر اونٹ بھی تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے کیلئے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو روک لیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر اور میدانِ جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت کر لی، مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہو گئی۔ تفصیلی واقعات کیلئے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

۲۳ غزوۂ خیبر

خیبر قلعوں والے ایک شہر کا نام ہے۔ غزوۂ حدیبیہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ۷ھ میں خیبر کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو میرے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے اللہ! تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے
اور نہ صدقہ خیرات کرسکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔
اے پروردگار! ہم تیرے فضل وکرم سے بے نیاز نہیں ہیں،
پس دشمنوں سے لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطاء فرما
اور خاص سکینہ ہم پر نازل فرما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سن کر پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں عامر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (تعالیٰ) تمہاری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی کو مغفرت کی دعاء دیتے تھے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ عامر رضی اللہ عنہ کی شجاعت سے ہمیں چند روز اور نفع عطاء فرماتے۔ (مسلم شریف)

اس جنگ کے دوران اہلِ خیبر کا مشہور سردار مرحب مقابلے کیلئے نکلا اور اس نے یہ شعر پڑھا، [مفہوم:]

اہلِ خیبر اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں،
سلاح پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر

پڑھا، [مفہوم:]

اَہلِ خیبر جانتے ہیں کہ میں عامرؓ ہوں،

سلاح پوش، بہادر اور جنگوں میں گھسنے والا ہوں۔

مُقابلے کے دوران حضرت عامرؓ کی تلوار پلٹ کر اُن کے اپنے گھٹنے پر لگی جس سے وہ شہید ہوگئے، ان کے اس طرح شہید ہونے پر بعض لوگوں نے کہا کہ عامرؓ کے سارے اعمال ضائع ہوگئے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے لوگوں کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ جھوٹ بولتے ہیں، عامر (رضی اللہ عنہ) کیلئے دو اَجر ہیں، [ایک شہادت کا اور دوسرا لوگوں کی اُن پر باتیں بنانے کا]۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قلعے کی فتح کیلئے اب ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول سے محبّت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول اس سے محبّت کرتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں، میں ان کو ہاتھ پکڑ کر لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لُعاب مُبارک لگایا تو وہ ٹھیک ہوگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ مرحب کے مُقابلے میں نکلے، مرحب نے میدان میں نکل کر وہی اشعار پڑھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھے، [مفہوم:]

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہے

اور میں جنگل کے شیر کی طرح دیکھنے والوں کو ہیبت میں ڈالنے والا،

میں آج تمہارا پورا حساب چُکادوں گا۔

مُقابلہ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں مرحب کے سر کو دو ٹکڑے کردیا، پھر اس کا بھائی یاسر مُقابلے میں نکلا، تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے اُسے قتل کردیا۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی بات زیادہ دُرست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو قتل کیا، جب کہ بعض لوگ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مرحب کا قاتل بتاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ

"اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ خیبر تباہ ہوگیا، بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اُترتے ہیں، تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوتی ہے"۔

یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو دیکھ کر گلیوں میں بھاگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور باقی کو قیدی بنایا۔

۲۲ غزوۂ عُمرۃ القضاء

اس کا نام قصاص بھی ہے، علامہ سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نام کو ترجیح دی ہے۔ بعض اہلِ سِیَر نے اسے غزوات میں شمار نہیں کیا، محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوّال تک مدینہ منوّرہ میں قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف سرایا کو روانہ فرماتے رہے، پھر ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے سال کے عُمرے کو قضا کرنے کیلئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی کی لگام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھی تھی اور وہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ [مفہوم:]

او کافروں کی اولاد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو،
آگے سے ہٹ جاؤ اور ساری خیریں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں،
اے میرے پروردگار! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر ایمان رکھتا ہوں
اور ان کے قبول کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حق جانتا ہوں،
او مشرکو! ہم تم سے جہاد اور قتال اس کا حکم مانتے ہوئے کرتے ہیں
جیسا کہ قرآن کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم تم سے لڑتے ہیں،
ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑیاں سر سے الگ ہو جائیں گی
اور دوست کو دوست بھول جائے گا۔

(سیرت ابن ہشام)

۲۵ فتحِ مکّہ

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضورِ اکرم ﷺ کی قیادت مُبارکہ میں رمضان ۸ھ مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

۲۶ غزوۂ حُنَیْن

اسے غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں، یہ غزوہ ۶/ شوّال ۸ھ میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے جب مکّہ مکرّمہ فتح کر لیا، تو حُنَیْن میں مقیم ہوازِن اور ثَقِیف کے قبیلوں کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کردیں، چنانچہ یہ سارے قبائل اور ان کی تمام شاخیں اپنے سردار مالِک بن عَوْف نَصْرِی کی قیادت میں جمع ہوگئیں، ان کی تعداد بیس ہزار تھی، یہ لشکر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا۔ آپ ﷺ بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے، ان میں دس ہزار کا مَدنی لشکر اور دو ہزار اَہلِ مَکّہ تھے، ابتداء میں مسلمانوں کو ہوازن اور ثَقِیف کے تیر اندازوں نے پیچھے دھکیل دیا، مگر حضورِ اکرم ﷺ ہزاروں تیروں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو آوازیں دیتے رہے، بِالآخر مسلمان جمع ہوگئے اور دُشمنوں کو شکست ہوئی اور ان کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوگئے، جب کہ ان کے عِلاوہ چوبیس ہزار اُونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اُوقِیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

۲۷ غزوۂ طائف

شوّال ۸ھ ہی میں غزوۂ طائف پیش آیا، حُنَیْن میں شکست کے بعد ثَقِیف کے لوگ طائف واپس آکر قلعہ بند ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اپنے لشکر سمیت تشریف لاکر ان کا مُحاصَرہ کرلیا، اَہلِ طائف نے خوفناک تیر اندازی کی، جس سے بارہ مسلمان شہید ہوگئے۔ آپ ﷺ نے دُبابہ اور مَنجنیق بھی استعمال فرمائی، کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دُبابہ میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب لگانے کیلئے آگے بڑھے، تو اَہلِ قلعہ نے اُوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کردیں جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا، تو انہوں نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کے واسطے دیئے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں

اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کیلئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں ۔ پھر آپ ﷺ نے قلعے کے پاس یہ آواز لگوائی کہ جو غلام بھی قلعے سے اُتر کر آ جائے گا وہ آزاد ہے، چنانچہ بارہ تیرہ غلام نیچے اُتر آئے، ان میں حضرت ابُوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ۔ آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! لومڑی اپنے بھٹ میں ہے، اگر آپ ﷺ یہاں ٹھہرے رہے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ چھوڑ دینگے تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد اہلِ طائف خود مسلمان ہوگئے اور ان کے سردار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہو گئے۔

۲۸ غزوہ تبوک

رجب ۹ھ بروز جمعرات آپ ﷺ تیس ہزار جانثاروں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ رُوم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکرِ جرّار مسلمانوں کے مُقابلے کیلئے روانہ کر دیا تھا اور انہیں ایک سال کی پیشگی تنخواہ دے دی تھی اور اس لشکر کا اگلا حصہ "بلقاء" تک پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے سخت گرمی، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نکلنے کا حکم دیا، چنانچہ مخلص اہلِ ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے، جب کہ مُنافق بہانے بنانے لگے۔ آپ ﷺ کے ترغیب دینے پر مالدار مسلمانوں نے اپنا مال خوب خرچ کیا اور آپ ﷺ سے دعائیں حاصل کیں، جب کہ بعض غریب مسلمان حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں نکلنے کیلئے سواری مانگنے لگے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں۔ اس پر وہ روتے ہوئے واپس ہوگئے اور ان کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

حضرت ابُو خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تبوک روانہ ہوئے اور میں مدینہ منورہ میں رہ گیا، میری دو بیویاں تھیں، ایک دن سخت گرم دوپہر کے وقت ان دونوں بیویوں نے میرے لئے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور ٹھنڈا پانی اور کھانا لا کر رکھا، تو یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا:

ابوخیثمہ! تُو تو ٹھنڈے سائے میں حسین بیویوں کے ساتھ عیش کر رہا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی اور لُو میں ہیں، یہ تو انصاف کی بات نہیں ہے۔ پھر میں نے اپنی بیویوں سے کہا: اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے چھپر کے نیچے نہیں آؤں گا، جب تک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤں، تم دونوں میرا توشہ تیار کرو۔ انہوں نے توشہ تیار کیا، میں اپنی سواری لے کر نکل پڑا اور حضورِ اکرم ﷺ سے آملا۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے دس سے زائد راتیں تبوک میں قیام فرمایا، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

یہ وہ غزوات تھے جن میں حضورِ اکرم ﷺ خود بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔

[سبحان اللہ! آقائے نامدار ﷺ تو آٹھ سال کے عرصے میں ستائیس یا اٹھائیس بار ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر میدانوں میں نکلیں، جب کہ آپ ﷺ سے عشق و محبّت کے دعوے کرنے والے لوگ زندگی بھر جہاد کا نام تک نہ لیں، کیا آج ہماری زندگیاں حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ قیمتی ہیں؟ کیا ہمارے اوقات حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ قیمتی ہیں؟ یا نعوذ باللہ ہم حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ مصروف ہیں؟ یا ہم پر آپ ﷺ سے زیادہ ذِمّہ داریاں ہیں؟ کچھ بھی نہیں، بلکہ بات تو صرف ایمان کی ہے، بے شک جس میں ایمان ہوگا وہ یہ سُن کر کہ حضورِ اکرم ﷺ اتنی بار جہاد کیلئے نکلے تھے، کبھی چین سے گھر نہیں بیٹھے گا، بلکہ وہ بھی جنّت اور نجات کے ان میدانوں کی طرف دیوانہ وار دوڑے گا۔]

فصل

تذکرہ سرایا

حضور اکرم ﷺ نے ان غزوات کے علاوہ کئی سَرایا بھی روانہ فرمائے، ان میں سے ایک سَرِیّہ سب سے زیادہ مشہور ہے اور آپ ﷺ کی زیادہ توجُّہات کی وجہ سے وہ سَرِیّہ نہیں بلکہ غزوۂ مُوتہ کہلاتا ہے، اس کے اکثر واقعات متفرق طور پر پیچھے گزر چکے ہیں۔

[ذیل میں ہم سَرایا کی مختصر فہرست پیش کر رہے ہیں، اگر تفصیلی واقعات دیکھنے ہوں تو سیرت کی کتابوں کا مُطالعہ کیجئے، اس فہرست کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آٹھ دس سال کے مختصر عرصہ میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کیلئے جو محنت فرمائی ہے وہ ہمارے سامنے رہے، ممکن ہے یہی ہماری بیداری کا ذریعہ بن جائے۔]

نمبر شمار	سَرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	روانگی بطرف
۱	سَرِیّہ عُبیدہ رضی اللہ عنہ	شوّال ۱ھ	ساٹھ یا اَسّی	رابغ
۲	سَرِیّہ سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ	ذوالقعدہ ۱ھ	بیس	خرّار
۳	سَرِیّہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	رجب ۲ھ	گیارہ	نخلہ
۴	سَرِیّہ عُمیر بن عدی رضی اللہ عنہ	رمضان ۲ھ	ایک	برائے قتلِ عصماء یہودیہ
۵	سَرِیّہ سالم بن عُمیر رضی اللہ عنہ	شوّال ۲ھ	ایک	برائے قتلِ ابوعفک یہودی
۶	سَرِیّہ کعب بن اشرف	ربیع الاوّل ۳ھ	ایک مع رُفقاء	برائے قتلِ کعب بن اشرف
۷	سَرِیّہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	جمادی الثانی ۳ھ	ایک سو	برائے قافلہ قُریش
۸	سَرِیّہ ابی سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ	محرّم ۴ھ	ڈیڑھ سو	ابنائے خُویلد
۹	سَرِیّہ عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ	محرّم ۵ھ	ایک	برائے قتل خالد بن سُفیان ہذلی
۱۰	سَرِیّہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	محرّم ۶ھ	تیس	بطرفِ قُرطاء

۱۱	سریۂ عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ	جمادی الثانی ۳ھ	پانچ	برائے قتلِ ابو رافع یہودی
۱۲	سریۂ سعید بن زید رضی اللہ عنہ			
۱۳	سریۂ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ	ربیع الاول ۶ھ	چالیس	غمر
۱۴	سریۂ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	ربیع الثانی ۶ھ	دس	ذی القصہ
۱۵	سریۂ ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	ربیع الثانی ۶ھ	چالیس	ذی القصہ
۱۶	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	ربیع الثانی ۶ھ	ایک مع رفقاء	جموم
۱۷	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	جمادی الاولیٰ ۶ھ	ایک سو ستر	عیص
۱۸	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	جمادی الثانی ۶ھ	پندرہ	طرف
۱۹	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	جمادی الثانی ۶ھ	پانچ سو	حسمیٰ
۲۰	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	رجب ۶ھ		وادی القریٰ
۲۱	سریۂ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	شعبان ۶ھ	سات سو	دومۃ الجندل
۲۲	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ			مدین
۲۳	سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	شعبان ۶ھ	ایک سو	فدک
۲۴	سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	رمضان ۶ھ		ام قرفہ
۲۵	سریۂ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	شوال ۶ھ	تیس	اُسیر بن رزام یہودی
۲۶	سریۂ عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ	۶ھ	دو	قتلِ ابو سفیان
۲۷	سریۂ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ			تربہ
۲۸	سریۂ ابی بکر رضی اللہ عنہ			ابنِ کلاب نجد
۲۹	سریۂ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ			فدک
۳۰	سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ			میفعہ
۳۱	سریۂ بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ			یمن و جبار

۳۲	سریّہ ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ	ذوالحجۃ ۷ھ	پچاس	بنو سُلیم
۳۳	سریّہ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ	صفر ۸ھ		کُدَید
۳۴	سریّہ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ			فَدَک
۳۵	سریّہ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ			بنو عامر
۳۶	سریّہ کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ			ذات اطلاح
۳۷	غزوہ مُوتہ	جمادی الاولیٰ ۸ھ	تین ہزار	مُوتہ
۳۸	سریّہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	جمادی الثانی ۸ھ	تین سو تیس	ذات السلاسل
۳۹	سریّہ خبط [عنبر]	رجب ۸ھ	تین سو	سیف البحر
۴۰	سریّہ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ			نجد
۴۱	سریّہ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ			اِضم
۴۲	سریّہ ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ		دو	قتلِ رفاعہ بن قیس
۴۳	سریّہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	رمضان ۸ھ	تیس	انہدام عزیٰ
۴۴	سریّہ اوطاس	۸ھ		اوطاس
۴۵	سریّہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ			سواع
۴۶	سریّہ سعد بن زید رضی اللہ عنہ	رمضان ۸ھ	بیس	انہدامِ مناۃ
۴۷	سریّہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	شوال ۸ھ	ساڑھے تین سو	بنو جذیمہ
۴۸	سریّہ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ			انہدامِ ذی الکفین (بت)

۴۹	سریۂ عُیَینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ	محرم ۹ھ	پچاس	(بنو تمیم) مقام سُقیاء
۵۰	سریۂ قُطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	صفر ۹ھ	بیس	خثعم
۵۱	سریۂ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ	ربیع الاول ۹ھ		بنو کلاب
۵۲	سریۂ علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ	ربیع الثانی ۹ھ	تین سو	حبشہ
۵۳	سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	ربیع الثانی ۹ھ	ڈیڑھ سو	انہدام بت فلس
۵۴	سریۂ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ			عذرہ
۵۵	سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	ربیع الثانی ۹ھ	چار سو بیس	اُکیدر

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض میں اختلاف بھی ہے، ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے اُسے ذکر نہیں کیا۔

فصل

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور اسلاف کے جہادی واقعات

ویسے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سرایا کا تذکرہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کیلئے کافی ہے، لیکن چونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے حالات سے زیادہ سبق لیتی ہے اور اس میں اپنے جیسے لوگوں کے مقابلے میں آگے بڑھنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے، اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کے بعض جہادی واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کو مزید ترغیب ہو اور وہ بھی اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر جہاد کی شمعیں روشن کریں۔ یہ تمام واقعات علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے مختصراً نقل کیے جا رہے ہیں۔

واقعہ ۱

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو کئی عرب قبائل مرتد ہوگئے اور بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کردیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سب کے خلاف جہاد کیلئے کھڑے ہوئے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فتح عطاء فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ طلیحہ اسدی کی طرف بھیجا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی، طلیحہ کے کئی ساتھی مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے، خود طلیحہ مسلمان ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ

واقعہ ۲

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا رُخ فرمایا، "یمامہ" میں دونوں لشکروں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی، مسیلمہ کا لشکر چالیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا، خونریز لڑائی کے بعد مسیلمہ قتل ہوگیا اور اس کے لشکر کو شکستِ فاش ہوئی اور اس لڑائی میں کئی

مسلمان بھی شہید ہوئے، جن میں بڑی تعداد حُفّاظِ قرآن کی تھی۔ یہ "جنگِ یمامہ" ۱۲ھ میں پیش آئی۔

واقعہ ۳

۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو "فلسطین" کی طرف بھیجا اور حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح اور حضرت شُرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو لشکر دے کر "بلقاء" کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ سارے حضرات "بُصرہ" (شام) میں جا کر اُترے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، اہلِ بُصریٰ جزیہ دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوگئے، یہ ملک شام میں فتح ہونے والا پہلا شہر تھا۔ اسی سال "جنگِ اجنادین" بھی ہوئی جس میں مشرکوں کو سخت شکست ہوئی۔ اسی سال "جنگِ صُفّر" ہوئی اس میں بے شمار کافر مارے گئے اور انہیں عبرتناک شکست ہوئی، رُومیوں کے خون سے اس دن نہر کا پانی سُرخ ہوگیا، حضرت اُمِّ حکیم رضی اللہ عنہا نے اس دن خیمے کے سُتون سے سات رُومیوں کو قتل کیا، اسی سال "جنگِ فحل" بھی پیش آئی جس میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا۔

واقعہ ۴

۱۴ھ میں "دِمشق" فتح ہوا حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عمومی سپہ سالار تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے ہمراہ تھے، دِمشق کے باہر مسلمانوں اور رُومیوں کا سخت مُقابلہ ہوا، رُومیوں کو شکست ہوئی اور وہ دِمشق میں قلعہ بند ہوگئے، مسلمانوں نے چاروں طرف سے دِمشق کا مُحاصرہ کرلیا۔ انہی دنوں میں سے ایک دن رُومیوں کے سردار "باہان" کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا تو رُومی اس کے جشن میں لگ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہ تو خود سوتے تھے اور نہ کسی کو سونے دیتے تھے، انہوں نے رسی کی سیڑھی تیار کی اور رات کو حضرت قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا اور لشکر والوں سے کہا کہ جب تم لوگ دیوار کے اُوپر سے ہماری تکبیر کی آواز سُنو تو

حملہ کردیا۔ حضرت قَعقاع اور حضرت مَذعُور رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے دیوار پر چڑھ گئے اور انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا، تو حضرت خَالِدْ بن وَلِید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے حملہ کردیا، اس اچانک حملہ نے اَہلِ دِمَشق کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ حضرت خَالِدْ بن وَلِید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ لڑتے ہوئے شہر میں داخل ہوگئے، جبکہ حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مُصالَحت کے ذریعے دوسری طرف سے شہر میں داخل ہوئے اور ان دونوں حضرات کی ملاقات شہر کے وَسْط میں ہوئی۔

واقعہ ٥

١٥ھ میں "جنگِ یَرمُوک" کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا، اس جنگ میں رُومیوں کی تعداد ایک لاکھ اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ تھی، مسلمانوں کا لشکر تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور لشکر کے امیر حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تھے۔ رُومیوں نے مضبوطی کیساتھ لڑنے کیلئے خود کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا، لیکن جب انہیں شکست ہوئی تو پھر یہی زنجیر ان کیلئے مصیبت بن گئی اور ان میں سے جو کوئی بھی دریا میں گرتا تھا، وہ اپنے ساتھ پانچ چھ کو لے ڈوبتا تھا، اس لڑائی میں بے شُمار رُومی مارے گئے اور مسلمان اُمَراء میں سے بھی کئی حضرات نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اسی سال "جنگِ قادِسِیّہ" بھی ہوئی جس میں مسلمانوں کے امیر حضرت سَعد بن اَبِیْ وَقّاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تھے، جب کہ مشرکین کی کمان "رُستم" کے ہاتھ میں تھی اور ان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ سَتَّر ہاتھی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی، حالانکہ مسلمانوں کی تعداد سات سے آٹھ ہزار کے مابین تھی، اس لڑائی میں رُستم مارا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ بے شُمار غنائم آئے۔

حَبِیب بن صُہبَان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن ہمیں اتنا سونا اور چاندی ملا کہ بعض لوگ سونے کو چاندی کے بدلے بیچ رہے تھے، ہر گُھڑسوار کو مالِ غنیمت میں بارہ ہزار درہم آئے، مالِ غنیمت میں ایک ساٹھ در ساٹھ گز لمبی چوڑی چادر بھی تھی جس میں ریشم، سونے اور چاندی کا کام ہوا تھا۔ حضرت سَعد بن اَبِیْ وَقّاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے مجاہدین سے درخواست کی کہ اگر وہ خوش دلی سے اس قالین کے چار حصے چھوڑ دیں تو یہ سارا حضرت عُمَر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔

تمام مجاہدین نے خوشی سے اجازت دے دی، تو یہ قالین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے کاٹ کر اس کے ٹکڑے لوگوں میں تقسیم فرمادیئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا ایک ٹکڑا ملا جو بیس ہزار درہم میں فروخت ہوا۔

واقعہ ۶

۱۶ھ میں "جنگِ جلولاء" ہوئی اس میں ایک لاکھ آتش پرست مارے گئے، مسلمانوں کو اس جنگ میں بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا، غنائم کی تعداد ایک کروڑ اسّی لاکھ کے لگ بھگ تھی، جب کہ علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعداد تین کروڑ بتائی ہے۔

تین سال کے عرصے میں مسلمانوں نے قیصرِ رُوم اور کسریٰ فارِس کی کرسیوں پر قبضہ کرلیا اور اتنی غنیمت حاصل کی جس کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اِسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا۔ اِسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "جابیہ" (شام) میں اپنا مشہور خُطبہ دیا اور یہ خُطبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شان سے دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اُونٹ پر سوار تھے اور چمڑے اور کھجور کی چھال سے بنا ہوا بستر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

واقعہ ۷

۲۰ھ میں "مصر" جنگ کے زور پر فتح ہوا اور اِسی سال "جنگِ تُستَر" ہوئی اور ایک سال تک مسلمانوں کو فتح نہیں ہوئی، اُنہی دنوں کافروں میں سے ایک شخص حضرت ابُو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر آپ مجھے میرے خاندان والوں سمیت امان دے دیں تو میں آپ کو "تُستَر" میں داخلے کا راستہ بتا سکتا ہوں۔ حضرت ابُو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہوگئے۔ تو اس نے کہا: آپ مجھے ایک تیرا کی جاننے والا عقلمند آدمی دے دیجئے۔ حضرت ابُو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ حضرت مَجزَاۃ بن ثَور رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، وہ آدمی حضرت مَجزَاۃ بن ثَور رضی اللہ عنہ کو پانی کے راستے سے لے کر گیا، دونوں کبھی تیرتے اور کبھی گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے، حضرت مَجزَاۃ بن ثُور رضی اللہ عنہ نے "ہُرمُزان" کو بھی دیکھا اور اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا،

مگر انہیں حضرت اَبُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا حکم یاد آ گیا کہ اپنی طرف سے کوئی کام نہ کرنا، جب وہ راستہ دیکھ کر واپس آ گئے تو حضرت اَبُو مُوسیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے پینتیس ٣٥ آدمی ان کے ساتھ بھیج دیئے، یہ لوگ بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے شہر میں داخل ہو کر دیواروں پر چڑھ گئے اور نعرہ تکبیر بلند کر کے لڑائی شروع کر دی، اس لڑائی میں حضرت مَجْزَأَۃ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ شہید ہو گئے اور یہ شہر فتح ہو گیا۔

حضرت قَتَادَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اس دن لڑائی کی وجہ سے ہم نے فجر کی نماز دوپہر کو پڑھی اور مجھے یہ نماز پوری دنیا مل جانے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حَسَن بَصْرِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی روایت ہے کہ "تُسْتَر" کا محاصرہ دو سال جاری رہا، پھر "ہُرْمُزَان" حضرت عُمَر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے صُلح کر کے شہر سے نکل آیا اور مسلمان ہو کر مدینہ مُنَوَّرہ میں مُقیم ہوا۔

واقعہ ٨

٢١ھ میں "اِسْکَنْدَرِیَہ" فتح ہوا، حضرت عَمْرو بن عَاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے قبطیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ اسی سال "جنگِ نَہَاوَنْد" بھی ہوئی، اس میں کافروں نے خود کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا، مسلمانوں نے ان پر ایسا خوفناک اور جراَت مندانہ حملہ کیا جس کی نظیر نہیں ملتی، اس لڑائی میں کافروں کا اتنا خُون بہا کہ میدان جنگ میں گھوڑے پھسل کر گرنے لگے۔ حضرت نُعمَان بن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا گھوڑا بھی پھسل کر گر گیا اور انہیں ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ کافر شکست کھا کر بھاگے تو ایک تنگ جگہ پر پھنس گئے اور وہاں پر ایک لاکھ کی تعداد میں مارے گئے، جب کہ مُقابلے کے دوران مارے جانے والوں کی تعداد الگ ہے۔

واقعہ ٩

٢٧ھ میں حضرت مُعَاوِیَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے "قُبْرُص" پر سُمندر کے راستے حملہ کیا، حضرت عُبَادَہ بن صَامِت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بھی آپ کے ساتھ تھے، اہلِ قُبْرُص نے جزیہ دے کر صُلح کر لی، اِسی سال حضرت عَبْدُ اللہ بن سَعْد بن اَبِی سَرْح رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے افریقہ پر حملہ کیا، ان کیساتھ حضرت عَبْدُ اللہ بن عُمَر، حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرو اور حضرت عَبْدُ اللہ بن زُبَیْر رَضِیَ اللہُ عَنْہُم بھی تھے، مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی، جب کہ ان کے مدمقابل "جُرْجِیْر" کا لشکر دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھا، "سُبَیْطِلَہ" نامی جگہ پر

دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جُرجیر اپنے لشکر کے پیچھے اپنے تیز رفتار ترکی گھوڑے پر بیٹھا ہے اور دو لڑکیوں نے اس پر مور کے پروں سے سایہ کر رکھا ہے اور اس کے اور اس کے لشکر کے درمیان خالی زمین ہے، یہ دیکھ کر وہ واپس آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن اَبی سَرح رضی اللہ عنہ سے بات چیت کی اور ان کی اجازت سے تیس گھڑسوار کو لے کر "جُرجیر" کی طرف بڑھے، ایک ہی حملے میں حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد دفاعی حِصار کو توڑ ڈالا اور جُرجیر کے قریب پہنچے تو وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگنے لگا، حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ نے اُسے نیزہ مار کر گرا دیا اور اس کا سَر کاٹ کر نیزے پر بُلند کیا اور مسلمانوں نے زوردار حملہ بھی شروع کر دیا، کافروں کو عبرتناک شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو گئے، مسلمانوں کو بے شُمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور ہر گھڑسوار کو تین ہزار دینار مالِ غنیمت میں ملے۔

اِسی سال حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے "اِصطَخَر" فتح فرمایا، ان کے لشکر کے اگلے حصے کے سِپہ سالار حضرت عُبیداللہ بن مَعمَر تیمی رضی اللہ عنہ تھے، یہ دونوں حضرات صَحابی ہیں۔ "اِصطَخَر" پہنچ کر شدید لڑائی ہوئی، جس میں حضرت عُبیداللہ بن مَعمَر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اگر انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا تو اتنے کافر قتل کریں گے، کہ شہر کے دروازے سے خون بہنے لگے۔ جب مسلمان نَقب لگا کر شہر میں داخل ہو گئے اور اندر مُقابلہ شروع ہوا تو حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کافروں کو خوب قتل کیا، مگر دروازے سے خون نہیں بہہ رہا تھا، کسی نے ان سے کہا: آپ نے تو آج مخلوق کو تباہ کر دیا۔ یہ سُن کر انہوں نے خُون پر پانی بہانے کا حکم دیا، تب خون پانی کے ساتھ مل کر دروازے پر بہنے لگا۔

واقعہ ۱۰

۳۳ھ میں "قارِن" نے "بادغیس" اور "ہَرات" میں سے چالیس ہزار کا لشکرِ جرّار مسلمانوں کے خلاف جمع کیا۔ حضرت عبداللہ بن حَازِم رضی اللہ عنہ نے چار ہزار مجاہدین کے ساتھ مُقابلہ فرمایا اور اُسے سخت شکست سے دوچار کر دیا اور بہت سے افراد کو قتل کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا لیا۔

واقعہ ۱۱

۴۶ھ میں حارِث بن مُرّہ فِہری رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور "مُکران" کے آگے تک پہنچ گئے، اِسی طرح انہوں نے سندھ اور بلوچستان کے کئی عَلاقے فتح کیے، لیکن ایک تنگ جگہ پر ان کے خلاف حملہ ہوا اور وہ اپنے رُفقاء سمیت شہید ہو گئے۔

واقعہ ۱۲

۴۴ھ میں مُہلَّب بن اَبی صُفرہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور "قَندابیل" تک پہنچے، دشمنوں کو نقصان پہنچایا اور غنیمت لے کر صحیح سالم واپس لوٹے، یہ ان کی پہلی لڑائی تھی۔

واقعہ ۱۳

۴۵ھ میں عَبداللہ بن سَوّار رحمۃ اللہ علیہ نے "طَبَرستان" کے عَلاقے "قِیقان" کو فتح کیا اور خوب مالِ غنیمت حاصل کیا۔

واقعہ ۱۴

۵۰ھ میں سِنان بن سَلَمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "قِیقان" پر حملہ کیا، ان کے مُقابلے میں دشمن کا بہت بڑا لشکر آ گیا۔ حضرت سِنان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! تمہارے لئے خوشخبری ہے یا تو جنّت کی یا مالِ غنیمت کی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی اور صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

واقعہ ۱۵

۶۳ھ میں عُقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے "قَیرَوان" کی طرف سے "سُوسِ اَقصیٰ" (جنوب مَراکش) پر حملہ کیا اور فتح پائی، واپسی پر ان کا مُقابلہ افریقی سردار "کُسَیلَہ" کے لشکر سے ہوا، جس میں عُقبہ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے، اس کے بعد حضرت عُقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین زُہَیر بن قَیس رحمۃ اللہ علیہ نے "کُسَیلَہ" کا مُقابلہ کیا، اس مُقابلے میں اللہ تعالیٰ نے "کُسَیلَہ" کو شکست دی اور وہ خود اپنے لشکر کے بڑے حصے سمیت مارا گیا۔

واقعہ ۱۶

۸۴ھ میں مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اَذْرَبَہ'' نامی شہر فتح کیا اور کافی تعداد میں کافر قتل کئے اور پچاس ہزار افراد کو قید کیا۔ اِسی سال محمد بن مَرْوَان رحمۃ اللہ علیہ نے ''آرمینیا'' پر حملہ کیا اور ان کے چرچوں اور جائیدادوں کو جلاڈالا، یہ سال ''سَنَۃُ الْحَرِیْق'' (آگ والے سال) کے نام سے مشہور تھا۔

واقعہ ۱۷

۸۷ھ میں حضرت قُتَیبَہ بن مُسْلِم رحمۃ اللہ علیہ نے ''بُخَارا'' کے گِردونواح پر حملہ کیا اور ایک خوفناک جنگ کے بعد کافروں کو شکست دی اور مسلمانوں کے ہاتھ بے شُمار مالِ غنیمت آیا۔ اِسی سال مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بیٹے عَبْدُاللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''سَرْدَانِیَہ'' پر قبضہ کرلیا اور اسی سال ان کے بھتیجے اَیُّوب بن حَبِیب رحمۃ اللہ علیہ نے ''مَمْطُوْرَہ'' کو فتح کیا اور مالِ غنیمت میں دیگر اشیاء کے علاوہ تیس ہزار قیدی بھی حاصل کئے۔ اِسی سال مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ نے ''قُمَیْقِم'' اور ''بُحَیْرَۃُ الفُرْسَان'' کو کامیاب جنگوں کے بعد فتح فرمایا، یہ سال مسلمانوں کیلئے بڑی فُتوحات کا سال رہا۔

واقعہ ۱۸

۸۸ھ میں رُومیوں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور مسلمانوں کی طرف بڑھے، مَسْلَمَہ بن عَبْدُالمَلِک رحمۃ اللہ علیہ نے اس لشکر کا مُقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی اور بے شُمار کافر مارے گئے اور مسلمانوں نے ''جُرثُومَہ'' اور ''طُوَانَہ'' کے علاقے بھی فتح کرلئے۔ اسی سال قُتَیبَہ بن مُسْلِم رحمۃ اللہ علیہ جہاد کیلئے نکلے ان کے مُقابلے میں تُرکوں کے علاوہ ''فَرْغَانَہ'' اور ''صُغْد'' کے لوگ بھی نکلے، اور اس دو لاکھ کے لشکر کی قیادت چین کے بادشاہ کا بھانجا کررہا تھا، حضرت قُتَیبَہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔

واقعہ ۱۹

۹۰ھ میں حضرت قُتَیبَہ بن مُسْلِم رحمۃ اللہ علیہ نے ''وَرْدَانْ خُدَاہ'' سے دوسری جنگ لڑی، اس

نے حضرت قُتَیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تُرکوں کو جمع کرلیا، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور وہ بکھر گئے۔ اِسی سال حضرت قُتَیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "طالقان" اور "خُراسان" والوں سے بھی جنگیں فرمائیں اور ان میں سے بے شُمار کفّار کو قتل کیا، کیونکہ انہوں نے عہد توڑا تھا۔

واقعہ نمبر ۲۰

قُتَیبہ بن مُسلِم بَاہِلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اچانک "سَمَرقَند" پر حملہ کیا، اَہلِ سَمَرقَند نے "شَاش" (تاشقند) اور "فَرغَانَہ" کے حُکّام سے مدد مانگی، ان دونوں علاقوں کے حُکّام اہلِ سَمَرقَند کی مدد کیلئے نکل کھڑے ہوئے، جب حضرت قُتَیبہ بن مُسلِم رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے صَالِح بن مُسلِم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اپنے گھڑسواروں کو راستے میں چھپادیا، جب یہ لشکر والے ان چند گھڑسواروں کی کمین گاہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان پر شدید حملہ کردیا اور سوائے چند بچ جانے والوں کے باقی پورے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا، ان میں سے چند لوگ قید ہوئے، انہوں نے کہا: اس جنگ میں مارے جانے والے اکثر لوگ ہمارے شہزادے، سردار اور مشہور بہادُر تھے، مسلمانوں نے ان کے سَر جمع کر لئے اور ان کا سامان لے کر حضرت قُتَیبہ بن مُسلِم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر حضرت قُتَیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اَہلِ صُغد پر منجنیقوں اور لشکروں سے حملہ کردیا، اَہلِ شہر نے صلح کرلی اور اس صُلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ اپنے بُتوں کے زیور بھی دیں گے، جب ان بُتوں کو جمع کیا گیا تو وہ ایک بڑے محل کی طرح تھے، حضرت قُتَیبہ بن مُسلِم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں جلانے کا حکم دیا۔ تو اَہلِ شہر کہنے لگے: جو اِن بتوں کو جلائے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ حضرت قُتَیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں انہیں اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا، چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں آگ لے کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان بتوں کو آگ لگادی، ان بتوں کے جلنے کے بعد ان کے اندر سے پچاس ہزار مثقال سونا چاندی نکلا۔ اس کے بعد حضرت قُتَیبہ بن مُسلِم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی عَبدُاللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں کا حاکم بنایا اور انہیں کہا کہ جو مُشرِک بھی شہر کے دروازے سے داخل ہو اس کے ہاتھوں پر مُہر لگی ہونی چاہئے اور جس کے پاس بھی تم کوئی لوہا یا چُھری پاؤ تو اُسے قتل کردو اور کسی مُشرِک کو یہاں رات گزارنے کی اجازت

نہ دو، یہ ہدایات دے کر حضرت قُتیبہ رحمۃ اللہ علیہ "مَرْو" کی طرف روانہ ہوگئے۔

واقعہ (۲۱)

۹۴ھ میں مسلمانوں کو عظیم الشان فُتوحات نصیب ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے جیسا جہاد دیکھنے کو ملا۔

واقعہ (۲۲)

۹۵ھ میں مغرب کے حاکم حضرت مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ "دِمشق" تشریف لائے اور اپنے ساتھ "اَنْدُلُس" کی فتح سے حاصل ہونے والے قیدی اور غنائم لے کر وَلید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ ان لڑائیوں میں عجیب وغریب واقعات پیش آئے تھے۔ "اَنْدُلُس" کے ایک قلعے پر جب کافی کوشش کے باوجود فتح حاصل نہ ہوئی تو مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ عورتوں اور مجاہدین کے سامنے میدان میں اُترے اور انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر اس قدر آہ وزاری کے ساتھ دعاء کی کہ مسلمانوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ "اَنْدُلُس" فتح ہوگیا، اَنْدُلُس کی فتح کے بعد ایک شخص اُن کے پاس آیا اور اُس نے کہا: میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے، میں آپ کو خزانہ دکھاتا ہوں، اس کے ساتھ آدمی بھیج دیئے گئے، اس نے ایک جگہ کھودنے کیلئے کہا: جب وہاں کھودا گیا، تو اس قدر یاقُوت اور زُمُرّد کے ڈھیر نکلے کہ دیکھنے والے مبہوت رہ گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں "اَنْدُلُس" سے ملنے والے خزانوں کے عجیب وغریب واقعات مذکور ہیں۔

واقعہ (۲۳)

۹۸ھ میں یزید بن مُہلَّب رحمۃ اللہ علیہ نے "طَبَرِسْتان" کی طرف خُروج کیا، وہاں کے لوگوں نے صلح کی درخواست کی، مگر یزید رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کردیا اور سخت لڑائی کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کی نُصرت سے شکست دی اور ہر سال سات ہزار دینار اور دیگر سامان اور غلام بطورِ جزیے پر صلح کی، مگر "طَبَرِسْتان" والوں نے دھوکہ دیا، تو یزید بن مُہلَّب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ان پر حملہ کیا اور مہینوں تک ان سے لڑائی کی اور پھر وہ خود سُپردگی پر راضی ہوئے، جس کے بعد ان کے تمام لڑنے والوں کو قتل کردیا گیا۔ یزید رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بارہ ہزار لڑنے والوں کو "جُرجان"

کے دریا پر لا کر قتل کیا اور وادی میں ان کا خون بہنے لگا، یزید بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خون میں پن چکی لگا کر آٹا پیسا اور اس کی روٹی پکا کر کھائی اور اپنی قسم کو پورا کیا۔ اسی سال سلیمان بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے "قسطنطنیہ" پر بھی بہت بڑا حملہ کیا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی۔

واقعہ ۲۴

۱۲۱ھ میں مروان بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے روم کے علاقے "بیت السریر" پر حملہ کیا اور رومیوں کو قتل کیا اور قیدی بنایا، اسی طرح دوسرے قلعے پر بھی فتح حاصل کی، پھر آپ "غومیک" نامی قلعے میں داخل ہوئے جس میں بادشاہ کا تخت تھا، بادشاہ تو بھاگ گیا، مگر قلعے والوں نے مروان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کافی جزیہ دے کر صلح کر لی، اس کے بعد انہوں نے "ارز"، "بطران" اور "تومان" کے علاقے بھی فتح کیے اور "مسدار" کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔

واقعہ ۲۵

۱۴۲ھ میں "طبرستان" کے بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا اور اپنے علاقے میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس کی سرکوبی کیلئے خازم بن خزیمہ اور ابو الخصیب مرزوق رحمۃ اللہ علیہ روانہ ہوئے، انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، مگر طویل محاصرے کے باوجود کوئی کامیابی نہیں ملی۔ مرزوق رحمۃ اللہ علیہ نے کافی غور کے بعد ایک جنگی تدبیر کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم مجھے مارو اور میرا سر اور داڑھی مونڈ دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو مرزوق رحمۃ اللہ علیہ بھاگ کر کافر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور اسے کہا کہ مسلمانوں کو شبہ تھا کہ میری ہمدردیاں اور محبت آپ کے ساتھ ہے، اس لئے انہوں نے میرے ساتھ یہ کیا ہے، اب میں واقعی آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کو مسلمانوں کے لشکر کی کمزوریاں اور راز بتاؤں گا۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے انہیں اپنا مقرب بنا لیا اور آہستہ آہستہ ان کی باتوں میں آ کر دھوکے میں آ گیا اور انہیں اپنے قلعے کے ایک دروازے کا نگران بنا دیا۔ اس کے بعد مرزوق رحمۃ اللہ علیہ چپکے سے اپنے لشکر میں آئے اور انہیں ایک معین رات حملے کا حکم دے دیا۔

مسلمانوں نے اسی رات حملہ کیا تو مَرزُوق رحمۃ اللہ علیہ نے اندر سے دروازہ کھول دیا اور مسلمان شہر میں داخل ہوگئے۔ "طَبَرِستَان" کے بادشاہ نے زہر نگل کر خودکشی کرلی اور اس کے سارے جنگجو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

اِسی سال عَبدُالرَّحمٰن اَلدَّاخِل رحمۃ اللہ علیہ حاکمِ اَندُلُس نے عیسائیوں کو اَمان نامہ لکھ کر دیا۔ جس کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"جانوں اور عزّتوں کی حفاظت کیلئے ہمدردی اور رَحمدلی کی بنیاد پر یہ امان نامہ ہے جو مُعزّز امیر اور عظیم حکمران عَبدُالرَّحمٰن بن مُعَاوِیَہ (رحمۃ اللہ علیہ) صاحبِ شرافت و صاحبِ خَیر کی طرف سے رُومی سرداروں، ان کے رَاہبوں اور تمام علاقوں میں ان کے پیروکاروں اور "اَہلِ قِشتالہ" کیلئے ہے۔ اَمیرُالمُؤمنین یہ عَہد اپنی طرف سے ناقابلِ تنسیخ طور پر دے رہے ہیں کہ جب تک یہ لوگ اِطاعت پر قائم رہیں گے اور جزیے میں یہ چیزیں ہر سال اداء کرتے رہیں گے ان کیلئے امان ہوگی۔ ❶ دس ہزار اُوقیہ سونا، ❷ دس ہزار رِطل چاندی، ❸ دس ہزار بہترین گھوڑے، ❹ دس ہزار بہترین خچر، ❺ ایک ہزار زِرہیں، ❻ ایک ہزار خُود، ❼ ایک ہزار نیزے ...... لیکن اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کیا یا کسی مسلمان کو دھوکہ دیا تو یہ مُعاہدہ ٹوٹ جائے گا۔ امیرالمؤمنین اپنے ہاتھ سے ان کیلئے پانچ سال کی امان لکھ کر دے رہے ہیں، جس کا آغاز "صَفَر ۱۴۲ھ سے ہوگا۔"

رُومی اس معاہدے پر قائم رہے، لیکن جب امیر عَبدُالرَّحمٰن اَلدَّاخِل رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حَکَم بن ہِشَام رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت آئی تو انہوں نے مُعاہدے کی خلاف ورزی کی۔ امیر حَکَم بن ہِشَام رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر حملہ کیا، رُومیوں کو "طُلَیطِلَہ" سے بھی پیچھے دھکیل دیا۔ اس کے بعد رُومی "سَمُّورَہ" [نامی شہر] میں جمع ہوگئے، وہاں ان کا مسلمانوں سے بہت سخت مُقابلہ ہوا جس میں رُومیوں کو شکست ہوئی،

مسلمان لشکر جب غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوئے تو رُومی شہر کے ایک طرف جمع ہونے میں کامیاب ہوگئے اور انہوں نے حملہ کرکے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، ادھر سردیوں کی وجہ سے بارش کا بھی خطرہ تھا، چنانچہ امیر حَکَمْ رحمۃ اللہ علیہ کو اس سال واپس آنا پڑا۔ اگلے سال امیر حَکَمْ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ تیاری کے ساتھ حملہ کیا اور "سَمُّوْرَہ" کے راستے میں رومیوں کے کئی لشکر کاٹ ڈالے اور دو مہینے کی مسلسل لڑائیوں کے بعد "سَمُّوْرَہ" شہر فتح کرلیا اور اس میں تین لاکھ رومیوں کو قتل کیا، جب اس لڑائی کی خبر رُوم کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے پھر صلح کی درخواست کی، تو امیر حَکَمْ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا کی شرائط پر صلح کو قبول فرمالیا اور مزید یہ شرط بھی رکھی کہ وہ اپنے پایہ تخت "رُوْمِیَہ" کی مٹی دیں گے، جس سے "قُرْطُبَہ" کے کناروں میں اُونچے ٹیلے بنائے جائیں گے، جو رُومیوں کی ذِلّت اور اسلام کی عظمت کے مینارے ہوں گے۔

انہی امیر حَکَمْ بن ہِشَامْ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے عَبْدُالرَّحْمٰن نَاصِر رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنہوں نے ۳۲۵ھ میں رومیوں کے خلاف بڑی فُتوحات حاصل کیں اور ساڑھے پچاس سال کا پورا دورِ حکومت جہاد اور لشکروں کی تیاری میں گزارا۔ عَلَّامَہ اَبُوالْفَیَّاضْ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب امیر عَبْدُالرَّحْمٰن اَلنَّاصِر رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں ان کے آرام کے دن گِنے گئے تو وہ صرف چودہ دن نکلے۔

واقعہ ۲۶

۱۵۰ھ میں "اُسْتَاذْسِیْس" نامی سردار نے "ہَرات" اور "سِجِسْتان" میں سے تین لاکھ جنگجو جمع کرکے "خُرَاسَان" کے اکثر عَلاقے پر قبضہ کرلیا۔ خَازِم بن خُزَیْمَہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے مُقابلے پر نکلے، دونوں کے درمیان جم کر لڑائی ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ کی نُصرت نازل ہوئی اور مسلمانوں نے ایک جنگی چال کے ذریعے کافروں کو شکست دے دی۔ سَتَّر ہزار افراد کو قیدی بنالیا اور دس ہزار سے زائد قتل کردیئے گئے، "اُسْتَاذْسِیْس" بھاگ کر قلعہ بند ہوگیا، مگر مسلمانوں نے اس کا گھیراؤ کرکے اُسے پکڑلیا۔

واقعہ ۲۷

۱۶۵ھ میں ہَارُوْنُ الرَّشِیْد رحمۃ اللہ علیہ نے رُومیوں کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے شہروں میں

گھستے چلے گئے، یہاں تک کہ ''خلیج قسطنطنیہ'' تک جا پہنچے، پھر رومیوں کی ملکہ نے ستّر ہزار دینار دے کر تین سال کیلئے صلح کر لی، اس سے پہلے مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت اور قیدی ملے تھے، جانور اور مویشی تو اس قدر ہاتھ آئے کہ عمدہ ترکی گھوڑا ایک درہم میں بیچا گیا، ایک اچھی زرہ ایک درہم میں اور بیس تلواریں ایک درہم میں فروخت کی گئیں اور دشمن کے پچاس ہزار افراد مارے گئے۔

واقعہ ۲۸

۲۳۹ھ میں یحییٰ بن علیٰ اَرْمَنی رحمۃ اللہ علیہ نے روم پر حملے کئے اور ''قسطنطنیہ'' کے قریب جا پہنچے۔

واقعہ ۲۹

۲۷۰ھ میں ایک لاکھ رومیوں کا لشکر ''طرسوس'' میں اترا، تو یازمان خادم رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر شب خون مارا اور ان میں سے ستّر ہزار افراد کو ان کے بادشاہ سمیت قتل کر ڈالا اور ان کی صلیبُ الصَّلَبُوت (سب سے بڑی صلیب) بھی حاصل کر لی۔ (سیر اعلام النبلاء)

واقعہ ۳۰

۲۹۱ھ میں غلام زرافہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''طرسوس'' کی طرف حملہ کیا اور ''انطاکیہ'' تک جا پہنچے، انہوں نے چار ہزار مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کروالیا اور اتنا مالِ غنیمت حاصل کیا کہ ہر ایک گھڑ سوار کو ہزار دینار ہاتھ آئے۔

واقعہ ۳۱

۵۰۵ھ میں صلیبیوں کے متحدہ لشکروں نے ''صُور'' نامی علاقے کا محاصرہ کر لیا اور ستّر ہاتھ اونچے لکڑی کے تین برج بنائے اور ہر برج میں ایک ہزار جنگجو بٹھا کر ان برجوں کو شہر کی حفاظتی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ مسلمانوں نے ان برجوں کے محافظوں کو منتشر کر کے ان برجوں کے اردگرد لکڑیوں کے گٹھے ڈال کر ان میں آگ لگا دی اور تیروں کی بوچھاڑ کر کے صلیبیوں کو

نیچے اُترنے پر مجبور کیا، چنانچہ بُرج میں موجود تقریباً سارے صلیبی جل مرے، پھر مسلمانوں نے دوسرے دو ۲ بُرجوں پر آگ کی ہانڈیاں پھینک کر انہیں بھی آگ لگادی، یہ جنگ کافی عرصہ چلتی رہی۔

واقعہ ۳۲

۵۴۳ھ میں تین عیسائی بادشاہوں نے ''بیتُ المَقدِس'' میں موت کا عہد کیا اور ''عکّاء'' واپس جاکر اپنے لشکروں میں سات لاکھ دینار تقسیم کئے اور انہیں ساتھ لے کر مسلمانوں کے علاقوں کا رُخ کیا، اچانک اس لشکر نے سب سے پہلے ''دِمشق'' پر دس ہزار گھڑسواروں اور ساٹھ ہزار پیادوں کے ساتھ اچانک حملہ کردیا۔ مسلمان بھی مُقابلے کیلئے نکلے، ان میں سے دوسو شہید ہوئے، دوسرے دن بھی مُقابلہ جاری رہا اور بے شُمار صلیبی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے، پانچویں دن غازِی اُتابک زنگی رحمۃ اللہ علیہ بیس ہزار گھڑسواروں کے ہمراہ مسلمانوں کی مدد کیلئے پہنچ گئے اور ان کے پیچھے ان کے بھائی نُورُالدّین زنگی رحمۃ اللہ علیہ بھی پہنچ گئے، ان دنوں دِمشق میں ہر طرف آہ و پُکار مچی ہوئی تھی، مُصحفِ عُثمان رضی اللہ عنہ جامع مسجد کے درمیان میں رکھ دیا گیا تھا، عورتیں اور بچے ننگے سر اللہ تعالیٰ کے حُضور آہ و زاری کر رہے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مدد بھیج دی۔ صلیبیوں کے ساتھ ایک سَفید ڈاڑھی والا پادری تھا، وہ گدھے پر سوار ہوا، اس نے ایک صلیب گلے میں لٹکائی اور دو صلیبیں ہاتھ میں لے کر صلیبیوں سے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مجھ سے دِمشق کی فتح کا وعدہ کیا ہے، صلیبی اس کے گرد جمع ہوگئے اور وہ شہر کی طرف بڑھا، مسلمانوں نے جب اُسے دیکھا تو پورے اخلاص اور جُرأت کے ساتھ آگے بڑھے اور حملہ کرکے اسے اور اس کے گدھے کو مار گرایا اور صلیبیں جلا ڈالیں، اِسی دوران پیچھے سے زنگی برادران رحمۃ اللہ علیہما کا لشکر تشریف لے آیا اور صلیبیوں کو سخت شکست ہوئی۔

واقعہ ۳۳

۵۵۲ھ میں نُورُالدّین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کا اعلان فرمایا، جب یہ اعلان ''دِمشق'' میں ہوا

تو فقہاء، صُلحاء، اور نوجوان سبھی تیار ہو گئے، نُورُالدِّین زَنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اَنْیَاس'' پر حملہ کیا اور اس کا مُحاصَرہ کر کے سخت حملے کیے اور تلوار کے زور پر اُسے فتح فرمالیا۔ صلیبیوں نے ''اَنْیَاس'' کے حاکم ہنری کی مدد کیلئے لشکر بھیجے، مگر جب وہ وہاں پہنچے تو شہر تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ جب نُورُ الدِّین زَنگی رحمۃ اللہ علیہ کو صلیبیوں کے ''طَبَرِیَّہ'' پہنچنے کی اِطّلاع ملی تو وہ اپنے لشکر لے کر ان کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے، جب یہ لشکر صلیبیوں کے قریب پہنچا تو صلیبی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر چار جَماعتوں میں تقسیم ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ نُورُالدِّین رحمۃ اللہ علیہ فوراً اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے اور ان کے لشکر کے بہادُر بھی اُتر پڑے اور انہوں نے دشمنوں پر تیر چلانے شروع کیے، بس اللہ تعالیٰ کی نُصرت نازل ہوئی اور کافروں کا لشکر مُرداروں اور قیدیوں کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور ان میں سے صرف دس آدمی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے، مسلمانوں میں صرف دو آدمی شہید ہوئے، ان میں سے ایک ایسا بہادُر تھا جو چار صلیبی بہادُروں کو قتل کر کے شہید ہوا۔ مسلمان جب صلیبیوں کے سَر اور مالِ غنیمت کے ڈھیر اُٹھا کر جھنڈے لہراتے ہوئے ''دِمَشق'' پہنچے تو اہلِ دِمَشق نے رو رو کر نُورُالدِّین زَنگی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعائیں کیں۔

واقعہ ٣٤

٥٥٣ھ میں امیر المؤمنین عَبدُالمؤمن بن عَلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ ''مَہدِیَّہ'' کا رُخ کیا اور اس محفوظ ترین شہر کو خشکی اور سمندر ہر طرف سے مُحاصَرے میں لے لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی حفاظتی دیوار پر چھ ٦ گھوڑے گزر سکتے تھے اور اس کا اکثر حصہ سمندر میں تھا، پھر اَہلِ شہر جزیے پر راضی ہو گئے۔ صلیبی لشکر سمندر کے ذریعے سردیوں میں ''صِقِلِّیَّہ'' کی طرف روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر ڈوب مرے۔

واقعہ ٣٥

٥٥٤ھ میں امیر المؤمنین عَبدُالمؤمن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ایک لاکھ کا لشکر ''اَفرِیقَہ'' کی طرف روانہ ہوا، ان سب کے نام دیوان میں لکھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کاریگر، تاجر اور غلاموں کی بہت بڑی تعداد بھی تھی، لشکر کے نظم وضبط کا یہ عالم تھا کہ پورا لشکر کھیتوں کے درمیان

تنگ راستوں سے گزرتا تھا اور کوئی شخص کھیت میں سے ایک بالی بھی نہیں توڑتا تھا اور نہ امیر کے رُعب کی وجہ سے اُسے قدموں کے نیچے روندتا تھا، ان کے خیمے اور بازار دو ۲ فَرسَخ کے عَلاقے میں لگتے تھے اور پورا لشکر ایک امام کے پیچھے ایک ہی تکبیر کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کوئی شخص نماز سے پیچھے نہیں رہتا تھا، یہ لشکر اَفرِیقہ پہنچا اور اُسے فتح کرلیا۔

واقعہ (۳۶)

۵۵۹ھ میں نُورُالدِّین زَنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور صلیبیوں کے درمیان سخت مَعرِکہ ہوا، جس میں صلیبیوں کے دس ہزار جنگجو مارے گئے اور "اَنطَاکِیَہ" اور "طَرَابُلُس" کے حکمرانوں سمیت بہت بڑی تعداد میں صلیبی گرفتار ہوئے۔

واقعہ (۳۷)

۵۶۹ھ میں صلیبی جنگجو اچانک "اِسکَندَرِیَہ" کی طرف حملہ آور ہوگئے، ان کے ساتھ تیس ہزار کا گھڑسوار اور پیادہ لشکر تھا، ان کے ساتھ ان کا بَحری بیڑہ بھی تھا، سرحد پر موجود مسلمانوں نے ان کا مُقابلہ کیا، مگر صلیبیوں کا حملہ سخت تھا، چنانچہ سرحدی محافظوں میں سے دو سو شہید ہوگئے اور باقی کو بھی شہر کی دیوارِ پناہ تک پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ صبح کے وقت انہوں نے "اِسکَندَرِیَہ" پر حملہ شروع کردیا اور تین ۳ بڑے دُبابے اور کالے پتھر پھینکنے کیلئے تین مَنجنیقیں بھی نصب کردیں اور وہ حملہ کرتے ہوئے "اِسکَندَرِیَہ" کی دیوارِ پناہ تک پہنچ گئے، اہلِ اِسکَندَرِیَہ نے اس فوج کا ایسی جانبازی سے مُقابلہ کیا جس نے صلیبی لشکر کو خوف زدہ کردیا۔ سلطان صَلاحُ الدِّین اَلیُوبِی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت "فاقُوس" میں تھے، انہیں اس حملے کی اِطّلاع بھیج دی گئی، انہوں نے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا، اِدھر لڑائی جاری تھی کہ مسلمانوں نے تیسرے دن اچانک "اِسکَندَرِیَہ" کا دروازہ کھول دیا اور صلیبیوں کو غفلت میں آلیا اور ان کے دُبابے جلا ڈالے اور عصر تک دُو بَدُو لڑائی ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی نُصرت سے صلیبیوں کو خوب قتل کیا گیا، پھر مسلمان نماز کیلئے دوبارہ شہر میں چلے گئے، پھر مغرب کے وقت انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور صلیبیوں کے خیموں پر حملہ کردیا اور بے شُمار صلیبیوں کو تہہ تیغ کیا اور پھر سَمُندَر میں موجود ان کے

بیڑے پر حملہ کر دیا اور بعض کشتیوں کو غرق کر دیا اور بعض کو نذرِ آتش کر دیا اور کچھ کشتیاں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ صلیبیوں کے اس لشکر میں سے چند افراد ہی بچ سکے، باقی سارا لشکر مارا گیا یا گرفتار ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت بڑی غنیمت لگی۔

واقعہ ۳۸

۵۸۳ھ میں سلطان صَلَاحُ الدِّیْن اَیُّوبِی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر طرف جہاد میں بھرتی کا اعلان فرما دیا، پھر آپ لشکر لے کر "طَبَرِیَہ" کی طرف بڑھے اور بزورِ جنگ اُسے فتح کر لیا، یہ صورتِ حال دیکھ کر صلیبیوں نے بھی لڑائی کی تیاری کی اور ہر دور دراز اور قریب کے علاقوں کے صلیبی ان کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ سلطان صَلَاحُ الدِّیْن رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں بارہ ہزار گھڑسوار تھے اور پیادہ لشکر اس کے علاوہ تھا، صلیبیوں کی تعداد اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔ کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے رہے، بالآخر "جَبَلِ حِطِّیْن" لڑائی کا مرکز بنا، اس لڑائی میں صلیبیوں کی بدقسمتی عُروج پر رہی اور ان کے بڑے بڑے سردار، حُکّام پکڑے گئے، جن میں ان کا بادشاہ "یَرُوْشَلَم گائی" بھی شامل تھا۔ عِمَادُ الکاتِب رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس دن جنگ میں اتنے صلیبی قتل اور گرفتار ہوئے کہ مقتولین کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج قتل ہو چکی ہے، جبکہ قیدیوں کے ڈھیر دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج زندہ گرفتار کر لی گئی ہے، ایک مسلمان سپاہی تیس تیس صلیبیوں کو خیمہ کی ایک رسی میں باندھ کر ہنکاتا پھر رہا تھا، اس لڑائی نے صلیبیوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا، ان کی مُقدّس بڑی صلیب مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی تھی اور ان کا مشہور جنگجو بادشاہ رِیجِینَالڈ [جس نے ایک بار مسلمانوں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا تھا اور جب انہیں قتل کرنے لگا تو اُن سے کہا: اب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی مدد کیلئے کیوں نہیں بلاتے ہو؟] ملعون بھی مسلمانوں کی قید میں تھا، سلطان صَلَاحُ الدِّیْن اَیُّوبِی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے کہا: اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدد آ چکی ہے، پھر اُسے قتل کر دیا۔ [قتل سے پہلے اس کے سامنے اسلام پیش کرنے کی بھی ایک روایت ہے۔] اس جنگ سے حاصل ہونے والے قیدی دِمَشق کے بازاروں میں ایک ایک جوتے کے بدلے میں فَروخت ہوئے، جب قاضی اِبنِ اَبِی عَصْرُون رحمۃ اللہ علیہ دِمَشق داخل ہوئے تو عیسائیوں کی بڑی صلیب ان کے سامنے سرنگوں پڑی ہوئی

تھی۔ سلطان صَلاحُ الدّین ایُّوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حملے اور یلغار کو جاری رکھا، اور آپ نے اور آپ کے بھائی کے لشکر نے نَاصِرِیَّہ، قَیسَارِیَّہ، عَکَّا، صَفُّورِیَّہ، شَقِیف، غُولَہ، تِبْنِین، صَیدَا، بَیرُوت، صُور، عَسقَلان کے علاقے فتح کیئے اور رَملَہ وغیرہ مضافاتی علاقے فتح کرنے کے بعد سُلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصل منزلِ مقصود بَیتُ المَقدِس کا رخ کیا، فلسطین کے وہ تمام علاقے جن پر سُلطان رحمۃ اللہ علیہ نے قبضہ کرلیا تھا، وہاں کے صلیبی اور عَسقَلان کے شکست خوردہ لشکروں نے بھی "بَیتُ المَقدِس" میں پناہ لی تھی اور ساٹھ ہزار صلیبی جنگجو بَیتُ المَقدِس پر اپنے قبضے کو برقرار رکھنے کیلئے جمع تھے، مسلمانوں نے پورے عزم اور ولولے کیساتھ صلیبیوں پر حملہ کردیا، بِالآخر صلیبیوں نے امان مانگی، سُلطان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست قبول کرلی اور یہ قرار پایا کہ بَیتُ المَقدِس کے تمام مسیحی فی مرد دس دینار، فی عورت پانچ دینار اور فی بچہ دو دینار فدیہ اداء کریں اور چالیس دن تک جو فدیہ نہیں دے گا، وہ غلام شُمار کیا جائے گا۔ اس قرارداد کے بعد جمعہ ۲۷ رجب ۵۸۳ھ (بمطابق ستمبر ۱۱۸۷ء) صلیبیوں نے بَیتُ المَقدِس مسلمانوں کے حوالے کردیا اور اِکانوے 91 سال سے جاری ظلم و بربرئیت کا وہ دور ختم ہوگیا جس نے پوری اُمّتِ مُسلِمہ کے سر شرم سے جھکائے رکھے تھے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پاک گھر پھر اپنے حقیقی پاسبانوں کے ہاتھ میں آگیا اور مسجدِ اَقصیٰ نے سُکون کا سانس لیا۔ جب سلطان اَیُّوبی رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے تو اسکے ایک حصہ میں خنزیر بندھے ہوئے تھے اور اس کے غَربی حصے میں فوج کیلئے بیت الخلاء تھے اور محراب کو بند کردیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے فوراً اسکی پاکی وصفائی کا اہتمام کیا اور مسجد میں قیمتی قالین بچھادیئے گئے اور خوبصورت اور قیمتی قندیلوں سے اُسے مُنوّر کیا گیا، شَعبَان کے پہلے جمعے میں اِکانوے سال بعد مسجدِ اقصیٰ سے دوبارہ اذان گونجی اور اس کے مِنبر سے خطبہ دیا گیا اور سُلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اظہارِ تشکُّر کیلئے گنبدِ صَخرٰی میں نماز اداء فرمائی، کیونکہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بَیتُ المَقدِس کی فتح کا اعزاز بخشا تھا۔ صلیبیوں نے گنبدِ صَخرٰی میں جو تبدیلیاں کردی تھیں، وہ ختم کردی گئیں اور سُلطان تَقِیُّ الدِّین رحمۃ اللہ علیہ نے خود مسجدِ اقصیٰ میں حاضری دی اور گُلاب کے پانی سے اُسے غسل دیا اور اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دینے کی سَعادت حاصل کی اور ہر طرف خوشبوئیں بکھیر دیں۔

دعوت

[آج جب کہ پچاس سال ہونے کو ہیں اور مسجدِ اقصیٰ یہودیوں کے ناجائز قبضے میں ہے، ہم ان واقعات کو مسجدِ اقصیٰ کی فتح کے واقعے پر ختم کر رہے ہیں تا کہ اس باب کو پڑھنے والا ہر شخص غزوہ بَدر سے لے کر مسجدِ اقصیٰ کی دوبارہ فتح تک کی تاریخ کو بار بار پڑھے اور اپنے دل میں اس نیّت اور عزم کو پختہ کرے جو عزم سلطان صَلاحُ الدِّین اَلْیُوبِی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل میں پختہ کیا تھا اور بالآخر وہ مسجدِ اقصیٰ کو خنزیروں سے پاک کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ بات صرف عزم کی ہے، بات صرف سچّی نیّت کی ہے، پھر یہ عزم اور نیّت انسان کو گھر نہیں بیٹھنے دیتی اور منزل تک پہنچے بغیر چین نہیں کرنے دیتی۔ سلطان صَلاحُ الدِّین رحمۃ اللہ علیہ بھی ہماری طرح ایک انسان تھے، لیکن ان کے دل میں یہ بے چینی تھی کہ مسجدِ اقصیٰ کافروں کے قبضے میں کیوں ہے......؟ ان کے دل میں یہ خَلش تھی کہ اگر ہم اپنے مُقدّس مَقامات کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تو پھر زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے......؟ اُس زمانے میں بھی مسلمان انتشار کا شکار تھے، اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد جہاد سے غافل ہو کر عیش پرستی میں پڑ چکی تھی، اُس زمانے میں بھی سَفید چہرے والا کالا یورپ اسلام کو مٹانے کیلئے اور اس کے سینے میں صلیب گھونپنے کیلئے متحد ہو چکا تھا، مگر سلطان صَلاحُ الدِّین اَلْیُوبِی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُوپر آرام کو حرام کر لیا اور گھوڑے کی پشت کو اپنا تخت اور رات کے وقت اپنے مصلے کو اپنا بستر بنایا، اور ایک طرف پکار پکار کر مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی اور بڑے بڑے علماء کرام سے جہاد پر کتابیں لکھوا کر پوری اسلامی دُنیا میں پھیلائیں اور منبر ومحراب کے جُمود کو بَرق صِفت، شُعلہ عزم خطباء کے وَلولہ انگیز خطبات سے توڑ ڈالا اور دوسری طرف سُلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے حد درجے کی آہ وزاری کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ سے بَیتُ المَقدِس واپس لینے کی توفیق مانگی، چنانچہ مسلمان متحد ہوگئے اور آسمان سے مدد کے دروازے بھی کھل گئے اور لاکھوں نُفوس پر مشتمل صلیبیوں

کے آہنی لشکر جو خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے، سلطان صَلاحُ الدِّین اَیُّوبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مکڑی کے جالے ثابت ہوئے۔ آج پھر وہی ماحول ہے، آج پھر کفر نے خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھ رکھا ہے، آج پھر مسلمانوں میں انتشار اور جُمود کی کیفیت ہے، مگر اس خاک کے اندر بہت سے شَرارے چھپے ہوئے ہیں اور اُمّتِ مُسلِمہ آج بھی سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتی ہے، مگر ضرورت ہے سلطان صَلاحُ الدِّین اَیُّوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ایک قائد کی، جو خود عمل کا پیکر ہو، جو خود بے چینی اور خَلَش میں مُبتلا ہو، جس کے عزم میں آہن کی سختی اور جس کی نیّت میں حوضِ کوثر کی پاکیزگی ہو، جو درد سے بولتا ہو اور اپنا درد بانٹنے کی طاقت رکھتا ہو، جس کا دل اُمّت کی حالت دیکھ کر زخمی ہو، مگر وہ ان زخموں کو کافروں کی طرف منتقل کرنے کا عزم رکھتا ہو، جو خود کو بھول چکا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھتا ہو، جس کی نگاہیں بلند اور ارادے پختہ ہوں، جو اپنی ذات کے چکر اور ہر طرح کے رُعب سے آزاد ہو، جو صرف موت کے آئینے میں رُخِ یار کو تلاش کرتا ہو اور فَقر سے مَحبّت کرتا ہو۔ آج افغانستان کی طرف سے ایک خوبصورت جھلک تو نظر آئی ہے، کیا معلوم یہی وہ بدرِ مُنیر ہو جو اُمّتِ مُسلِمہ کی تاریک رات کو روشن کر سکے، لیکن اچھا قائد اچھے لوگوں کو ہی ملتا ہے اور ماہر کسان اچھی زمین ہی سے فصل نکال سکتا ہے، آج ہر مسلمان کو جہاد کیلئے تیار ہونا ہوگا، آج ہر مسلمان کو اپنی ذات کے خَول سے نکلنا ہوگا، آج ہر مسلمان کو اپنے اندر آہنی عزم اور سچّی نیّت پیدا کرنی ہوگی۔

آج ہر مسلمان کو اسلامی ممالک کی ایک ایک چپّۂ زمین آزاد کرانے کا عزم کرنا ہوگا، آج ہر مسلمان کو خون کے ایک ایک قطرے کا بدلہ لینے کی نیّت کرنی ہوگی، آج مسلمانوں کو اسلام کی عظمت کی خاطر خاک اور خون میں تڑپنے کا شوق اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا، تب ان شاء اللہ تعالیٰ خود انہی مسلمانوں میں سے کوئی سلطان صَلاحُ الدِّین اَیُّوبی رحمۃ اللہ علیہ بھی پیدا ہو جائے گا اور کسی ماں کا بیٹا نُورُ الدِّین زَنگی رحمۃ اللہ علیہ جیسا بھی کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انہی اکابر جیسا عزم، حوصلہ اور نیّت عطاء فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ

يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ

باب ۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قوت اور شجاعت کی فضیلت، بزدلی اور کمزوری کی مذمت اور ان کے علاج کے طریقے اور امت کے بعض جانبازوں کے حالات کا بیان

- تذکرۂ شجاعت اور بزدلی کے اسباب و علاج
- تذکرۂ شجعان امت و ابطالِ اسلام

امیر کی صفات

❶ نرم دل اور با اخلاق ہو۔

❷ اپنے رُفقاء کو (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) مُعاف کرنے والا ہو۔

❸ جماعت اور رُفقاء کے لئے اِستغفار کرتا ہو۔

❹ جماعت کا نظام مشورہ سے چلانے والا ہو۔

❺ صاحبِ عزم ہو۔(۶) مُتوکّلِ علی اللہ ہو۔ (فتح الجواد:۱/۲۹۹)

غور فرمائیں

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال فرماتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء، علماء، فقہاء رحمہم اللہ بھی جہاد فرماتے تھے جہاد کے دوران اُن پر سخت حالات، ظاہری شِکست اور آزمائشیں بھی آتی تھیں اِن تینوں امور پر غور کیا جائے تو جہاد کے خلاف اُٹھائے جانے والے بہت سے وساوس کا جواب مل سکتا ہے۔ (فتح الجواد:۱/۲۵۵)

باب ۳۳

قوّت اور شجاعت کی فضیلت، بزدلی اور کمزوری کی مذمت اور ان کے علاج کے طریقے اور اُمّت کے بعض جانبازوں کے حالات کا بیان

مُسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور مسلمان زیادہ بہتر اور اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک زیادہ محبوب ہے کمزور مسلمان سے اور ہر ایک میں بھلائی ہے، اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں نفع پہنچائے اور اللہ (تعالیٰ) سے مدد مانگو اور کم ہمتی نہ دکھاؤ۔ (مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد)

کئی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بزدلی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں، کم ہمتی اور سُستی سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، بزدلی، زیادہ بڑھاپے اور بُخل سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، عذابِ قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور میں آپ ﷺ کو اکثر یہ دعاء پڑھتے ہوئے سُنتا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔

اے میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں، فکر سے اور غم سے، کم ہمتی اور سستی سے، بُخل اور بزدلی سے اور قرضے کے بوجھ سے اور لوگوں کے دبا لینے سے۔ (بخاری، ترمذی)

ان دُعاؤں میں حضور اکرم ﷺ کے جامع کلمات کا اعجاز نظر آتا ہے، آپ ﷺ نے هَمّ

(فکر) اور حَزَنْ (غم) کو جمع فرمایا، کیونکہ "ھَمّ" یعنی فکر آئندہ آنے والے حالات سے ہوتا ہے اور "حَزَنْ" یعنی غم گزشتہ حالات پر ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے "عَجْز" (کم ہمتی یا کمزوری) اور کَسَل (سستی) کو جمع فرمایا، کیونکہ "عَجْز" یعنی کم ہمتی اور کمزوری کا معنی یہ ہے کہ انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس پر قدرت نہیں پاتا اور "کَسَل" یعنی سستی کا معنی یہ ہے کہ انسان کا بدن ضروری چیزوں کو اداء کرنے سے کمزوری دکھاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بُخل (کنجوسی) اور جُبن (بزدلی) کو جمع فرمایا، کیونکہ بُخل نام ہے، مال خرچ نہ کرنے کا اور جُبن نام ہے، جہاد میں جان قربان نہ کرنے کا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ضَلَعِ الدَّیْنِ (قرضے کے بوجھ) اور غَلَبَةِ الرِّجَالِ (لوگوں کے غالب آجانے) کو جمع فرمایا ہے، کیونکہ ان میں سے پہلی چیز انسان کے باطن کو مغلوب کرتی ہے جبکہ دوسری چیز اس کے ظاہر کو محکوم بنادیتی ہے۔

حضرت مُصْعَب بن سَعد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) حضرت سَعد رضی اللہ عنہ ہمیں پانچ دعائیں مانگنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسُولُ اللہ ﷺ ان کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

[وہ پانچ دعائیں یہ ہیں:-]

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا یَعْنِیْ فِتْنَةَ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

اے میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بخل سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بزدلی سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ میں بدترین عمر کی طرف لوٹایا جاؤں [یعنی بہت بوڑھا ہوجاؤں] اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنے یعنی دجّال کے فتنے سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں عذابِ قبر سے۔ (بخاری، مسلم)

بُخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت سَعد رضی اللہ عنہ ہمیں یہ دُعاء اس طرح سکھاتے تھے جس طرح کتابت سکھائی جاتی ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دُعاء مانگا کرتے تھے۔ (بخاری)

فصل

تذکرۂ شجاعت اور بزدلی کے اسباب و علاج

شجاعت

دل کے اپنے عزم پر پختہ رہنے کو شجاعت کہتے ہیں اور یہی ہر کمال حاصل کرنے کا اصل ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعے انسان بلند مقام تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکتا ہے اور دل کا پختہ اور مضبوط ہونا بھی تبھی ممکن ہے، جب انسان کا مزاج اور اس کی عقل درست ہو اور اس کی طبیعت میں اعتدال ہو، اگر انسان کے دل کی قوت حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو پھر یہ خواہ مخواہ کا تہوُّر (لاپروائی) بن جاتا ہے اور اگر دل کی قوت کم ہو جائے تو یہی بزدلی کہلاتی ہے، تہوُّر [یعنی بے لگام بہادری] اور بزدلی دونوں ناپسندیدہ چیزیں ہیں اور ان دونوں کے درمیانی درجے کو شجاعت کہتے ہیں، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ انسان کا دل ہمیشہ اعتدال پر رہے اور کسی طرح کی افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہو۔ جہاں تک بزدلی کا تعلق ہے تو اس کا علاج کرنا چاہئے، [کیونکہ وہ ایک سخت بیماری ہے] اور اس کا علاج اسی وقت ممکن ہے، جب ان اسباب کا خاتمہ کیا جائے جن کی وجہ سے انسانی طبیعت میں اعتدال نہیں رہتا اور انسان بزدلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

[ذیل میں ان بعض اسباب کو ان کے علاج سمیت ذکر کیا جاتا ہے جن سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔]

بزدلی کی وجہ یا تو جہالت اور ناواقفیت ہوتی ہے، چنانچہ مسلسل تجربے اور علم کی وجہ سے ایسی بزدلی ختم ہو جاتی ہے، یا پھر کمزوری اور خوف کی وجہ سے انسان بزدل ہو جاتا ہے، ایسی بزدلی کا علاج یہ ہے کہ وہ کام جس سے انسان کو خوف آتا ہو بار بار کرے، اس طرح سے اس کی بزدلی دور ہو جائے گی، یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ ابتداء میں امامت، خطابت اور حکّام کے سامنے بات کرنے سے خوف آتا ہے اور زبان لڑکھڑا جاتی ہے، لیکن اگر بار بار یہ کام کئے جائیں تو کمزوری دور ہو جاتی ہے اور اس کی بجائے انسان اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہے، کیونکہ جمہور کے نزدیک انسانی اخلاق اور طبیعتیں اس قابل ہیں کہ انہیں بدلا جا سکتا ہے۔ آپ

نے جوگیوں کے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ خوفناک سے خوفناک سانپ کو آسانی سے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں، کیونکہ ان کی طبیعت کو اس کا عادی بنادیا جاتا ہے، جب کہ ایک زبردست بہادر آدمی جس کا سانپ سے واسطہ نہ پڑا ہو، وہ سانپ کو چھونے کی ہمت بھی نہیں کرتا۔

اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑی سی تربیت کے بعد وحشی جانور اور درندے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہوجاتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی ابتدائی فطرت اور طبیعت کے خلاف ہے، اِسی طرح بعض اکٹھے رہنے والے جانوروں کو جب تربیت دے دی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگ جاتے ہیں اور اپنے ہم نسل بھائیوں کو پھاڑ دیتے ہیں۔ آپ نے مُرغوں، دُنبوں اور دوسرے جانوروں کی لڑائیاں دیکھی ہوں گی، حالانکہ عام فطرت وعادت کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں لڑتے۔ اِسی طرح تربیّت کے ذریعے دو دشمنوں کو دوست بنادیا جاتا ہے، جیسا کہ مداریوں کے ہاں آپ نے بلی پر چوہے کو سوار دیکھا ہوگا اور کتے اور بِلی کو بھی باہم شیروشکر دیکھا ہوگا، حالانکہ آپ ان کی باہمی دُشمنی کو خوب جانتے ہیں۔

تو جب جانوروں کا مزاج، طبیعت اور عادتیں اس طرح سے بدلی جاسکتی ہیں، تو انسان تو زیادہ آسانی سے شَر اور خیر کو قبول کرلیتا ہے، کیونکہ ان دونوں چیزوں کا مادہ اس میں رکھا گیا ہے اور اس کی طبیعت جانوروں کی بنسبت زیادہ آسانی سے کسی چیز کو قبول کرلیتی ہے۔

ایک اہم نکتہ

فتح اور کامیابی کا یقین انسان میں قوّت اور بہادری پیدا کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے بہادروں کو کس طرح سے پچھاڑتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں جب کسی سے لڑتا ہوں تو پہلے سے یہ ذہن بنالیتا ہوں کہ میں اُسے قتل کردوں گا۔

بعض مجاہدین کا قول ہے کہ جنگ کے دوران اپنے دل میں جرأت بھرلو، کیونکہ یہی کامیابی کا سبب ہے۔

قدماء کا قول ہے کہ جس نے دشمن کو مرعوب کردیا، اس نے اپنے لئے لشکر تیار کرلیا۔ اگر ہم تجربے کی آنکھ سے دیکھیں تو ہمیں پسپائی اختیار کرنے کی وجہ سے مارے جانے والے زیادہ نظر آئیں گے اُن کی بنسبت، جو آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

اپنے دل سے وہم اور وسوسوں کو نکال دینے سے ہی انسان اپنی منزل کو پاسکتا ہے، جب کہ پسپائی اختیار کرنا موت کا دستر خوان ہے اور اسی سے دشمنوں کی ہمت بڑھتی ہے اور ہر وہ چیز جس کا رُعب انسان کے دل پر چھاچکا ہو، اُسے صرف شجاعت کے ذریعے سے دل سے نکالا جاسکتا ہے، مثلاً اگر آپ کا دل چاہے کہ کسی انسان کو اپنا مال دے دیں تو ایک دم طبیعت پریشان ہوجائے گی اور دل پر کمزوری چھاجائے گی اور نفس کہے گا کہ کل تمہیں خود اس مال کی ضرورت پڑسکتی ہے اور شیطان فقروفاقے سے ڈرائے گا، لیکن اگر آپ نے اپنے عزم کو پختہ کرلیا اور دل کو مضبوط کرلیا تو دل سے وسوسے ڈھل جائیں گے اور کمزوری اور بے بسی کی بجائے دل میں طاقت محسوس ہونے لگے گی۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس شخص کو مخلوق کا طاقتورترین اور سب سے مضبوط شخص قرار دیا گیا ہے جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہل رہی تھی اور جھک رہی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تو وہ رُک گئی۔ فرشتے پہاڑوں کی طاقت دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہوں نے پوچھا: اے ہمارے رب! کیا آپ نے پہاڑوں سے بھی طاقتور کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا [یعنی لوہا پہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہے]۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز آپ نے پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں آگ۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا آگ سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا پانی سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہوا۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا ہوا سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ (ترمذی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص صدقہ مخفی رکھنے پر قادر ہوگیا وہ مخلوق میں سب سے زیادہ طاقتور ہے اور اس طاقت سے مُراد جسمانی طاقت نہیں، بلکہ اس کے دل کی مضبوطی ہے کہ اس نے جس چیز کا عزم کیا، اُسے کر دکھایا، بس اسی دل کی مضبوطی کو شجاعت اور بہادری کہتے ہیں۔

امام ابوبکر طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

❶ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرسکتا ہے اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں سے بچ سکتا ہے۔

❷ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان ہر طرح کے فضائل کو حاصل کرسکتا ہے۔

❸ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان نفس کی غلامی اور گندگیوں میں لتھڑنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

❹ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کی ایذاء کو اور اپنے دوست کی بیوفائی کو برداشت کرسکتا ہے۔

❺ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان راز کو چھپا سکتا ہے اور ذلت سے بچ سکتا ہے۔

❻ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان مشکل کاموں میں کُود سکتا ہے۔

❼ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان بڑے بڑے ناپسندیدہ بوجھ برداشت کرسکتا ہے۔

❽ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان لوگوں کی عادتوں کو برداشت کرسکتا ہے۔

❾ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان اپنی سوچ اور عقل کے ہر ارادے اور عزم کو پورا کرسکتا ہے۔

❿ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان دل میں نفرت اور غصہ رکھ کر اُوپر سے مُسکرا سکتا ہے۔

جیسا کہ حضرت اَبُو دَرْدَاء رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم کچھ لوگوں کے سامنے مُسکراتے ہیں، جبکہ ہمارے دل اُن پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم بعض ایسے ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں جنہیں ہم کاٹ دینا چاہتے ہیں۔[جائز حالات کے تحت ایسا کرنا بے شک بہادروں کا کام ہے، جبکہ بُزدل آدمی اپنے اندر کا سب کچھ اُگل کر دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور کمزور ہو جاتا ہے۔]

خوب جان لیجیے کہ جنگ کے دوران بہادری تین طرح کی ہے:-

❶ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں اور دُشمنوں کے ساتھ آنکھیں چار ہو جائیں تو مجاہد کو چاہیے کہ دونوں لشکروں کے درمیان نکل کر اعلان کرے کہ

"ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ" ہے کوئی جو میرے مُقابلے کی ہمت کر سکے"۔

❷ جب جنگ شروع ہو جائے اور صفیں بکھر جائیں اور کسی کو علم نہ ہو کہ کدھر سے موت آئے گی، اس وقت اپنے حواس پر قابو رکھے، دل کو مضبوط اور عقل کو حاضر رکھے اور بدحواسی میں مُبتلا نہ ہو جائے۔

❸ اگر مجاہدین پسپا ہونے لگیں تو اُن کے پیچھے جا کر انہیں واپس آنے کی ترغیب دے اور اُن کے دلوں کو مضبوط کرے اور ایمان افروز اور جذبات اَفزا باتیں کر کے ان کے حوصلے بڑھائے اور اپنے ساتھیوں کو سہارا دیکر پھر لڑائی پر آمادہ کرے، ایسے حالات میں بہادُری بہت پسندیدہ عمل ہے۔ اسلاف کا قول ہے کہ بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا، غافلین کے پیچھے اِستغفار کرنے والوں کی طرح ہے۔

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ سب سے بڑا بہادُر وہ ہے جو اپنے سب سے بڑے دُشمن یعنی نفس پر قابو پالے۔

رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا سب سے بڑا دُشمن تمہارے پہلو میں ہے۔

(بیہقی باسناد ضعیف)

پس جس نے اپنے نفس کو شریعت کے تابع بنادیا کہ جہاں شریعت کچھ کرنے کا حکم دے، وہ کر گزرے اور جہاں روک دے، وہاں رک جائے، جہاں آگے بڑھائے، آگے بڑھ جائے اور جہاں پیچھے ہٹائے، پیچھے ہٹ جائے، تو ایسا شخص سب سے بڑا بہادُر ہے، لیکن وہ شخص جو ہر حال میں کچھ کرنا ہی چاہتا ہو خواہ وہ کام کرنا جائز ہو یا نہ ہو۔ تو ایسا شخص بہادُر نہیں ہے، بلکہ وہ بھیڑیئے، گدھے اور خنزیر کی طرح محض ضدی اور نفس پرست ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور وہ نہیں ہے جو مدمقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غُصّے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھ سکے۔ (بخاری، مسلم)

ابنِ حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں الفاظ یہ ہیں: طاقتور وہ نہیں ہے جو لوگوں پر غالب آجائے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے۔

بُزدلی انسان کیلئے ہلاکت ہے اور بہادُری اس کی ڈھال ہے، اس لئے حدیث شریف

میں بُزدلی کو ایک مرد کیلئے بدترین بیماری قرار دیا گیا ہے۔

رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی میں سب سے بُری چیز سخت کنجوسی اور سخت بُزدلی ہے۔ (ابوداوٗد)

بُزدلی درحقیقت تقدیر کے بارے میں شک اور اللّٰہ تعالیٰ سے بدگمانی کا نتیجہ ہے، کیونکہ جس انسان کو یقین ہو کہ موت کا وقت مُقرّر ہے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سچ فرمایا ہے کہ ہر شخص کے لئے موت کا وقت طے ہے، تو ایسا شخص کبھی بُزدلی اور فرار کو اختیار نہیں کر سکتا، ہاں اگر اُسے تقدیر کے بارے میں شک ہو اور اللّٰہ تعالیٰ کے کلام کو بھی سچا نہ جانتا ہو، تو وہ بُزدلی اختیار کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید گھر بیٹھنے سے میری موت ٹل جائے گی یا میری زندگی لمبی ہو جائے گی، حالانکہ موت ایسی چیز ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی ڈھال نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تقدیر بدل جائے اور تقدیر اٹل ہے وہ نہیں بدلتی۔

رَسُولُ اللّٰہ ﷺ نے حضرت عبدُاللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند باتیں بتاتا ہوں، اللّٰہ (تعالیٰ) کو یاد رکھو، اللّٰہ (تعالیٰ) تمہیں یاد رکھے گا اور تم اُسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تمہیں مانگنا ہو تو صرف اللّٰہ (تعالیٰ) سے مانگو۔ جب تمہیں مدد چاہئے ہو تو صرف اللّٰہ (تعالیٰ) سے مدد چاہو، خوب اچھی طرح جان لو کہ اگر تمام لوگ تمہیں نفع پہنچانے کیلئے اکھٹے ہو جائیں تو وہ تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے، مگر اتنا ہی جتنا اللّٰہ (تعالیٰ) نے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے، مگر وہی جو اللّٰہ (تعالیٰ) نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اُٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں [یعنی تقدیر لکھی جا چکی ہے]۔ (ترمذی)

بیہقی کی روایت میں ہے:

خوب اچھی طرح جان لو! جو [نفع یا نقصان] تمہیں پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو [نفع یا نقصان] تمہیں نہیں پہنچنا وہ نہیں پہنچ سکے گا، خوب جان لو کہ فتح صبر کے ساتھ اور کُشادگی مصیبت کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (بیہقی)

فصل

تذکرہ شجعانِ امت و ابطالِ اسلام

سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری

سب سے بہادر اور سب سے مضبوط دل والے انسان ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں، آپ ﷺ نے بہت مشکل مقامات پر اس وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، جب بڑے بڑے بہادر میدان چھوڑ جاتے تھے، مگر آپ ﷺ ان خوفناک اور خون آشام مقامات پر ڈٹے رہے، آگے بڑھتے رہے اور آپ ﷺ کے عزم اور آپ کی یلغار میں ذرہ برابر کمی نہ آئی، دنیا کا ہر بہادر کہیں نہ کہیں فرار یا کمزوری کا شکار ہوا، مگر آقائے دوجہاں ﷺ نے اس کا تصوّر تک نہیں فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے، ایک رات اہلِ مدینہ نے کوئی خوفناک آواز سُنی، لوگ اس آواز کی طرف دوڑے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وہاں سے واپس آتے ہوئے پایا، کیونکہ آپ ﷺ ان سے پہلے اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے، [واپسی پر دیکھا گیا کہ] آپ ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے گلے میں تلوار لٹک رہی ہے اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں: ڈرنے کی کوئی بات نہیں، ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شجاع، زیادہ دلیر، زیادہ سخی اور زیادہ راضی ہونے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (نسائی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی اور میدانِ کارزار گرم ہو جاتا تھا تو ہم نبی کریم ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی آپ کی بنسبت دشمن

کے زیادہ قریب نہیں ہوتا تھا، بدر کے دن ہم نبی کریم ﷺ کی آڑ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور آپ ﷺ نے اس دن سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی۔ کہا جاتا تھا کہ بہادر وہی ہے جو جنگ میں نبی کریم ﷺ کے قریب ہو، کیونکہ آپ ﷺ دشمن کے قریب ترین ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ [اپنے لشکر میں سے] سب سے پہلے جنگ شروع فرماتے تھے۔

(اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصفہانیؒ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قیس قبیلے کے ایک شخص نے کہا: کیا آپ لوگ حُنین کے دن نبی کریم ﷺ کو [میدانِ جنگ میں اکیلا] چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے فرار اختیار نہیں فرمایا، قبیلہ ہوازن کے لوگ اُس دن تیر برسا رہے تھے، ہم نے جب اُن پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، ہم لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو اُنہوں نے ہمیں تیروں پر لے لیا، میں نے نبی کریم ﷺ کو [تیروں کی اس بوچھاڑ میں] اپنے سفید خچر پر دیکھا اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اُس خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں، میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔

(بخاری، مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کی قسم! جب سخت لڑائی ہوتی تھی تو ہم نبی کریم ﷺ کی پناہ میں آجاتے تھے اور ہم میں زیادہ بہادر وہی ہوتا تھا جو نبی کریم ﷺ کے قریب رہ کر لڑتا تھا اور جب اُبَیّ بن خلف [مُشرِک] نے اُحد کے دن آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگا: محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر یہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا اور وہ [پہلے] نبی کریم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فَرَق مکئی کھلاتا ہوں، میں اسی

پر بیٹھ کر آپ کو قتل کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اُسے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ غزوۂ اُحد کے دن اُبیّ بن خلف نے اپنے اُسی گھوڑے پر بیٹھ کر حضورِ اکرم ﷺ پر حملہ کیا، کچھ مسلمان اسے روکنے کیلئے آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو اور راستہ چھوڑ دو، نبی کریم ﷺ نے حضرت حارث بن صِمّہ رضی اللہ عنہ سے برچھی لے لی اور اُسے تول کر اُبیّ بن خلف کو گردن پر دے ماری، جس کے بعد وہ کئی بار اپنے گھوڑے سے گرا —— ایک روایت یہ ہے کہ یہ برچھی اس کی پسلی پر لگی تھی، جب وہ زخمی ہوکر واپس لوٹا تو کہنے لگا: مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا۔ مُشرکین نے کہا کہ تمہیں زیادہ زخم نہیں آیا۔ کہنے لگا: اگر میرا یہ زخم سب لوگوں میں بانٹ دیا جائے تو سب مارے جائیں گے، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے، کہ محمد (ﷺ) نے کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کریں گے؟ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر تُھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ یہ ملعون مکہ واپس جاتے ہوئے مقامِ سَرِف پر مرگیا۔

نبی کریم ﷺ نے رُکانہ پہلوان سے کُشتی فرمائی اور اُسے پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)

حافظ مِزّی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رُکانہ کو دو یا تین بار پچھاڑ دیا اور ایک روایت کے مطابق یہی واقعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ (تہذیب الکمال للمزیؒ)

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رُکانہ جسے نبی کریم ﷺ نے پچھاڑا تھا، لوگوں میں سب سے طاقتور آدمی تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی شُجاعت کسی بیان کی محتاج نہیں ہے، ہم نے یہاں اس کا مختصر تذکرہ کر دیا ہے، جو مزید تفصیلات دیکھنا چاہتا ہے وہ سیرت اور مَغازی کی کُتب کا مُطالعہ کرے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی شُجاعت اور دل کی مضبوطی سمجھنے کیلئے تھوڑا سا معراج کے واقعے پر غور کیجئے، آپ کو خود آپ ﷺ کے مضبوط دل اور ناقابلِ شکست حواس کا اندازہ ہو جائے گا، خُصوصاً آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا اور نُورِ ربّانی کو برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے بعد ہم آپ ﷺ کی اُمّت میں سے کچھ بہادُروں کا تذکرہ کرتے

ہیں، اگر چہ ان کی تعداد بے شمار ہے، لیکن ہم حضورِ اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت کچھ حضرات کا تذکرہ کریں گے۔

خلیفۂ رسول، یارِ غارِ رسول، افضل الخلق بعد الانبیاء علیہم السلام
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ حاضرینِ مجلس نے عرض کیا: اے امیرالمؤمنین! آپ سب سے بہادر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے جسے بھی مقابلے کی دعوت دی، اس کا پورا حساب چکا دیا، لیکن لوگوں میں سب سے بہادر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جب غزوۂ بدر کا دن تھا تو ہم نے حضورِ اکرم ﷺ کے لئے ایک عریش [چبوترہ] بنا دیا تھا اور ہم نے کہا کہ اللہ کے نبی (ﷺ) کے ساتھ کون رہے گا؟ جو مشرکوں کو آپ ﷺ تک نہ پہنچنے دے، اللہ کی قسم! اس دن یہ سعادت صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی حاصل کی اور وہ اپنی کھلی تلوار لے کر حضورِ اکرم ﷺ کے سرِ مبارک کے پاس کھڑے رہے۔

مکہ میں ایک بار مشرک حضورِ اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، ان میں سے کوئی آپ ﷺ کو گھسیٹ رہا تھا، کوئی دھکے دے رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے: کیا تم ہی سارے معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود کی دعوت دیتے ہو؟ اللہ کی قسم! اس دن ہم میں سے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے، وہ کسی مشرک کو مار کر ہٹاتے تھے، کسی کو گھسیٹتے تھے اور کسی کو دھکے دے کر حضورِ اکرم ﷺ سے دور کرتے تھے اور کہتے تھے: اے مشرکو! ہلاک ہو جاؤ، کیا تم انہیں اس لئے مارتے ہو کہ یہ کہتے ہیں: میرا رب اللہ (تعالیٰ) ہے؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرکاءِ مجلس سے فرمایا: میں تمہیں اللہ (تعالیٰ) کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آلِ فرعون میں سے [خفیہ] ایمان لانے والا افضل ہے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ شرکاءِ مجلس خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک گھڑی، آلِ

فرعون میں سے ایمان لانے والے شخص کے زمین بھر کے اعمال سے افضل ہے، وہ مؤمن تو اپنا ایمان چھپاتا تھا جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ (مجمع الزوائد)

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا کہ حضرت ابُوبکر صِدّیق رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہادر تھے، آپ کے دل کی مضبوطی، عزم کی پختگی اور حواس کی قوت کا اندازہ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق اور صلح حُدیبیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ [ہجرت کا پورا واقعہ بھی حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی بہادری، شجاعت اور قوتِ قلبی کا بھرپور ثبوت ہے۔]

اور آپ نے سب سے زیادہ قوت کا مظاہرہ اس وقت کیا جب حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے وصال فرماگئے، اس زلزلہ خیز موقع پر جب کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے حواس کھو بیٹھے تھے، حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُمّتِ مُسلمہ کو سنبھالا، بے شک اگر اس دن آپ مثالی ہمت کا مُظاہرہ نہ فرماتے تو نہ معلوم اُمّت کا کیا حال ہوتا؟

اِسی طرح اپنے دورِ خلافت میں آپ نے مُرتدین، مدعیانِ نبوّت کے علاوہ مانعینِ زکوٰۃ سے بھی جہاد کا فیصلہ فرمایا، وہ آپ کی قوّتِ قلبی اور فراستِ ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے، یہ ان کی شجاعت ہی تو تھی کہ اسلام کی عمارت جس جگہ حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے، صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُسے وہاں سے ذرہ برابر نہیں ہلانے دیا اور دین میں ایک شوشہ برابر کمی برداشت نہیں فرمائی، آپ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔

عزتِ اسلام امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور ایمانی قوت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو لوہے کا پہاڑ قرار دیا گیا ہے۔

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے یہ فرمانا [بھی ان کی فضیلت کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہے] کہ اے ابنِ خطّاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! شیطان جس گلی میں آپ کو دیکھتا ہے، اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

اور اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ کا یہ دعاء فرمانا کہ اے میرے پروردگار! عمرؓ بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخشئے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت سے ہم عزت مند چلے آتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کیساتھ لڑائی کر کے کعبہ میں نماز اداء فرمائی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز اداء کی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا: آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔ (الریاض النضرہ لمحب الدین طبریؒ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت اعلیٰ درجہ کے شجاع تھے، اسلام کی عظمت کی خاطر آپ کے بہادرانہ کارنامے بے شمار ہیں، جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جن کے ساتھ کشتی کی اور اُسے تین بار پچھاڑ دیا۔ (الریاض النضرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ شیطان اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی برائی کی ترغیب دے سکے۔ (الریاض النضرہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان عمرؓ کے قدموں کی آہٹ سن کر بھاگ جاتا ہے۔ (الریاض النضرہ)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں کان پکڑ کر چھلانگ لگاتے تھے اور بغیر کسی چیز کو پکڑے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھتے تھے۔

[مثالِ حیاء، ذوالنورین، امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں اپنے مالدار گھرانے کی سختیاں جھیلنا، حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں

کرنا، غزوۂ حُدَیبیہ کے موقع پر حضورِ اکرم ﷺ کا سفیر بن کر جانا، یہ سارے واقعات آپ کی بے پناہ شُجاعت کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہیں، ہم نے پیچھے حدیث شریف کے حوالے سے پڑھ لیا کہ جو شخص مُخفیہ صدقہ دینے پر قادر ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے مضبوط اور طاقتور ہے، حضرت عُثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی تو کوئی صبح اور کوئی شام مُخفیہ اور عَلانیہ صدقات سے خالی نہیں تھی، اسلام کی خاطر ان کا بے دریغ مال لُٹا دینا ان کی قوّت قلبی اور مضبوط ایمان کا ثُبوت ہے، اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ رضی اللہ عنہ نے شُجاعت کی جو مثال قائم کی، وہ بلاشُبہ بہت عظیم کارنامہ ہے، آپ نے ایک طرف تو حضورِ اکرم ﷺ کی وصیّت اور حکم پر عمل کرتے ہوئے قمیصِ خلافت کو نہیں اُتارا اور دوسری طرف باوجود قوّت اور طاقت کے اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں نہیں لڑایا، بلکہ آدھی دنیا سے زائد کا یہ عظیم حکمران نہایت مظلومیت کے ساتھ شہید کردیا گیا۔]

اسد اللہ الغالب، امیرِ شجاعت، امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ کی بہادری کی ایک امتیازی شان تھی، غزوۂ بدر کے دن حضورِ اکرم ﷺ نے آپ کو لشکرِ اسلام کا جھنڈا عطاء فرمایا تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔

ابنِ عبدُالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ ہر لڑائی میں شریک رہے، سوائے غزوۂ تبوک کے کہ اس میں حضورِ اکرم ﷺ نے خود آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور ارشاد فرمایا: اے علیؓ! آپ میرے لئے اسی طرح ہیں جس طرح موسیٰ کے لئے ہارُونؑ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

غزوۂ خیبر میں رسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول سے محبّت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسُول اس سے محبّت کرتے ہیں، وہ شخص میدان سے بھاگنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر [اس قلعے کو] فتح فرمائے گا، پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دُکھ

رہی تھیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطاء فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی۔

(بخاری، مسلم وجملہ اصحاب الصحاح والسنن)

مُصعَب بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت مہارت کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور اپنے مدمقابل کو سخت غلطی میں ڈالتے تھے، جب آپ حملہ کرتے تھے تو ہر طرف سے خوب چوکنا رہتے تھے، اس لئے کوئی آپ پر قابو نہیں پاسکتا تھا، آپ کی زرہ صرف آپ کے سینے کو ڈھانپتی تھی، پیٹھ کو نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کو پشت کی طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہوتا؟ فرمانے لگے: اگر دشمن میری پیٹھ پر وار کرنے کی جگہ پالے، پھر بھی اگر علی بچ جائے تو اللہ تعالیٰ دشمن کو باقی رکھے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ خیبر میں حضورِ اکرم ﷺ نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا تو ہم بھی ان کے ساتھ گئے، جب قلعے کے قریب پہنچے تو قلعے کے یہودیوں نے مقابلہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑتے رہے، اس لڑائی میں آپ کی ڈھال آپ کے ہاتھ سے گرگئی تو آپ نے ایک دروازہ بطورِ ڈھال کے ہاتھ میں لے لیا اور قلعہ فتح ہونے تک آپ اُسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے، فتح کے بعد آپ نے اُسے پھینک دیا، اس کے بعد ہم سات آدمیوں نے زور لگا کر اس دروازے کو اُلٹنا چاہا تو نہ اُلٹ سکے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

مُبشّر بالجنۃ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی غزوۂ اُحد کا تذکرہ فرماتے تھے تو کہتے تھے: وہ دن تو سارا کا سارا طلحہ رضی اللہ عنہ کے نام رہا، میں جب سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کی طرف لوٹا۔ تو میں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک شخص کو لڑتے دیکھا۔ میں نے کہا: یہ طلحہ رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے، جو اس شرف کو حاصل کرگئے جسے میں حاصل نہ کرسکا اور فرمایا کہ اس دن طلحہ رضی اللہ عنہ کو ستّر سے زائد تیر، تلوار اور نیزوں کے زخم لگے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن مسلمان [اچانک حملے سے بوکھلا کر] پیچھے

ہٹ گئے، صرف ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور وہ اپنی ڈھال کے ذریعے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بہت زبردست تیرانداز تھے انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں اور جو مسلمان بھی اپنے ترکش میں تیر لے کر گزرتا تھا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ تیر حضرت طلحہ کو دے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کو دیکھنے کیلئے سر مبارک اُوپر اُٹھاتے تھے، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے: میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں، اے اللہ کے نبی! آپ کو دشمنوں کا تیر نہ لگ جائے، میری گردن آپ کی گردن کے لئے بطورِ ڈھال حاضر ہے۔ اس دن [اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ نعمت آنے والی] اُونگھ کی وجہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار چھوٹ کر گر گئی۔

قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا، انہوں نے اسی ہاتھ سے [تیر روک کر] حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کیا تھا۔ غزوہ اُحد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اسی جانثاری کے اعتراف میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے حضرات نے بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے انہیں جنّت اور حوروں کی دعائیں دیں اور حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور انہیں اسلام کی چکی کا محافظ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا امام قرار دیا۔ (ابن عساکر)

مُبشَّر بالجنۃ حضرت زُبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ

اسلام کیلئے سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی شجاعت اور دلیری سے عبارت ہے، مکہ مکرمہ میں ایک بار جب شیطان نے افواہ اُڑادی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا گیا ہے، تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے، اس واقعہ پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر واقعی مجھے پکڑ لیا گیا ہوتا، تو تم کیا کرتے؟ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ جن کی عمر

اس وقت بارہ سال تھی، کہنے لگے: اگر ایسا ہو جاتا تو میں اہلِ مکہ کو اتنا قتل کرتا کہ ان کے خون کی نہر چلا دیتا اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔ یہ سن کر حضورِ اکرم ﷺ ہنس پڑے اور آپ ﷺ نے اپنی چادر حضرت زُبیر رحمۃ اللہ علیہ کو پہنا دی۔ اس وقت حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا سلام زُبیر کو پہنچا دیجئے اور انہیں خوشخبری دے دیجئے کہ آپ کی بعثت سے قیامت قائم ہونے تک جتنے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار اٹھائیں گے، ان سب کا ثواب اللہ تعالیٰ زُبیر کو عطاء فرمائیں گے اور ان کے اَجر میں بھی کمی نہیں کی جائے گی، کیونکہ زُبیر نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار اٹھائی ہے۔

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن میرا سامنا عُبیدہ بن سعید سے ہُوا، جو لوہے میں غرق تھا اور اس کی آنکھوں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور سیدھا اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا وہ مُردار ہو کر گر گیا۔ میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کافی زور لگایا اور اپنا نیزہ اس کے جسم سے نکال لیا، مگر وہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کے پورے جسم پر زخموں کے نشان تھے اور یہ سارے زخم انہیں جہاد کرتے ہوئے لگے تھے۔ ان کے بیٹے عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بچپن میں ان کے بعض زخموں میں ہاتھ ڈال کر کھیلتا رہتا تھا یعنی وہ زخم بہت گہرے تھے۔ (الریاض النضرۃ)

عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے، جب وہ گھوڑے پر بیٹھتے تھے تو ان کے پاؤں زمین پر لگتے تھے اور وہ بڑے بالوں والے تھے، بچپن میں بعض دفعہ میں ان کے بال پکڑ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ (الریاض النضرۃ)

جنگِ جمل میں جب ابنِ جرموز نے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان کی تلوار کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس تلوار نے کتنے طویل عرصے تک حضورِ اکرم ﷺ کے غموں کو دُور کیا۔ (الریاض النضرۃ)

مُبشّر بالجنّۃ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دُعاء دی تھی کہ اے میرے پروردگار! ان کے

نشانے کو دُرست کر دے اور ان کی دُعائیں قبول کر لے۔ [یعنی انہیں درست نشانے والا تیر انداز اور مُستجابُ الدَّعوات بنا دے۔] (مجمع الزوائد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا کہ آپ نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا ہو سوائے حضرت سَعد رضی اللہ عنہ کے، میں نے سُنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرما رہے تھے: اے سَعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ (الریاض النضرۃ)

اِبنِ عَبدُالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سَعد رضی اللہ عنہ قریش کے مشہور اور بہادُر شہسواروں میں سے تھے جو جنگ کے دوران حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ ہوتے تھے، حضرت سَعد رضی اللہ عنہ نے ہی کُوفہ آباد کیا اور کافروں کو مار بھگایا اور اَہلِ فَارِس کے ساتھ جنگیں کیں، حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اَہلِ فارِس کے ساتھ جنگ میں امیر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے فارِس کے اکثر شہروں کی فتح ان کے ہاتھ پر فرمائی۔ (الاستیعاب)

حضرت سَعیدُ بن مُسَیَّب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ غزوۂ اُحُد کے دن حضرت سَعد رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عَبدُاللہ بن عَبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَعد بن اَبی وَقّاص ایک ہزار گھڑسواروں کے برابر ہیں۔ (الریاض النضرۃ)

زُہری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سَعد بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے ایک پرانا اُونی جُبّہ منگوایا اور فرمایا: مجھے اِسی میں کفن دینا، کیونکہ غزوۂ بَدر کے دن میں نے یہی پہن کر مُشرِکین کا مُقابلہ کیا تھا اور یہ میں نے آج کے دن کیلئے چُھپا رکھا تھا۔

(صفوۃ الصفوۃ)

اَمِینُ الاُمّہ حضرت اَبُوعُبَیدہ عامِر بن عَبدُاللہ جرّاح رضی اللہ عنہ

زُبَیر بن بَکّار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ بَدر سمیت تمام غَزوات میں حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ اُحُد کے دن خود [جنگی ٹوپی] کی دو کڑیاں حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں گھس گئی تھیں، حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں

سے کھینچ کر وہ کڑیاں نکالیں، تو ان کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور اِس سے اُن کے چہرے کا حسن بڑھ گیا، بلکہ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ اَبُوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ جیسا خوبصورت منہ کسی کا نہیں ہے اور لوگ کہتے تھے کہ قریش کے دو زیرک مرد اَبُوبکر رضی اللہ عنہ اور اَبُوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا والی بنایا اور انہی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے یَرمُوک اور جَابِیَہ کی فُتوحات عطاء فرمائیں۔

اِبنِ اَثیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ غزوۂ بَدر کے دن حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ کے مُشرِک والد آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے، حضرت اَبُوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ ان سے بچتے پھر رہے تھے، لیکن جب ان کے والد ان کے پیچھے پڑے رہے تو حضرت اَبُوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ نے [اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے] انہیں قتل کر دیا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (المجادلہ: ۲۲)

آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کی مخالفت کرتے ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کُنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور وہ انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی

ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اُحد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اکتیس مشرک قتل فرمائے، پھر آپ پیٹھ کے بَل گر پڑے، زِرہ آپ کے پیٹ سے ہٹ گئی تو اس پر ایک مشرک نے برچھی ماردی، پھر ہندہ نے آپ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر چبالیا، مگر نگل نہ سکی، اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حمزہ کا جگر اُس کے پیٹ میں چلا جاتا تو جہنم کی آگ اُسے نہ چھوتی۔ شہادت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ کو شدید صدمہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان مشرکوں میں سے ستّر کو مار کر اُن کا اسی طرح حُلیہ بگاڑ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ۝ (النحل :۱۲۶)

اور اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کیلئے بہتر ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُمیّہ بن خلف نے ان سے پوچھا کہ [غزوۂ بدر کے دن] تم میں سے وہ کون شخص تھا جس کے سینے پر شُترمرغ کے پَر تھے؟ میں نے کہا وہ حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اُمیّہ نے کہا: انہوں نے ہمارا بہت بُرا حشر کیا۔ غزوۂ بدر کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو تلواریں لے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لڑ رہے تھے۔ (بحوالہ ابن اسحاق)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ناک کان کٹے دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سسکیاں لینے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر صفیہ بُرا نہ مناتیں، تو میں حمزہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا، تاکہ قیامت کے دن اِن کا حشر پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے ہوتا۔

صَفِیَّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت حَمزہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بہن ہیں۔

ذُوالجَنَاحَین حضرت جعفر بن اَبِی طَالِب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ اپنے بھائی حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے دس سال بڑے تھے، غزوہ مُوتہ کے دن آپ شہید ہوئے، آپ نے جب جھنڈا تھاما تو آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، آپ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، جب وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈا سینے سے لگالیا، یہاں تک کہ آپ آگے بڑھتے ہوئے شہید ہوگئے اور آپ کے جسم پر نوّے سے زیادہ زخم تھے۔

بَطَلِ اِسلام حضرت بَراء بن مَالِک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ حضرت اَنَس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے بھائی ہیں اور شہسواری اور بہادری میں آپ کا نام بطورِ مثال پیش کیا جاتا ہے۔ علّامہ ابنِ اثیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ تُستَر کی لڑائی میں آپ نے ایک سو کافروں کو مقابلے کی دعوت دے کر قتل کیا، جب کہ عُمومی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے قتل ہونے والے ان کے عِلاوہ ہیں۔ (اسد الغابہ)

ایک لڑائی میں آپ اپنی ڈھال پر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم اپنے نیزوں کے ذریعے اس ڈھال کو اٹھا کر مجھے دیوار کے اس طرف کافروں میں پھینک دو۔ ان کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کے ساتھی ان تک پہنچے تو اس وقت تک حضرت براء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ دس کافروں کو قتل کرچکے تھے اور ان کے جسم پر اَسّی سے زائد زخم تھے، حضرت خالدؓ بن ولید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک مہینہ ان کی تیمارداری کی، یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہوگئے۔

بَطَلِ اِسلام حضرت مُعاذ بن عَمرو بن جَموح رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا

ان کے اَبُوجَہل پر حملہ کرنے اور اپنے لٹکے ہوئے بازو کو توڑ کر پھینک دینے اور اس حالت میں بھی لڑائی میں جمے رہنے کا قصہ پیچھے گزر چکا ہے۔

بَطَلِ اِسلام حضرت اَبُودُجانہ سِماک بن خَرشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

یہ وہ سعادت مند بہادر مجاہد ہیں، جنہیں حُضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ اُحُد کے دن اپنی تلوار مُبارک عطاء فرمائی، اس دن حُضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعلان فرمایا کہ اس تلوار کا حق کون اداء کرے

گا ؟ ایک شخص کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں تلوار نہیں دی، بالآخر حضرت اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا: یارَسُولَ اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس سے کافروں کو اتنا مارا جائے کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کا حق اداء کروں گا۔

آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطاء فرمادی، وہ ایک بہادُر مرد تھے اور جنگ کے وقت دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلتے تھے۔ حضرت زُبَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اللہ کے نبی نے میرے مانگنے پر مجھے تلوار عطاء نہیں فرمائی اور اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمادی، اب میں دیکھتا ہوں کہ اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہولیا، انہوں نے ایک سُرخ رنگ کی پٹی نکالی اور اُسے اپنے سَر پر باندھ لیا، انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے، حضرت اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ [مفہوم:]

میں وہی ہوں جس سے میرے محبوب دوست نے عہد لیا ہے
اس حال میں جب ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے،
وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں کھڑا نہ ہوں گا
اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رَسُول کی تلوار سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

حضرت اَبُودُجانہ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے ہوئے ہر سامنے آنے والے مُشرِک کو قتل کرتے چلے گئے۔ آپ جنگِ یمامہ میں پاؤں ٹوٹنے کے باوجود لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔

بَطَلِ اسلام حضرت اَبُوطَلحہ اَنصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی زَید بن سَہل رضی اللہ عنہ ہے، غزوۂ اُحد کے دن آپ حضورِاکرم ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اپنے تَرکَش کو پھیلا لیا اور کہنے لگے: میرا چہرہ آپ ﷺ کے چہرے کی ڈھال اور میری جان آپ ﷺ کی جان کے لئے قربان ہے۔ حُنَین کے دن آپ نے بیس مُشرِک قتل فرمائے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابوطلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابوطلحہ کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

سَیفُ اللّٰہِ المسلول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ بہادروں کے سردار اور جنگوں کے امام ہیں، جب سے آپ اسلام لائے حضورِ اکرم ﷺ نے آپ کو گھوڑے کی لگام تھما کر جہاد میں نکالا اور آپ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے رہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مُرتدین کے ساتھ جہاد کی کمان سونپی، جس کا آپ نے حق اداء کر دیا۔ آپ نے رُوم و فارِس کے ایوانوں کو اپنی قوتِ ایمانی، شُجاعت اور مردانگی سے ہلا کر رکھ دیا، ان جنگوں میں آپ کے کارنامے بہت عجیب اور حیرت انگیز ہیں، آپ ساٹھ سال کی عمر میں اس دُنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو آپ کے جسم پر کوئی ایک بالشت برابر جگہ ایسی نہیں تھی جس پر شُہداء کی مُہر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کا زخم نہ ہو۔

قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا، انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زہر ہے، آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اُسے پی لیا اور آپ کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے ساتھی کہا کرتے تھے کہ آپ احتیاط کیجئے، کہیں کافر آپ کو زہر نہ دے دیں، آپ کی شُجاعت کے واقعات اور آپ کے فضائل بے شُمار ہیں۔

بطلِ اسلام حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

آپ کی شُجاعت اور دلیری اور جانبازی کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں کہ آپ نے اکیلے ایک پورے لشکر کو شکستِ فاش دی اور آپ نے ایک سریے میں سات مُشرِک قتل فرمائے۔

بطلِ اسلام حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ

آپ کی مکہ مکرمہ سے روانگی، شہادت کی تمنّا اور میدانِ جنگ میں شُجاعت و ایثار کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ کے لئے خراجِ تحسین بھی بیان ہو چکا ہے۔

بطلِ اسلام حضرت عُکاشہ بن مِحصَن رضی اللہ عنہ

آپ کی بہادری مشہور و معروف ہے۔ ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے واقعات میں لکھا ہے کہ غابہ کی لڑائی میں آپ نے ایک مُشرک اَوبار اور اس کے بیٹے عَمر بن اَوبار کو ایک ہی اُونٹ پر دیکھا تو ان دونوں کو اِکٹھا اپنے نیزے میں پرو کر قتل کر دیا اور کچھ اُونٹنیوں کو چُھڑا لیا۔

بطلِ اسلام حضرت خوّات بن جُبیر رضی اللہ عنہ

ان کی بہادری کے بھی عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں، واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت خوّات رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین کام میں نے ایسے کئے جو کسی نے نہیں کئے ہوں گے، میں ایسی جگہ ہنسا جہاں کوئی نہیں ہنسا، میں نے ایسی جگہ بُخل کیا، جہاں کوئی بھی بُخل نہیں کرتا اور میں ایسی جگہ سویا، جہاں کوئی بھی نہیں سو سکتا، غزوہ اُحد میں میرے بھائی شہید ہو گئے، میں کسی طرح اُن تک پہنچ گیا، دیکھا کہ اُن کا پیٹ چاک کر دیا گیا ہے اور اُن کی آنتیں باہر نکلیں پڑی ہیں، میں نے ایک اور مسلمان سے مدد چاہی اور بھائی کی آنتیں پیٹ میں ڈال کر اُسے اپنے عمامے سے باندھ دیا اور ہم دونوں مُشرکین کے درمیان سے انہیں اُٹھا کر لا رہے تھے، اچانک شہید کے پیٹ سے ان کی آنتوں کی آواز آئی تو میرا ساتھی ڈر گیا اور اس نے شہید کو چھوڑ دیا، اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر ہم چل پڑے، ایک جگہ پہنچ کر میں نے اپنی کمان کی ایک طرف سے زمین کھودنا شروع کی، چونکہ کمان پر تانت تھی اور میں اس بات سے بُخل کیا کہ وہ ٹوٹ جائے۔ زمین کھود کر میں نے بھائی کو دفن کر دیا اور میدان کی طرف آیا تو ایک گھڑ سوار کو دیکھا جو اپنا نیزہ میری طرف سیدھا کر چکا تھا اور مجھے قتل کرنا چاہتا تھا، اس وقت مجھے نیند آ گئی، جب میں بیدار ہوا تو وہ گھڑ سوار وہاں نہیں تھا۔

بطلِ اسلام حضرت عَمرو بن مَعدِی کَرِب رضی اللہ عنہ

آپ مضبوط، طاقتور تومند سوار تھے، آپ کی آواز میں بلا کی کڑک تھی، جب آپ جنگِ صِفّین میں شریک ہوئے تو آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی، آپ کی بہادری کے واقعات بے حد مشہور ہیں۔

علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کے دن اہلِ فارس کے سردار رستم پر حملہ کیا، رستم ایک بڑے ہاتھی پر سوار تھا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ہاتھی کی کونچیں پکڑ کر کھینچیں تو رستم نیچے گر گیا اور اس کے اوپر ہاتھی آ گرا، اس دن رستم کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں چالیس ہزار دینار تھے، رستم کے قتل ہونے کے بعد اہلِ فارس کو سخت ہزیمت ہوئی۔

بطلِ اسلام حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

آپ زمانہ جاہلیت میں جانبازوں کے سردار تھے، پھر جب اسلام لائے تو آپ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور آپ نے بڑے کارنامے سرانجام دیے، یرموک کے دن سخت جنگ کے بعد شہید ہوگئے، اس دن آپ کے جسم پر ستر سے زائد زخم آئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ یرموک کے دن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ہر میدان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں جنگ لڑی اور آج میں تم سے [دشمن پر حملہ کرنے کے لئے] بھاگ رہا ہوں، پھر آپ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو آج موت پر بیعت کرے؟ یہ سن کر حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما نے چار سو مسلمان گھڑ سواروں سمیت بیعت کی اور یہ سب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ڈٹ کر لڑتے رہے، یہاں تک کہ سارے زخمی ہو کر گر پڑے، بعض ان میں سے بعد میں شفایاب ہوگئے، جب کہ باقی وہیں شہید ہوگئے۔ (ابن عساکر)

زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ اس لڑائی میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ بڑھ کر نیزوں میں گھس رہے تھے اور ان کا سینہ اور چہرہ زخمی ہو چکا تھا، کسی نے انہیں کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور اپنے ساتھ کچھ نرمی کا معاملہ کیجئے۔ فرمانے لگے: کل تک میں لات اور عزیٰ بتوں کے لئے خود کو مشقت میں ڈالتا تھا، اب تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے لڑ رہا ہوں۔ نہیں، اللہ کی قسم! نہیں، اب میں اپنی جان لگا کر ہی چھوڑوں گا، چنانچہ آگے بڑھتے ہوئے شہید ہوگئے۔

بطل اسلام حضرت طُلَیحہ بن خُوَیلِد رضی اللہ عنہ

آپ مردِ شجاع اور عظیم جانباز تھے، قادسیہ کی لڑائی میں آپ نے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے اور نہاوند کی لڑائی میں آپ شہید ہوئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت طُلیحہ رضی اللہ عنہ اپنی بہادری اور قوت کی وجہ سے ایک ہزار گھڑ سواروں کے برابر شمار کئے جاتے تھے۔

طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سَعد بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں آپ کی طرف دو ہزار آدمیوں کی مدد بھیج رہا ہوں، یہ ہیں عمرو بن معدِ یکرب رضی اللہ عنہ اور طُلیحہ بن خُوَیلِد رضی اللہ عنہ، [یعنی یہ دونوں دو ہزار کے برابر ہیں]۔ آپ ان دونوں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کریں، البتہ انہیں امیر نہ بنائیں۔ (مجمع الزوائد)

امیر بنانے سے غالباً اس لئے منع فرمایا کہ یہ دونوں حضرات بہت زیادہ بہادر تھے اور لشکر کو زیادہ آگے لے جا کر لڑاتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت طُلیحہ رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ کے دنوں میں رُستم کے لشکر میں گھس گئے اور رات کو ان کی نگرانی کرتے رہے، رات کے آخری حصے میں آپ نے اس لشکر میں بندھے ہوئے سب سے قیمتی گھوڑے کی رسی کاٹی اور اُسے اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر اپنے گھوڑے کو دوڑایا، اس گھوڑے کے مالک اور دوسرے اہلِ لشکر کو جب علم ہوا تو وہ گھوڑوں پر آپ کے پیچھے نکلے اور ایک گھڑ سوار آپ تک پہنچ گیا، حضرت طُلیحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نیزے کے ذریعے اس گھڑ سوار کی کمر توڑ دی اور اس کا گھوڑا بھی اپنے ساتھ لے لیا، اس کے بعد ایک اور گھڑ سوار آپ تک پہنچا تو حضرت طُلیحہ رضی اللہ عنہ نے اُسے بھی قتل کر دیا، پھر جب تیسرا گھڑ سوار آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اُسے گھیر کر خود سپردگی کی دعوت دی، وہ گھڑ سوار ڈر گیا اور اُس نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضرت طُلیحہ رضی اللہ عنہ نے اُسے گرفتار کر لیا۔ مالِ غنیمت کے گھوڑے اور اُس قیدی کو لیکر حضرت طُلیحہ رضی اللہ عنہ حضرت سَعدؓ بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، وہاں اُس قیدی سے گفتگو کیلئے کہا گیا، تو اُس نے کہا: میں نے بہت جنگیں لڑی ہیں اور بڑے بڑے بہادر

دیکھے ہیں اور اُن سے پنجہ آزمایا ہے، لیکن میں نے اِن [یعنی حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ] جیسا بہادُر نہ دیکھا ہے اور نہ سُنا ہے، انہوں نے دو لشکر عُبور کئے اور ایک ایسے لشکر میں رات گزاری جس میں ستّر ہزار مُسلّح [ان کے] دُشمن موجود تھے، پھر وہاں سے خالی ہاتھ آنا گوارا نہیں کیا، بلکہ لشکر کے بہترین شہسوار کا گھوڑا بھی چھین لیا، پھر ہم نے ان کا پیچھا کیا اور ہم میں وہ شہسوار ان تک پہنچا جو ہمارے درمیان ہزار گھڑسواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، انہوں نے اُسے بھی قتل کر دیا، پھر پہلے بہادُر جیسا ایک اور شہسوار ان تک پہنچا، مگر وہ بھی مارا گیا، پھر میں ان تک پہنچا اور میرے خیال میں ہمارے لشکر میں مجھ جیسا کوئی نہیں ہے، لیکن جب میں نے موت کو دیکھا تو گرفتاری دینے پر راضی ہوگیا۔

پھر یہ قیدی مسلمان ہوگیا اور اس نے مسلمانوں کے لئے اہم کارنامے سرانجام دیے۔

بطلِ اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما

آپ خود بھی عظیم بہادُر تھے اور مثالی بہادُر باپ کے صاحبزادے تھے، آپ جانبازوں کے بھی سردار تھے اور عابدوں کے بھی، آپ اس بات کو عیب سمجھتے تھے کہ تلوار کا وار خطا ہو یا ٹیڑھا پڑے، آپ نے افریقہ کی لڑائی میں کافروں کے سردار جُرجیر کو قتل فرمایا۔

عُثمان بن اَبی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں میں عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما کا مُقابلہ نہیں کیا جاسکتا تھا:۔ ❶ شُجاعت میں، ❷ عبادت میں، ❸ بلاغت میں۔

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور منجنیق کے پتھر آپ کے کپڑوں کے کناروں پر لگ رہے ہوتے تھے، مگر آپ کی توجّہ نماز ہی میں رہتی تھی۔

بطلِ اسلام حضرت عبداللہ بن زُبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

یہ اس نام کے ایک دوسرے جانباز اور شُجاع صحابی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جو حُنَین کے دن حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جنگِ اَجنادِین میں شہید ہوئے۔ ابُوالحُویرث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَجنادِین کے دن

کافروں میں سے ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی، حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مُقابلہ کیا اور اُسے مار گرایا، پھر ایک اور کافر نکلا، اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی، حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مُقابلہ کیا اور اُسے بھی مار گرایا، پھر ایک اور کافر نکلا، اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی، حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ مقابلے کیلئے نکلے، دونوں نے نیزوں سے مُقابلہ کیا، پھر تلواریں لے لیں، حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے کاندھے پر وار کیا اور فرمایا: لو! میں عبدُالمُطّلِب کا پوتا ہوں، آپ کی تلوار اس کی زِرہ کاٹتی ہوئی اس کے کندھے کو لگی اور وہ زخمی ہو کر واپس دوڑا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت اِبنِ زُبیر رضی اللہ عنہ کو قسم دی کہ اب وہ مقابلے کیلئے نہ نکلیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں رُک نہیں سکتا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت اِبنِ زُبیر رضی اللہ عنہ کے گرد دس رومی پڑے تھے، جن سب کو آپ نے قتل کیا تھا اور آپ اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ان کے درمیان شہید پڑے تھے، آپ کو تیس زخم لگے تھے اور اس وقت آپ کی عمر بھی تیس سال تھی۔

بطلِ اسلام حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہما

آپ غَسیلُ المَلائکہ حضرت حَنظلہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ تھے اور مسلمانوں میں اپنی شجاعت اور عبادت سے پہچانے جاتے تھے، آپ نے یزید کے حالات سے ناخوش ہو کر حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما سے موت پر بیعَت کر لی تھی اور حَرّہ کی لڑائی میں آپ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت شہید ہوئے۔ علاّمہ اِبنِ اَثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عبدُاللہ بن اَبی سُفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدُاللہ بن حَنظلہ رضی اللہ عنہما کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا: آپ تو شہید ہو گئے تھے؟ فرمانے لگے: ہاں، میں نے اپنے رب کے پاس ہوں، اس نے مجھے جنّت میں داخل کر دیا ہے، میں جہاں سے چاہتا ہوں جنّت کے پھل کھاتا ہوں اور میرے ساتھی بھی میرے جھنڈے کے گرد میرے ساتھ ہیں۔ (اسد الغابہ)

بطلِ اسلام حضرت ضحاک بن سفیان بن عوف عامری رضی اللہ عنہ

اِبنِ اَثیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت ضَحّاک رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کے پاس کھڑے رہتے تھے اور آپ بہادری میں مُمتاز مقام رکھتے تھے اور آپ کا

شمار سو گھڑ سواروں کے برابر کیا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ فتحِ مکہ کے لئے روانہ ہوئے، تو آپ ﷺ نے حضرت ضحّاک رضی اللہ عنہ کو بنو سُلَیم کا امیر بنایا، ان کی تعداد نو سو تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا شخص نہ دوں جو ایک سو کے برابر ہے تاکہ تم ایک ہزار ہو جاؤ؟ پھر آپ ﷺ نے حضرت ضحّاک رضی اللہ عنہ کو ان پر مقرر فرمایا۔

بطلِ اسلام حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

آپ مشہور و معروف شہسوار اور ممتاز جانباز تھے، یمامہ کی لڑائی میں مُسَیلمہ کذّاب کے خلاف آپ نے عجیب جانبازی کا مظاہرہ کیا اور پاؤں زخمی ہونے کے بعد گھٹنوں کے بل لڑتے رہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ جنگِ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ جنگِ یرموک میں بھی شریک تھے اور آپ دِمشق کی فتح میں بھی پیش پیش تھے۔ فتوح الشّام میں علّامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہادری کے عجیب و غریب حیرت انگیز حالات لکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بطلِ اسلام حضرت ضرار بن خطّاب رضی اللہ عنہ

آپ قریش کے شہسواروں اور مشہور جانبازوں میں سے تھے، تاریخِ دِمشق میں مذکور ہے کہ آپ اس لڑائی میں حضرت ابو عُبَیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے کہ ایک بار انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم قریشی لوگ تم میں اچھے رہے، ہم تمہیں جنّت میں پہنچاتے رہے اور تم لوگ ان کو جہنّم میں ڈالتے رہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ہم نے جاہلیت میں مسلمانوں کو قتل کیا، وہ جنّت میں چلے گئے، جب کہ آپ لوگوں نے مُشرکوں کو قتل کیا۔ ایک بار آپ نے قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگوں کو فرمایا: غزوۂ اُحُد کے دن میں نے تمہارے گیارہ آدمیوں کی حُورِ عین سے شادی کرائی تھی۔ (اسد الغابہ)

بطلِ اسلام حضرت جُلَیبیب رضی اللہ عنہ

آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانبازوں میں سے تھے، حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حُضورِ اکرم ﷺ ایک جہاد میں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمائی، آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو [یعنی کسی کو شہید پاتے ہو]؟ انہوں

نے عرض کیا: جی ہاں! فلاں، فلاں اور فلاں کو۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میں جُلَیبِیب کو نہیں پا رہا، انہیں تلاش کرو۔ جب انہیں مقتولین میں تلاش کیا گیا تو آپ اُن سات کافروں کے پہلو میں پڑے تھے جنہیں آپ نے قتل فرمایا تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور اُن پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: جُلَیبِیب نے سات کافر مارے، پھر کافروں نے انہیں شہید کر دیا، یہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لیا اور زمین کھود کر ان کے لئے قبر بنائی اور خود انہیں قبر میں رکھا۔

بطلِ اسلام حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

آپ بہادر، سرفروش، جانباز اور بہت عقلمند تھے، آپ نے مغرب کی طرف کئی حملے فرمائے، آپ نے افریقہ پر بھی حملہ کیا اور اس لڑائی میں اہلِ افریقہ کا سردار جرجیر مارا گیا، آپ نے ذاتُ الصَّوَارِی میں ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل رومی بیڑے کو بُری طرح سے تہ تیغ کر ڈالا، آپ فاتحِ افریقہ تھے، آپ کی دعاء تھی کہ آپ کا آخری عمل نماز ہو، چنانچہ آخری دن آپ نے فجر کی نماز پڑھی، دائیں طرف سلام پھیر لیا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے انتقال فرما گئے، آپ کا انتقال رَملَہ میں ہوا۔

بطلِ اسلام حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ

قادِسِیّہ اور دوسری لڑائیوں میں آپ نے اہلِ فارس کے خلاف مثالی کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قعقاع رضی اللہ عنہ کی آواز لشکر میں ایک ہزار آدمیوں سے بہتر ہے، قادِسِیّہ کی لڑائی میں اَغْواث کے دن آپ نے تیس حملے فرمائے اور ہر حملے میں ایک کافر کو قتل کیا۔

بطلِ اسلام حضرت حکیم بن جبلہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی بہت بہادر صحابی ہیں اور آپ کی بہادری اور دینداری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف تھی، جنگِ جمل کے دن شہید ہوئے اور اس دن بھی نہایت بہادری سے لڑے۔

بطلِ اسلام حضرت سُوَید بن غَفَلۃَ الجُعفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عام الفیل [ہاتھیوں کے حملے والے سال] میں پیدا ہوئے، مگر آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی، قادسیہ کی لڑائی میں آپ شریک تھے، اسی لڑائی میں لوگوں نے ایک بار پکارا کہ شیر آ گیا، شیر آ گیا۔ حضرت سُوَید بن غَفَلَہ رحمۃ اللہ علیہ اس شیر کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر ایسی تلوار ماری، جو اس کی ریڑھ کی ہڈی سے گزرتی ہوئی دُم کے پاس جا کر نکلی، آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ایک کنواری لڑکی سے شادی کی، آپ نے ایک سو اٹھائیس سال یا ایک سو ستائیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

بطلِ اسلام حضرت اَبُو مُحمّد بَطّال رحمۃ اللہ علیہ

ان کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطلِ اسلام حضرت اَبُو فادِیَہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہترین تیر انداز تھے، ان کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار بحری لڑائی میں رُومیوں نے مسلمانوں پر آتش گیر مادہ پھینکنا شروع کیا، حضرت مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اگر دشمن ایسا کرے تو تم بھی یہی کچھ کر سکتے ہو۔ ایک رُومی نے اپنی کشتی پر سے پیتل کی ہانڈی میں آتش گیر مادہ بھر کر اُسے حضرت اَبُو فادِیَہ رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی پر پھینکنے کی تیاری کی، تو حضرت اَبُو فادِیَہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے تیر مار کر قتل کر دیا اور وہ ہانڈی اُسی کشتی میں گر گئی اور پوری کشتی اور اس کے تین سو سوار جل مرے، چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ اَبُو فادِیَہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تیر نے تین سو کافر مار دیے۔

بطلِ اسلام حضرت اِبنِ جَزَری رحمۃ اللہ علیہ

ہارُونُ الرّشید رحمۃ اللہ علیہ ایک بار رُومیوں کے مُقابلے کے لئے نکلے اور آپ نے ایک قلعے کا مُحاصرہ کر لیا، مگر طویل مُحاصرے کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، ایک دن سخت لڑائی کے بعد امیر المُؤمنین ہارُونُ الرّشید رحمۃ اللہ علیہ دوپہر کو قیلولے کیلئے لیٹ گئے، اِسی وقت رُومیوں کے قلعے کا دروازہ کُھلا اور اس میں سے ایک طاقتور شہسوار مکمل اسلحہ پہن کر اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سوار

ہو کر نکلا اور اس نے نہایت فصاحت کے ساتھ اعلان کیا کہ اے اَہلِ عرب! میرے مقابلے کیلئے بیس شہسواروں کو نکالو۔ چونکہ ہارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ سو رہے تھے، اس لئے کوئی مسلمان اس کے مقابلے کے لئے نہ نکلا۔ وہ رُومی فخر کے ساتھ اکڑتا پھر رہا تھا اور مسلمان سخت غم اور پریشانی کے عالم میں تھے، کیونکہ بغیر امیر کی اجازت کے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک چیلنج کرنے کے بعد وہ رُومی ہنستا ہوا واپس چلا گیا اور اس کے ساتھی بھی قہقہے لگانے لگے، جس سے مسلمانوں کا صدمہ اور بڑھ گیا۔ جب ہارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے اور انہیں یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بہت غمگین ہوئے اور کہنے لگے: تم لوگوں نے مجھے بیدار کیوں نہیں کیا اور تم میں سے کوئی اس کے مقابلے میں کیوں نہیں نکلا؟ حاضرینِ مجلس میں سے بعض نے کہا کہ اُس شخص کا غُرور اُسے ضرور دوبارہ لائے گا، مگر ہارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ پوری رات نہ سو سکے، صبح کے وقت وہ رُومی پھر نکلا اور اس نے اپنے گذشتہ چیلنج کو دُہرایا، ہارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ اس کے مقابلے میں بیس شہسوار نکل پڑیں۔ یہ سن کر ابنِ مُخلَدؒ نے فرمایا: امیر المؤمنین! ایسا نہ کیجئے، بلکہ ہم میں سے بھی صرف ایک آدمی کو نکلنا چاہئے، اگر وہ کامیاب ہو گیا تو الحمد للہ اور اگر وہ مارا گیا تو وہ شہید ہو گا، لیکن رُومی یہ تو نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے آدمی کے مقابلے میں بیس مسلمان نکلے تھے۔ ہارُون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے درست کہا۔ مسلمانوں کے لشکر میں ابنِ جَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نام کے مشہور و معروف بہادُر شخص موجود تھے، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے مقابلے کی مدد مانگتا ہوں۔ ہارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اچھا گھوڑا اور اسلحہ دینے کا حکم دیا، تو انہوں نے کہا: مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ ہارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ نے دعائیں دے کر انہیں رخصت کیا اور ان کو آگے تک چھوڑنے کے لئے بیس گھڑ سوار ساتھ بھیجے، جب یہ لوگ میدانِ مُقابلہ تک پہنچے تو رُومی نے کہا: مسلمانو! تم نے دھوکہ دیا ہے، میں نے بیس آدمی کہے، جب کہ تم اکیس ہو۔ مسلمانوں نے کہا: ہم میں سے صرف ایک ہی تمہارا مُقابلہ کرے گا، ہم تو اس ایک کو رُخصت کرنے آئے ہیں۔ رُومی نے ابنِ جَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا تم ابنِ جَزَرِی ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں۔ رُومی نے کہا: پھر تو تم برابر کے مُعزّز آدمی ہو۔ پس مسلمان لوٹ آئے اور رُومی اور ابنِ جَزَری رحمۃ اللہ علیہ کا مُقابلہ سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔ دونوں لشکر اپنے اپنے جانباز کو دیکھ رہے تھے، اچانک ابنِ جَزَری رحمۃ اللہ علیہ پسپا ہوکر پیچھے ہٹنے لگے، یہ دیکھ کر رُومیوں نے خوشی سے شور مچادیا اور مسلمان سخت غمزدہ ہوگئے، ابنِ جَزَری رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹ رہے تھے اور رُومی ان کا پیچھا کررہا تھا، اچانک ابنِ جَزَری رحمۃ اللہ علیہ رُومی کی طرف مُڑے اور اُسے اُس کی زِین سے اُچک کر اُٹھالیا اور اس کا سَر کاٹ کر اس کے دھڑ کو زمین پر پھینک دیا، اس پر مسلمانوں نے تکبیر کا ایسا نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونج اُٹھے، اس کے بعد مسلمانوں نے قلعے پر زوردار حملہ کیا اور پورا قلعہ فتح کیا اور رُومیوں کو خوب قتل اور قید کیا۔

بطلِ اسلام حضرت مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ لنگڑے تھے، مگر بہت بارُعب، صَاحِبُ الرَّائے، جانباز بہادُر تھے، ایک بار سُلیمان بن عَبدُالملک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ لڑائی کے وقت آپ کس چیز کی پناہ لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: دعاء اور صبر کی۔ پھر پوچھا کہ کونسا گھوڑا آپ نے ڈٹ کر لڑنے والا پایا؟ انہوں کہا: اَشقَر [یعنی بھورے رنگ والا گھوڑا]۔ پھر پوچھا کہ آپ نے کس قوم کو زیادہ سخت لڑنے والا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہر قوم کا اپنا انداز ہے، میں کس کس کا تذکرہ کروں۔ سُلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے رومیوں کے بارے میں بتاؤ۔ فرمایا: وہ اپنے قلعوں میں شیر ہوتے ہیں اور اپنے گھوڑوں پر عُقاب ہوتے ہیں اور اپنی کشتیوں میں عورتیں بن جاتے ہیں، جب بھی موقع پاتے ہیں، اس کا فائدہ اُٹھاتے ہیں اور جب مدمقابل کو غالب ہوتا دیکھتے ہیں تو پہاڑوں میں جاچھپتے ہیں اور پسپائی کو عار نہیں سمجھتے۔ پوچھا: بَربَر کیسے ہیں؟ مُوسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ لڑنے میں، بہادُری میں، ثابت قدمی اور گھڑسواری میں عربوں کے مُشابِہ ہیں، لیکن وہ لوگوں میں سب سے زیادہ دھوکے باز [یعنی عہد توڑنے والے] ہیں۔ سُلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اَندلُس والے کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ ناز ونعمت میں پلے ہوئے شہزادے اور بُزدلی نہ کرنے والے شہسوار ہیں۔ سُلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: فرنگی کیسے ہیں؟ فرمایا: ان کے پاس تعداد، بہادُری، سختی اور

جنگ سب کچھ ہے۔ سُلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کی جنگ کیسی رہی ؟ فرمایا: اللّٰہ کی قسم! میں نے کبھی اپنا جھنڈا پیچھے ہٹتا نہیں دیکھا، میں چالیس سال کی عمر میں جنگوں میں کُودا تھا، اب اَسّی سال کا ہوگیا ہوں، مگر میں نے کبھی مسلمانوں کو شکست کھاتے نہیں دیکھا، پھر مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیرالمُؤمنین! میں نے وہ دن دیکھے ہیں جب [مالِ غنیمت کی کثرت کی وجہ سے] ایک ہزار بکریاں ایک سو درہم کی اور ایک اُونٹنی دس درہم کی بکی تھی اور لوگ گائے کے پاس سے گزر جاتے تھے اور اُسے دیکھتے تک نہ تھے اور میں نے شاطر انگریز کو اس کی بیوی بچوں سمیت پچاس درہم میں فَروخت ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بطلِ اسلام حضرت مُہلّب بن ابی صُفرہ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی بہادُری کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں، ان کے بعض واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطلِ اسلام حضرت ابنِ فَتحُون رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی بہادُری اور شُجاعت کا اعتراف دُشمن تک کرتے تھے، یہاں تک مشہور ہے کہ اگر کوئی رُومی سپاہی اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا اور گھوڑا پانی نہ پیتا تو وہ کہتا تھا: کیا تو نے ابنِ فَتحُون کو پانی میں دیکھ لیا ہے؟ خلیفہ مُستَعِین بِاللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہادُری کے اعتراف میں ان کے لئے بڑا وظیفہ مُقرّر کر رکھا تھا اور اپنے ہاں بُلند مَقام دے رکھا تھا، مگر حاسدوں نے ابنِ فَتحُون رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح خلیفہ کی نظروں سے گرا دیا۔ ایک بار خلیفہ مُستَعِین بِاللہ رحمۃ اللہ علیہ رُومیوں سے جِہاد کے لئے نکلا تو لڑائی سے پہلے ایک رُومی میدان میں آیا اور اس نے مسلمانوں کو مُقابلے کی دعوت دی، ایک مسلمان آگے بڑھا تو رُومی نے اُسے شہید کر ڈالا، یہ دیکھ کر رُومی خوشی سے چیخنے چلانے لگے، جب کہ مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ پھر اُس رُومی نے مُقابلے کی دعوت دی ایک اور مسلمان نکلا، مگر وہ بھی شہید ہوگیا اور اِسی طرح یکے بعد دیگرے تین مسلمان شہید ہوگئے۔ اب وہ رُومی میدان میں اَکڑتا پھر رہا تھا، اور کہہ رہا تھا، میرے مُقابلے میں ایک ، دو ، تین تک مسلمان آسکتے ہیں، مگر اسلامی لشکر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور مسلمان سخت پریشانی میں مُبتلا تھے، خلیفہ سے کہا گیا کہ سِوائے اِبنِ فَتحُون رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی اس کا مُقابلہ نہیں کرسکتا۔ اِبنِ

فتحون رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا، خلیفہ نے کہا: تم نے نہیں دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ابنِ فتحون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ سب میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ خلیفہ نے کہا: اب اس کا علاج کیا ہے؟ ابنِ فتحون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ خلیفہ نے کہا: اس شخص کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت چاہتا ہوں۔ ابنِ فتحون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان شاء اللہ تھوڑی دیر میں آپ کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے اُون کا ایک کھلی آستینوں والا کُرتہ پہنا اور بغیر اسلحہ لئے صرف ایک لمبی رسی والا کوڑا لیکر میدان میں نکلے اور کوڑے کی رسی کو گول حلقے کی شکل میں گرہ دیکر ایک پھندا سا بنالیا، رُومی آپ کو بغیر اسلحے کے دیکھ کر حیران رہ گیا، جب دونوں میں مُقابلہ ہوا اور رومی نے اپنا نیزہ ابنِ فتحون رحمۃ اللہ علیہ کو مارا تو وہ اچھل کر گھوڑے کی گردن سے لٹک کر اُتر گئے اور رومی کا نیزہ ان کی خالی زِین پر لگا، پھر ابنِ فتحون رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھل کر اپنا کوڑا رومی کی گردن پر مار کر اس کی گردن کو پھندے میں لے لیا اور اُسے اُس کی زین سے اُچک کر اٹھالیا اور خلیفہ مُستعین رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں لاکر ڈال دیا، تب خلیفہ مُستعین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے ابنِ فتحون رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اُن کا مقام اور انعام بحال کر دیا۔

بطلِ اسلام حضرت مُعتصم باللہ رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مُعتصم رحمۃ اللہ علیہ بہت طاقتور اور بہادُر نوجوان تھا، وہ اپنے پاؤں کے ساتھ ایک ہزار رِطل پیتل باندھ کر چل لیتا تھا، وہ درہم اور دینار کو اپنی انگلیوں کے درمیان لیکر دباتا تھا تو ان کے اُوپر کُندی ہوئی تحریر مٹ جاتی تھی، [اس کا جسم اتنا سخت تھا کہ کوئی دانتوں سے اُسے نہیں کاٹ سکتا تھا۔] وہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا اور اچھی طرح لکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک بار رُومیوں کے حکمران نے اُسے ایک سخت خط لکھا، اس میں یہ بھی تھا کہ میں ایسی فوج تمہارے خلاف لاؤں گا جس کا اگلا حصہ تمہارے پاس اور پچھلا حصہ قُسطنطنیہ میں ہوگا۔ مُعتصم رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ اسے جواب لکھو، کئی لوگوں نے جواب لکھے، مگر کوئی جواب بھی مُعتصم رحمۃ اللہ علیہ کو پسند نہ آیا، اس نے کہا: خلیفہ بھی اَن پڑھ ہے اور اس کے کاتب بھی اَن پڑھ ہیں، رُومی کو لکھ دو کہ تم اپنے خط کا جواب پڑھو گے نہیں، اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور کافر جان لیں گے کہ آخرت کا

گھر کس کیلئے ہے، پھر اس نے لشکروں کو کُوچ کا حکم دیا اور شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔

بطلِ اسلام حضرت امیر المومنین ہادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بہادُر خلیفہ تھے، ایک بار بغیر اسلحہ کے باغ میں اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے نکلے تو پہرے داروں نے بتایا کہ فلاں خارجی کو گرفتار کرلیا گیا۔ ہادی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے پیش کرنے کا حکم دیا، اُسے دو مُسلّح پہرے دار لیکر آئے، جب وہ ہادی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پہنچا تو اس نے حملہ کر کے ایک پہرے دار کی تلوار چھین کر دوسرے کو قتل کردیا اور ہادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھا، یہ دیکھ کر ہادیؒ کے دوست بھاگ گئے اور ہادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ تو بھاگنے کے لئے گھوڑا تھا، نہ لڑنے کیلئے اسلحہ اور نہ چھپنے کی جگہ، جب خارجی بالکل اُس کے پاس پہنچ کر وار کرنے لگا تو ہادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کی گردن اُڑادو۔ خارجی سمجھا کہ پیچھے کوئی ہے، چنانچہ وہ جلدی سے پیچھے کی طرف متوجّہ ہوا، تو ہادی رحمۃ اللہ علیہ نے چھلانگ لگا کر اُسے دبالیا اور اُس کی تلوار چھین کر اُسے قتل کردیا۔ اس دن کے بعد اس نے کبھی بیتُ الخلاء میں بھی اسلحہ اپنے جسم سے نہیں ہٹایا۔

بطلِ اسلام حضرت خلیفہ امین الرشید رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار وہ اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شیر زنجیر توڑ کر اندر داخل ہوگیا۔ امین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اسلحہ نہیں تھا، جب شیر نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اپنا تکیہ شیر کے منہ پر رکھ دیا اور گھوم کر اس کی دُم پکڑ کر کھینچی اور شیر کی کمر توڑ دی، اس لڑائی میں امینؒ کی انگلیاں اپنی جگہ سے ہٹ گئیں جو طبیبوں نے ٹھیک کردیں۔

بطلِ اسلام حضرت احمد بن اسحاق بخاری السرماری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور عابد، مشہور زاہد، مشہور مُحدِّث اور مثالی بہادُر تھے، آپ امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ ہیں۔ امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان جیسا نہ جاہلیت میں کوئی دیکھا ہے اور نہ اسلام میں۔

ایک بار آپ جیغویہ کے ہاں سمرقند میں مہمان تھے کہ وہاں ایک شخص آیا جس کا جیغویہ نے بہت اکرام کیا، امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بہادُر شہسوار

ہے جو ایک ہزار شہسواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ جب جیغویہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا: شاید یہ آدمی نشے میں ایسی بات کہہ رہا ہے۔ اُس نے کہا: ٹھیک ہے کل دیکھیں گے۔ اگلے دن اس شخص کا اور امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ ہوا، آپ نے اپنے ہاتھ میں خیمے کی چوب لے رکھی تھی اور آپ اکثر اسی سے لڑتے تھے، مقابلہ شروع ہوتے ہی امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ نے پسپا ہونا شروع کردیا، وہ بہادر آپ کا پیچھا کرتا رہا، جب آپ لشکر سے دور ہوگئے، تو آپ نے اسے خیمے کی چوب سے ہلاک کردیا اور خود مسلمانوں کے علاقے کی طرف فرار ہوگئے۔ جیغویہ نے آپ کو پکڑنے کے لئے پچاس شہسوار بھیج دیئے، جب یہ شہسوار امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پہنچے تو وہ ایک ٹیلے کے نیچے چھپ گئے، جب یہ پچاس گھڑسوار آگے نکل گئے، تو آپ نے ان کے پیچھے سے حملہ کردیا اور خیمے کی چوب سے ایک ایک کو گراتے گئے اور ان میں سے جو سب سے آگے تھے اُسے احساس تک نہ ہوا، جب آپ نے اُنچاس کو قتل کردیا تو اس ایک کو پکڑ کر اس کے ناک، کان کاٹ کر اُسے جیغویہ کے پاس واپس بھیج دیا، تاکہ وہ اُسے اپنے بہادر شہسواروں کا حال سنا سکے۔ (تہذیب التہذیب)

عبیداللہ بن واصل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک بار امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اس سے اب تک ایک ہزار کافروں کو قتل کرچکا ہوں، اگر میں زندہ رہا تو ایک ہزار اور بھی قتل کروں گا اور اگر مجھے بدعت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس تلوار کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتا۔

محمد مُطَّوِّعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سرماری رحمۃ اللہ علیہ کی چوب ہم میں سے اٹھارہ آدمیوں کے برابر تھی، جب وہ بوڑھے ہوگئے تو بارہ آدمیوں کے برابر تھے اور وہ چوب سے لڑا کرتے تھے۔

محمود بن سہل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک لڑائی کے دوران امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ دشمنوں کا سردار ایک چبوترے پر بیٹھا ہے تو انہوں نے اسے ایک تیر مارا، سردار نے ہاتھ سے تیر نکالنے کا اشارہ کیا، تو انہوں نے دوسرا تیر اس کے ہاتھ میں مارا، اس کافر نے ہاتھ کا تیر نکالنے کی کوشش کی، تو آپ نے اس کی گردن میں تیر مار کر اُسے ہلاک کردیا اور پورا لشکر اُس کی

موت کے بعد بھاگ گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

۲۴۱ھ میں سُرمَاری نامی بستی میں آپ نے انتقال فرمایا۔

مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب کو سات بہادروں کے ایک عجیب وغریب واقعے پر ختم کرتے ہیں۔

سات خوش قسمت ترین بہادر مسلمانوں کا واقعہ جو پہلے ڈاکو تھے

حَسَن بَصْری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اَہلِ بغداد سات ڈاکوؤں کی وجہ سے سخت تکلیف میں مُبتلا تھے، خلیفہ وقت نے ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی، مگر وہ اُن پر قابو نہ پاسکا۔ اسی زمانے میں ایک دن حضرت حَسَن بَصْری رحمۃ اللہ علیہ اندھیرے میں مسجد تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں آپ نے سات آدمیوں کو دیکھا، ان میں سے چھ نے تو تلواریں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں اور وہ دیوار کے ساتھ کھڑے تھے، جب کہ ساتواں آدمی راستے میں اپنے پاؤں کو پکڑے بیٹھا تھا۔ حَسَن بَصْری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم لوگ اسلحہ لے کر کہاں جارہے ہو؟ زمین پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: اے اَبُوسَعِید! میں فُلاں ڈاکو ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں، خلیفہ وقت اور بَصْرہ کے لوگوں کو ہمیں پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے آج پورے دس سال ہوچکے ہیں، مگر وہ ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکے، ہم ایک دکان پر نقب زنی کے لئے نکلے تھے، جب ہم یہاں پہنچے تو میرا پاؤں ایک جلتے ہوئے انگارے پر آگیا جس سے میرا پاؤں جل گیا، لیکن میں نے اپنے پاؤں سے زیادہ اپنے دل میں جلَن محسوس کی اور میں نے سوچا کہ میں یہاں دُنیا کی حقیر سی آگ کو برداشت نہیں کرسکتا، تو آخرت کی آگ کیسے برداشت کروں گا؟ اے اَبُوسَعِید! میں آپ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے آج سے سچے دل سے توبہ کرلی ہے اور میں آئندہ وہ کام نہیں کروں گا جو میں اب تک کرتا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مُتوجّہ ہوا اور کہنے لگا: میں ابھی تھوڑی دیر پہلے تک چوری چکاری کی برائی میں تمہارے ساتھ شریک تھا، مگر اب میں توبہ کرچکا ہوں، تمہاری مرضی جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ تُو اب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں ہمارا سردار تھا، اب اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری کے مُعاملے میں بھی ہمارا سردار بن جا، ہم بھی سچّے دل سے توبہ کر رہے ہیں کہ آئندہ اُن بُرائیوں میں نہیں پڑیں گے جن میں اب تک مُبتلا تھے۔ اُن کے سردار نے کہا: اگر تم اپنی بات میں سچّے ہو تو پھر مجھے بَصرہ کی جامع مسجد لے چلو، تاکہ ہم امیرِ بَصرہ کے ساتھ فجر کی نَماز ادا کریں، نَماز کے بعد میں کھڑا ہو جاؤں گا اور کہوں گا کہ اے امیرِ شہر! میں فُلاں ڈاکو ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں، آپ لوگ دس سال سے ہماری تلاش میں تھے، مگر آپ کو کامیابی نہیں ملی، اب ہم نے توبہ کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رِضا کیلئے بُرائیوں کو چھوڑ دیا ہے، اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ کی مرضی ہمارے ہاتھ کاٹیں، ہمیں کوڑے لگائیں، سُولی چڑھائیں، قید رکھیں یا اللہ تعالیٰ کے لئے مُعاف کر دیں۔ اس کے ساتھی یہ سن کر راضی ہو گئے اور سارے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نَماز کے بعد ان کے سردار نے کھڑے ہو کر وہی اعلان کیا جس کا اس نے اپنے ساتھیوں سے تذکرہ کیا تھا۔ امیرِ شہر یہ سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ جاؤ! میں نے تم سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے مُعاف کر دیا۔ سردار نے یہ سن کر کہا کہ اے امیرِ شہر! ہماری کچھ مدد کیجئے، تاکہ ہم طَرسُوس پہنچ کر جِہاد کر سکیں۔ امیرِ شہر نے ان میں سے ہر ایک کو گھوڑا، مکمل اسلحہ اور پچاس پچاس دینار دیئے اور انہیں رخصت کر دیا۔ یہ ساتوں طَرسُوس پہنچ کر دو مہینے تک وہاں رہے، اس دوران خبر آ گئی کہ رُوم کے عیسائیوں نے مملکتِ اسلامیہ پر حملے کے لئے لشکر بھیج دیا ہے، اس لشکر میں دو بڑی صلیبیں ہیں ہر صلیب کے ساتھ دس ہزار جنگجو ہیں اور یہ لشکر طَرسُوس کے قریب پہنچ چکا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر بھی دفاع کے لئے اپنے امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا اور یہ سارے حضرات بھی لڑائی کے لئے نکل کھڑے ہوئے، جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہو گئے۔ تو یہ ساتوں آدمی ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہم جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور چوری کرتے تھے، اس وقت ہم کسی کی مدد کے مُحتاج نہیں ہوئے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے فرماں برداری والے عمل جہاد میں ہم لوگوں کے سہارے لڑیں گے؟ حالانکہ ہمارے نیچے بہترین گھوڑے ہیں، ہمارے پاس خطرناک اسلحہ ہے اور ہماری نیّتیں بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، چلو! ہم لشکر سے الگ

ہو جاتے ہیں، جب دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی تو ہم ساتوں مشرکین پر یکبارگی حملہ کر دیں گے، فتح یا شہادت میں سے ایک تو ہمارا مقدّر ضرور بنے گی۔ یہ طے کر کے وہ لشکر سے الگ ہوگئے، جب لڑائی شروع ہوگئی تو ان ساتوں نے اچانک نکل کر پیچھے سے مشرکین [عیسائیوں] پر حملہ کر دیا اور ان کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جب یہ شکست خوردہ لشکر واپس بادشاہِ رُوم کے سامنے پہنچا تو اس نے کارگزاری سن کر پوچھا کہ پیچھے سے کس نے تم پر حملہ کیا تھا؟ لشکر والوں نے کہا: وہ سات آدمی تھے، جنھوں نے ہمارے لشکر کی صفوں کو توڑ دیا جس سے ہمیں شکست ہوئی۔ رُومی بادشاہ نے ایک اور صلیب نکالی اور اپنے ایک جرنیل کو دے کر کہنے لگا کہ یہ تیرے پاس تین صلیبیں ہیں اور تیس ہزار کا پیادہ اور گھڑسوار لشکر لے جاؤ اور طُرسُوس پر لشکر کشی کرو، جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کی اِطلاع طُرسُوس میں پہنچ گئی۔ مسلمانوں کا لشکر بھی مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوا، یہ ساتوں جانباز بھی نکلے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے پہلے جیسی حکمتِ عملی طے کی، چنانچہ جب دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی تو ان ساتوں نے پیچھے سے حملہ کر کے عیسائیوں کے لشکر کو تتر بتر کر دیا، عیسائیوں کا لشکر شکست کھا گیا اور اس کے بچے کھچے سپاہی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہِ رُوم نے جب ان سے کارگزاری سنی تو وہ گالیاں بکنے لگا اور کہنے لگا: تیس ہزار کا مُسلّح لشکر جسے ہم نے اپنے ملکوں کا سرمایہ کھلا کر پالا اور ہر طرح کی سہولتیں انہیں دیں، سات آدمیوں نے اس لشکر کو کاٹ ڈالا؟ بادشاہ نے اس جرنیل کو معزول کر کے ایک اور جرنیل کو بُلوایا اور اُسے چار صلیبیں اور چالیس ہزار کا لشکرِ جرّار دیا اور اُسے کہا کہ جاؤ! طُرسُوس پر چڑھائی کرو، اگر تم فتح یاب ہو جاؤ تو شہر میں داخل ہو کر تمام مردوں کو قتل کر دینا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آنا، اگر شہر فتح نہ کر سکو تو کوشش کرنا کہ ان سات آدمیوں کے سر کاٹ کر لے آنا، جنھوں نے میرے دو لشکروں کو شکست دی ہے اور اگر تم نے انہیں قیدی بنالیا تو پھر انہیں لے کر میرے پاس آ جانا۔ یہ جرنیل جب طُرسُوس کے قریب پہنچا تو اس نے ایک صلیب کے ساتھ دس ہزار آدمی پہاڑوں میں چھپا دیئے اور خود وہاں سے کچھ آگے جا کر رُک گیا۔ مسلمان حسبِ سابق مقابلے

کیلئے، نکلے وہ سات جانباز اپنی سابقہ حکمتِ عملی کے ساتھ میدان سے ہٹ کر پیچھے پہنچ گئے، جب لڑائی شروع ہوئی انہوں نے پیچھے سے حملہ کردیا اور دشمن کو کافی نقصان پہنچایا، مگر اچانک ان سات کے پیچھے سے دس ہزار کا چھپا ہوا لشکر نکل آیا، اس طرح یہ ساتوں جانباز گھیرے میں آگئے اور بالآخر قید کرلئے گئے۔ رُومی لشکر جب واپس پہنچا، جرنیل نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر سجدہ کیا اور کہا: میں آپ کے پاس ان ساتوں کو پکڑ کر لے آیا ہوں، بادشاہ نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ میں ان ساتوں کو کس طرح سے قتل کروں؟ اُن میں سے ایک نے کہا کہ انہیں درمیان سے کاٹ کر درختوں پر لٹکا دیجئے۔ ایک نے کہا کہ ان کی گردنیں کاٹ دیجئے۔ مگر بعض عقلمند جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ انہیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ انہیں مال و دولت دے کر اپنا ہم مذہب بنایا جائے، تاکہ جس طرح انہوں نے اپنی بہادری سے ہمیں ذلیل کیا، اِسی طرح عیسائی ہوکر یہ اپنی بہادری سے ہمیں عزت بخشیں۔ بادشاہ نے اس مشورے کو نہایت پسندیدگی سے منظور کرلیا اور اس نے ان ساتوں کے امیر کو بلاکر پوچھا کیا یہ چھ آدمی تیرے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ میری کئی بیٹیاں ہیں، اگر تو ہمارا دین اختیار کرلے تو میں اپنی ایک بیٹی سے تیری شادی کروں گا اور تجھے مال و دولت کے بھرے ہوئے سو اُونٹ اور سو باغات دوں گا۔ یہ سن کر وہ امیر رونے لگا اور کہنے لگا: مجھے نہ تیری بیٹی کی ضرورت ہے اور نہ مال کی، میں ان چیزوں کی وجہ سے ہرگز اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بادشاہ نے اُسے الگ ایک کونے میں بٹھا کر باقی چھ کو ایک ایک کرکے بلایا اور ہر کسی کے سامنے اپنی پیشکش دُہرائی، مگر ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم اسلام کو چھوڑنے کا تصَوُّر بھی نہیں کرسکتے۔ بادشاہ نے اپنے جرنیلوں کو بتایا کہ ہماری تدبیر ناکام ہوچکی ہے، اب انہیں گمراہ کرنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے؟ ایک جرنیل نے کہا: آپ ایک دیگ میں تیل ڈال کر اس کے نیچے آگ جلادیجئے، جب تیل کھولے تو ان میں سے ایک کو اس میں اُوندھے منہ کرکے ڈال دیجئے، ممکن ہے ایک دو کے مرنے کے بعد باقی کے دلوں پر اس دہشت ناک طریقے سے آنے والی موت کا خوف سوار ہوجائے اور وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ دیگ میں تیل بھر کر

نیچے آگ جلادی گئی، بادشاہ نے ان ساتوں کو بلا کر ایک صف میں بٹھادیا، ان کے امیر نے جب نظر اٹھائی تو اُسے اوپر چھت پر سات حسین لڑکیاں نظر آئیں، جنھوں نے زرد رنگ کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سبز رومال تھا۔ امیر نے دل میں سوچا کہ اس ملعون بادشاہ نے ہمیں بددین کرنے کیلئے انتظام کیا ہے، اوپر اپنی بیٹیاں بٹھادی ہیں اور نیچے یہ عذاب جلادیا ہے، تاکہ ہم اس کھولتی دیگ سے ڈر کر لڑکیوں کے حُسن سے مرعوب ہو کر دیگ میں مرنے کی بجائے لڑکیوں کو پانا پسند کریں اور اپنا دین چھوڑ دیں، امیر نے دل ہی دل میں دعاء کی کہ میرے ساتھیوں کی نظر ان لڑکیوں پر نہ پڑے تاکہ وہ گمراہ نہ ہوجائیں۔ دیگ میں تیل جوش کھانے لگا، بادشاہ کے حکم سے دو جرنیل کُود کر آگے بڑھے اور انہوں نے ان ساتوں میں سے ایک کو اُٹھا کر دیگ میں اُلٹا دیا، وہ شخص آخری وقت پر پُکار کر کہنے لگا: میرے دوستو! تم پر سلامتی ہو، تم گھبرانا نہیں، یہ تھوڑی دیر کی تکلیف ہے جب کہ جہنّم کا عذاب دائمی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں۔

جرنیلوں نے اُسے کمر تک تیل میں ڈال دیا، اس کا یہ آدھا حصہ جل گیا، اُوپر بیٹھی ہوئی ساتوں لڑکیوں میں سے ایک اُڑتی ہوئی آئی اور دیگ میں داخل ہوگئی، اس نے سبز رومال میں کچھ ڈالا اور آسمان کی طرف اُڑگئی، امیر نے جب یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ لڑکیاں تو حُورِعین ہیں، بادشاہ کی بیٹیاں نہیں۔ عیسائیوں نے اُس جلے ہوئے شخص کو دیگ سے نکال کر اُن باقی چھ کے سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا: اگر تم نے اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول نہ کی تو تم سب کو بھی اِسی طرح قتل کردوں گا اور اگر تم نے میری بات مان لی تو پھر تمہارے لئے ہر طرح کا اعزاز واکرام ہوگا۔ وہ کہنے لگے: تو ہمیں جلا کر مار، یا تلواروں سے کاٹ، ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔

بادشاہ نے ایک ایک کر کے باقی چھ میں سے پانچ کو اسی دیگ میں جلا کر شہید کیا اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکی دیگ میں داخل ہو کر سبز رومال میں کچھ ڈال کر آسمان پر جاتی

رہی، اب صرف ایک لڑکی باقی تھی۔ اچانک وزیرِ اعظم آگے بڑھا اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ یہ شخص مجھے دے دیجئے۔ بادشاہ نے پوچھا تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ وزیر نے کہا: میں اِسے اپنے گھر لے جاؤں گا اور اپنی اس لڑکی کو اس کی خادِمہ بنادوں گا جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے، مگر میں نے آپ کی زیادہ بیویوں کی وجہ سے انکار کردیا تھا، ممکن ہے وہ اس کے دل کو مُوہ لے اور یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوجائے، تب میں اپنی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا اور اپنے مال میں اسے حصّے دار بنادوں گا۔ بادشاہ نے کہا: لے جاؤ، میں نے یہ شخص تمہیں دے دیا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو چھت پر بیٹھی ہوئی حُور اُٹھ کر کھڑی ہوئی اور خالی ہاتھ آسمان کی طرف پرواز کرگئی۔ یہ دیکھ کر امیر کہنے لگا: یہ میری بدقسمتی کی وجہ سے ہُوا۔

بادشاہ نے اُسے کہا: تم میرے اس وزیر کے ساتھ چلے جاؤ۔ امیر نے کہا: میں صرف اس شرط پر اس کے ساتھ جاؤں گا کہ میں اس کے گھر میں مسجد بناؤں گا، جہاں بُلند آواز سے پانچ وقت اَذان دوں گا۔ شراب نہیں پیئوں گا اور خنزیر نہیں کھاؤں گا۔ بادشاہ نے وزیرِ اعظم سے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے؟ وزیر نے کہا: اس کی ساری شرطیں منظور ہیں۔

اب وہ مسلمان قیدی وزیر کے گھر آگیا اور داخل ہوتے ہی مسجد بنانے میں لگ گیا۔

وزیر نے اپنی بیٹی سے کہا: میں نے عربوں میں اس سے زیادہ بہادُر اور خوبصورت کوئی اور شخص نہیں دیکھا ہے، میں اِسے بادشاہ کی سزائے موت سے چُھڑا کر لایا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ عیسائی ہوجائے تو میں تیری شادی اس کے ساتھ کردوں اور اسے اپنا آدھا مال دے دوں، اب یہ ہمارے گھر میں رہے گا اور رات دن اس کا تمہارے عِلاوہ کوئی خادم نہیں ہوگا۔ لڑکی نے یہ ذِمّہ داری قبول کی اور وہ ہر دن زرق برق لباس اور طرح طرح کے زیور پہن کر آتی اور اس شخص کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرتی، مگر اس اللہ تعالیٰ کے بندے نے کوئی توجّہ نہ کی اور نہ کبھی اس لڑکی کو کوئی کام بتایا، وہ جو کچھ لے آتی وہ لے لیتا تھا، ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر وہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ لڑکی کہنے لگی: کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تم میں مردانگی نہیں ہے؟ تم اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوجاؤ، میرا باپ ہم دونوں کی شادی کردے گا اور تجھے مالامال کردے گا۔

امیر نے کہا: ہلاک ہوجا، تو نے تو میری نماز خراب کردی، مجھے نہ تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے مال کی۔ وزیر نے تو لڑکی کو اس مردِ مؤمن کے پیچھے اس لئے لگایا تھا تاکہ وہ اس کے دل کو موہ لے اور اس کے دل میں اپنی مَحبّت ڈال دے، لڑکی تو یہ نہ کرسکی، البتہ اس مردِ مؤمن کی شانِ استغناء نے لڑکی کے دل کو موہ لیا اور وہ خود اس کی مَحبّت میں گرفتار ہوگئی اور کہنے لگی: کیا تم مجھ سے شادی نہیں کروگے؟ امیر نے کہا: نہیں۔ لڑکی نے کہا: کیوں؟ تم ناپاک کافرہ ہو، امیر نے برجستہ جواب دیا۔ لڑکی کہنے لگی: اگر آپ اپنا دین نہیں چھوڑتے تو پھر میں اپنا دین چھوڑ دیتی ہوں، آپ مجھے مسلمان کیجئے، تاکہ میں آپ سے شادی کرسکوں۔ امیر نے کہا: اے لڑکی! یہ کافروں کا ملک ہے، یہاں میں تجھ سے شادی نہیں کرسکتا، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ہم یہاں سے بھاگ کر مسلمانوں کے ملک پہنچ گئے تو میں ضرور تجھ سے شادی کروں گا اور تیرے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کروں گا اور نہ باندی رکھوں گا۔ لڑکی نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر دس دن بعد عیسائیوں کا تہوار ہے، اس میں بادشاہ سمیت سب لوگ باہر نکلتے ہیں، البتہ بیمار لوگ گھروں میں رہ جاتے ہیں، جب تہوار میں دو دن رہ جائیں گے تو میں بیمار بن جاؤں گی، چنانچہ میرا ابا مجھے تیرے پاس چھوڑ جائے گا، تب ہم دونوں بھاگ نکلیں گے۔ تہوار سے دو دن پہلے وہ لڑکی بیمار بن گئی، تہوار کے دن وزیر نے پوچھا کہ بیٹی! تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی؟ اس نے کہا: نہیں میں بیمار ہوں۔ وزیر نے کہا: کوئی بات نہیں اب تم دونوں اس گھر میں بالکل تنہا رہ جاؤ گے، اگر یہ تمہارے ساتھ حرام فعل کرنا چاہے، تو تم مت روکنا ممکن ہے اس طرح سے یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوجائے، تب تم دونوں کی شادی کردی جائے گی۔ لڑکی نے کہا: اباحُضور! میں اس کے لئے حاضر ہوں، البتہ آپ دو گھوڑے چھوڑ جائیں، ممکن ہے کہ اگر میں اُسے بدلنے میں کامیاب ہوگئی تو میں اُسے لے کر آپ کے پاس تہوار کے سات دنوں میں کسی نہ کسی دن پہنچ جاؤں گی۔ تہوار کے دن دوپہر کے وقت لڑکی نے کہا: وہ لوگ تہوار کی جگہ پہنچ چکے ہوں گے، اب شہر میں کوئی نہیں ہوگا کیا، تم مسلمانوں کے ملک کا راستہ جانتے ہو؟ امیر نے کہا: ہاں مجھے راستہ معلوم ہے۔ لڑکی نے اسلحہ نکالا اور کافی سارے ہیرے جواہرات بھی لے لئے

اور خود مَردوں کا لباس اور اسلحہ پہن لیا، امیر نے بھی اسلحہ زیبِ تن کیا اور وہ دونوں طُرسُوس کی طرف بڑھے، یہاں سے طُرسُوس کا فاصلہ تیس منزل کا تھا۔

سفر میں انہیں دوسرا دن تھا اور انہوں نے ابھی صرف تین منزلیں طے کی تھیں، تو انہوں نے دور سے غُبار اُٹھتا ہوا دیکھا۔ امیر نے لڑکی سے کہا: تمہاری نظر زیادہ تیز ہے۔ دیکھو! یہ غُبار کیسا ہے؟ وہ کہنے لگی: مجھے چھ گھڑ سوار نظر آرہے ہیں، ان کے نیچے اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہیں، تھوڑی دیر میں وہ چھ گھڑسوار ان دونوں کے پاس پہنچ گئے ۔ جب امیر نے انہیں دیکھا، تو حیران رہ گیا، یہ اس کے وہ چھ شہید ساتھی تھے، جنہیں بادشاہ نے جلا کر شہید کیا تھا، اس نے انہیں اور انہوں نے اِسے پہچانا۔ امیر نے انہیں کہا: تمہیں تو بادشاہ نے شہید کردیا تھا۔ وہ کہنے لگے: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہر شہید زندہ ہوتا ہے اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی سے کھاتا پیتا ہے؟ امیر نے کہا: آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ کیا اپنے گھروں کی طرف؟ وہ کہنے لگے: ہمیں گھروں سے کیا؟ یہاں ان پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی انتقال فرما گیا ہے اور یہاں کوئی ایسا آدمی قریب میں نہیں جو اس کا کفن دفن کرسکے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے دفن کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا ہے، ہم اپنے ساتھ کفن اور جنّت کی خوشبو لائے ہیں، اب ہم جا کر اُسے غُسل دیں گے، پھر کفنا کر قبر میں دفن کرکے واپس چلے جائیں گے ۔ امیر نے انہیں کہا: تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطاء فرما دی، جب کہ میں محروم رہا، حالانکہ میں تمہارا امیر تھا، یہ میرے ساتھ وزیر کی بیٹی ہے، اسلام اس کے دل میں گھر کرچکا ہے، یہ بھی میرے ساتھ بھاگ آئی ہے، تم لوگ دعاؤں کے ذریعے میری مدد کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے طُرسُوس پہنچادے۔

انہوں نے امیر کو یہ دعاء کہلوائی اور غائب ہوگئے۔

يَا صَمَدًا لَا يَظْلِمُ، يَا قَيُّومًا لَا يَنَامُ، يَا مَلِكًا لَا يُرَامُ، يَا عَزِيْزًا لَا يُضَامُ، يَا جَبَّارًا لَا يَظْلِمُ يَا مُحْتَجِبًا لَا يُرٰى، يَا سَمِيْعًا لَا يَشُكُّ، يَا عَادِلًا لَا يَجُوْرُ، يَا دَائِمًا لَا يَزُوْلُ، يَا حَلِيْمًا لَا يَلْهُوْ، يَا قَيُّومًا لَا

يُفْتَرُ يَا غَنِيًّا لَا يَفْتَقِرُ يَا مَنِيْعًا لَا يُغْلَبُ يَا شَدِيْدًا لَا يَضْعُفُ، يَا صَادِقًا لَا يُخْلِفُ يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالْجُوْدِ يَا مَنْ هُوَ فِي مُلْكِهٖ مَحْمُوْدٌ يَا عَلِيَّ الْمَكَانِ يَا رَفِيْعَ الشَّانِ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے وہ بے نیاز! جو ظلم نہیں کرتا، اے وہ قیوم! جو نہیں سوتا، اے وہ بادشاہ! جس کی بادشاہت دائمی ہے، اے وہ غالب! جو مجبور نہیں کیا جا سکتا، اے وہ بگڑی بنانے والے! جو ظلم نہیں کرتا، اے وہ پوشیدہ! جسے دیکھا نہیں جا سکتا، اے خوب سننے والے! جو شک میں نہیں پڑتا، اے انصاف کرنے والے! جو زیادتی نہیں کرتا، اے دائم! جس کے لئے فنا نہیں، اے بُردبار! جو لہو نہیں فرماتا، اے تھامنے والے! جو نہیں تھکتا، اے وہ غنی! جو کبھی محتاج نہیں ہوتا، اے وہ غالب! جس پر کوئی غالب نہیں ہوتا، اے وہ طاقت والے! جو کمزور نہیں ہوتا، اے وہ سچے! جو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اے سخاوت کے ہاتھ (ہر کسی پر) پھیلانے والے! اے وہ ذات! جو اپنی سلطنت میں محمود ہے، اے اونچے مقام والے، اے بلند شان والے، اے وہ! جس کے سواء کوئی معبود نہیں اے وہ ذات! جس کے سواء کوئی معبود نہیں۔

امیر نے ابھی یہ دعاء پڑھی ہی تھی کہ اس کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو چشمے سے پانی پی کر نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔ امیر نے اُسے کہا: اے چرواہے! یہ کافروں کا ملک ہے، کیا تو ان کے درمیان کھلم کھلا نماز پڑھنے سے نہیں ڈرتا؟ چرواہے نے کہا: کیا تو پاگل ہو گیا ہے؟ اس علاقے میں کافروں کا کیا کام؟ امیر نے کہا: کیا تو ملک رُوم میں نہیں ہے؟ چرواہے نے کہا: سامنے دیکھو! کیا تمہیں طرسوس کی دیوار نظر نہیں آ رہی؟ امیر نے دیکھا، تو واقعی اس نے خود کو طرسوس کے قریب پایا۔ وہاں پہنچتے ہی اس لڑکی کو اسلام کی تلقین کی۔ لڑکی نے اسی چشمے پر غُسل کیا اور وہ دونوں شہر میں داخل ہو گئے جہاں مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا، وہاں ان دونوں کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سات بیٹے عطاء فرمائے۔ (جامع الفنون)

دعوت

[بزدلی اور کمزوری بے شک ایک عیب ہے، ایک بیماری ہے اور ایک مصیبت ہے، اسی لیے حضور اکرم ﷺ اس قدر تاکید کے ساتھ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی معمول تھا کہ وہ اس مرض سے پناہ مانگتے تھے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے تو باقاعدہ حضور اکرم ﷺ سے دعاء کی درخواست کی کہ یا رسول اللہ! میرے لئے دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بزدلی اور زیادہ سونے کے مرض کو دور کر دے۔

رات دن بزدلی کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑنے اور اس مرض سے بچنے کیلئے مسلسل دعائیں کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دِلوں سے اس بیماری کو نکال دیا، چنانچہ وہ رُوم سے ڈرے نہ فارس سے، انہیں نہ منافق دَبا سکے نہ کافر، وہ اکیلے تھے، نہتے تھے، مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور اس سے ایک شوشہ برابر دستبردار نہ ہوئے، بڑی بڑی مسلّح فوجوں نے انہیں گھیرا، مگر گھبرانے اور ڈرنے کی بجائے شیروں کی طرح للکارتے ہوئے اپنی ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر میدان میں نکلے اور انہوں نے ان لشکروں اور فوجوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جنگل کے درندے اگر ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے انہیں بھی للکارا اور بالآخر اپنا حکم ماننے پر مجبور کر دیا، خوفناک گہرائی والے سمندر اور دریا ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے بلاخطر اپنے گھوڑے اُن میں ڈال دیئے۔ یہ اُن کی شجاعت اور دلیری ہی تھی کہ انہوں نے میدانِ جنگ میں ہاتھی دیکھے تو زندگی میں پہلی بار دیکھے جانے والے اس ٹینک نما جانور سے ڈرنے کی بجائے وہ اس سے بھی نبرد آزما ہو گئے۔ انہوں نے سروں پر عمامے اور جسم پر پیوند لگی لنگیاں باندھ رکھی تھیں، مگر پھر بھی انہوں نے رُوم و فارس کے شاہانہ عسکری جاہ و جمال کو رَوند کر رکھ دیا۔ جبکہ آج بزدلی کا مرض مسلمانوں میں ایک وبا کی طرح پھیل چکا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اب اسے مرض نہیں نزاکتِ طبع سمجھا جاتا ہے،

آج بزدلی کو عیب نہیں بلکہ عقلمندی شمار کیا جاتا ہے، چنانچہ ظاہری طور پر عقلمند اور حقیقت میں بُزدلی کے مرض میں مُبتلا لوگ رات دن مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتے رہتے ہیں اور انہیں کافروں کی طاقت سے مرعوب کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ لوگ اپنی لچھے دار باتوں اور چرب زُبانی کے ذریعے جہاد کو فساد اور مجاہدین کو فسادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بُزدلی کے مرض پر پردہ ڈالنے کے لئے مجاہدین کی بُرائیاں بیان کرتے ہیں، یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کے دل میں کبھی جہاد کا خیال ہی نہیں آیا اور نہ انہوں نے خود یا اپنی اولاد کو جہاد میں بھیجنے کی کبھی نیت کی ہے، لیکن وہ اپنے اس رُوحانی روگ کو چُھپاتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کل کہیں بھی شرعی جہاد نہیں ہو رہا، یا آج کل مخلص مجاہدین موجود نہیں ہیں، یا اب فُلاں عمل جہاد کا قائم مَقام بن چکا ہے، چنانچہ ہم فُلاں فُلاں دینی کام کر کے مجاہدین سے بھی افضل ہیں۔ ان لوگوں کے دل اسلام کی عظمت کے احساس سے خالی اور دُنیا سے کفر کو مٹانے کے جذبے سے محروم ہیں، یہ لوگ اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں اور مجاہدین کی حمایت بھی اس لئے نہیں کرتے کہ کہیں انہیں وقت سے پہلے موت نہ آ جائے، ان لوگوں کی زُبانیں بہت چلتی ہیں، مگر ان کے دلوں سے بُزدلی کی بو آتی ہے، یہ بُزدل لوگ اسلام کیلئے کچھ قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، وہ مساجد کے تحفُّظ کے لئے کچھ نہیں کرتے، وہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کی نیت تک نہیں کرتے اور قرآن مجید کی پکار پر لبّیک نہیں کہتے جو اس نے مظلوموں کی مدد کیلئے بُلند کی ہے۔ یہ لوگ ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جان کے خوف سے کبھی بھی گمراہی کے گڑھے میں گر سکتے ہیں یا دُنیاوی لالچ میں پڑ کر دین کو بدلنے کی ناجائز کوشش کر سکتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت کے لئے اسی لئے منتخب فرمایا کہ وہ جان دینے والے تھے اور حق کی خاطر لڑنے والے تھے، ورنہ کوئی بُزدل شخص جو بُزدلی کو مرض بھی نہ سمجھتا ہو، اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی نبی

کی صُحبت میں رہ سکے، کیونکہ اس طرح کا ڈرپوک شخص تو ہر مشکل وقت میں صرف جان ہی بچائے گا، جب کہ نبی اور ان کے رُفقاء جان دے کر ایمان بچاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اے مسلمانو! آج کے ماحول نے کم وبیش ہم سب میں بُزدلی کے اس مرض کو عام کردیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے شیروں کی اولاد ہوکر بُزدل گیدڑ جیسی زندگی گزار رہے ہیں اور دُنیاوی اشیاء کے غلام بنتے جارہے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ معمول بنانا چاہئے کہ روزانہ پانچ وقت کی نماز کے بعد بُزدلی اور کم ہمتی کے مرض سے پناہ مانگا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان امراض کے ازالے کی دعاء کیا کریں۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ ہم اپنے اسلاف خصوصاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُمّت کے مجاہدین کے واقعات بکثرت پڑھا کریں اور انہیں بیان کیا کریں، بے شک ان حضرات کا تذکرہ دلوں سے بُزدلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔

اسی طرح ہمیں اپنے اُوپر جبر کرکے خود کو گھُمسان کی لڑائیوں میں لے جانا چاہئے، یہ وہ عمل ہے جو بہت جلد بُزدلی کا خاتمہ کردیتا ہے۔

یاد رکھئے! بُزدلی ایک شرم ناک مرض ہے جو انسان کے لئے دُنیا و آخرت میں شرمندگی کا باعث ہے، اس لئے ہمیں اس بات سے شرم کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حُضور اس حال میں پیش ہونگے کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کے لئے جان دینے کا جذبہ نہ ہو۔

یا اللہ! ہمیں قیامت کے دن کے شرمندگی سے بچا اور ہمیں بُزدلی کے مرض سے نجات عطاء فرما اور ہمیں شُجاعت، دَلیری، جانبازی اور سرفروشی کی نعمت عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتمۃ الکتاب
پہلا حصہ

خاتمۃ الکتاب
دوسرا حصہ

جہادی آداب، عسکری تدابیر اور جنگی چالوں کے بیان میں

دُعاء

جنگی قیدی کا حکم

جنگی قیدی کو وطن واپس کرنے کی دوصورتیں ہیں:۔

❶ مُعاوضہ میں

❷ بلامُعاوضہ

ان دو میں سے امیرِ جہاد جو بہتر سمجھے اختیار کرے،
اگر اُنہیں وطن واپس بھیجنا خلافِ مَصلَحت ہو تو پھر تین صورتیں ہیں:۔

❶ ذمی بنانا

❷ غلام بنانا

❸ قتل کرنا (جب وہ ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہو جس کی سزا قتل ہو)

(فتح الجواد:۳/۳۳۳)

پسپائی جائز نہیں......کب؟

جب مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے دُشمن کے مُقابلے سے بھاگنا جائز نہیں، خواہ دُشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتا۔ (فتح الجواد:۲/۱۴۲)

دو عسکری اُصول

❶ قوت کی حفاظت: اپنے لوگوں پر عسکری طاقت خرچ کرنے سے طاقت بہت کمزور ہوجاتی ہے

❷ جاسوسی کا معتمد نظام: اجتماعی حفاظت کے لئے معتمد جاسوسی نظام قائم ہو اس میں صالح اور سچے افراد رکھے جائیں تاکہ افواہوں کی تحقیق ہو سکے اور دور دراز علاقوں پر نظر رکھی جاسکے۔ (فتح الجواد:۳/۱۸۶)

خاتمۃ الکتاب

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی فرائض کے بارے میں بنیادی شرعی احکام کا علم حاصل کرے اور ہر مسئلے کے بنیادی اُصولوں کو یاد رکھے، جبکہ تفصیلات کے لئے اسے چاہئے کہ ائمہ کرام اور علماء کرام کی تقلید اور پیروی کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرات مُحققین کے نزدیک اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہر عمل کے بارے میں مسلمان کے پاس اتنا علم ضرور ہونا چاہئے جس کے ذریعے سے وہ اس عمل کو شریعت کے مطابق درست اداء کر سکے۔ چنانچہ ہر مجاہد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا علم حاصل کرے جن پر جہاد کا درست ہونا موقوف ہے، تاکہ اس کا جہاد شریعت کے مطابق رہے۔ ہم خاتمۃ الکتاب کے پہلے حصے میں بعض ایسے مسائل کا تذکرہ کر رہے ہیں، ہم نے اس ''خاتمۃ الکتاب'' کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے، پہلے حصے میں جہاد کے بعض شرعی احکام اور آداب کا ذکر ہے، جب کہ دوسرے حصے میں بعض جنگی چالوں اور عسکری تدبیروں کو بیان کیا گیا ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَکَفٰی۔

[جہاد کے مسائل میں اُردو قارئین اور موجودہ عسکری تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے بعض دیگر کتابوں سے بھی مدد لی ہے اور ۳۵ مسائل کا یہ مجموعہ مُرتّب کیا ہے جو مصنّف شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مسائل اور ترتیب سے قدرے مختلف ہے۔]

خاتمۃ الکتب

پہلا حصّہ

مسئلہ ۱

شرعی حاکم کی اجازت کے بغیر جہاد مکروہ ہے، حرام نہیں، البتہ بعض صورتوں میں امیر کی اجازت ضروری نہیں رہتی، وہ صورتیں یہ ہیں :۔

۱ جو شخص کسی اکیلے کافر یا کسی مخصوص جماعت کے خلاف لڑنا چاہتا ہے اور یہ لڑنا شرعاً جائز بھی ہے، ایسی حالت میں اگر وہ اجازت لینے جائے گا تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

۲ اگر مسلمانوں کے امیر المؤمنین یا حاکم نے جہاد چھوڑ رکھا ہو اور وہ اور اس کی فوجیں دنیاداری میں مشغول ہو چکی ہوں، جیسا کہ آج کل ہمارے ملکوں میں ہو رہا ہے تو ان حالات میں امیر یا حاکم کی اجازت شرط نہیں ہے۔

۳ اگر مجاہد کیلئے امیر المؤمنین یا حاکم سے اجازت لینا ممکن نہ ہو یا اسے غالب گمان ہو کہ اسے اجازت نہیں ملے گی، تو ایسے وقت میں اس کے لئے بغیر اجازت کے نکل جانا مکروہ نہیں ہوگا۔ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مسلمانوں کا کوئی امیر یا حاکم نہ ہو تو اس کے نہ ہونے کی وجہ سے جہاد کو مؤخر نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جہاد کو مؤخر کرنا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ (المغنی)

خلاصہ یہ ہے کہ جہاد کے لئے امیر کا ہونا واجب ہے، اگر امیر موجود نہ ہو تو امیر کو تلاش کرنا چاہئے اور مجاہدین کو مل کر کسی ایسے شخص کو امیر بنا لینا چاہئے جس میں امارت کی شرعی شرائط موجود ہوں، یہ شرائط فقہ کی کتب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ بہر حال اگر امیر موجود نہ ہو تو جہاد کو معطل نہیں کرنا چاہئے، بلکہ فوراً کسی کو امیر بنا کر اس عمل کو زندہ رکھنا چاہئے اور سخت مجبوری کے عالم میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنا چاہئے۔ مزید تفصیلات کے

لئے ملاحظہ فرمایئے: اعلاء السنن، ص:۲، ج:۱۲

مسئلہ ②

امیرِ جہاد یا امیر المؤمنین کے لئے مندرجہ ذیل کام مسنون ہیں:۔

① اپنے لشکر سے انکی بیعت لینا کہ وہ میدان سے نہیں بھاگیں گے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر فرمایا۔

② دشمن کے حالات معلوم کرنے کیلئے نگران دستے اور جاسوس بھجوانا اور دشمن کی مکمل خبر رکھنا۔

③ جمعرات کے دن علی الصبح لشکر لے کر نکلنا یا روانہ کرنا۔

④ علامتی جھنڈے یا کوئی اور علامتی چیز بنانا اور اپنے لشکر کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے ہر جماعت کو الگ علامتی جھنڈا یا کوئی اور نشان دینا۔

⑤ ہر مجموعہ کے لئے ایسے مخصوص تعارفی کلمات مقرر کرنا جن کے ذریعے ہر مجموعہ دوسرے مجموعہ کو پہچان سکے اور کوئی کسی کو غلط فہمی میں نقصان نہ پہنچا سکے۔

⑥ دار الحرب میں پوری جنگی تیاری کے ساتھ داخل ہونا، تا کہ اپنا بچاؤ رہے اور دشمن پر رُعب پڑے۔

⑦ اپنے ضعیف اور کمزور لوگوں کے واسطے سے دعاء کرنا یا ان سے فتح کی دعاء کروانا۔

⑧ جب صفیں آمنے سامنے آجائیں تو اس وقت دعاء کرنا۔

⑨ مسلمانوں کو ڈٹ کر بہادری سے لڑنے پر اُبھارتے رہنا۔

⑩ جنگ کو مؤخر کرنا، یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں اور نصرت اُتر آئے، یہ تب ہے جب علی الصبح لڑائی نہ کر سکا ہو۔

⑪ لڑائی کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا، مگر آواز کو بہت زیادہ بلند نہ کرنا۔

یہ وہ سنتیں ہیں جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں آیا ہے، جہاد کے وقت قرآن مجید میں ذکر کرنے کا جو حکم ہے، اس کے بارے میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آہستہ

ذکر ہے، ہاں اگر مجاہدین اِکھٹے حملہ کرتے وقت بلند آواز سے نعرہ لگائیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے دشمن حواس باختہ ہوجاتا ہے۔ ویسے احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگ میں آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، المستدرک)

مسئلہ ③:

اِقدامی جہاد کی صورت میں اگر دشمنوں تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو پہلے دعوت دینا واجب ہے، لیکن اگر ان تک دعوت پہنچ چکی ہو تو لڑائی سے پہلے انہیں دعوت دینا مُستحب ہے اور بغیر دعوت دیئے قتال شروع کردینا بھی جائز ہے، لیکن اگر کافر حملہ کردیں تو اس صورت میں تو دعوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس وقت تو ان سے اپنا اور اپنے علاقے کا دفاع کرنا فرضِ عین ہوجاتا ہے۔ اسی طرح کافروں کے اسلام دشمن سرداروں کو قتل کرنے کے لئے جو جَماعت جائے گی، اس کے لئے بھی دعوت دینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اسلام دشمنی وہی کرتا ہے جس تک اسلام کی بات پہنچ چکی ہوتی ہے، جیسا کہ کَعب بن اَشْرف اور اَبُورَافِع یہودی کو قتل سے پہلے خُصوصی طور پر دعوت نہیں دی گئی۔ (اعلاء السنن، باب الدعوۃ قبل القتال)

مسئلہ ④:

مُشرکینِ عرب کے عِلاوہ باقی تمام کافر اگر جزیہ دینے پر تیار ہوں تو اُن کو اُن کے دین پر رہنے دیا جائے گا۔ امام احمد اور امام مالِک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مشرکوں کے لئے جزیہ نہیں ہے، بلکہ ان کے لئے قتل یا اسلام ہے۔ پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ (الھدایۃ، باب کیفیۃ القتال)

مسئلہ ⑤:

دشمنوں پر شب خون مارنا جائز ہے، اگرچہ ان میں عورتیں، بچے اور مسلمان بھی ہوں۔

مسئلہ ⑥:

اگر جہاد فرضِ کِفایہ ہو تو امام کے حکم دینے کے بعد وہ فرضِ عَین ہوجاتا ہے، چنانچہ اگر شرعی امیر کسی شخص کو نکلنے کا حکم دے دے، تو اس شخص کے لئے نکلنا فرض ہوجاتا ہے۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۷

اگر مسلمانوں کا امیر فاسق، فاجر شخص ہو تو اس کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا جائز نہیں ہو گا، بلکہ اس امیر کی قیادت میں جہاد کرنا مسلمانوں پر لازم ہوگا، لیکن مسلمان اگر ایسے امیر کو معزول کر دیں تو یہ اچھی بات ہے۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۸

جنگ میں عورت اور بچے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ لڑائی میں شریک ہوں تو انہیں قتل کیا جا سکتا ہے، اسی طرح بہت بوڑھے اور معذور شخص کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ لڑائی میں کسی بھی طرح شریک ہوں حتیٰ کہ مشورہ یا مال دیتے ہوں تو انہیں قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح تارکِ الدّنیا درویشوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہئے، جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ان کا قتل جائز ہے۔ (الہدایہ، باب کیفیۃ القتال)

مسئلہ ۹

دشمن پر منجنیق نصب کرنا، ان پر آگ پھینکنا اور پانی چھوڑ دینا جائز ہے، اگرچہ ان میں ان کی عورتیں اور بچے بھی ہوں، لیکن اگر ساتھ مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہوں تو پھر بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔ (الہدایہ، البحر، اعلاء السنن)

مسئلہ ۱۰

دشمن کے علاقے کے درختوں کو کاٹنا جائز ہے، اگر اس کا مقصد انہیں نقصان پہنچانا یا مجاہدین کے لئے راستہ صاف کرنا یا اپنے لئے مورچہ بنانا یا کافروں کو تنبیہ کرنا ہو، لیکن اگر درخت کاٹنے میں مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہوگا۔ (البحر، اعلاء السنن)

مسئلہ ۱۱

وہ حکمران جو مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتا رہتا ہو اور ان کا حوصلہ پست کرتا رہتا ہو، اس کو اسلامی لشکر میں نکلنے سے روک دیا جائے گا، تا کہ وہ مسلمانوں کو خوف زدہ اور پست ہمت نہ کر دے۔

مسئلہ ۱۲

جہاد میں جُعْل، اُجرت اور وظیفے کا مسئلہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مسئلہ ۱۳

مجاہد کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اگر اسے ضرورت ہو۔ اسے اتنی زکوٰۃ دی جائے گی جو اس کے جہاد میں خرچ، کپڑے، آنے جانے اور رہنے کے مصارف کے لئے کافی ہو اور اس کے گھوڑے اور اسلحے کے لئے بھی اُسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، اتحاف)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وفی سبیل اللہ'' سے مجاہد اور مرابط مراد لئے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت مند مجاہد کو دورانِ جہاد تمام ذاتی اور جنگی ضروریات کے لئے زکوٰۃ دینا جائز ہے اور مجاہد کے لئے لینا جائز ہے، اسی طرح اگر اس کے اہل وعیال فقراء ہوں اور ان کی کفالت کا کوئی بندوبست نہ ہو تو ان کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

مسئلہ ۱۴

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ کافروں میں سے اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِ خلاد رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اَجر ملا ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیونکہ اسے اہلِ کتاب نے شہید کیا ہے۔ (ابوداؤد باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم)

مسئلہ ۱۵

اگر کافر کچھ مسلمانوں کو بطورِ ڈھال کے استعمال کریں یعنی انہیں اپنے آگے آگے رکھیں، تو مسلمانوں کے لئے ان پر تیراندازی کرنا یا گولے پھینکنا جائز ہوگا، مگر اس میں دو باتیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ مسلمانوں کو شہید کرنے کی نیت ہرگز نہ ہو، دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بچانے کی حتی الوسع کوشش بھی کی جائے۔ (الھدایہ، باب کیفیۃ القتال)

مسئلہ ۱۶

اگر کافروں کے کسی گولے یا آتشی مادے سے مسلمانوں کی کشتی یا جہاز میں آگ لگ گئی

ہو تو ان کے لئے سمندر میں کُودنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کا مختصر جواب یہ ہے کہ جس حالت میں سلامتی کا زیادہ امکان ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

مسئلہ ۱۷:

جنگ میں مشرکین سے استعانت [یعنی مدد لینا] جائز ہے، بشرطیکہ قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور جن سے مدد لی جارہی ہو، ان پر سخت نگرانی ہو، تاکہ وہ نقصان نہ پہنچا سکیں اور خیانت نہ کرسکیں۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۱۸:

مقتولین کے سامان کے بارے میں حضرت امام ابُو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر اعلان کردے کہ ہر کافر کا سامان اس کے قتل کرنے والے کو ملے گا، تب تو اس پر عمل ہوگا اور جو مجاہد جس کافر کو قتل کرے گا، اس کا اسلحہ اور سامان اسی مجاہد کو ملے گا، لیکن اگر امیر نے ایسا کوئی اعلان نہ کیا ہو، تو پھر ہر کافر کا اسلحہ اور سامان مالِ غنیمت میں جمع کیا جائے گا۔ (الھدایہ)

مسئلہ ۱۹:

امیر یا حاکم کے لئے جائز ہے کہ وہ اعلان کردے کہ جس کے ہاتھ جو سامان لگے گا وہ اِسی کا ہوگا، امیر کے اس اعلان کے بعد جس مجاہد کے ہاتھ جو کچھ لگے گا، وہ اِسی کی ملکیت ہوگا، لیکن فقہاء کرام نے اس طرح کے اعلانات کو پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ البتہ مسئلہ ۱۸ میں جس اعلان کا تذکرہ ہے وہ تو مسنون ہے۔ بہر حال اس طرح کا کوئی اعلان کرنے سے پہلے اس کے انجام اور مجاہدین پر پڑنے والے اس کے اخلاقی اثرات کا جائزہ لے لینا چاہئے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس مسئلے کی مکمل تفصیلات کو بیان فرمایا ہے۔ فلیُنظر اجمع۔ (الہدایہ، فصل فی التنفیل)

مسئلہ ۲۰:

مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ جو خُمس کہلاتا ہے، وہ مسلمانوں

کے تحفظ کے لئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے مصالح کے لئے خرچ کیا جائے گا، باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ (الفتاویٰ الہندیہ)

مسئلہ (۲۱):

مالِ غنیمت کے مستحق صرف وہی مجاہدین ہوتے ہیں جو جنگ کے آخیر تک اور مالِ غنیمت کے جمع ہونے تک زندہ رہیں یا مالِ غنیمت جمع ہونے سے پہلے مجاہدین سے بطور کمک آ ملے ہوں۔ چنانچہ جو مجاہد اس سے پہلے انتقال کر گیا یا مالِ غنیمت جمع ہونے کے بعد آیا تو وہ مالِ غنیمت کا مستحق نہیں ہوگا۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

مسئلہ (۲۲):

دشمن کے جو افراد مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوں مسلمانوں کا امیر ان کے بارے میں ہر وہ فیصلہ کر سکتا ہے جو مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق ہو، ان فیصلوں میں انہیں قتل کرنا، چھوڑ دینا، فدیہ لینا اور غلام بنانا سبھی کچھ آ جاتا ہے، البتہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے اس زمانے کے حالات اور مسلمانوں کے مجموعی مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

مسئلہ (۲۳):

کافروں کے گرفتار ہونے والے بچے اور عورتیں مالِ غنیمت کے حکم میں آ جاتے ہیں، مگر اس میں بھی مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کا خیال رکھنا چاہئے۔

مسئلہ (۲۴):

مالِ غنیمت کی اشیاء، مثلاً اسلحہ، سامان، مویشی وغیرہ اگر دوبارہ دشمن کے ہاتھ لگنے کا خطرہ ہو تو مویشیوں کو ذبح کر کے اور باقی سامان کو جلا کر یا دفن کر کے کافروں سے محفوظ کر لینا چاہئے۔ (الہدایہ)

مسئلہ (۲۵):

اگر چھوٹا بچہ بھی جنگ میں شریک ہو جائے یا عورت بھی جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے یا پانی پلانے کے لئے آ جائے یا غلام بھی جنگ میں شریک ہو جائے تو انہیں مال غنیمت

میں سے باقاعدہ حصہ تو نہیں دیا جائے گا، البتہ انہیں رَضَخ دیا جائے گا، یعنی مسلمانوں کا امیر اپنی مرضی سے انہیں مالِ غنیمت میں سے کچھ عطاء کر دے گا۔ (الھدایہ)

مسئلہ ۲۶

"نَفَل" اس انعام کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کا امیر مالِ غنیمت کے علاوہ کسی مجاہد یا کسی مجموعہ کو ان کے کسی کارنامے پر عطاء کرتا ہے، ضرورت پڑنے پر "نَفَل" کا اعلان پہلے بھی کیا جا سکتا ہے اور بغیر اعلان کے امیر اپنی مرضی سے بھی دے سکتا ہے، مالِ غنیمت جمع ہونے کے بعد امیر کو اسکے پانچویں حصے یعنی خُمُس میں سے "نَفَل" دینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۲۷

وہ مال جو دشمنوں سے بغیر جنگ اور لڑائی کے ہاتھ آیا، ہو وہ مال "فیئ" کہلاتا ہے، اگر مسلمانوں کا لشکر اس علاقے میں داخل نہیں ہوا، بلکہ اس علاقے کے لوگ خود ہی مال واسباب چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس مال کا مَصرف "جزیہ" والا ہوگا، لیکن اگر مسلمانوں کے لشکر نے انہیں گھیر لیا اور پھر مال حاصل کیا تو اس میں سے خُمُس نکالا جائے گا۔ (اعلاء السنن، کتاب المبسوط)

مسئلہ ۲۸

وہ مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں میں قید ہو جائے، اسے اگر فرار کا موقع مل جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا اس پر واجب ہے اور اگر کافر اسے کسی شرط پر رہا کریں تو اس میں کافی تفصیلات ہیں، بعض شرطوں کو پورا کرنا لازم ہے اور بعض کو پورا نہ کرنا لازم ہے، اگر کسی کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آ جائے تو وہ علماء کرام سے رُجوع کرے۔

مسئلہ ۲۹

کافر اگر مسلمانوں سے جنگ کے دوران کچھ مال واسباب چھین کر دارُالحرب میں لے جائیں تو وہ اس مال کے مالک بن جاتے ہیں اور شریعت ان کی مِلک کو تسلیم کرتی ہے، چنانچہ اگر پھر جنگ ہو اور مسلمان اس مال کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں تو اب یہ مالِ غنیمت

ہوگا، لیکن کافروں کے مالک ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اُسے جمع کر کے دارالحرب لے گئے ہوں، اگر دارالحرب لے جانے سے پہلے یہ مال اُن سے چھین لیا گیا تو وہ اس کے اصل مالک کو لوٹایا جائے گا۔ (اعلاء السنن، الہدایہ، البحر)

مسئلہ ۳۰:

دارالحرب کے کافروں سے ہدیہ لینا جائز ہے، مگر دو شرطوں کے ساتھ:۔ ❶ ہدیہ لینے میں کسی فتنے کا خطرہ نہ ہو، ❷ مسلمانوں کے لئے ذِلّت اور عار کی بات نہ ہو، اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو ہدیہ قبول کرنا درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳۱:

مسلمانوں کے لشکر میں سے اگر کوئی بھی کسی کافر کو امان دے دے، تو تمام اَہلِ لشکر پر اس اَمان کا احترام کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح اگر کوئی ایک مسلمان کافروں کے کسی خاندان یا مجموعہ کو کہہ دے کہ میں نے تمہیں امان دے دی ہے اور تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا، تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اس اَمان کا احترام کرنا ضروری ہوگا اور مسلمانوں کے ہر بالغ مرد اور ہر عورت کے امان دینے کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن بچے کے امان دینے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (الہدایہ)

مسئلہ ۳۲:

اگر مسلمانوں نے کسی کافر کو امان دے دی اور وہ مسلمانوں میں آنے جانے لگا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جاسوس یا مُخبر ہے تو اُسے قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر مسلمانوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان کے ملک میں کافر تجارت کیلئے آسکتے ہیں، مگر پھر تاجروں کے روپ میں جاسوس آ گیا تو اسے قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ امان تاجروں کے لئے تھی، جاسوسوں کیلئے نہیں۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۳۳:

سخت ضرورت کے بغیر مسلمانوں کا مشرکوں اور کافروں کے زیرِ تسلُّط علاقوں میں رہنا سخت مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

مسئلہ ۳۴:

حربی کافروں کو اسلحہ اور اسی طرح کی ایسی دوسری اشیاء جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، بیچنا جائز نہیں ہے۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

مسئلہ ۳۵:

مجاہدین کے چھوٹے مجموعے جو دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جاتے ہیں، ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے جائیں، البتہ اگر بہت بڑا محفوظ لشکر ہو تو اس میں قرآن مجید لے جانے کی اجازت ہے، یہی حکم مسلمان عورتوں کو جہاد میں اپنے ساتھ لے جانے کا ہے، البتہ ان کے لئے محفوظ اور بڑے لشکر کے ساتھ ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

خاتمۃ الکتاب

دوسرا حِصّہ

جہادی آداب، عسکری تدابیر اور جنگی چالوں کا بیان

اس موضوع پر بعض حضرات نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چونکہ اس کتاب میں تفصیل کا موقع نہیں ہے، اس لئے ہم صرف اس موضوع کی بعض ان اہم اور اصولی باتوں کو ذکر کریں گے جن کا جاننا مجاہدین کے لئے ضروری ہے۔

(۱)

بعض حکماء رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمام آداب جہاد کو ان دو آیتوں میں بیان فرمادیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ (الانفال: ۴۵،۴۶)	اے ایمان والو! جب کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکماء کا یہ قول درست ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانچ باتوں کا حکم دیا ہے اور یہ باتیں جس جماعت میں بھی پائی جاتی ہیں وہ فتح یاب ہوتی ہے، اگرچہ اس کی تعداد کم ہو۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں:۔

(۱) ثابت قدمی۔ (۲) کثرت ذکر اللہ۔

(۳) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت۔

❹ ایسے نزاع سے بچنا جو بزدلی اور کمزوری پیدا کرے، کیونکہ متحد مسلمانوں کی مثال تیروں کی گٹھی جیسی ہے جسے توڑا نہیں جاسکتا، لیکن اگر یہ گٹھی کھول دی جائے تو ایک ایک کر کے تمام تیروں کو توڑا جاسکتا ہے۔

❺ "صبر"، جو نصرت اور فتح کا خلاصہ اور اصل سبب ہے۔

پس ان پانچ چیزوں میں سے جس قدر چیزیں کم ہوں گی، اِسی قدر جنگ میں کامیابی کے اِمکانات کم ہوجائیں گے۔ واللہ اعلم

(۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ لڑائی ایک چال ہے۔

[یہ لفظ خُدْعَةٌ اور خَدْعَةٌ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔] (بخاری، مسلم)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمرو بن عبدوُد [مشرک] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مقابلے کے لئے آمنے سامنے آئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا: میں دو آدمیوں کے مقابلے کے لئے تو نہیں نکلا، یہ سن کر عمرو بن عبدوُد دائیں بائیں دیکھنے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اُسے ختم کردیا۔

خلیفہ ہادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے خالی ہاتھ ایک مُسلّح خارجی کو صرف جنگی چال کے ذریعے قتل کیا اور اپنی جان بچائی۔

[سوانح قاسمی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوّر اللہ مرقدہٗ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ شاملی کی لڑائی میں انگریز فوج کا ایک سکھ فوجی جو حضرت سے چار گناہ زیادہ ڈیل ڈول کا مالک تھا، حضرت کو شہید کرنے کے لئے آپ کے سر پر پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ مولوی قاسم! تم نے بہت گڑبڑ پھیلائی ہے، اب تمہارا وقت آگیا ہے۔ حضرت بڑے اطمینان سے کھڑے رہے اور اُسے فرمایا: باتیں کیا بناتا ہے، اپنے پیچھے کی تو خبر لے۔ وہ فوجی پیچھے مڑا تو حضرت کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کردیا۔]

اس طرح کی چالوں کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے۔

رُبَّ حِيلَةٍ أَنْفَعُ مِنْ قَبِيلَةٍ

ترجمہ: بعض چالیں پورے قبیلے سے زیادہ طاقتور اور مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

بعض عقلمندوں کا قول ہے کہ جب تم دشمن کا مقابلہ قوت اور طاقت سے کرو گے تو پھر جب تک اُسے اپنے سے کمزور نہ دیکھ لو، اس وقت تک آگے نہ بڑھ سکو گے، لیکن اگر تم نے کسی چال یا تدبیر کے ذریعے اس کا مقابلہ کیا تو دشمن جس قدر طاقتور کیوں نہ ہو، اُسے زیر کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔

(۳)

سنت طریقہ یہ ہے کہ کسی جنگ یا کارروائی سے پہلے اُسے خفیہ رکھنا چاہئے اور ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے کوئی بھی آپ کے اصلی ہدف کو نہ سمجھ سکے، یہ اِخفاء قریبی اور دُور، عام اور خاص ہر کسی سے رکھنا چاہئے، لیکن اگر اس جنگ یا کارروائی کو ظاہر کرنا کسی مصلحت کی وجہ سے ضروری ہو تو پھر اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک کا کھلم کھلا اعلان فرمایا، تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی طرح تیاری کر سکیں، جب کہ آپ کا عمومی معمول یہ تھا کہ آپ اپنی جنگ اور کارروائی کو مکمل ہونے سے پہلے چھپاتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

(۴)

اگر کسی ضرورت کے تحت یا بات چیت کے لئے دشمنوں کے پاس قاصد بھیجنا پڑے تو قاصد کے انتخاب میں خاص احتیاط اور اہتمام سے کام لینا چاہئے، کیونکہ قاصد وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کے بھیجنے والوں کا عکس دیکھا جاتا ہے، چنانچہ بعض قاصد اپنی قوتِ قلبی اور بے پناہ فصاحت اور قوتِ استدلال اور جرأت وہمت کے ذریعے سے دشمنوں کے عزائم کو ہلا دینے اور انہیں جھکنے پر مجبور کرنے کا سبب بن جاتے ہیں، جب کہ بعض قاصد اپنی بزدلی، کم ہمتی اور بے رعبی کی وجہ سے اپنے بھیجنے والوں کے لئے ذِلّت اور شکست کا باعث بن جاتے ہیں اور دشمنوں کے دلوں سے رہا سہا رُعب بھی ختم ہو جاتا ہے، اس لئے ہمیشہ ایسا قاصد بھیجنا چاہئے، جس کا دل مضبوط، عقیدہ پختہ، ذہن حاضر، عقل مکمل، زبان فصیح، اور لہجہ مؤثر ہو۔ اسی طرح ایک ہی قاصد کو بار بار دشمن کی طرف نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ بار بار آنے جانے کی وجہ سے اس قاصد کی ان کافروں سے کچھ دوستی یا ہمدردی ہو جائے یا وہ اُسے تحفہ یا ہدیہ دے کر نرم کر لیں یا کسی اور لالچ میں مبتلا کر دیں۔

مسلمانوں کو ماضی میں بھی قاصدوں کی غدّاری کی وجہ سے بہت سے نقصانات پہنچ چکے ہیں، اس لئے قاصد بدل بدل کر بھیجنے چاہئیں، ہاں! اگر کوئی قاصد ایسا ہو جو ہر طرح کے شک سے بالاتر اور بہت مضبوط ہو تو ایسے قاصد کو بعض اوقات دوبارہ بھیجنا مفید ہوتا ہے، کیونکہ اُسے سابقہ مجلسوں کی وجہ سے دشمنوں کے ساتھ نمٹنے کا سلیقہ بھی آ جاتا ہے اور اس کے لئے بات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا بھی آسان ہوتا ہے۔

⑤

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سریہ چار سو کا ہے، بہترین جیش چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد)

⑥

لشکر سے آگے جانے والے دستے کا امیر لازماً ایسا شخص ہونا چاہئے جسے جنگ اور اس کی تمام تدابیر کا علم ہو، کیونکہ اگلے دستے کی شکست لشکر کے لئے کم ہمتی کا سبب اور ایک بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ امیر کو چاہئے کہ دشمن کے سامنے گھوڑے سے زیادہ سننے والا، عُقاب سے زیادہ دیکھنے والا، کوّے سے زیادہ محتاط، چیتے سے زیادہ جھپٹنے والا اور شیر سے سخت حملہ کرنے والا بن کر لڑے اور اپنے پورے دستے کو ایک جسم کی طرح چلائے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اُتارے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب کسی منزل پر اُترتے تھے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے تھے، یہاں تک کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلایا جاتا تو سب اس کے نیچے آ جاتے۔

⑦

امیرِ لشکر کو چاہئے کہ وہ مجاہدین کے درمیان جہاد کے فضائل کی قرآنی آیات اور احادیث بکثرت پڑھا کرے اور غزوات وجہاد کی کتابیں، عرب کی جنگوں، مسلمانوں کی فتوحات، مجاہدین کی جنگی تدابیر، گھڑسواروں کی ترتیب، بہادروں کے مقامات، ان کے معرکے اور ان کی میدانِ جنگ میں مضبوطی، ثابت قدمی اور دشمنوں کے اندر گھس کر لڑنے کے واقعات

پر مشتمل کتابیں پڑھا کرے، کیونکہ اس سے ایمان والوں کے دل مضبوط ہوں گے اور بزدلوں کے دلوں سے کمزوری دور ہوگی اور آگے بڑھ کر جانبازی کرنے والوں کی جرأت میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح اُسے چاہئے کہ جہاد کے فضائل، جہاد کے دلائل اور جہاد چھوڑنے کی وعیدیں بھی بیان کرے اور اپنے لشکر میں سے اچھے اعمال والے مُخلص مجاہدین سے محبت کا اظہار کرے اور انہیں اپنا قُرب عطاء کرے، اِس طرح سے جہاد اور دیگر نیک اعمال اکثر مجاہدین کے نزدیک مرغوب بن جائیں گے۔

(۸)

جنگی تدبیروں میں سب سے اہم چیز "امیرِ لشکر"، کمانڈروں اور عَلَم برداروں کا انتخاب ہے، کیونکہ یہ بات ضروری ہے کہ تمام عسکری اُمراء اور کمانڈر ایسے افراد ہوں جن کا ایمان مضبوط، دل طاقتور، مزاج جنگی اور حواس پختہ ہوں اور انہیں جنگوں کا اور آگے بڑھ کر لڑنے کا تجربہ ہو اور وہ ماضی میں بھی شُجاعت اور جانبازی دکھا چکے ہوں، کیونکہ امیر یا کمانڈر کا اثر پورے لشکر پر پڑتا ہے، اگر امیر اور کمانڈر مضبوط ہوگا تو پورے لشکر میں جانبازی، سرفروشی، ایمانداری اور عزم کی بجلی دوڑ جائے گی، کیونکہ امیر یا کمانڈر کی لشکر میں وہی حیثیت ہوتی ہے جو جسم میں دل کی، اگر دل اچھا ہو تو پورا جسم اچھا رہتا ہے اور اگر دل میں فساد ہو تو پورے جسم میں فساد آ جاتا ہے۔

بعض تجربہ کار حضرات کا فرمان ہے کہ ایک شیر جو ہزار لومڑیوں کی قیادت کر رہا ہو، اس لومڑی سے بہتر ہے، جو ہزار شیروں کی قیادت کر رہی ہو۔

امام سرماری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیرِ لشکر یا کمانڈر میں دس خصلتیں ہونی چاہئیں:-

1. دل کی مضبوطی میں شیر جیسا۔ کہ شیر بزدلی نہیں دکھاتا۔
2. دشمن کے سامنے تکبّر میں چیتے جیسا ہو۔ کہ وہ پستی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔
3. بہادری میں ریچھ جیسا ہو۔ کہ وہ اپنے تمام اعضاء سے لڑتا ہے۔
4. حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو۔ کہ وہ پیٹھ نہیں پھیرتا۔

۵ آگے بڑھنے میں بھیڑئیے جیسا ہو۔ کہ جب وہ ایک طرف سے مایوس ہوتا ہے تو دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔

۶ اسلحہ اٹھانے میں چیونٹی جیسا ہو۔ کہ وہ اپنے وزن سے زیادہ بوجھ اٹھاتی ہے۔

۷ ثابت قدمی میں چٹان کی طرح ہو۔ ------------------------

۸ استقامت میں گدھے جیسا ہو۔ ------------------------

۹ جرأت میں کتے جیسا ہو۔ کہ اگر اس کا شکار آگ میں چلا جائے تو کتا بھی آگ میں گھس جاتا ہے۔

۱۰ موقع تاڑنے میں مرغے جیسا ہو۔ ------------------------

(۹)

امیر لشکر یا کمانڈر کیلئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ جنگ سے پہلے دشمنوں میں اپنے معتمد جاسوس پھیلا دے اور ان کی ہر گھڑی کی خبر اپنے پاس رکھے، نیز ان کی تعداد، ان کے اسلحے، ان کی جنگی تدبیروں کی بھی خبر لگائے اور دشمنوں کے اہم سرداروں اور بہادروں کے نام، ان کی حیثیت، ان کے آپس کے تعلّقات کی نوعیّت کا پتا لگائے اور پھر ان میں سے بعض کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی پیش کش کر کے بغاوت پر آمادہ کرے، اسی طرح اپنے لشکر میں ایسے خطوط پھیلا دے جو دشمن کے بہادروں اور سرداروں کی طرف منسوب ہوں اور ان میں مسلمانوں کے امیر کے ساتھ وفاداری کا اظہار ہو، یہ خطوط پیغامات اپنے لشکر میں اس قدر پھیلا دے کہ ان کی خبر دشمنوں تک بھی پہنچ جائے اور وہ ایک دوسرے کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہو جائیں، مگر یہ سب کچھ مضبوط بنیادوں پر ہونا چاہئے۔

عَلَّامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کِتَابُ الْاَذْکِیَاء'' میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ مُہلَّب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ خوارج کے لشکر میں ایک شخص اَبزَی نامی ہے، وہ زہریلے تیر بنانے کا ماہر ہے اور ہم اس کے تیروں کے سامنے اب عاجز اور بے بس ہو چکے ہیں۔ مُہلَّب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بس اتنی سی بات ہے؟ آپ لوگ پریشان نہ ہوں، میں ابھی اس کا علاج کرتا ہوں۔ اس کے

بعد مُہلّب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط لکھا جس میں اَبزی کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کا تحفہ مجھے مل گیا، میں اس خط کے ساتھ ایک ہزار درہم بھی بھجوا رہا ہوں، آپ کا میرے ساتھ تعلّق برقرار رہا تو میں آپ کا انعام اور بھی بڑھادوں گا اور آپ کو جب ضرورت پڑے میں حاضر ہوں، یہ خط اور ایک ہزار روپے ایک قاصد کو دے کر کہا کہ تم جان بوجھ کر خوارج کے ہاتھ گرفتاری کی کوشش کرنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا اور خارجیوں نے وہ خط اپنے سردار قطریؒ کو پہنچایا تو قطریؒ نے فوراً اَبزی کو قتل کروادیا اور کہا کہ جو شخص مُہلّب رحمۃ اللہ علیہ کو تحفے بھیجتا ہے اور اس سے تحفے لیتا ہے اس کے لئے یہی سزا ہے، بس اسی بات پر خوارج میں پھوٹ پڑگئی اور وہ سب الگ الگ ہوگئے۔ اِدھر مُہلّب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اب انہیں جنگ میں مصروف کر کے متحد ہونے کا موقع نہ دو، کیونکہ اب یہ کبھی اکٹھے نہیں ہوسکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۰)

امیرِ لشکر یا کمانڈر کو چاہئے کہ وہ دشمنوں میں جھوٹی خبریں، افواہیں اور غلط فہمیاں پھیلانے پر خاص توجہ دے اور اس کے لئے ان کے اپنے محکمے ڈاک وغیرہ کا استعمال کرے اور اس بارے میں اموال خرچ کرنے میں بُخل سے کام نہ لے، کیونکہ دشمنوں کے خلاف تدابیر پر رقم خرچ کرنا میدانِ جنگ میں جانیں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ مفید ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایسی تدبیریں سمجھادے جو ان پر عمل کر سکتے ہوں، جبکہ ایسے لوگوں کے دل میں تدبیروں کا آنا جو انہیں عملی جامہ نہ پہنا سکتے ہوں، حسرت کا سبب ہے۔ جنگی تدابیر کے سلسلے میں علّامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عجیب وغریب واقعہ نقل فرمایا ہے۔

عجیب واقعہ

مسلمانوں میں ایک بادشاہ نے سمرقند پر حملہ کیا اور اُسے محاصرے میں لے لیا، مگر اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی، بالآخر اس نے اپنے محافظوں سمیت شہر کے گرد چکر لگایا تو ایک آدمی کو پکڑ لیا اس کو لالچ وغیرہ دے کر اپنا بنالیا اور شہر کے بارے میں اس سے پوچھا، اس آدمی نے کہا: اس شہر کا حاکم تو ایک احمق آدمی ہے جسے کھانے پینے اور عورتوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ہے، لیکن

اس کی ایک بیٹی ہے جو شہر کا نظام چلا رہی ہے، اگر یہ لڑکی نہ ہوتی تو شہر تباہ ہوگیا ہوتا۔ مسلمان حاکم نے اس آدمی کو کچھ تحفے تحائف دے کر اس لڑکی کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم میری طرف سے اس لڑکی سے کہہ دینا کہ میں ملکِ عرب سے تمہاری عقل مندی کے چرچے سن کر آیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم سے نکاح کروں اور تم سے میرا بیٹا ہو جو عرب وعجم کا حکمران بنے، میں یہاں مال کے لالچ میں نہیں آیا، بلکہ میرے پاس تو سونے چاندی کے بھرے ہوئے چار ہزار تابوت ہیں، میں چاہتا ہوں یہ تابوت تمہارے حوالے کردوں اور خود چین کی طرف روانہ ہو جاؤں، اگر واپس آگیا تو شادی ہو جائے گی، ورنہ یہ مال تمہارا ہو جائے گا۔ جب یہ پیغام اس لڑکی تک پہنچا تو اس نے پیغام بھیجا کہ مجھے منظور ہے، تم مال کے تابوت بھجوا دو۔ مسلمان حاکم نے اس کی طرف چار ہزار تابوت بھجوا دیئے اور ہر تابوت میں دو آدمی بٹھا دیئے اور ایک مخصوص گھنٹی اپنے ساتھ رکھی کہ جب یہ گھنٹی بجائی جائے تو تابوتوں میں بند مجاہدین باہر نکل آئیں۔ جب تابوت شہر میں داخل ہوگئے، تو اس نے گھنٹی بجائی اور مجاہدین نے باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کرلیا اور پھر پورا لشکر شہر میں فاتحانہ طور پر داخل ہوگیا۔ (کتاب الاذکیاء)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ اِسکندر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار اِسکندر اپنے لشکر سمیت اَہلِ فارِس کے مقابلے میں نکلا، جب دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے تو اِسکندر نے اعلان کروادیا کہ اے فارِس والو! ہم نے تو اپنا وعدہ پورا کردیا ہے، اب تم میں سے جو اس وعدے کو پورا کرنا چاہتا ہے کرلے۔ یہ اعلان سنتے ہی اَہلِ فارِس کا پورا لشکر ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگا اور ان میں پھوٹ پڑ گئی جو ان کی شکست کا باعث بنی۔ (کتاب الاذکیاء)

(۱۱)

مجاہدین کی میدانِ جنگ میں ترتیب خود امیرِ لشکر کو بنانی چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی قوت، بہادری اور صلاحیت کے لائق جگہ پر رکھنا چاہئے اور پورے لشکر کے باہمی ربط کا انتظام بہت مضبوط رکھنا چاہئے اور اسے اپنی جگہ مخفی رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مخصوص ساتھیوں کی جگہ بدلتا رہے اور خود کو دشمنوں سے خُفیہ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔

(۱۲)

جب بھی کسی شہر پر قبضہ کرنا ہو تو پہلے اس شہر کے آس پاس کی بستیوں، مضافاتی علاقوں اور باغات پر قبضہ کرنا چاہئے، اس طرح سے شہر کا دفاع کمزور ہو جائے گا اور اس پر قبضہ آسان اور مستحکم ہو جائے گا۔

(۱۳)

اُمّ الذّیّال عَبِیّہ رحمہا اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اس کا بیٹا عرب کا مشہور بہادر تھا۔ اے میرے بیٹے! اگرچہ تمہیں اپنی قوت اور طاقت کا یقین ہی کیوں نہ ہو، مگر پھر بھی تم اس وقت تک جنگ میں نہ کُودو، جب تک اس سے بھاگنے کا راستہ معلوم نہ کرلو، کیونکہ انسان کے نفس کے پاس اگر اپنے بچاؤ کا حیلہ ہو تو وہ بہت طاقت کے ساتھ لڑتا ہے، لیکن اگر نفس اپنے بچاؤ سے مایوس ہو چکا ہو تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور بہترین طاقت وہ ہے جس کے پیچھے تدبیر ہو، تم اپنے دشمن کے سامنے بھیڑیئے کی طرح بیٹھو اور کوّے کی طرح اس سے اُڑ جایا کرو، کیونکہ بچاؤ اور احتیاط شجاعت کی لگام ہے اور لاپرواہی بہادری کی دشمن ہے۔

اَبُو السَّرایا رحمۃ اللہ علیہ جیسے عاقل آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا:

اے میرے بیٹے! تم اپنی تدبیر پر اپنی قوت سے زیادہ اعتماد کرو اور اپنی احتیاط پر اپنی بہادری سے زیادہ بھروسہ کرو، کیونکہ جنگ بے پرواہ کے لئے لڑائی ہے اور محتاط کیلئے غنیمت ہے، اچھی طرح جان لو کہ جب شہروں پر زوال آتا ہے تو ان کی تدبیریں ان کے لئے وبال بن جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ مصیبت کو اُترنے کی اجازت دیتا ہے تو آفت تدبیر میں ہوتی ہے۔

بعض عقلمندوں کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے دشمن کو کمزور سمجھا، وہ دھوکے میں پڑ گیا، اور جو دھوکے میں پڑ گیا اس کا دشمن اس پر فتح یاب ہو جائے گا، جنگ میں اپنے دل میں جرأت پیدا کرو، کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے اور کافروں کے ساتھ اپنے بغض اور دشمنی کو یاد کرو، کیونکہ یہ انسان کو کھڑا کرنے والی چیز ہے اور فرمانبرداری کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ جنگجو کا قلعہ ہے، بعض جنگی چالیں بہادری سے زیادہ کام کرتی ہیں اور بعض دفعہ ایک بات یا جملہ لشکر کی شکست کا سبب بن

جاتا ہے، صبر فتح کا راستہ ہے، دشمن سے لڑنے کو اپنی آخری تدبیر بناؤ، [یعنی جب سارے حیلے اور تدبیریں ناکام ہو جائیں، تب لڑائی شروع کرو۔] فتح تدبیر میں ہے، ظلم کے ساتھ کامیابی نہیں مل سکتی، لڑائی کے وقت بزدلی نہ دکھاؤ اور قدرت پانے کے بعد نرمی نہ کرو اور غالب ہونے کے بعد زیادتی نہ کرو، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو اور اپنے جہاد کو حقیر دنیا کی لالچ سے پاک رکھو۔

(۱۴)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ (تعالیٰ) سے عافیت مانگا کرو اور جب مقابلہ ہو جائے تو پھر ڈٹ کر لڑو۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید تم اس کے ذریعے سے آزمائش میں ڈال دیئے جاؤ اور اللہ (تعالیٰ) سے عافیت مانگا کرو، پھر اگر دشمن تلواریں لہراتے، چیختے، چلاتے آ جائیں تو تم زمین پر نہ بیٹھ رہو، بلکہ کہو: اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے اور ان کے رب! ہماری اور ان کی پیشانی کا مالک تُو ہے، تُو ہی انہیں قتل فرمائے گا، پھر جب وہ تمہارے قریب آ جائیں تو ان کی طرف یلغار کرو اور جان لو! جنّت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے۔ (مصنف عبدالرزاقؒ)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑو اور اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کرو اور اگر وہ شور شرابا کریں اور چیخیں چلائیں تو تم خاموش رہو۔ (مصنف عبدالرزاقؒ)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دشمن تمہارے قریب آ جائیں تو ان پر تیر برساؤ اور اس وقت تک تلواریں نہ نکالو، جب وہ تمہیں ڈھانپ نہ لیں [یعنی بالکل قریب نہ آ جائیں]۔ (ابوداؤد)

(۱۵)

نبی کریم ﷺ نے لاشوں کو بگاڑنے، دشمنوں کو آگ سے جلانے، عہد توڑنے اور معاہدہ کر کے دھوکہ دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص مُنافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں مُنافق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اُسے چھوڑ دے:-

① جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے، ③ معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، ④ جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (بخاری، مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا۔ ① ایک وہ شخص جس نے میرے نام کا عہد کیا پھر اس نے دھوکہ دیا، ② وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی، ③ وہ شخص جس نے کسی کو مزدور رکھا، پھر اس سے پورا کام لیا، مگر اُسے پوری اُجرت نہ دی۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین و آخرین کو جمع فرمادے گا، تو ہر دھوکہ دینے [یعنی عہد توڑنے] والے پر ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ ہے۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام مسلمانوں کا ذِمّہ ایک ہے، [یعنی کوئی بھی مسلمان کسی کافر کو ذِمّہ دے دے یا امان دے دے تو یہ سب کی طرف سے ہوگا] اور ان میں سے ہر ایک اس کی کوشش کرے گا جس نے مسلمان کا ذِمّہ توڑا، اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی کوئی جانی و مالی عبادت قبول نہیں کرے گا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: جس میں امانت نہیں اُس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں [یعنی جو عہد پورا نہیں کرتا، وہ پورے دین پر عمل پیرا نہیں ہے]۔ (مسند احمد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو قوم بھی عہد توڑتی ہے، ان میں باہمی قتل و غارت عام ہوجاتا ہے۔ (مستدرک صحیح علی شرط مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمّی پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈالا یا اس کی خوشی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا [یعنی دعویٰ کرنے والا] ہوں گا۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو جان کی امان دی اور پھر اُسے قتل کر دیا تو میں اس قاتل سے بری ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (ابن ماجہ، ابن حبان)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمّی کو [یا جس کے ساتھ بھی جان بخشی کا معاہدہ ہو] ناحق قتل کیا تو وہ جنّت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنّت کی خوشبو سو سال کی مسافت سے آئے گی۔ (موارد الظمآن)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ امیرِ لشکر کو معاہدے کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے اور دشمنوں کے ساتھ کئے ہوئے ہر معاہدے کو پورا کرنا چاہئے اور اگر غلط معاہدہ ہوگیا ہو تو جب تک اس معاہدے کے توڑنے کا اعلان نہ کردے اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اسی طرح مجاہدین کی بھی اسی نہج پر تربیت کرنی چاہئے کہ وہ اپنے قول و اقرار اور معاہدوں کی پابندی کریں اور ان میں سے جو بھی کسی کو امان دے دے، باقی سب کو اس کے امان کا احترام کرنا چاہئے۔

آخری فصل

دُعاء

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے، تم اُسے بدلہ دو، اگر بدلہ نہ پاؤ تو اس کے لئے دعاء کرو، یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم نے اُسے بدلہ دے دیا ہے۔ (ابوداود، نسائی)

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے، تم اُسے بدلہ دو، اگر تم بدلہ دینے سے عاجز ہو تو اُسے دعاء دو، یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا شکریہ اداء کر دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے اور وہ قدردانوں کو پسند کرتا ہے۔ (طبرانی)

ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں پر غور کرے جن سے وہ فائدہ اُٹھا رہا ہے اور پھر ان لوگوں کے لئے دعاء کرے جو اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر کے ان نعمتوں کو اس تک پہنچانے کا ذریعہ بنے ہیں، کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان کے ساتھ شریک مجاہدین اور ان کے بعد جہاد کرنے والے حضرات کی ان تھک کوششیں اور محنتیں نہ ہوتیں، تو آج نہ تو ہمیں اسلام کی نعمت نصیب ہوتی اور نہ ہم انسان کہلائے جانے کے قابل ہوتے، ان حضرات نے اپنی جانوں کو قربان کیا، اپنے اموال بے دریغ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لُٹا دیئے اور اپنی زندگیاں جہاد میں کھپا دیں اور انہوں نے مشرق اور مغرب کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا اور پاک قدموں اور چمکتی تلواروں اور کوندتے نیزوں کے ذریعے زمین کی ظلمت کو مٹا دیا اور رُوم و فارِس کے بادشاہوں کو ان کے اُونچے تختوں سے نیچے اُتار پھینکا اور ان کی کھوپڑیوں سے تاج اور غرور کو چھین لیا، چنانچہ دنیا ان کے قدموں کے نیچے زیر ہو گئی اور انہوں نے ہر طرف اسلام اور امن کی شمعیں روشن کر دیں اور آج تک ہم ان کی قربانیوں اور محنتوں کا صلہ کھا رہے ہیں۔ لیکن خود ہم نے جب سے ان کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور تلواروں اور نیزوں کے ذریعے عزت و عظمت حاصل کرنے کی بجائے ہم عیاشیوں اور عیش پرستیوں میں پڑ گئے ہیں، تو وہ موت جو کل تک ہمارے دشمنوں کو ڈراتی تھی،

ہمیں خوف زدہ کر رہی ہے اور وہ ذِلّت جسے ہمارے دشمن پینے پر مجبور تھے، ہماری خوراک بنادی گئی ہے، آج ہم خشکی اور تری میں دشمنوں کے ہاتھوں اُچک لئے جاتے ہیں اور ہمارے دشمن ہمارا چھپ کر اور کُھلم کُھلا اس طرح سے شکار کرتے ہیں جس طرح پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

آج ہم جہاد بھول چکے ہیں اور کافروں کے طور طریقوں کو اپنا کر تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں، ہم نے عزت وعظمت کے رُوحانی میناروں کو بھلا دیا ہے اور ہم اپنے شاہانہ مکانات بنانے میں مصروف ہو چکے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے دروازے پر اپنی ذِلّت اور انکساری، کمزوری اور محتاجی کا رونا روتے ہیں اور تیرے حُضور اپنے محتاج اور مجبور ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں اور ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں اور تُو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے پروردگار! میری اس تصنیف کو نامنظور فرما کر میری طرف پھینک نہ دینا اور نہ میری اُنگلیوں سے لکھی تحریر کو میرے خلاف قیامت کے دن گواہ بنانا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں شہادت عطاء فرما تا کہ ہم تیرے قُرب کے اعلیٰ مقام کو پاسکیں اور جس دن تو چہروں کو روشن اور سیاہ کرے گا، اس دن ہمارے چہرے کو روشن فرمانا، آپ بہت احسان فرمانے والے اور عام فضل فرمانے والے ہیں، اور آپ کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت دے سکتا ہے نہ گناہ سے بچنے کی قوت۔ اے ہمارے پروردگار! سب سے اعلیٰ، سب سے اکمل اور سب سے بلند رحمتیں نازل فرما، ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے اپنی محنت سے شرک کے اندھیروں کو دور بھگا دیا اور جنہوں نے کفریہ طاقتوں کو اپنے جہاد اور بہادری سے مرعوب فرما دیا اور رحمتیں نازل فرما آپ کی معزز اور بزرگ آل پر اور آپ کے جانباز اور بہادر صحابہ پر، جب تک میدانوں میں اسلحہ چمکتا رہے اور جب تک گھوڑے دوڑتے رہیں۔

وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا (آمین یا ارحم الراحمین)

دعوت

[اسی دعاء پر مصنّف شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس مبارک کتاب کو ختم فرمایا ہے اور اس دعاء میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے شہادت بھی مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نصیب فرمادی۔ اللہ تعالیٰ اس دعاء کو ہم سب کے حق میں بھی قبول فرمائے اور ہمیں اس پوری کتاب پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمارے ذریعے سے اس دور میں جہاد کی شمع کو روشن فرما کر کفر کے اندھیروں کا خاتمہ فرمائے اور دنیا میں جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے ہر جگہ مجاہدین کو کامیابی عطاء فرمائے اور مجاہدین کی صفوں میں اتحاد اور ان کے دِلوں میں تقویٰ نصیب فرمائے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرمائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہر مجاہد کو سچا اور مخلص مجاہد بنادے اور ہر گھر بیٹھنے والے مسلمان کو مجاہد بنادے اور ہر مسلمان کو جہاد اور مجاہدین کا حامی بنادے۔ یا اللہ! بہت سے مسلمان جہاد اور مجاہدین کی مخالفت کے جُرم میں مُبتلا ہیں، یا اللہ! انہیں اس جُرم سے توبہ کرنے اور اس جُرمِ عظیم سے بچنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

یا اللہ! بہت سے لوگ مجاہدین کے رُوپ میں جہاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں، یا اللہ! ان لوگوں کو ہدایت عطاء فرمادے اور ہر مجاہد کے جہاد کو اور جہاد میں خرچ کرنے والوں کے خرچ کو قبول فرمالے۔

یا اللہ! شہداء کی شہادت کو قبول فرمالے اور جہاد میں زخمی ہونے والوں کو شفاء عطاء فرمادے اور جہاد میں معذور ہونے والوں کو صبر، استغناء، اعلیٰ شان اور آخرت کا اجر عطاء فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں جس جگہ بھی مسلمان مغلوب ومظلوم ہیں، یا اللہ! ان کی مدد فرمادے اور انہیں غلبہ عطاء فرمادے اور ان پر ظلم کرنے والوں کو تباہ و برباد فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں اسلام کو غالب فرما اور کفر کو مغلوب فرمادے اور ہر جگہ اسلام کو نافذ فرمادے۔ یا اللہ! مجاہدین کی، ان کے قائدین کی اور ان کے خدمتگاروں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! جو مجاہدین تیرے راستے میں نکلے ہوئے ہیں، ان کے اہل وعیال اور گھر والوں کی حفاظت فرما اور اپنی رحمت سے ان کی باعزت کفالت کا بندوبست فرمادے، یا اللہ! شہداء کے بچوں اور بیواؤں کی کفالت کا باعزت انتظام فرمادے۔ یا اللہ! جو مجاہدین تیرے

راستے میں نکل کر دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو چکے ہیں ان کے ایمان کی حفاظت فرما اور انہیں باعزت اور باعافیت رہائی عطاء فرما کر میدانوں میں لڑنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

یا اللہ! اس کتاب کے اُردو ترجمہ اور تلخیص کو اپنے دربار میں قبول فرمالے اور اسے میری مغفرت کا ذریعہ بنادے۔ یا اللہ! اس کتاب کو اُمّتِ مُسلمہ کی بیداری اور ان کے دلوں میں اپنی ملاقات کے شوق کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنادے، یا اللہ! اُمّت کے اکابر و مشائخ کے درجات بلند فرما اور ان کے فُیوض کو ہر طرح عام فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ]

۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

بروز جمعرات

بمطابق ۸/ اکتوبر ۱۹۹۸ء

نظر ثانی:

۱۷/ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

یوم الجمعہ

بمطابق ۶/ نومبر ۲۰۰۹ء

بسم الله الرحمن الرحیم

اهدنا الصّراط المستقیم

۱۳۹۷ هـ

نفیس الحسینی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا

بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے
اُنکی جانوں اور اُنکے مالوں کو اس قیمت پر کہ
اُنکے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں
پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سچا وعدہ ہے۔ (التوبہ ۱۱۱)

مختصر فضائلِ جہاد

اسلام کے اہم فریضے

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر صحیح بخاری کی چالیس احادیث اور ان کی تشریح

آسان اور علمی انداز میں مسئلہ جہاد کی وضاحت

تشریح میں سیکڑوں احادیث کا مجموعہ

اپنے موضوع پر ایک منفرد تحریر

مولانا محمد مسعود ازہر

اسلامی غلبے کے عناصر

غلبے سے مراد قوت اور اقتدار والا غلبہ ہے۔ پھر اس آیت مبارکہ کے الفاظ میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا ظاہری غلبہ چند چیزوں کے ساتھ مشروط ہے۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ سے اشارہ ملا کہ مسلمانوں میں رسُول ﷺ موجود ہوں اور جب آپ تشریف لے جائیں تو آپ کا کوئی ''خلیفہ'' موجود ہو، معلوم ہوا کہ اسلامی غلبے کے لئے مسلمانوں میں جماعت اور خلافت کا قیام اہم کردار ادا کرتا ہے۔

بِالْهُدٰى سے اشارہ ملا کہ قرآن مجید ہی مسلمانوں کا رہنما اور دستور ہو، مسلمان قرآن پاک ہی کو اپنا قانون بنائیں اور اسی کو اپنا نظام اور دستور بنائیں۔ وَدِيْنِ الْحَقِّ سے اشارہ ملا کہ اسلام کی حقانیت، اس کا نفاذ اور اس کا غلبہ مسلمانوں کے پیش نظر ہو اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے اشارہ ملا کہ مسلمان اسلام کے غلبے کے لئے اسلام کے مخالفین سے جہاد کریں۔ چنانچہ جب بھی مسلمان ایک خلیفہ اور امیر پر متفق ہوئے اور انہوں نے قرآن کو اپنا قانون اور دستور بنایا اور وہ اسلام کی حقانیت اور تنفیذ کے لئے خود آگے بڑھے اور انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو پوری قوت سے جاری کیا تو انہیں یہ غلبہ نصیب ہوا...... اب بھی الحمد للہ مسلمان جہاں جہاد کرتے ہیں غالب اور کامیاب ہوتے ہیں۔ (فتح الجواد:۲/۴۹۵)

مقدمہ

جہاد کے لُغوی معنی

جہاد جُہد بِالضَّم یاجَہد بِالفَتح سے مُشتق ہے، جس کا معنی خوب محنت اور مشقّت کے ہیں، لغت کی کتابوں میں جہاد کے لُغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

بَذْلُ اَقْصٰی مَا یَسْتَطِیْعُهُ الْاِنْسَانُ مِنْ طَاقَتِهٖ لِنَیْلِ مَحْبُوْبٍ اَوْ لِدَفْعِ مَکْرُوْهٍ۔

انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کیلئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی

تمام فُقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی مُعاونت کو کہتے ہیں، اس کی مکمل وضاحت کیلئے مذاہبِ اربعہ کی مُستند کتابوں کے حوالہ جات مُلاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں

❶ اَلْجِهَادُ بَذْلُ الْوُسْعِ وَالطَّاقَةِ بِالْقِتَالِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ وَغَیْرِ ذَالِكَ۔

قتال فی سبیل اللہ میں اپنی جان، مال اور زبان اور دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ (البدائع والصنائع)

❷ اَلْجِهَادُ دَعْوَةُ الْکُفَّارِ اِلَی الدِّیْنِ الْحَقِّ وَقِتَالُهُمْ اِنْ لَّمْ یَقْبَلُوْا۔

جہاد کے معنی کافروں کو دینِ حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا، اگر وہ دینِ حق کو قبول نہ کریں۔ (فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قِتَالُ الْمُسْلِمِ کَافِرًا غَیْرَ ذِیْ عَهْدٍ لِاِعْلَاءِ کَلِمَةِ اللّٰهِ۔

جہاد کے معنی ہیں مسلمانوں کا غیر ذی عہد کافروں سے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔ (حاشیہ العدوی، الشرح الصغیر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وَشَرْعًا بَذْلُ الْجُهْدِ فِيْ قِتَالِ الْكُفَّارِ۔

اور جہاد کے شرعی معنی، اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔ (فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

اَلْجِهَادُ قِتَالُ الْكُفَّارِ۔

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ (مطالب لاولی النہی)

یہ تو تھی جہاد کی شرعی تعریف، اب آیئے! جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

قَالَ السَّرَخْسِيُّ فِي الْمُحِيْطِ: اَلْجِهَادُ فَرِيْضَةٌ مُحْكَمَةٌ وَقَضِيَّةٌ مَحْتُوْمَةٌ يَكْفُرُ جَاحِدُهَا وَيَضِلُّ عَانِدُهَا ـــــ وَكَذَا قَالَ صَاحِبُ الْاِخْتِيَارِ: اَلْجِهَادُ فَرِيْضَةٌ مُحْكَمَةٌ يَكْفُرُ جَاحِدُهَا ثَبَتَ فَرِيْضَتُهَا بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے، جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا“۔ (فتح القدیر، ص:۱۹۱، ج:۵)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں:

”جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے، جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن وحدیث اور اُمّت کے اجماع سے ثابت ہے“۔ (فتح القدیر، ص:۱۹۱، ج:۵)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: ❶ اقدامی جہاد ❷ دفاعی جہاد

اِقدامی جہاد

یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اقدامِ جہاد کرنا، اگر یہ اقدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے، تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مُستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی، اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مُطالبہ کیا جائے گا اور اگر یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اِقدامی جہاد کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دب جاتے ہیں اور ان کے دُشمن خوف زدہ اور مرعُوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے، اِس لئے کافروں کو مرعُوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوتِ اسلام کو دُنیا کے ایک ایک چپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رُکاوٹیں ہٹانے کے لئے اِقدامی جہاد فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے رہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے، لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہے: ''مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارُالحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں، اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا''۔ (فتاویٰ شامی)

نبی کریم ﷺ کے زمانے کا اکثر جہاد اقدامی تھا۔ قرآنِ مجید نے مسلمانوں کو اقدامی جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اقدامی جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، لیکن جب مسلمان اقدامی جہاد کے فریضے سے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دِفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

دِفاعی جہاد

یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کُفّار سے دِفاعی جنگ لڑنا، یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضرات فُقہاءِ کرام رحمہم اللہ کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مُندرجۂ ذیل صورتوں میں جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

1. جب کُفّار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔
2. جب کُفّار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کرلیں۔
3. ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نُجات دلانا تمام مسلمانانِ عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔
4. جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔
5. جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

فائدہ:

فرضِ عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے، یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کسی گھر میں آگ لگ گئی ہو تو سب مل کر بجھاتے ہیں یا کسی گھر میں چور، ڈاکو گھس گئے ہوں تو گھر کا ہر فرد اپنی استطاعت کے مطابق دفاع کرتا ہے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سُستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہو جاتا ہے، اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سُستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر، اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

دِفاعی جہاد کے متعلق حضرت امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دِفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حُرمت کے دِفاع کیلئے لڑنا یہ اجماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دُشمن جو مسلمانوں کے دین اور دُنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے، ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا اور کوئی فریضہ نہیں۔ اس دِفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں، بلکہ ہر ایک حتی الامکان دُشمن کا مُقابلہ کرے۔''

فُقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دِفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا

جس وقت کافر حملہ کر دیں، بلکہ جب کافر مسلمانوں سے "مسافتِ سفر" کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ (نہایۃ المحتاج،ص:۵۸:ج:۸)

قرآن مجید اور جہاد

قرآن مجید میں جہاد کا مسئلہ بہت ہی اہمیت اور تفصیل سے بیان ہوا ہے، محققین کی رائے یہ ہے کہ اعمال میں سے جس قدر تفصیل قرآن مجید نے جہاد کی بیان کی ہے اور کسی عمل کی اس قدر تفصیل بیان نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اہلِ ایمان کو کھڑا کرنے کے لئے قرآن مجید کی سورتوں کی سورتیں نازل فرمائیں، سینکڑوں آیات میں مختلف انداز اور پیراؤں میں مسئلہ جہاد کو سمجھایا، جہاد کے منافع اور مقاصد کا تفصیل سے بیان فرمایا، مجاہد کے مقام کو مکمل وضاحت سے کھول کر بیان کیا، جہاد نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدوں کو پوری طرح تفصیل سے بیان کیا گیا، قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنے اور سمجھنے والے بعض بڑے مفسرین حضرات کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہی جہاد ہے۔

قرآنِ مجید نے جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح کو جابجا استعمال فرمایا ہے، جس کے معنی قتال فی سبیل اللہ کے آتے ہیں اور خود قتال کا صیغہ بھی بار بار استعمال ہوا، کتابُ اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے ۲۶ صیغے ہیں اور قتال کے ۷۹ صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی بعض پوری کی پوری سورتیں جہاد کے احکام و فضائل اور جہاد ترک کرنے والوں پر وعیدوں کے متعلق نازل ہوئیں، جیسے دس رکوع پر مشتمل سورۃ انفال، جس کا دوسرا نام سورۃ بدر ہے اور سولہ رکوع پر مشتمل سورۃ براۃ، جس کے اور بھی کئی نام ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ حدید میں آلاتِ جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ بقرہ، سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ میں بھی تفصیل سے جہاد کا بیان ہے۔ سورۃ احزاب، سورۃ محمد (قتال)، سورۃ الفتح، سورۃ الصف اور سورۃ الحشر کے جنگی ناموں ہی سے ان سورتوں کے جہادی مضامین کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سورۃ عادیات میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور سورۃ نصر میں جہاد کے ذریعے دین کے عالمگیر غلبے اور مقبولیت کا بیان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ قرآن مجید کا صحیح طور پر مطالعہ کرے تو اس کی روح میدانِ جہاد

میں جانے کے لئے بے چین ہو جاتی ہے اور اُسے جہاد کی حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اس لئے دشمنانِ جہاد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھیں، کیونکہ قرآن مجید کے سمجھنے والے کسی بھی مسلمان کو جہاد سے دور کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ قرآن مجید کی آیاتِ جہاد کو سمجھنے کے لیے مطالعہ فرمایئے "فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد"۔

حدیث شریف اور جہاد

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قتال کرنے اور قتال پر اُبھارنے کا حکم دیا، آنحضرت ﷺ نے ان دونوں احکام پر کما حقّہٗ عمل فرمایا، چنانچہ ترغیبِ جہاد کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے ہزاروں فرامین کُتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

حضرات محدّثینِ کرام رحمہم اللہ نے آنحضرت ﷺ کے جہاد کے متعلق اقوال و افعال کو جمع فرمایا ہے، ان اقوال و افعال کی کثرت کا اندازہ تو ان کتب کے مُطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے جو کہ جہاد کی اہمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ ذیل میں ہم بعض کُتبِ حدیث میں کتابُ الجہاد کے مقامات لکھ رہے ہیں، تاکہ ذوقِ تحقیق رکھنے والے قارئین سہولت کے ساتھ احادیثِ جہاد تلاش کر سکیں۔

❶ صحیح بُخاری شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے ۲۴۱ ابواب ہیں۔

(صفحہ ۳۹۰ تا ۴۵۲ جلد اول، رقم الحدیث: ۲۷۸۲ تا ۳۱۸۹) کتابُ المغازی اس کے عِلاوہ ہے۔

❷ صحیح مُسلم شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے ۱۰۰ ابواب ہیں۔

(صفحہ ۸۱ تا ۱۴۳ جلد دوم، رقم الحدیث: ۱۷۳۰ تا ۱۸۱۷، ۱۸۲۷ تا ۱۹۲۵)

❸ ترمذی شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے ۱۱۴ ابواب ہیں۔

(صفحہ ۲۸۲ تا ۳۰۲ جلد اول، رقم الحدیث: ۱۵۴۸ تا ۱۷۱۹)

۴ ابوداؤد شریف

کِتَابُ الْجِہَادْ کے عنوان سے ۱۸۳ ابواب ہیں۔

(صفحہ ۳۴۲ تا ۳۶۲ جلد اول/۲ تا ۹ جلد دوم، رقم الحدیث: ۲۴۷۷ تا ۲۷۸۷)

۵ نَسائی شریف

کِتَابُ الْجِہَادْ کے عنوان سے ۴۸ ابواب ہیں۔

(صفحہ ۵۳ تا ۶۶ جلد دوم، رقم الحدیث: ۳۰۸۲ تا ۳۱۹۲)

۶ ابنِ ماجہ شریف

کِتَابُ الْجِہَادْ کے عنوان سے ۴۶ ابواب ہیں۔

(صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۷، رقم الحدیث: ۲۷۵۳ تا ۲۸۸۱)

۷ مِشکوٰۃ شریف

کِتَابُ الْجِہَادْ جلد اول صفحہ ۳۲۹ تا ۳۵۵ (کل صفحات ۲۶)

۸ مُصَنَّف ابنِ اَبِی شَیْبَہ

کِتَابُ الْجِہَادْ صفحہ ۲۱۲ تا ۵۴۶ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۹ سُنَنِ کُبریٰ بَیْہَقِی

کِتَابُ الْجِہَادْ جلد ۹ صفحہ ۱ تا ۱۸۳ (کل صفحات ۱۸۳)

۱۰ اَلتَّرغِیب وَالتَّرہِیب

کِتَابُ الْجِہَادْ صفحہ ۳۲۵ تا ۴۵۵ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۱۱ کَنزُ الْعُمَّال

کِتَابُ الْجِہَادْ جلد ۴ صفحہ ۲۷۸ تا ۶۳۷ (کل صفحات ۳۵۹)

۱۲ اِعلَاءُ السُّنَن

کِتَابُ الْجِہَادْ جلد ۱۲ صفحہ ۱ تا ۶۷۴ (کل صفحات ۶۷۴)

کتبِ فقہ میں کتاب الجہاد کے مراجع

❶ فتح القدیر

کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۱۸۷ تا ۳۳۳ (کل صفحات ۱۴۶)

❷ البحر الرائق

کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۷۰ تا ۱۴۲ (کل صفحات ۷۲)

❸ فتاوی شامی

کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ تا ۲۶۸ (کل صفحات ۱۴۹)

جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف

ویسے تو جہاد کی ضرورت اور اہمیت اور اس کے عظیم الشان فضائل اور اعلیٰ مقام کے پیش نظر حدیث وفقہ کی ہر کتاب میں جہاد پر طویل ابواب باندھے گئے ہیں اور سینکڑوں صفحات پر جہاد کے فضائل واحکام کو لکھا گیا ہے، مگر اُمّت میں بعض اکابر نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائیں ہیں، ان اسلاف میں سے چند کے اسماء گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔

❶ ابو سلیمان داؤد بن علی داؤد الاصفہانی الظاہری المتوفیٰ ۲۷۰ھ (کتاب الجہاد)

❷ احمد بن عمرو بن الضحاک الشیبانی، ابو بکر، المعروف بابن ابی عاصم المتوفیٰ ۲۷۸ھ (الجہاد)

❸ ثابت بن نذیر القرطبی المالکی المتوفیٰ ۳۱۸ھ (الجہاد)

❹ ابراہیم بن حماد بن اسحاق الازدی المالکی المتوفیٰ ۳۲۳ھ (کتاب الجہاد)

❺ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفیٰ ۳۸۸ھ (الجہاد)

❻ ابو بکر محمد بن الطیب الباقلانی المتوفیٰ ۴۰۳ھ (الجہاد)

❼ تقی الدین عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی الجماعیلی المقدسی المتوفیٰ ۶۰۰ھ ان کی کتاب کا نام "تحفۃ الطالبین فی الجہاد والمجاہدین" ہے۔

❽ ابو محمد قاسم بن علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر ۶۰۰ھ (الجہاد)

❾ عز الدین علی بن محمد الجزری المعروف بابن اثیر المتوفیٰ ۶۳۰ھ (الجہاد)

⑩ بہاءُ الدین ابُوالمحاسن یُوسف بن رافع المعروف بابنِ شدّاد الموصلی الحلبی المتوفیٰ ۶۳۲ھ (احکام الجہاد)

⑪ ابو محمد عزّ الدین عبد العزیز بن عبد السّلام السُّلمی المتوفیٰ ۶۶۰ھ ان کی کتاب کا نام "احکام الجہاد و فضائلہٗ" ہے۔

⑫ عمادُ الدین اسماعیل بن عُمر المعروف بابنِ کثیر الحافظ الدمشقی المتوفیٰ ۷۷۴ھ۔ ان کی کتاب کا نام "الاجتہاد فی طلب الجہاد" ہے۔

⑬ علی بن مُصطفیٰ علاء الدین البوسنوی الرّومی الحنفی الشّہیر علی دَدَہ المتوفیٰ ۱۰۰۷ھ (الجہاد و فضائلہٗ)

⑭ حُسام الدین خلیل البرسوی الرّومی المتوفیٰ ۱۰۴۲ھ (فضائل جہاد)

(ماخوذ از مقدمہ کتاب الجہاد لابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ از۔ ڈاکٹر نزیہ حماد)

جہاد کے موضوع پر اہم ترین تصنیف حضرت امام ابُوعبدُالرّحمان عبدُاللہ بن مبارک المروزی الحنظلی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الجہاد" ہے، عظیم مجاہد اور بلند پایہ امام وفقیہ کے قلم سے نکلنے والی یہ تصنیف اپنے موضوع پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے حضرت عبدُاللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے یہ جواہر پارے بار بار چھپ چکے ہیں اور عوام وخواص میں مقبول ہیں۔

زمانہ قریب میں جن مصنّفین حضرات نے جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر کامل سلامہ الدقس کی کتاب "آیاتُ الجہاد فی القرآنِ الکریم" اور ڈاکٹر زحیلی کی کتاب "آثارُ الحرب فی الفقہِ الاسلامی" کا ایک خاص مقام ہے۔

راقم الحروف کو اول الذکر کتاب کے مُطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

جہاد کے موضوع پر جو کام کرنے کی سعادت ماضی قریب کے نامور عالم، عظیم مجاہد، "شہید عبدُاللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ" کو حاصل ہوئی ہے، وہ انہی کا حصہ ہے، جہاد کے مٹے ہوئے فریضے کو زندہ کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے اس رجلِ رشید کا انتخاب فرمایا، شہید عبدُاللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی بیسیوں تصانیف اور سینکڑوں خطبات نے پوری دُنیا کے مسلمانوں میں ایک نئی رُوح پھونک دی،

حضرت ڈاکٹر عبدُاللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت جہاد پر جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، ان کے چند ایسے مضامین کو چھوڑ کر جو انہوں نے پاکستان کے سیاستدانوں اور افغان مجاہدین کے بعض ذرائع کے حوالے سے شخصیات اور جماعتوں کے عنوان سے لکھے ہیں، باقی تمام مَقالات اور مضامین علم و یقین کی روشنی سے معمور اور جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو بیدار کرنے والے ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عصرِ حاضر کے عظیم مُحقّق اور مایہ ناز مُصنّف شہید عبدُاللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اور آپ کے خُطبات سے استفادہ کریں۔

جہاد کے موضوع پر بہت سے حضرات نے مختصر رسالے اور کتابچے "چہل حدیث" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عاشق الٰہی بُلند شہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سَرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دیگر حضرات شامل ہیں۔

ابھی حال ہی میں دَارُالکُتب العَرَبِیَۃ پشاور نے عَلاَّمہ جلالُ الدِّین سُیُوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اَربَعُونَ حَدِیثًا فِی فَضلِ الجِہَادِ" شیخ مَرزُوق علی ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ أَجْمَعِيْنَ

حدیث شریف ①

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ حَدَّثَهٗ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ: دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ، قَالَ: "لَا أَجِدُهٗ" قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ، فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ؟ قَالَ: وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ؟ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهٖ، فَيُكْتَبُ لَهٗ حَسَنَاتٍ۔

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو جہاد کے برابر ہو۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو)۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنا شروع کردو اور اس میں تمہیں سستی اور کاہلی نہ ہو اور روزے رکھنے لگو اور کسی دن روزہ نہ چھوڑو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ اتنی استطاعت کسے ہوسکتی ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری، ص:۳۹۱، ج:۱، باب فضل الجهاد والسير، رقم الحدیث:۲۷۸۵)

تشریح

کسی بھی عمل کی فضیلت کا دارومدار اس عمل کے مقصود کی بلندی اور ضرورت پر ہوتا ہے، چونکہ جہاد کا مقصود اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے اور یہ عظیم مقصد بغیر جہاد کے حاصل نہیں ہو سکتا، اس لئے جہاد کو دیگر اعمال سے زیادہ فضیلت والا بتایا گیا ہے۔ ویسے تو کسی عمل کا دوسرے کسی عمل سے افضل ہونا اور اس کی افضلیت کی وجوہات کو معلوم کرنا قیاس اور عقل کا کام نہیں، یہ تو محض اللہ رب العزت کے احسان اور فضل سے ہوتا ہے، مگر بعض دینی قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے افضلیت کی وجوہات تلاش کی جاتی ہیں تو جہاد کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جہاد دیگر اعمال کا محافظ ہے، جہاد کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے بے خوف ہو کر تمام اعمال کی بھرپور ادائیگی کا موقع ملتا ہے اور اگر جہاد کے چھوڑ دینے کی وجہ سے کفّار کا غلبہ ہو جائے تو تمام دینی اعمال اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ چونکہ جہاد میں انسان اپنی دونوں محبوب چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے یعنی جان اور مال کی، جبکہ دیگر اعمال میں قربانی کی یہ شان نہیں پائی جاتی، اس لئے کسی عمل کو جہاد کے برابر قرار نہیں دیا گیا۔ باقی وہ احادیث و روایات جن میں جہاد پر دوسرے اعمال کی افضلیت کا ذکر ہے تو وہ جزوی فضائل ہیں اور اپنے اپنے مقام پر مُسلَّم ہیں، وگرنہ اس حدیث سے حضرات محدّثین کرام رحمہم اللہ نے مطلق طور پر جہاد کے دیگر اعمال سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے جہاد کی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ دیگر اعمال جہاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (فتح الباری، ص:۵، ج:۶)

حدیث شریف ۲

مجاہد سب سے افضل

أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رضي الله عنه حَدَّثَهُ قَالَ: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ۔ قَالُوْا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ

يَتَّقِي اللهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ۔

ترجمہ:

حضرت ابُوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا لوگوں میں کون سب سے افضل ہے؟ تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اس کے بعد کون (افضل ہے)؟ ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۱، ج:۱، باب افضل الناس مؤمن مجاہد، رقم الحدیث ۲۷۸۶)

تشریح

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا مُؤمن دیگر مسلمانوں سے افضل ہے، اسی کا اعلان واضح طور پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

فَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء:۹۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھا دیا ہے، اگرچہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔

جہاد کی اسی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس عمل پر اُبھارا، جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جہاد سے مرغوب و افضل عمل کوئی اور نہ تھا۔ اس کی چند مختصر مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ حج کیا کرو، یہ بہت اچھا عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا

حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔ (کذافی الکنز، ص:۳۵۸، ج:۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) کی ایک رات کی پہرے داری مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لیلۃ القدر کی رات حجرِ اسود کے سامنے کھڑا ہو کر عبادت کرتا رہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں شہادت کے ہر یقینی مقام تک پہنچا، لیکن میرا مقدر یہی تھا کہ میری موت بستر پر آئے۔ میرے نزدیک ایمان کے بعد اس سے افضل کوئی عمل نہیں کہ میں اندھیری رات میں اپنے گھوڑے اور ڈھال کے ساتھ جب آسمان (بارش کی وجہ سے) چمک رہا ہو، صبح کا منتظر ہوں کہ صبح ہو تو دشمن پر حملہ کر دوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ، ص:۸۸)

ارطاۃ بن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے دریافت فرمایا کہ لوگوں میں سے کس آدمی کا اجر وثواب زیادہ ہے؟ لوگوں نے آپ سے نماز روزہ کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے: اجر وثواب میں سب سے زیادہ امیر المؤمنین ہیں، ان کے بعد فلاں اور فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون شخص اجر وثواب میں ان لوگوں سے، جن کا تم نے ذکر کیا ہے، سب سے بڑا ہے اور امیر المؤمنین سے بھی بڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ضرور فرمائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایک چھوٹا سا آدمی جو ملکِ شام میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت کر رہا ہے، اُسے کچھ خبر نہیں کہ آیا کوئی درندہ اُسے پھاڑ ڈالے گا، یا کوئی کیڑا مکوڑا اُسے ڈس لے گا، یا دشمن اُس پر چھاپہ مار دے گا۔ یہ شخص اجر وثواب میں، ان لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا، بڑھا ہوا ہے اور امیر المؤمنین سے بھی اجر وثواب میں زیادہ ہے۔ (کنز العمال، ص:۲۸۹، ج:۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور انہیں باہر تک رخصت فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ للبیہقیؒ، ص:۱۷۳، ج:۹)

کنز العمال کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس

نے جہاد کے لئے سواری مانگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے (سواری پر) اس کا کجاوہ کسا، جب وہ آدمی سوار ہوگیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور تمنا کر رہے تھے کہ یہ آدمی ان کو دعاء دے، جب آپ رضی اللہ عنہ اُسے پہنچا کر واپس ہوئے۔ تو اُس آدمی نے کہا کہ اے اللہ! عمر کو جزائے خیر دے۔ (مختصر از کنز العمال، ص:۲۸۸، ج:۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جہاد کے ساتھ ان جیسا تعلق رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث شریف ۲

مجاہد کے درجات

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ — أُرَاهُ — فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنّت میں سو درجے ہیں جو اللہ (تعالیٰ) نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمائے ہیں، ان کے دو درجوں کا فاصلہ آسمان اور زمین کے آپس کے فاصلے کے برابر ہے، پس جب تم اللہ (تعالیٰ) سے مانگو تو فردوس مانگو، وہ جنّت کا سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اُوپر رحمٰن کا عرش ہے اور وہیں سے جنّت کی نہریں بہتی ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اعلی الجنۃ) کی بجائے (فوقہ فرمایا)۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۱، ج:۱، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:۲۷۹۰)

تشریح

چونکہ مجاہد، دین کے غلبے اور عظمت کیلئے جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے، اس لئے

اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کے بدلے قیامت کے دن اس کو بلند درجات عطاء فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ میں دو درجوں کے درمیان کے فاصلے کو زمین و آسمان کے باہمی فاصلے کے برابر قرار دیا گیا ہے جس کا مقصد اس فاصلے کی زیادتی بیان کرنا ہے۔ جب کہ ترمذی کی روایت میں دو ۲ درجوں کے درمیان سو ۱۰۰ سال کے فاصلے کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں پانچ سو سال کی مسافت مذکور ہے۔ ان درجات کی وسعت کا اندازہ ترمذی شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا کہ اگر تمام جہانوں کو اس کے ایک درجے میں رکھا جائے تو سب اس میں آسانی سے سما جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قربانی اور ان کے عمل کے اعزاز میں ان کے لئے یہ سو ۱۰۰ درجات تیار فرمائے ہیں۔ درجات کے تیار فرمانے کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کی گئی، جس کی چاشنی اور لذّت ہر مجاہد اس حدیث کو پڑھ کر محسوس کرتا ہے، واقعی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنّت کو خود سجایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں: جہاد کو عمل میں لانے سے دین کو رفعت حاصل ہوتی ہے تو اس کی جزاء بھی عمل کے مثل ہوگی (یعنی دین کی بلندی کی محنت کا بدلہ درجات کی بلندی)۔

(حجۃ اللہ البالغہ، ص: ۵۴۸)

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ دُنیا اور آخرت میں بلند درجات اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کیلئے جہاد کے فریضے کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں تاکہ ان فضائل کے مستحق بن سکیں۔

حدیث شریف ۴

شہید کا محل

عَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ۔

ترجمہ

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اس رات کو (یعنی معراج کی رات) دو آدمی دیکھے جو میرے

پاس آئے، پھر مجھے لے کر درخت پر چڑھے، پھر انہوں نے مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور بہترین تھا، اس جیسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا، ان دونوں نے کہا: یہ مکان شہیدوں کا گھر ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۱۸۵، ج:۱، ص:۳۹۱، ج:۱، رقم الحدیث ۲۷۹۱)

تشریح

اس مُبارک حدیث میں اللہ رب العزت کے ہاں شُہداء کے اکرام واعزاز کا ذکر ہے۔ حُضورِ اکرم ﷺ نے جنّت میں شہدا کا خوبصورت اور حسین محل معراج کی رات دیکھا جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، چونکہ شہید اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے لڑتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور فی سبیل اللہ اپنی سب سے قیمتی متاع کو قربان کرتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت کی طرف سے اُسے بُلند مُقامات اور اعلیٰ درجات سے نوازا جاتا ہے اور اللہ رب العزت کی مغفرت اور رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اِسی اکرام وعزاز کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کے اعمال کو ضائع نہیں فرماتے، بلکہ یہ اعمال جاری رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ

ترجمہ: پس جب تم ان کے مُقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔ (محمد: ۴)

شہید کے اعزاز واکرام کا اِس حد تک خیال رکھا گیا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ شہید کو مُردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ

لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (البقرہ:۱۵۴)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔

شہید کو صرف مُردہ کہنے سے ہی منع نہیں کیا گیا، بلکہ مُردہ گمان کرنے تک سے منع کر دیا گیا ہے، چونکہ شہید ایک عالی مقصد کے لئے اور دین کی سر بلندی کے لئے جان لُٹاتا ہے، اس لئے وہ اس قدر اعزاز سے نوازا جا رہا ہے۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۝ (آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔

شہید کو یہ سب مقامات اور درجات اس لئے بھی ملتے ہیں کہ اس نے افضل ترین جہاد کیا۔ افضل ترین جہاد کیا ہے؟ اس کی تفصیل اس حدیث شریف میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور تیرا خون بہہ جائے۔ (یعنی تو شہید ہو جائے) یہ سب سے افضل جہاد ہے۔

(ابن حبان، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب، ص:۴۳۸، ج:۲)

جہاد خود افضل ترین عمل ہے، پھر جہاد کا افضل ترین درجہ شہادت ہے جو شہید نے پالیا ہے، شہید کے فضائل حدیث شریف کی کتابوں میں بہت کثرت سے وارد ہوئے ہیں، اس سلسلے کی چند احادیث و روایات کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ اُحد کے دن شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے

والد (شہید) سے کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے کہا: ضرور بتلایئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) کسی سے بات نہیں کرتا مگر پردہ کے پیچھے، لیکن تیرے والد سے اللہ (تعالیٰ) نے آمنے سامنے (بغیر حجاب کے) گفتگو کی۔ (رواہ الترمذی، الترغیب والترہیب، ص:۲۴۷، ج:۲)

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے سات انعامات ہیں:۔ ❶ اس کا خون گرتے ہی اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، ❷ وہ جنّت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے، ❸ اسے ایمان کا حُلّہ پہنایا جاتا ہے، ❹ اُسے عذابِ قبر سے بچالیا جاتا ہے، ❺ وہ قیامت کے عظیم خوف سے محفوظ رہتا ہے، ❻ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے، ❼ اور وہ اپنے عزیز واقارب میں سے ستّر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (احمد، طبرانی، الترغیب والترہیب، ص:۲۴۳، ج:۲)

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شُہداء تین (قسم کے) ہیں:۔

پہلا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی راہ (جہاد) میں نکلا، اس کا ارادہ لڑنے اور شہید ہونے کا نہیں، وہ صرف مسلمانوں کی جماعت کو بڑھانے کے لئے آیا ہے، اگر یہ آدمی اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں مرگیا یا قتل ہوگیا تو اس کے تمام گناہ مُعاف کردیئے جائیں گے اور عذابِ قبر سے اُسے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن کے خوف سے مامون ہوگا اور حُورعین سے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور اُسے عزّت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور جنّت میں ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا۔

دوسرا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا ثواب کی نیّت کرکے، اس کی نیّت ہے کہ وہ کافروں کو قتل کرے گا اور خود قتل نہیں کیا جائے گا، پس اگر یہ مرگیا یا قتل ہوگیا تو اس کا گھٹنا حضرت اِبراہیم (خلیل اللہ) علیہ السلام کے ساتھ ہوگا، اللہ رب العزت کے سامنے سچی بیٹھک میں، اس بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک جس کا سب پر قبضہ ہے۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ نکلا اَجر کی نیّت کے ساتھ اور وہ چاہتا ہے کہ قتل

کرے اور قتل کیا جائے، پس اگر یہ مرگیا یا قتل کیا گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی تلوار کو کندھے پر رکھ کر ظاہر کرتا ہُوا آئے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، وہ کہے گا: کیا تم ہمارے لئے راستہ کُشادہ نہیں کرتے؟ بے شک ہم نے اپنا خون اور اپنا مال اللہ (تعالیٰ) کے لیے لُٹایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے یا انبیاء میں سے کسی نبی سے بھی کہے تو وہ اس کے لئے راستہ چھوڑ دیں بوجہ ان کے حق واجب کے دیکھنے کے۔ یہاں تک کہ وہ آئیں گے نور کے منبروں پر عرش کے نیچے اور اس پر بیٹھیں گے اور وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے فیصلے کس طرح کیے جاتے ہیں، انہیں نہ موت کا غم پہنچے گا نہ ہی قبر کی تکلیف اور نہ ہی حشر کا نفخہ انہیں خوفزدہ کرے گا، نہ انہیں حساب کی فکر ہوگی اور نہ ہی میزان اور پُلِ صراط کی، وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ جو مانگیں گے انہیں دیا جائے گا، جس کی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی، جنّت میں جو ان کو پسند ہوگا دیا جائے گا اور جنّت کی جس جگہ وہ چاہیں گے ان کا ٹھکانا بنایا جائے گا۔ (بزار، بیہقی)

حضرت ابُو الدَّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُولُ اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ شہید اپنے اہلِ خانہ میں سے ستّر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، الترغیب والترہیب، ص:۴۳۹، ج:۲)

مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ انہوں نے ہمیں خُطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان اور جنّت وجہنّم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے ہوتی ہیں تو آسمان کے دروازے اور جہنّم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی گوری گوری حُوریں زیب وزینت کرکے آسمان سے جھانکتی ہیں۔ جب آدمی (مسلمان) آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں: یا اللہ! اس کو ثابت قدمی عطاء فرما، یا اللہ! اس کی مدد اور اعانت فرما اور جب وہ پیٹھ پھیرتا ہے تو حوریں اس سے پردہ کرلیتی ہیں اور کہتی ہیں: یا اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے لوگو! خوب محنت کرو۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، تم حُورِ عِین کو رُسوا مت

کرو۔ جب آدمی شہید ہوتا ہے۔ تو خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کی ٹہنی سے پتے جھڑتے ہیں اور دو ۲ حوریں اس کی طرف اُترتی ہیں اور اُس سے مٹی کو صاف کرتی ہیں، پھر اُسے سو ۱۰۰ جوڑے پہنائے جائیں گے، جو انسان کے بنے ہوئے نہیں ہوں گے، بلکہ جنّت کی پیداوار ہوں گے............اور وہ فرمایا کرتے تھے: مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنّت کی چابیاں ہیں۔

(کتاب الجہاد لابن المبارکؒ، ص:۷۲، الترغیب والترہیب، ص:۳۳۳، ج:۲)

حیّان بن ابی جبلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی شہید ہوجاتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اس کے لئے بہت ہی حسین جسم بناتے ہیں، پھر اس کی روح کو حکم دیتے ہیں، پس وہ اس جسم میں داخل ہوجاتی ہے، پھر وہ اپنے سابقہ جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اردگرد غمگین ہوتے ہیں، وہ گمان کرتا ہے کہ وہ لوگ اسے سُن رہے ہیں یا دیکھ رہے ہیں، پھر وہ اپنی بیویوں کی طرف چلا جاتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ: ص:۹۲)

نُعیم بن عمّار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شُہداء میں کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو صف میں ہوتے ہیں اور اپنا چہرہ نہیں پھیرتے، یہاں تک کہ قتل کردیئے جاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو جنّت کے اُونچے کمروں میں پھریں گے اور ان کا رب اُن پر ہنسے گا اور جب تیرا رب دُنیا میں کسی بندے پر (خوش ہوکر) ہنسے تو اس کا حساب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد، الترغیب الترہیب، ص:۳۳۲، ج:۲)

امام نُووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مُسلم کی شرح میں شہید کی وجہ تسمیہ کی تحقیق فرماتے ہوئے سات اقوال نقل فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کئے جانے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں؟

❶ کیونکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی ارواح دَارُالسّلام میں شاہد (حاضر) ہیں اور ان کی اَرواح قیامت کے دن جنّت میں حاضر ہوں گی، اس لئے انہیں شہید کہتے ہیں۔ (شہید بمعنی حاضر)

❷ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنّت کی شہادت دیتے ہیں، اسی شہادت یعنی گواہی

کی وجہ سے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۳ وہ اپنی رُوح کے نکلتے وقت ان انعامات اور درجات کا مشاہدہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار فرمائے ہیں، تو اس مشاہدے کی وجہ سے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۴ اس کی رُوح کو اس کے مقام تک پہنچانے کے لئے ملائکۃ الرحمۃ یعنی رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، فرشتوں کی اس حاضری کی بدولت اُسے شہید کے لقب سے نوزا جاتا ہے۔

۵ اس کے ظاہر حال نے اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی گواہی دے دی ہے، اس گواہی (شہادت) کی بدولت اُسے شہید پکارا جاتا ہے۔

۶ اس کی شہادت کا شاہد یعنی گواہ اس کا خون موجود ہوتا ہے، اِس لئے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۷ یہ سابقہ اُمّتوں پر گواہ (شاہد) بنایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

شہادت کے انہیں بے بہا فضائل کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی موت کو مرغوب ومحبوب رکھتے تھے، اس لئے موت ان سے ڈرتی تھی اور دور بھاگتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شوقِ شہادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدیث شریف ۵

دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام دنیا ومافیھا سے بہتر

ہے۔(صحیح البخاری، ص:۳۹۲، ج:۱، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:۲۷۹۲)

تشریح

علامہ ابنِ دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ مجاہد کی صبح شام کے دُنیا ومافیہا سے بہتر ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو پوری دنیا دے دی جائے یعنی دنیا کے تمام اموال واسباب کا اُسے مالک بنادیا جائے اور وہ یہ تمام اموال واسباب اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں خرچ کرے، تب بھی اس کا ثواب کسی مجاہد کی میدانِ جہاد میں گزاری ہوئی ایک صبح یا شام کے برابر نہیں ہوسکتا، بلکہ میدانِ جہاد میں ایک صبح یا ایک شام کا لگادینا پوری دُنیا کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی یہ تشریح زیادہ درست ہے، کیونکہ اس کی تائید اس مُرسَل روایت سے ہوتی ہے جسے عبدُاللہ بن مُبارَک رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت عبدُاللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، لشکر روانہ ہوگیا مگر حضرت عبدُاللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ اس لئے پیچھے رہ گئے، تاکہ حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز اداء کرسکیں اور پھر لشکر سے جاملیں، تو حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے وقدرت میں میری جان ہے! اگر آپ جو کچھ زمین پر ہے وہ سب خرچ کردیں، تب بھی ان کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پاسکتے۔(فتح الباری، ص:۹۱، ج:۶)

یعنی اگر آپ کو پوری دُنیا دے دی جائے اور آپ اس کو خرچ کرکے جہاد میں پہلے روانہ ہونے والے ساتھیوں کی ایک صبح کا اجر حاصل کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے، حالانکہ حضرت عبدُاللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ صرف اس لئے رُکے تھے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض الفاظ سے اپنی شہادت کا یقین ہوچکا تھا، اب ان کی تمنا تھی کہ وہ جمعہ کی نماز حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اداء کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان افروز خُطبہ سنیں اور کیمیا اَثر صُحبت کے چند لمحات حاصل کریں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے رُفقاء سے جاملیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو پسند نہیں فرمایا اور اس پر تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر پوری دُنیا کے اموال خرچ کرڈالو، تب بھی اس ایک صبح کا اَجر نہیں پاسکتے

جوتم سے سفرِ جہاد میں تاخیر کی بنا پر رہ گئی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے جتنا عرصہ سفر میں گزرے گا وہ عظیم الشان اجر کا مُوجِب ہوگا، بلکہ جہاد سے واپسی کے سفر کی بھی یہی فضیلت ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ۔ جہاد سے لوٹ کر آنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)

جہاد میں لگائے گئے اوقات کی اس قدر عظیم فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے جان و مال کو جنّت کے بدلے خرید لیا ہے اور خرید و فروخت کا یہ عظیم الشان مُعاملہ میدانِ جہاد ہی میں اداء ہوتا ہے، گویا کہ مُؤمن اللہ رب العزت کی اس خرید و فروخت پر اس قدر خوش اور راضی ہوتا ہے کہ فوراً اپنی جان لے کر اللہ تعالیٰ کے حُضور پیش کرنے اور جنّت کا خریدار بننے کے لئے میدانِ جہاد میں حاضر ہو جاتا ہے، جہاں ہر لمحے وہ موت کے بالکل سامنے ہوتا ہے، چونکہ وہ اپنی جان لے کر اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر میدانِ جہاد میں نکل پڑتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کے اختیار میں تو اتنا ہے کہ وہ اس میدان میں پہنچ جائے، جہاں ہر وقت جان کی قبولیت کے مواقع میسّر ہیں تو گویا کہ اس نے جان دے دی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ہو گیا، اسی لئے اس کے اوقات کو اس قدر قیمتی قرار دیا گیا ہے۔

اس میں ایک اور نکتہ جو بعض محدِّثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے، یہ ہے کہ انسان کے درجات کی بُلندی کا مدار اللہ تعالیٰ سے محبّت اور اِخلاص پر ہے اور اُجر و ثواب میں کمی کا مدار دُنیا سے تعلّق اور محبّت اور دنیا میں غرق ہو جانے پر ہے۔

چنانچہ یہودیوں نے اپنی زبان سے اللہ رب العزت سے محبّت کا دعویٰ تو کیا، مگر دنیا کی خاطر اپنے ایمان تک کو بیچنے سے دریغ نہ کیا اور موت سے ہمیشہ دور بھاگتے رہے، حالانکہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ سے محبّت اور تعلُّق ہوتا تو وہ موت کو مرغوب جانتے، کیونکہ موت ہی کے ذریعے سے انہیں اپنے محبوب سے وِصال نصیب ہوگا اور وہ اس کے خصوصی مہمان بنیں گے، مگر یہودی تو موت کے نام سے بھی ڈرتا ہے اور دُنیا میں زندہ رہنے کا انتہائی حریص ہوتا ہے۔ یہودیوں کے دوغلے پن اور قول

وفعل کے تضاد کی مذمت قرآن مجید میں صاف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے، جب کہ مجاہد اس کے بالکل برعکس ہے، وہ دُنیا کی تمام آسائشوں کو چھوڑ کر اور اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی تمام اشیاء سے منہ موڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبّت میں اور اس کی رِضا کے حصول کے لئے اس کے دشمنوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے اور اس کے دوستوں کا تحفّظ کرنے کے لئے میدان میں نکلتا ہے اور موت کو مرغوب جانتا ہے اور شہادت کا طلب گار رہتا ہے، بلکہ اپنے محبوب کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا اس کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کے اوقات کو اس قدر فضیلت دی گئی ہے اور اس کی دعاؤں کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی طرح سنا جاتا ہے۔

حضرات صَحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کے اوقات کی قدر و قیمت کو جانتے تھے، اس لئے اپنی تمام مرغوب چیزوں کو جہاد کی خاطر چھوڑ دینا آسان سمجھتے تھے، یہاں تک کہ جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا قلبی لگاؤ اور محبّت اپنی جان سے زیادہ تھی جن کے ایک اشارہ آبرو پر اپنی ہزاروں جانیں نچھاور کرنا سعادت سمجھتے تھے، جن کی ایک نظر کے صدقے وہ دُنیا بھر کی متاع قربان کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے، جہاد کی خاطر انہوں نے اس ذات کی جدائی کو بھی گوارا کرلیا، مگر جہاد کے فریضے میں کسی قسم کی سُستی یا کمی نہیں آنے دی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

حدیث شریف ۶

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا شہادت

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَاأَنَّ رِجَالاً مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَا تَطِيْبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَوَدِدْتُّ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ۔

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے:

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے نہ ہوتے جن کا دل (جہاد میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو گوارانہیں کرتا اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ انہیں سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں، تو کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رُکتا، جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے جا رہا ہو۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح البخاری، باب تمنی الشھادۃ، ص:۳۹۶، ج:۱، رقم الحدیث:۲۷۹۷)

تشریح

اس حدیث شریف میں نبی رحمت ﷺ نے اپنے مبارک الفاظ کے ذریعے پہلے ان لوگوں کو تسلی دی جو جہاد کے شوق میں تڑپتے ہیں، مگر اسباب نہ ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہتے ہیں اور ان کی وہ حالت ہوتی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے:

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (توبہ:۹۲)

تو حضورِ اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو اس طرح سے تسلی دی کہ ”میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ میں ہر جماعت کے ساتھ خود نکلوں اور جہاد کروں، مگر ان غریب عاشقینِ جہاد کا دل رکھنے کے لئے کبھی میں سریہ بھیج دیتا ہوں اور خود نہیں نکلتا“۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ ۲۷/ مرتبہ خود جہاد میں تشریف لے گئے اور پچاس سے زائد مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا اور خود تشریف نہ لے گئے۔

یہ تو تسلی تھی ان لوگوں کو جو جہاد کے شوق میں تڑپتے تھے اور نہ جانے پر روتے تھے اور غمزدہ ہوتے تھے اور حدیث کے آخر میں ان لوگوں کے لئے تسلی ہے جو میدانِ جہاد میں نکلتے تھے اور انہیں

اس کا دکھ ہوتا کہ ہم حضورِ اکرم ﷺ کی صحبت سے محروم رہ گئے تو حضورِ اکرم ﷺ نے انہیں یوں اطمینان دلایا کہ "وہ چیز جس کی میں خود تمنا کر رہا ہوں (یعنی شہادت) اور شہادت کے بعد زندگی کی تمنا اس لئے کر رہا ہوں، تا کہ پھر جہاد کر سکوں اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں، تو جس چیز سے میں اس قدر محبت کر رہا ہوں وہ تمہیں میسّر آ رہی ہے، "یعنی جہاد" تو تمہیں میری صحبت سے دور رہنے کا غم نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ تم جہاد جیسے عمل کا اجر پا رہے ہو، جس عمل کی خاطر میں بار بار شہادت کے بعد زندگی کی تمنا کر رہا ہوں"۔

دوسرا اہم نکتہ اس حدیث میں یہ ہے حضورِ اکرم ﷺ نے بار بار شہید ہونے اور پھر زندہ ہو کر شہادت پانے کی تمنا فرمائی ہے، جبکہ بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ "جنّت میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر کوئی بھی دُنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرے گا، سوائے شہید کے، وہ چاہے گا کہ دوبارہ دُنیا میں بھیجا جائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہوا دسیوں بار شہید ہو، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے تو دنیا میں اس کی تمنا ظاہر فرمادی، جبکہ دوسرے شہداء جنّت میں پہنچ کر یہ تمنا کریں گے؟ حضرات عُلماء کرام نے اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کو تو دُنیا ہی میں اس بات کا علم بذریعہ وحی ہو چکا تھا اور آپ ﷺ کو اس پر یقین تھا کہ اسلام کی عظمت کا واحد راستہ جہاد ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کی تو بعثت اس لئے ہوئی کہ "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" "تا کہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے اور اسلام کے غلبے کا واحد راستہ جہاد ہے، تو حضورِ اکرم ﷺ نے اس کی بار بار تمنا فرمائی، جبکہ دیگر شہداء کو اس کا حقیقی اور یقینی ادراک آخرت میں ہوگا، تو وہاں وہ یہ تمنا کریں گے کہ دُنیا میں دوبارہ آ کر اس عظیم عمل کو کر سکیں، پھر اللہ رب العزت نے شہادت میں جو لذّت اور کیفیت رکھی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ یہ عجیب وغریب لذّت بار بار حاصل ہو اور بار بار اپنے مالکِ حقیقی اور محبوبِ حقیقی کے دربار میں سَر کٹوانے کا موقع ملے، کیونکہ عبدیت کا یہ اعلیٰ مقام صرف سچے عاشقوں کو ہی نصیب ہوتا ہے، ورنہ ہر کسی کو اپنے در پر قربانی کے لئے قبول نہیں کیا جاتا۔

علّامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کو تو بذریعہ وحی بتا دیا گیا تھا کہ

"وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے گا، یعنی کوئی آپ ﷺ کو قتل نہیں کر سکے گا، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا شہادت کیلئے بار بار تمنا کرنا جہاد کی عظمت اور فضیلت کے اقرار کے لئے اور مسلمانوں کو اس عمل پر اُبھارنے کے لئے تھا۔

علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کی یہ آرزو جہاد کی عظمت کو بیان کرنے اور مسلمانوں کو اس عمل پر اُبھارنے کے لئے تھی۔ (فتح الباری، ص:۱۰، ج:۶)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شہادت طلب کرنا بھی مستحب ہے، یعنی شہادت کا طلب کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب عمل ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے صدقِ دل کے ساتھ شہادت کی تمنا کی، اللہ (تعالیٰ) اُسے شہداء کے مقامات تک پہنچائے گا، اگر چہ اس کی موت بستر پر آئے۔'' (فتح الباری، ص:۱۶، ج:۶)

یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدق دل سے شہادت کی تمنا کرتے تھے اور بستر کی موت کو عیب سمجھتے تھے، اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو شہادت کا عظیم درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدیث شریف ۷

زیادہ اجر والا تھوڑا سا عمل

عَنۡ أَبِیۡ إِسۡحَاقَ قَالَ سَمِعۡتُ الۡبَرَاءَ رضی اللہ عنہ یَقُوۡلُ: أَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالۡحَدِیۡدِ، فَقَالَ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ أُقَاتِلُ وَأُسۡلِمُ؟ قَالَ: أَسۡلِمۡ ثُمَّ قَاتِلۡ: فَأَسۡلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: عَمِلَ قَلِیۡلًا وَأُجِرَ کَثِیۡرًا۔

ترجمہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں ایک زِرہ پوش شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ یارَسُولَ اللہ! میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں؟ حُضورِاکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اسلام لاؤ، پھر قتال میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ اسلام لائے پھر قتال میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کم کیا، لیکن اَجر بہت زیادہ پایا۔

(صحیح بخاری، ص:۳۹۴، ج:۱، باب عمل صالح قبل القتال، رقم الحدیث:۲۸۰۸)

تشریح

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے مغازی میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے:

مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنّت میں داخل ہوا، پھر خود ہی فرمایا: وہ خوش قسمت شخص عَمرو بن ثابت ہیں'' ۔رضی اللہ عنہ (فتح الباری، ص:۱۰۵، ج:۶)

اس روایت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بخاری شریف کی روایت میں جس آدمی کا تذکرہ ہے مُحدِّثینِ کرام رحمہم اللہ نے اس کا نام عَمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ بتایا ہے۔

حُصین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لَبید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آدمی کا قصہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اسلام کا انکار کرتا تھا لیکن اُحُد کے دن اس کو اسلام سمجھ میں آ گیا، اس نے تلوار تھامی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر گھمسان کی جنگ لڑی، یہاں تک کہ زخمی ہوگیا، لوگوں نے اُسے میدانِ جنگ میں زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ کون سی چیز تجھے جہاد میں لائی؟ اپنی قوم سے محبّت یا اسلام کی رَغبت؟ تو اس نے کہا کہ اسلام کی رَغبت، میں نے رَسُولُ اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، یہاں تک کہ مجھے یہ زخم پہنچے۔ اس پر حُضورِاکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً یہ آدمی جنّتی ہے۔

بخاری شریف کی روایت اور اس روایت کو اس طرح سے جمع کیا جائے گا کہ یہ شخص پہلے حُضورِاکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر جہاد میں شریک ہوا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ حُضورِاکرم ﷺ سے ملاقات کر چکا ہے، اس لئے انہوں نے اس کی سابقہ حالت یعنی حالتِ کفر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس سے سُوال کیا کہ تمہیں کون سی چیز میدانِ جہاد میں لائی؟ تو اس

نے بتایا کہ میں اسلام کی خاطر میدانِ جہاد میں اُترا ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے ایمان لانا ضروری ہے اور بس، اگر ایک آدمی ایمان لانے کے فوراً بعد میدانِ جہاد میں نکل کر شہید ہو جائے تو وہ جنّتی ہے، اگرچہ اُسے کسی دوسرے عمل کا موقع نہ ملا ہو۔

حدیث شریف ۸

فردوسِ اعلیٰ میں

عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ، وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ، أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ، اِجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ قَالَ: يَا أُمَّ حَارِثَةَ، إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلٰى۔

ترجمہ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ اُمِ الرُّبیّع بنتِ براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سُراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی (ﷺ)! کیا آپ مجھے حارثہ کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے (یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا)؟ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر لگا تھا، اگر وہ جنّت میں ہیں تو میں صبر کرلوں اگر کہیں اور ہیں تو پھر میں اس کے لئے خوب روؤں گی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ارے حارثہ کی ماں! جنّت میں تو بہت درجے ہیں اور تیرا بیٹا تو فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۴، ج: ۱، باب من اتاه سهم غرب فقتله، رقم الحدیث: ۲۸۰۹)

تشریح

اس حدیث میں "سَهْمٌ غَرْبٌ" کے الفاظ ہیں جن کے کئی معنی ہیں: - ایک معنی وہ ہیں جو

ترجمے میں لئے گئے ہیں، یعنی وہ تیر جو نامعلوم سمت سے آئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ مارنے والے کی نیت نہ ہو، بغیر اس کے قصد وارادے کے آ لگے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ اس کے مارنے والے کا پتہ نہ ہو۔ اس قصے میں یہ معنی مراد ہیں کہ مارنے والے نے کسی اور کو مارا تھا مگر ان کے آ لگا۔ یہ تمام معانی علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں نقل فرمائے ہیں۔

یہ جہاد کی خصوصیت ہے کہ اس میں نکلنے والے کو جس طرح بھی موت آ جائے وہ جنّت کے اعلیٰ مقامات پاتا ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ خود اپنی تلوار لگنے سے شہید ہو گئے۔ لوگوں نے اس پر کچھ چہ مگوئیاں کیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو عام شہید سے دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اجر تو شہادت کا، دوسرا لوگوں کی ان پر باتیں بنانے کا۔

اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جہاد میں نکلے، پھر وہ سواری سے گر کر مرجائے یا کوئی زہریلا جانور اُسے ڈس لے یا کسی طرح سے بھی مرے تو وہ جنّت میں جائے گا۔

حدیث شریف ۹

جہاد کا مُبارک غُبار

قَالَ: أَبُوْعَبْسٍ، هُوَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ۔

ترجمہ

ابُو عبس عبدُالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غُبار آلود ہوں گے، اُسے جہنّم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۵، ج:۱، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:۲۸۱۱)

تشریح

اس حدیث مُبارک میں جہاد کے راستے کے غُبار کی فضیلت کا بیان ہے، چونکہ جہاد کے مُبارک عمل سے دنیا میں حق کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل سرنگوں ہوتا ہے، اس لئے اس راستے کی ایک ایک چیز اور مجاہد کی ایک ایک ادا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے۔

چونکہ مجاہد کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، حملہ کرنا، گھوڑا باندھنا یہ سب اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ مجاہد کو اس کے ہر عمل کے بدلے بے شمار عظیم الشان نعمتوں سے نوازتے ہیں، جیسا کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جہاد کے راستے میں چلنے والے مجاہد کے پاؤں کا غبار اسے جہنم کی دردناک آگ سے بچانے کا باعث بن جائے گا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر اُمت رحمۃ اللہ علیہم اس غبار کے حصول کے لئے انتھک محنتیں کیا کرتے تھے۔

فیض الباری (تقریر بخاری حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کے صفحہ: ۴۲۵، ج:۲ پر ہے کہ سلطان بایزید خان یلدرم رحمۃ اللہ علیہ نے بہتر ۷۲ جنگوں میں حصہ لیا اور یہ سارے معرکے کفارِ یورپ کے خلاف تھے، سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قبا پہنے رکھتے تھے اور اُسے تبدیل نہیں کرتے تھے، جب کسی معرکے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرمالیا کرتے تھے، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں اسی غبار کی قبر میں دفن کیا جائے۔

اللہ اکبر! یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرمان پر عملی یقین کہ اس قدر غبار جمع کیا کہ اُسے اپنی نجات کا ذریعہ بنالیا۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی قبر کی مٹی اس کے جہاد کی گواہی دے گی۔ کاش! ہمیں بھی یہ شوق اور ولولہ نصیب ہوجائے۔ (آمین)

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والہانہ عمل کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایئے۔

ابو المصبح مقرائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سرزمینِ روم میں ایک جماعت کے ساتھ چلے جارہے تھے، جس کے امیر مالک بن عبداللہ خثعمی رضی اللہ عنہ تھے، مالک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس سے ہوا، جو اپنے خچر کو پکڑے ہوئے جارہے تھے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے ابو عبداللہ! سوار ہوجاؤ، تمہیں اللہ (تعالیٰ) نے سواری دی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ مالک رضی اللہ عنہ کا کیا مقصد ہے، جواب میں فرمانے لگے: میں اپنے جانور کو آرام دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں (یعنی مستغنی ہوں) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں گرد آلود

ہو جائیں، اس کو اللہ (تعالیٰ) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں پر سے نیچے کود پڑے۔ راوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے آج کے دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔

علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جہاد کے راستے میں صرف گرد و غبار لگ جانے کی یہ فضیلت ہے، تو پھر اس راستے میں اپنی پوری ہمت اور کوشش کو صرف کرنے کا کیا مقام ہوگا، یقیناً اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

حضرت ابُو الدَّرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاؤں اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) میں غبار آلود ہوئے، اللہ (تعالیٰ) اس سے جہنّم کو ایک ہزار سال دور فرما دیتے ہیں۔ یعنی اتنی مسافت جہنّم اس سے دور ہو جاتی ہے جتنی مسافت ایک تیز رفتار گھڑ سوار ایک ہزار سال میں طے کرتا ہے۔ یہ روایت طبرانی نے اوسط میں نقل فرمائی ہے۔ (فتح الباری، ج:۶، ص:۱۱۱)

حدیث شریف ۱۰

دُنیا میں دُوبارہ لوٹنے کی تمنّا

عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا أَحَدٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ، یُحِبُّ أَنْ یَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْیَا، وَلَهٗ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَیْءٍ إِلَّا الشَّهِیْدُ یَتَمَنّٰى أَنْ یَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْیَا، فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا یَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ۔

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو جنّت میں جانے کے بعد دنیا میں لوٹ آنا پسند کرے، اگرچہ اُسے ساری دنیا مل جائے، سوائے شہید کے کہ اس کی تمنّا ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جا کر دسیوں مرتبہ دوبارہ قتل ہو، بوجہ اس عمل کی کرامت کے، جو وہ دیکھ چکا ہوگا۔ (صحیح بخاری، ص:۳۹۵، ج:۱، باب تمنی المجاہد ان یرجع الی الدنیا، رقم الحدیث: ۲۸۱۷)

شہید کو جہاد اور شہادت کی حقیقی فضیلت اور کرامت کا پتہ جنّت میں چلے گا تو وہ بار بار شہید

ہونے کی تمنا کرے گا، جب کہ حضورِ اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی دنیا میں اس کا علم ہوگیا، اس لئے آپؐ نے دنیا ہی میں بار بار شہید ہونے کی تمنا ظاہر فرمادی (مؤلف)

تشریح

علامہ ابنِ بطّال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہادت کے فضائل میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، یہ حدیث ان سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نیک اعمال میں سے کوئی بھی ایسا عمل نہیں جس میں جان قربان ہوتی ہو سوائے جہاد کے، اس لئے اس کے اجر کو بھی بڑھادیا گیا۔ (فتح الباری، ص:۱۱۵، ج:۶)

نسائی شریف کی روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہلِ جنّت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، اللہ (تعالیٰ) اس سے فرمائے گا: اے ابن آدم! تو نے جنّت میں کیسا مقام پایا؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے بہت ہی اچھی جگہ پائی۔ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا: تم مانگو اور کچھ تمنا کرو۔ وہ کہے گا: یا اللہ! میں کیا مانگوں اور کیا تمنا کروں؟ (یعنی مجھے سب کچھ مل چکا ہے۔) ہاں! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں لوٹا دے، تاکہ میں تیرے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں، (وہ یہ سوال کرے گا) کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھ چکا ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے والد کو کیا کہا؟ اللہ (تعالیٰ) نے ان سے کہا: اے میرے بندے! مجھ سے کچھ تمنا کر، میں تجھے عطاء کروں گا۔ تو انہوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے زندہ فرمادیجئے، تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ تو اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا: میری طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ (شہداء) دنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے، اس لئے کہ صرف مجاہد ہی یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور جہاد کر کے شہید ہو اور کوئی یہ تمنا نہیں کرے گا، حالانکہ شہید کو جنّت میں بھی بہت اعلیٰ وارفع مقام ملا ہوا ہوگا، مگر جہاد اور شہادت جیسے مزے دار اعمال کے لئے وہ جنّت کی نعمتیں چھوڑ کر دنیا میں آنے کی درخواست کرے گا۔

آج ہم مسلمانوں کیلئے موقع ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی نعمتیں قربان کر کے جہاد کا راستہ اور شہادت کی موت پالیں یا کم از کم شہادت کے راستے کو اختیار کر کے اس کی پکی نیت تو کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے صدقِ دل سے شہادت کا سوال کرلیں، تا کہ محبوبیت کا یہ مقام ہمیں نصیب ہو اور ہم اس کا اظہار جنت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں کرسکیں کہ یا اللہ! ہمیں دنیا میں واپس لوٹا، تا کہ تیری راہ میں دوبارہ، سہ بارہ شہید ہوں اور پھر اس درخواست کی بدولت جنت میں اور درجات مل رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو رہا ہو۔ بلکہ ایک روایت میں تو شہداء کے لیے قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت ہوتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے (شہید) والد سے کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے کسی سے بھی بات نہیں کی مگر پردے کے پیچھے سے، مگر تیرے والد سے آمنے سامنے بغیر حجاب کے گفتگو فرمائی۔ (الترغیب الترھیب، ص:۳۳۶، ج:۲)

حدیث شریف ۱۱

جنت کوندتی اور چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں

عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ، وَكَانَ كَاتِبَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى رضي الله عنه إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔

ترجمہ

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقین جانو! جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۵، ج:۱، باب الجنۃ تحت بارقۃ السیوف، رقم الحدیث:۲۸۱۸)

(چمکتی اور کوندتی تلواروں کا ترجمہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باب سے لیا گیا ہے۔ مؤلف)

تشریح

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر مختصر جامع الفاظ میں جہاد کا شوق دلایا ہے، الفاظ مختصر ہونے کے باوجود اس قدر عمدہ ہیں کہ ان میں مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف میں جہاد پر اُبھارا بھی گیا ہے اور جہاد کے اَجر وثواب کا بھی بیان ہے اور دشمن کے بالکل سامنے جا کر تلوار استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور اس طرح سے گھمسان کی جنگ کرنے کا حکم ہے کہ تلواریں لڑنے والوں پر سایہ فگن ہو جائیں، بس اسی سائے کے نیچے جنّت ہے۔

(فتح الباری، ص:۱۱۰، ج:۶)

علّامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کی مُراد یہ ہے کہ جنّت جہاد سے ملتی ہے۔ ایک آدمی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ مسلمان فتنہ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں سوائے شہید کے؟ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے سر پر تلواروں کی چمک فتنے کے طور پر بہت ہو چکی ہے (یعنی اب اسے کسی اور فتنے اور عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا)۔ (کنز العمال، ص:۵۹۶، ج:۴)

ابنِ مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں تلوار کھینچی، اس نے اللہ (تعالیٰ) سے بیعت کرلی۔ (کنز العمال، ص:۳۲۸، ج:۴)

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز، بغیر تلوار باندھے نماز پڑھنے والے سے سَتَّر گنا افضل ہے۔ (کنز العمال، ص:۳۲۸، ج:۴، سند صحیح)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

(شمائل ترمذی، ص:۷)

علّامہ بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ذُوالفقار کا ذکر ہے، جو فتحِ مکّہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ (خصائل نبوی، ص:۱۰۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی تلواریں تھیں اور ان کے خاص خاص نام تھے، سب سے پہلی تلوار مَاثُور تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والد سے وراثت میں پائی تھی، ایک کا نام قَضِیب، ایک کا نام قَلَعی، ایک کا نام بتّار، ایک کا نام ذُوالفقار تھا وغیرہ۔ (خصائل نبوی، ص:۱۰۱)

ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سَمُرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے مُوافق بنوائی، وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے مُوافق بنوائی گئی ہے، وہ قبیلہ بنو حنیفہ کی تلواروں کے

طریق پر تھی۔ (شمائل ترمذی، ص:۷)

بنو حنیفہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور تھا، سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِتباع میں ویسی ہی تلواریں بناتے رہے۔ (خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۱۰۳)

ان چند روایات سے تلوار کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے اور تلوار کی یہ اہمیت اس لئے ہے کہ تلوار جہاد کا آلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اسلحہ کی اہمیت اور قدر و قیمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور دین کے دفاع کے لئے اسلحہ سے محبّت نصیب فرمائے۔

حدیث شریف ۱۲

جہاد کیلئے اولاد کی تمنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ علیہما السلام: لَأَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَأَةٍ، أَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِيْنَ، كُلُّهُنَّ يَأْتِيْ بِفَارِسٍ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: قُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ، جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُوْنَ۔

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سُلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے فرمایا: آج میں اپنی سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا، (عدد میں راوی کو شک ہے۔) ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ ان شاء اللہ کہہ لیجیے، مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی رضا کی نیّت کو کافی سمجھا۔) پس سوائے ایک بیوی

کے اور کوئی حاملہ نہیں ہوئی اور ان ایک اہلیہ کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔

(حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:) قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ایسے شہسوار بچے پیدا ہوتے جو سارے کے سارے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرتے۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۵، ج:۱، باب من طلب الولد للجہاد، رقم الحدیث:۲۸۱۹)

تشریح

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مسلمان کو یہ نیت رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کا سپاہی بنائے گا، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نیت فرمائی۔

علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے بیٹا دیا تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے کا مجاہد بنائے گا، تو اُسے اس نیت کا اجر ملے گا، اگرچہ ایسا نہ ہو، یعنی بیٹا ہی نہ ہو یا بیٹا ہو مگر وہ مجاہد نہ بن سکے۔ (فتح الباری، ص:۱۱۷، ج:۶)

اس روایت میں مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل ہی دنیا کا غلام بنانے کی نیت کر لیتے ہیں اور پھر بزدلی اور عیش پرستی کے ماحول میں ان کی تربیت کرتے ہیں اور جہاد کے تو قریب بھی نہیں جانے دیتے۔

آج کل جہاد کا نام سن کر کئی والدین تھر تھر کانپنے لگ جاتے ہیں کہ کہیں ان کے بیٹے جہاد میں نہ نکل جائیں اور اگر اللہ رب العزت کا کرم ان کی اولاد پر ہو جاتا ہے اور وہ جہاد پر نکل کھڑے ہوتے ہیں تو ان کے والدین پر قیامت آ جاتی ہے اور وہ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اپنے مسلمان نوجوان بیٹوں کو جنّت کے میدان سے واپس گھسیٹ لاتے ہیں اور انہیں دنیا میں پھنسا دیتے ہیں۔

آج کل تو یہ بھی ہو رہا ہے کہ والدین علماء کے پاس فتویٰ لینے چلے جاتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہماری اجازت کے بغیر جہاد میں چلے گئے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟ علماء کرام تو شرعی اُصولوں کو مدِ نظر رکھ کر فتویٰ دے دیتے ہیں، مگر یہ لوگ ان فتاویٰ کو جہاد کے خلاف استعمال کرتے پھرتے ہیں، حالانکہ اگر حضرات علماء کرام کے سامنے پوری کیفیت رکھی جائے اور ان والدین کی نیت اور کیفیت

سے بھی انہیں آگاہ کیا جائے، تو وہ یقیناً یہی فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے، اگرچہ مخلوق ناراض ہو جائے، مخلوق کو راضی کرکے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔

آج ہمارے مسلمانوں کو قرآن وحدیث کے احکام پر غور کرکے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے حالات کو سامنے رکھ کر جہاد کے متعلق اپنے رویے پر نظرِ ثانی کرنی چاہئے اور اپنی اولاد کو خود جہاد کی ترغیب دے کر اس مبارک عمل میں نکالنا چاہئے اور اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، اس سے پہلے موت نہیں آسکتی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت والی موت افضل ہے، یہ دنیا فانی ہے، ہمارا اصل ٹھکانا آخرت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں اپنے بچوں اور خاوندوں کو تیار کرکے جہاد میں بھیجتی تھیں۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے کئی بیٹے میدانِ جہاد میں شہید ہوگئے اور کئی قریبی رشتے دار شہادت کا جام پی گئے، مگر یہ باہمت مسلمان بی بی یہ پوچھتی رہی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے ٹکڑے دیکھ لیے، مگر اپنے بیٹے زبیر رضی اللہ عنہ کو جہاد سے نہیں روکا، بلکہ اور زیادہ ان کو شوق دلاتی رہیں۔

مگر آج کے مسلمان اپنے بچوں کو اس طرح پالتے ہیں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پال کر بڑا کرتی ہے اور لوگ ان کے کباب بنا کر کھا جاتے ہیں۔ آج ہمارے مسلمان اپنے بچوں کو کافروں کے مقابلے میں اس طرح سے بے کس اور بے بس بنا رہے ہیں کہ ان میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت تک نہیں ہوتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کافروں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے، وہ جہاں چاہتے ہیں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور مسلمان ماؤں بہنوں کی عصمت کی دھجیاں بکھیرتے ہیں اور مسجدوں اور مدرسوں کو ویران کرتے ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس دردناک ذلت اور رسوائی سے بچنے کے لئے جہاد کا راستہ اختیار کریں، بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے نیت کریں کہ انہیں ان شاء اللہ مجاہد بنائیں گے اور پھر خالص اسلامی اور جہاد کی طرز پر ان کی تربیت کریں، ان کے دلوں میں بچپن ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت اور کفر سے نفرت بھردیں، انہیں تیرا کی سکھائیں اور دوسری ورزشیں کرائیں، انہیں اپنے اسلاف کی شجاعت و بہادری کی داستانیں

سنائیں، ان کے ننھے منے دلوں میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کا سوز بھر دیں، اگر آپ نے بچوں کی ان خطوط پر تربیت کی تو کل ان شاء اللہ یہ اسلام کے غازی بنیں گے، ماؤں بہنوں کے اور اسلامی شعائر کے محافظ بنیں گے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرناک دشمن اُن پر میلی نگاہ بھی نہ ڈال سکے گا۔ (ان شاء اللہ)

حدیث شریف ۱۳

بزدلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ، وَ يَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ:

عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سَعد بن اَبِیْ وَقَّاص رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے، جس طرح اُستاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ مانگتے تھے۔ یا اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے بدترین حصے میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۶، ج:۱، باب ما یتعوذ من الجبن، رقم الحدیث:۲۸۲۲)

تشریح

حُضورِ اکرم ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں ایک دن مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دُعاء کرالے، روایت میں ہے کہ ایک صاحب اُٹھے اور انہوں نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بزدل ہوں۔ اور زیادہ سونے کا مریض ہوں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے لئے بھی دُعاء فرمائی۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا۔ (خصائل نبوی، ص:۱۳۴)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بزدلی سے انتہائی نفرت فرماتے تھے اور اس سے اسی طرح پناہ مانگتے تھے جس طرح کفر، شرک، نفاق اور حُبِ دنیا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو دنیا سے کفر وشرک مٹانے کے لئے بھیجا، اس لئے آپ ﷺ کو بہادری اور شجاعت کی صفت سے نوازا۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَاَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ۔ (شمائل ترمذی، ص:۲۵)

ترجمہ: اور میرا نام ماحی (مٹانے والا ہے)، اللہ (تعالیٰ) نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب لڑائی زوروں پر ہوتی تھی اور میدانِ جنگ گرم ہوتا تھا، تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے اور آپ سے زیادہ دشمن کے اور کوئی قریب نہ ہوتا تھا، میں نے آپ ﷺ کو بدر کے دن دیکھا، جب ہم آپ ﷺ کے پیچھے پناہ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب میں دُشمن کے زیادہ قریب تھے، اس دن آپ نے سب سے زیادہ گھمسان کی جنگ لڑی۔

(نور الیقین، ص:۲۷۷)

اَبُو اِسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا (جب) ایک صاحب نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عمارہ (رضی اللہ عنہ)! کیا آپ لوگوں نے حُنین کی لڑائی میں فرار اختیار کیا تھا؟ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے پُشت ہرگز نہیں پھیری۔ (صحیح البخاری، ص:۴۱۰، ج:۱)

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ (تیروں کی بوچھاڑ میں بھی) یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور ثابت قدم کھڑے تھے۔

؎ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ترجمہ: ”میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عَبْدُالْمُطَّلِب کی اولاد سے ہوں۔“ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۰، ج:۱)

ان احادیث سے بزدلی کی مذمت اور بہادری اور شجاعت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، بزدلی کی یہ مذمت اس وقت ہے جب کوئی آدمی اپنی بزدلی کی وجہ سے جہاد سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس مُبارک عمل سے دور رکھے اور ہمیشہ لوگوں سے ڈرتا رہے، لیکن اگر کوئی آدمی طبعی طور پر بزدل ہے، مگر اپنی اس بزدلی کے باوجود دل پر جبر کر کے میدانِ جہاد میں نکلتا ہے تو اس کو بہادُر مجاہد سے بھی زیادہ اَجر ملے گا، کیونکہ اس کا نفس اس عمل پر آمادہ نہیں تھا، اب اس نے مُشقت برداشت کر کے اپنے آپ کو آمادہ کیا اور ایسی جگہ جا پہنچا، جہاں اُوپر نیچے اور دائیں بائیں ہر طرف موت ہی موت ہے، تو یقیناً اُسے اپنی طَبعی بُزدلی کی وجہ سے شدید خوف محسوس ہوگا اور سخت تکلیف پہنچے گی، مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے اور میدانِ جہاد میں ڈٹا رہتا ہے تو یقیناً اُسے اس بہادُر مجاہد سے زیادہ اَجر ملے گا، جسے ان میدانوں میں کوئی خوف محسوس ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ”بہادُر بھی جہاد کرتا ہے اور بزدل بھی، مگر بزدل کو بہادُر سے دوگنا اَجر ملتا ہے۔“ (کتاب الجہاد مرسلا)

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بہادُری پیدا کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی میدانِ جہاد میں نکلے، اس لئے کہ جس ماحول میں ہم رہتے ہیں یہ ماحول تو شیروں کو بھی گیدڑ بنا دیتا ہے، اس وجہ سے بزدلی کا مرض اتنا عام ہو چکا ہے کہ اب تو اسے عیب بھی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اُسے بھی ایک اچھی صفت سمجھ لیا گیا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ایک زمانہ تھا جب پوری دنیا پر تمہاری دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور تم شہادت کی موت کو اس سے زیادہ مرغوب رکھتے تھے، جتنا ایک کافر شراب کو مرغوب رکھتا ہے، اس لئے مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی جان و مال اور تہذیب محفوظ تھی۔ آج بزدلی کی وجہ سے نہ ہمیں سکون کی زندگی میسّر ہے نہ موت، ہر طرف سے ذِلّت اور غلامی کے تاریک سائے ہم پر چھا چکے ہیں اور ہماری جان و مال، آبرو اور تہذیب سب کا آئے دن جنازہ نکالا جا رہا ہے، اب بھی موقع ہے کہ

جہاد کے راستے کو اختیار کر کے کفار کی غلامی کا طوق گلے سے نکال پھینکو اور عزت کی زندگی اور شہادت کی موت کے حقدار بن جاؤ۔

حدیث شریف ۱۴

جہاد کی برکت سے دونوں جنت میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيْنِ، يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ، فَيُسْتَشْهَدُ۔

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دو ۲ آدمیوں پر (خوشی سے) ہنستے ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا، پھر دونوں جنّت میں داخل ہوئے (یعنی قاتل اور مقتول)، پہلا تو اس لئے (جنّت میں داخل ہوتا ہے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور شہید کر دیا جاتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کر لیتے ہیں اور وہ بھی (قتال کرتے ہوئے) شہید ہو جاتا ہے

(صحیح البخاری، ص:۳۹۶، ج:۱، رقم الحدیث:۲۸۲۶)

تشریح

فائدہ:

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت ہے۔ بعض مُحدِّثین نے فرمایا کہ ہنسنے سے مراد اجر عطاء کرنا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اجر عطاء فرماتا ہے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ جمع الفوائد میں بھی مذکور ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے میں تھے، کافروں میں سے ایک شخص کا مسلمانوں کے ایک شخص سے ابتدائی مقابلہ ہوا، اس مشرک نے مسلمان کو قتل کر دیا، پھر مسلمانوں میں سے ایک اور شخص مقابلے کے لئے نکلا، مشرک نے اُسے بھی قتل کر دیا، پھر

وہ مشرک حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کس چیز پر قتال کرتے ہیں (یعنی کس مقصد کے لئے لڑتے ہیں)؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم لوگوں سے قتال کریں، یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ (تعالیٰ) کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو اداء کریں۔ اس مشرک نے کہا کہ یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے، میں اس پر ایمان لاتا ہوں، پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکین پر حملہ کر دیا اور وہ قتال کرتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اس کو اٹھا کر ان دونوں مسلمانوں کے ساتھ رکھ دیا گیا جن کو اس نے قتل کیا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اہلِ جنّت میں سے آپس میں بہت زیادہ محبّت کرنے والے ہوں گے۔ (بزار، جمع الفوائد، ص:۶، ج:۳)

اس حدیث شریف سے بھی جہاد کی عظمت اور شہادت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لئے صرف مؤمن ہونا کافی ہے، اس کے لئے خاص اعمال یا ایمان کے کسی خاص درجے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ حدیث شریف کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ وہ شخص ابھی ابھی مسلمانوں کو قتل کر رہا تھا اور پھر فوراً مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو رہا تھا اور بارگاہِ نبوت ﷺ سے بشارت پا رہا تھا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ایک مرتبہ ہمت کر کے اس مبارک عمل کیلئے تیار ہو جائے پھر اللہ رب العزت کی رحمتوں کے دریا اس پر بہا دیئے جاتے ہیں، لیکن انسان کا خطرناک دشمن "نفس" انسان کو جہاد پر آمادہ نہیں ہونے دیتا اور طرح طرح کے بہانے سمجھاتا ہے، کیونکہ جہاد میں نفسِ امّارہ کی موت ہے اور شیطان کے لئے ذِلّت اور رسوائی ہے اس لئے نفس و شیطان کی کوشش ہے کہ مسلمان جہاد سے دور رہیں، لیکن جو خوش قسمت انسان ہمت کر کے اس عمل کو اختیار کر لے تو پھر وہ رحمتِ الٰہی کا مستحق قرار دیا جاتا ہے، خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، البتہ اس کی نیّت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد کرنے کی ہو، اس کے سوا اور کسی چیز کو مقصود نہ بنائے۔

حدیث شریف ۱۵

مجاہد کا روزہ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ، بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔

ترجمہ:

حضرت اَبُوسَعِید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے (یعنی جہاد) میں ایک روزہ رکھا تو اللہ (تعالیٰ) اُسے ستّر سال جہنم سے دور کردے گا۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۸، ج:۱، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:۲۸۴۰)

عَلّامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ''فی سبیل اللہ'' (اللہ تعالیٰ کے راستے) کا لفظ مُطلَق بولا جائے تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے۔ (حاشیہ صحیح بخاری)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن وحدیث میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔

(تفہیم البخاری، ص:۸۰، ج:۲)

تشریح

مجاہد کے اکرام واعزاز کے لئے اس کے تمام اعمال کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے، ویسے تو مجاہد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جہاد کے دوران روزہ چھوڑ بھی سکتا ہے، بلکہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک جہاد کے سفر میں کچھ لوگوں نے روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے روزہ نہ رکھا، منزل پر پہنچ کر روزے دار تو لیٹ گئے، جبکہ غیر روزے داروں نے خوب کام کیا۔

اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ۔ (صحیح البخاری، ص:۴۴۰، ج:۱)

ترجمہ: آج روزہ چھوڑنے والے اجر میں سبقت لے گئے۔

مجاہد کے روزے کی طرح اس کی تلاوت، اس کے ذکر، اس کی نماز اور اس کے خرچ کا اجر بھی

بڑھا دیا جاتا ہے۔

حضرت سہل بن معاذ الجہنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں (جہاد) میں ایک ہزار آیات کی تلاوت کی، تو اللہ (تعالیٰ) اُسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ لیتے ہیں۔

(سنن کبریٰ بیہقی، ص:۲۷، ج:۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز، روزہ اور ذکر کو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص:۱۷۲، ج:۹)

حدیث شریف ⑯

جنّت کے ہر دروازے سے بلاوا

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ أَنفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ، دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ، كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ: أَيْ فُلُ هَلُمَّ۔ قَالَ أَبُوبَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ ذَاكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ۔

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) میں ایک جوڑا (کسی بھی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنّت کے نگران فرشتے بلائیں گے اور جنّت کے ہر دروازے کا نگران فرشتہ (کہے گا:) اے فلاں! اس دروازے سے داخل ہو جا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر تو اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری، ص:۳۹۸، ج:۱، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:۲۸۴۱)

حدیث شریف ۱۷

مجاہد کو سامان دینے اور اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کا اجر

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا۔

ترجمہ:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے سازوسامان مہیا کیا، اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے خیر خواہی کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کے گھر کی دیکھ بھال کی، اس نے بھی جہاد کیا۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۹، ج:۱، باب فضل من جہز غازیا اوخلفہ بخیر، رقم الحدیث:۲۸۴۳)

تشریح

قرآن وسنت میں جگہ جگہ جہاد کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب مختلف طریقوں سے دی گئی ہے اور خرچ نہ کرنے پر وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک آیتِ کریمہ مع مختصر تشریح کے ذکر کی جاتی ہے، اس کے بعد چند احادیثِ کریمہ بیان کی جائیں گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۹۵)

ترجمہ:

”اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اس آیتِ کریمہ کے خلاصہ تفسیر میں حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں: اور تم لوگ جان کے ساتھ مال بھی خرچ کیا کرو، اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو کہ ایسے مواقع میں جان و مال خرچ کرنے سے جُبن یا بُخل کرنے لگو، جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو کہ عین تباہی ہے۔

(معارف القرآن، ص:۶۷، ج:۱)

تفسیر مُظہری کے مصنّف جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ (اللہ تعالیٰ کی راہ) سے مرادِ جہاد ہے۔

(تفسیر مظہری، ص:۳۶۷، ج:۱)

آگے اسی آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں ’’معنی‘‘ آیت کے یہ ہیں کہ اے مسلمانو! تم جہاد چھوڑ بیٹھے تو تمہارا دشمن تم پر غالب آجائے گا، پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

علّامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہے، حتیٰ کہ شہید ہو کر قسطنطنیہ کے شہرِ پناہ کے نیچے مدفون ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے جی میں کبھی جہاد کا خیال آیا، تو وہ نفاق کی ایک شاخ لے کر مرا۔

(تفسیر مظہری، ص:۳۴۸، ج:۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نَزَلَتْ فِی النَّفَقَةِ۔

یہ آیت جہاد میں خرچ کرنے سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری، ص:۳۶۸، ج:۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تشریح محشّی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ اَنَّ مُرَادَهُ النَّفَقَةُ فِی الْجِهَادِ فَاَنَّهُ لَوْ لَمْ يُنْفِقْ فِيْهِ غَلَبَ عَلَيْهِمُ الْكُفَّارُ وَاَهْلَكُوْهُمْ۔ (حاشیہ بخاری، ص:۶۴۸، ج:۱)

ترجمہ: اور نفقہ سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ اگر جہاد میں مال خرچ نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور مسلمانوں کو ہلاک کر دیں گے۔

آیتِ کریمہ کا شانِ نزول

حضرت اَسلم اَبُو عِمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ مُنوّرہ سے قُسطَنطُنیہ کی طرف نکلے، اس وقت ہمارے امیر عبدُالرحمٰن بن خالِد بن وَلید رضی اللہ عنہ تھے، رُومیوں کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر مقابلے کے لئے نکلا، ہم بھی ان کے مقابلے میں بہت بڑی تعداد میں صف آراء ہوئے، اچانک مسلمانوں میں سے ایک شخص نے تنہا رُومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کی صفوں میں گھس گیا، لوگ چیخ پڑے کہ اس نے خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈال دیا، تو حضرت اَبُو اَیُّوب اَنصاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اس آیت کی غلط تاویل کر رہے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی، اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا اور اسلام کے حامی بکثرت ہوگئے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے سرگوشی کی کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے، (یعنی جہاد کی ضرورت نہیں) اور اس زمانہ قتال میں ہمارے بہت سے مال برباد اور تباہ ہوگئے، آؤ! ان کا کچھ تدارُک کریں اور ان کی دیکھ بھال کریں، اس کے رد فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، ص: ٢٠٧، ج: ١/ کشاف، ص: ٢٣٧، ج: ١/ مظہری، ص: ٣٦٨، ج: ١)

آیت شریفہ میں "اَلتَّھْلُکَۃِ" یعنی ہلاکت سے مراد، مال کی اصلاح، تدارُکِ نقصان اور جہاد چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (مظہری، ص: ٣٦٨، ج: ١)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ ترکِ جہاد مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔

(معارف القرآن، ص: ٤٧٤، ج: ١)

جہاد میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے

کیونکہ جب اہلِ مال اپنے اموال کو مجاہدین پر خرچ کر کے انہیں مضبوط نہیں کریں گے اور اپنے اموال کے ذریعے سے مجاہدین کے لئے آلاتِ حرب نہیں خریدیں گے تو مجاہدین کمزور ہوجائیں گے اور ان کے دشمن مضبوط ہوجائیں گے اور ممکن ہے کہ دشمن غالب آجائیں، اس وقت

وہ مسلمانوں کی تمام املاک اور اموال کو بھی چھین لیں گے اور مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں گے اور ان پر کافرانہ قوانین کو مسلّط کریں گے، تب مجاہدین سے مال روکنے والوں کو سوائے ندامت اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جہاد بالمال کی ضرورت

بعض اوقات مال کی ضرورت میدانِ جہاد میں افراد سے بھی بڑھ کر پیش آتی ہے اس لیے کہ بغیر جنگی سامان کے جہاد نہیں ہوسکتا، چنانچہ شریعتِ محمدیہ میں جہاد پر خرچ کرنے کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی دعوتِ جہاد پر فقراء بھی جہاد کے لئے حاضرِ خدمت ہوتے، مگر مال کی کمی کی وجہ سے بعض مرتبہ ان کی سواری وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکتا، تو روتے ہوئے لوٹتے، اس غم پر، جو انہیں جہاد سے محرومی کی وجہ سے پہنچتا تھا، اسی حالت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ۝

(التوبہ: ۹۲)

ترجمہ: اور ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جب وہ تیرے پاس آئیں کہ تو انہیں سواری دے۔ تو نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمہیں اس پر سوار کردوں۔ تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اسی لئے ہر ایمان والے پر واجب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے مالی وسعت سے نوازا ہے تو اس مال کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اور ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد میں خرچ کرے اور اس سلسلے میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ روکے، کیونکہ یہ اجتماعی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔

علّامہ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مال کو روکنا اور اس سے محبّت رکھنا یہ ہمیشہ کی ہلاکت کا باعث ہے، اسی وجہ سے بخل کو ہلاکت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (تفسیر ابی السعود: ۱۵۷، ج:۱)

آیتِ مبارکہ کی مختصر تفسیر کے بعد اب ملاحظہ فرمایئے "جہاد بالمال" کی فضیلت وضرورت پر چند احادیثِ مبارکہ:۔

حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کے ساتھ جہاد کرتا ہو۔ (بخاری)

اسی افضلیت کا اعلان قرآن مجید نے بھی واضح الفاظ میں فرمایا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان اور مال کی قربانی دینے والوں کے مقابلے میں وہ لوگ کہاں ہو سکتے ہیں جو یہ قربانی پیش نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی حقیقی محبت اور رحمت بھی انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جان ومال کا کیا ہوا عہد سچا کر دکھاتے ہیں اور کسی بھی تکلیف کی پرواہ کئے بغیر اسلام کے غلبے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر تن، من، دھن، کی بازی لگا دیتے ہیں۔

عظیم الشان اجر

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیسے بھیجے اور خود گھر پر رہا، اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود جنگ کی اور اللہ (تعالیٰ) کی رضا کے لئے مال خرچ کیا، تو اُسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں ثواب بڑھا دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ص:۱۹۸)

ایک اہم نکتہ:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اجر کا اس قدر بڑھنا صرف جہاد کے ساتھ خاص ہے، یعنی جہاد میں خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس قدر اجر بڑھا دیتے ہیں، جب کہ جہاد کے سوا دیگر

کسی بھی راستے میں خرچ کرنے سے اَجر اس قدر نہیں بڑھتا، بلکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے۔ (روح المعانی، ص: ۳۲، ۳۳، ج: ۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہترین دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے، جسے جہاد میں اپنے گھوڑے پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے، جسے جہاد میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (ابن ماجہ، ص: ۱۹۸)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجاہد کے ساز وسامان کا انتظام کرے، اس کو اس غازی جیسا ہی اَجر ملے گا اور غازی کے اَجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ (ابن ماجہ، ص: ۱۹۸)

حضرت خُریم بن فاتِک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کیا اُسے سات سو گنا اَجر وثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غازی کو جہاد کا ثواب ملتا ہے اور غازی کو اُجرت اور مُعاوَضہ دینے والے کو اُجرت دینے کا ثواب بھی ملتا ہے اور غازی کا ثواب بھی ملتا ہے۔ (ابوداوٗد)

فائدہ:

یہ تمام فضائل ان حالات میں ہیں جب جہاد فرضِ کِفایہ ہو اور مسلمانوں کی طرف سے ایک جماعت یہ فریضہ اداء کر رہی ہو اور دوسرے لوگ ان کی مالی مُعاوَنت اور ان کے گھروں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوں، مگر جب کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کر دیں یا کسی اور صورت سے جہاد فرضِ عَین ہو جائے، تو پھر ہر مسلمان پر ضرورت کے مطابق جان اور مال دونوں کی قربانی ضروری ہو جاتی ہے۔

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن مسلمانوں کے تین نابالغ بچوں کا انتقال ہو جائے، اللہ (تعالیٰ) انہیں اپنے فضل ورحمت سے جنّت میں داخل فرماتے ہیں اور جو آدمی اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں اپنے مال سے دو ۲ جوڑے خرچ کرے، تو جنّت کے دَربان (فرشتے) ان کی طرف دوڑتے ہیں، یعنی اس کا اِستقبال کرتے ہیں اور اُسے بُلاتے

ہیں۔ (سنن کبری بیہقی، ص:۱۷۱، ج:۹)

فائدہ:

اس روایت میں جوڑے سے مراد دو غلام یا دو اُونٹ یا دو بکریاں ہیں یا اس طرح کی کوئی اور چیزیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے اور خرچ کرنے والوں کے لئے جنّت کی بشارت ہے۔

حضرت ابُو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعلیٰ ترین صدقہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خیمہ کا سایہ دینا، اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خادم کا دینا یا اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نوجوان اُونٹنی کا دینا ہے۔ (ترمذی / کنز العمال، ص:۲۸۳، ج:۴)

چونکہ یہ تینوں چیزیں مجاہدین کے لیے ضروری ہیں، اس لیے اسے اعلیٰ ترین صدقہ فرمایا گیا مجاہدین کو رہنے کے لیے خیمے اور انتظامات کے لئے افراد اور پیش قدمی کے لیے سواری کی ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ یہ تینوں چیزیں قیمتی اور محبوب بھی ہیں، اس لیے ان کے خرچ سے یہ عظیم ثواب ملتا ہے۔

حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسُول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو سایہ دیا، اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن اُسے اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص:۱۷۲، ج:۹)

چونکہ مجاہد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کی خاطر نکلتا ہے، اس لئے جو کوئی بھی اس پر احسان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس احسان کا بدلہ خود ادا فرماتے ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں مال اور جان کے ساتھ جہاد کرے اور وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔ (ابوداود / کنز العمال)

اس حدیث شریف میں جان کے ساتھ مال خرچ کرنے کی فضیلت بھی مذکور ہے اور اس کو کمالِ ایمان کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں جان اور مال کے ساتھ

محبّت کا عنصر وافر مقدار میں موجود ہے اور جب وہ اپنی یہ دونوں محبوب چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو اسے ایمان کی حلاوت اور ایمان کا کمال درجہ عطاء کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ایک ایسی قوم پر ہوا، جو ایک دن میں کھیتی بوتے اور ایک دن میں کاٹتے تھے، جب وہ کاٹ لیتے تو کھیتی دوبارہ پیدا ہو جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ مجاہدین ہیں، ان کی نیکی کا اجر سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے، یہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں انہیں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ (الترغیب والترھیب، ص:۲۷۶)

چونکہ جہاد کے ذریعے سے اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے، باطل مٹتا ہے اور حق غالب آتا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی زندہ ہوتا ہے، دین اسلام اور قرآن کا نظام عملی طور پر نافذ ہوتا ہے، اسلام کی عظمت کو دیکھ کر لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کا اجر اس قدر بڑھا دیا جاتا ہے اور پھر چونکہ جہاد کے ذریعے خیر کے کاموں کو ترقی ملتی ہے اور نیکی کی ترویج اور اشاعت ہوتی ہے جس لئے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو ان سب نیکیوں کا اجر بھی ملتا ہے۔

حدیث شریف ۱۸

جہاد میں جاسوسی کی فضیلت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَّأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ يَوْمَ الْأَحْزَابِ، قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَّأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ۔

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن ارشاد فرمایا: دشمن کی خبر میرے پاس کون لائے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی

کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زُبیرؓ بن عوّام ہیں۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۹، ج:۱، باب فضل الطلیعہ، رقم الحدیث:۲۸۴۶)

حَوَاری کے معنی خصوصی معاون اور مددگار کے ہوتے ہیں۔

(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ ہے: بَابُ فَضْلِ الطَّلِيعَةِ، ہم نے عنوان میں اسی کا ترجمہ لکھا ہے کہ جہاد میں جاسوسی کی فضیلت۔) (مرتب)

تشریح

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عسکری امور میں بھی اعلیٰ درجے کی مہارت رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ناموں میں سے ایک نام نبیُ الملاحم ہے جس کا معنی ہے جنگوں والے نبی۔

خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَأَنَا الْمُقَفِّيْ وَأَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ۔ (شمائل ترمذی، ص:۲۵)

ترجمہ: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مُقفّی (یعنی آخری نبی) ہوں اور حاشر ہوں اور نبی الملاحم ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ملاحم ملحمہ کی جمع ہے، ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل و قتال ہو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہوا، اتنا کسی نبی کی اُمّت میں نہیں ہوا، نیز اس اُمّت میں جہاد ہمیشہ رہے گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے کہ میری اُمّت میں جہاد قیامت تک رہے گا حتیٰ کہ اخیر حصۂ اُمّت دجّال سے قتال کرے گا۔ (خصائل نبوی، ص:۳۷۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنگی امور و فنون کی مہارت رکھتے تھے، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تدابیر اور حکمتوں کو پڑھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اُصول بیان فرمایا کرتے تھے کہ "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" کہ جنگ تو تدبیر و حیلے کا نام ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگی اُمور میں توریہ فرمایا کرتے تھے، یعنی صراحت سے بیان کرنے کی بجائے ذُو معانی لفظ استعمال فرماتے تھے، تاکہ جنگ کا معاملہ خُفیہ رہے۔ خصوصاً فتحِ مکّہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جنگی تیاری اور ارادے کو انتہائی مخفی رکھا اور تمام حالات پر کڑی نظر رکھی۔ جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھوڑی سی چوک ہوئی اور انہوں نے مشرکینِ مکّہ کو اس حملے کی خبر کرنے کی کوشش کی، تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوشش کو ناکام فرمادیا اور اتنی بڑی تیاری کو اتنا مخفی رکھا کہ مشرکین کو اس وقت خبر ہوئی، جب آپ کا لشکر جرّار ان کے سَروں پر پہنچ گیا اور اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مکّہ مکرّمہ بغیر خونریزی کے فتح ہوا، سوائے ایک آدھ مقام کے کہیں بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، یہ ایک بہت بڑی جنگی حکمتِ عملی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے برسرِ پیکار رہتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی ایک ایک چال پر کڑی نظر رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ دشمن ہر وقت تاک میں لگا ہوا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تدابیر اور اپنے دشمن پر کڑی نظر رکھنے کی بدولت اسلام کے خلاف ہونے والی کئی بڑی سازشوں کو پنپنے سے قبل ختم کردیا گیا، ان سازشوں میں خالد بن سُفیان ھُذَلی، کعب بن اَشرف اور مسجدِ ضِرار کی سازشیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

خالد بن سُفیان ھُذَلی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر تیار کررہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اس کا خاتمہ کرادیا۔

کعب بن اَشرف یہودی مشرکینِ مکّہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن وار کی تدبیر بنا رہا تھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا، جنہوں نے اُسے ختم کردیا۔

مسجدِ ضِرار اہلِ کتاب اور منافقوں کی ایک منظم سازش تھی، جس کو کامیابی سے پہلے پہلے ختم کردیا گیا۔

انہی جنگی چالوں میں سے ایک اَہم چال دشمن کے لشکر کی خبر گیری ہے، جس کے لئے

حضورِاکرم ﷺ نے اعلان فرمایا تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے، جس پر انہیں بارگاہِ نبوت سے حَواری کا عظیم لقب ملا۔

حضورِاکرم ﷺ کا جنگی اُمور میں اس قدر دلچسپی لینا اور اس قدر توجّہ فرمانا اللہ تعالیٰ کے احکام کی بدولت تھا۔

آج بھی مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور حضورِاکرم ﷺ کے طریقوں کو زندہ کر کے اپنے دشمن کو زیر کر سکتے ہیں اور اسلامی عظمت کا دور واپس لوٹ سکتا ہے۔

حدیث شریف ۱۹

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْخَیْلُ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ:

حضرت عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر و برکت رکھ دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۳۹۹، ج:۱، باب الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیامۃ، رقم الحدیث:۲۸۴۹)

فائدہ:

دوسری روایت میں خیر و برکت کی تشریح اَجر اور غنیمت سے کی گئی ہے۔

(صحیح البخاری، ص،۴۰۰، ج،۱، رقم الحدیث:۲۸۵۲)

فائدہ:

یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جن سے قیامت تک جہاد کے جاری رہنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ (مرتب)

حدیث شریف ۲۰

جہاد کیلئے گھوڑا پالنے کا اجر

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِیْمَانًا

بِاللّٰہِ، وَ تَصْدِیْقًا بِوَعْدِہٖ، فَاِنَّ شِبَعَہٗ وَرِیَّہٗ وَرَوْثَہٗ وَبَوْلَہٗ فِیْ مِیْزَانِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ (تعالیٰ) کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے، اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا، تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کی لید اور پیشاب سب قیامت کے دن اس کے میزان (حسنات) میں ہوگا۔ (یعنی ان سب چیزوں پر اُسے اَجر ملے گا۔)

(صحیح البخاری، ص:۴۰۰، ج:۱، باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:۲۸۵۳)

حدیث شریف (۲۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ننگی پشت پر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَحْسَنَ النَّاسِ، وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ لَیْلَۃً، فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ، فَاسْتَقْبَلَھُمُ النَّبِیُّ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ، وَھُوَ عَلٰی فَرَسٍ لِاَبِیْ طَلْحَۃَ عُرْیٍ، وَفِیْ عُنُقِہِ السَّیْفُ، وَھُوَ یَقُوْلُ: لَمْ تُرَاعُوْا، لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ: وَجَدْنَاہُ بَحْرًا اَوْ قَالَ: اِنَّہٗ لَبَحْرٌ۔

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادُر تھے، ایک رات مدینہ والوں پر (ایک آواز سن کر) کوئی خوف طاری ہوگیا، سب لوگ اس آواز کی طرف نکلے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے پہلے نکل چکے تھے اور آپ ہی نے اس واقعہ کی تحقیق کی، آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: مت ڈرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے گھوڑے کو سمندر پایا (یعنی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تعریف فرمائی کہ یہ تو سمندر کی طرح

ہے)۔(صحیح البخاری، ص:۴۰۷،ج:۱،باب الحمائل وتعلیق السیف بالعنق، رقم الحدیث:۲۹۰۸)

تشریح

چونکہ جہاد میں دین اسلام کی عظمت اور بقاء ہے، اس لئے مسلمانوں کو وہ تمام چیزیں مہیا کرنے کا حکم دیا گیا جو چیزیں جہاد میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور ان چیزوں کے مہیا کرنے پر اجر و ثواب کے وعدے بھی کیے گئے، کیونکہ اسلام کی عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد ضروری ہے اور جہاد کے لئے اسبابِ جہاد کی ضرورت ہے، اس لئے جہاد کی نسبت سے ان اسبابِ جہاد میں بھی بے بہا اجر و ثواب کے خزانے رکھ دیئے گئے ہیں۔

آلاتِ جہاد میں گھوڑے کو خاص اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۔ (الانفال:۶۰)

ترجمہ: اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوّت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر ہیبت پڑے۔

مُسلم شریف میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی اُنگلیاں پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے۔

نسائی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گھوڑوں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہ تھی۔(فتح الباری، ص:۶۶،ج:۷)

علّامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث شریف میں یہ بشارت ہے کہ اسلام اور مسلمان قیامت تک رہیں گے، کیونکہ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا اور جب جہاد ہوگا تو مجاہدین بھی ہوں گے اور یہ مجاہدین مسلمان

ہوں گے تو معلوم ہوا کہ دین اسلام اور اس کے ماننے والے قیامت تک رہیں گے۔

(فتح الباری، ص:۶۷، ج:۶)

ابنِ مَرۡدُوَیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں: شیطان گھوڑے کی پیشانی پر نہیں آسکتا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں گھوڑا باندھا، پھر اپنے ہاتھ سے اُس کا چارہ بنایا، تو اُسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء کی جائے گی۔ (رواہ ابن ماجہ، فتح الباری، ص:۶۷، ج:۶)

بخاری شریف میں حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین طرح کے لوگوں کی ملکیت ہوتے ہیں، بعض لوگوں کے لئے وہ باعثِ اجر ہیں اور بعض لوگوں کے لئے پردہ اور بعض کے لئے وبالِ جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں (یعنی جہاد کے لئے) اُسے پالتا ہے، پھر کسی شاداب جگہ (جہاں چارہ زیادہ ہو) اس کی رسی کو لمبا کر کے باندھتا ہے تو وہ گھوڑا اُس چرنے کی شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے، مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو [۲] شَوط بھاگ جائے، تو اس کے قدم کے آثار میں بھی مالک کے لئے حسنات ہیں اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر سے گزرے اور اس سے پانی پی لے، اگرچہ مالک نے اُسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو، پھر بھی مالک کو اس سے حسنات ملتی ہیں۔ دوسرا شخص وہ ہے جو فخر، دکھاوے اور اہلِ اسلام کی دشمنی میں گھوڑا باندھتا ہے، تو یہ اُس کے لئے وبالِ جان ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۴۰۰، ج:۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی گھڑ سواری فرمایا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، اسی طرح ہمارے اسلاف گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صفحہ ۴۰۱ پر باب باندھا ہے:۔ (سرکش جانور اور گھوڑے کی سواری کا بیان) پھر راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہمارے اسلاف (نر) گھوڑے کی سواری کو

پسند کرتے تھے، کیونکہ وہ دوڑتا بھی تیز ہے اور جری بھی بہت ہوتا ہے۔ خود حضورِ اکرم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری فرمائی اور پھر اس گھوڑے کی تیزی کی تعریف فرمائی۔

بہرحال یہ ایک طویل موضوع ہے، جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑے کے اس قدر فضائل اور گھوڑا باندھنے اور اس پر سواری کرنے کی اس قدر ترغیب کی وجہ صرف یہی ہے کہ گھوڑا اُس دور میں جہاد کا سب سے بہترین ذریعہ اور آلہ تھا۔

پس جو چیز بھی جہاد کے لئے بطورِ آلہ اور ذریعہ کے ہوگی، اس کو رکھنے اور سیکھنے میں اجر ہوگا۔

اس لئے مسلمانوں کو ان شرعی احکام کی پیروی کرتے ہوئے جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہئے اور اسبابِ حرب اور آلاتِ جنگ کو ہمیشہ اپنے پاس تیار رکھنا چاہئے، تاکہ اجر و ثواب بھی ملتا رہے اور ضرورت پڑنے پر پریشانی اور محرومی بھی نہ ہو۔

حدیث شریف ۲۲

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر، غنیمت اور جنت کی ضمانت

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ، أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ، أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ضمانت لی ہے اس شخص کی، جو اس کے راستے (یعنی جہاد میں) نکلے، اُسے جہاد میں نہ نکالا ہو مگر مجھ پر ایمان لانے نے اور میرے انبیاء کو سچا ماننے نے (اس کیلئے ضمانت ہے) کہ میں اُسے لوٹاؤں گا اجر اور غنیمت کے ساتھ یا اُسے جنت میں داخل کروں گا، (حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:) اگر مجھے اُمت پر مشقت

کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے دستے سے بھی پیچھے نہ رہتا، میری آرزو ہے کہ میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح البخاری، ص:۱۰، ج:۱، باب الجہاد من الایمان، رقم الحدیث:۳۶)

تشریح

یعنی یا تو اُسے غازی بنا کر اجر وثواب کے ساتھ لوٹایا جائے گا، یا شہادت کے مقام پر فائز کر کے جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مجاہد کے لئے ہر حال میں رحمت ہی رحمت اور کامیابی ہی کامیابی ہے، زندہ رہے گا تو غازی، مارا جائے گا تو شہید، اُسے فتح ہو یا شکست، وہ اپنے دشمن پر غالب رہے یا دشمن اس پر غالب آ جائے وہ دشمن کے مقابلے میں سامنے جا کر لڑے یا پیچھے مجاہدین کی خدمت میں لگا رہے، دشمن کے گولے سے شہید ہو یا اپنوں میں سے کسی کی گولی غلطی سے آ لگے یا کسی جانور کے ڈس لینے سے مارا جائے، ہر حال میں کامیاب ہے۔

مجاہد کے لئے ناکامی کی صرف ایک صورت ہے کہ اس کی نیّت (خدانخواستہ) درست نہ ہو اور وہ شہرت اور نام ونمود کی خاطر لڑ رہا ہو، اس صورت میں تو ناکامی ہے، مگر جب اس کی نیّت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی ہے، اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکلا ہے، تو پھر کسی صورت میں وہ ناکام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کامیابی کی ضمانت لے لی ہے، اب اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جس کی کامیابی کا ضامن خود مالکِ مطلق ہو؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے لئے یہ عنوان منتخب فرمایا ہے:۔

بَابُ الْجِهَادُ مِنَ الْاِيْمَانِ

کہ جہاد ایمان کا جزو ہے۔ اس سے بھی جہاد کی قدر ومنزلت کی طرف ایک خاص طریقے سے اشارہ ہے، اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو ایمان کے اس حصے کی تکمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔

حدیث شریف ۲۳

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ

قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، وَسِلَاحَهُ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً۔

ترجمہ:

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ورثے میں سوائے اپنے سفید خچر، اپنے اسلحہ اور اس زمین کے، جو صدقہ کر دی تھی، اور کچھ نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۳، ج:۱، رقم الحدیث:۲۸۷۳)

(یہ سفید خچر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد میں کام آتا تھا۔) (مرتب) (کمافی حدیث رواہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

تشریح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا جمع نہیں فرمائی اور نہ ہی ترکہ میں کچھ چھوڑا، سوائے آلاتِ جہاد کے اور اس خچر کے، جو جہاد میں کام آتا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ جہاد ایک عبادت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رب العزت کا تقرّب حاصل ہوتا ہے اور اسلام کو عظمت ملتی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آلاتِ جہاد سے محبت فرماتے تھے اور انہیں اہتمام سے خریدتے تھے، چنانچہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کے ورثے میں یہی آلاتِ جہاد ہی تھے، اللہ رب العزت ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔

حدیث شریف ۲۴

قائدِ جہاد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہرے داری

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَهِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِيْ صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ۔ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ، فَقَالَ: مَنْ

هٰذَا؟ فَقَالَ: أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ، وَنَامَ النَّبِيُّ.

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات بیداری میں گزاری، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کاش! میرے صحابہ میں کوئی صالح شخص ایسا آتا جو رات کو ہمارا پہرہ دیتا، اسی دوران ہم نے اسلحہ کی جھنکار سنی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ آنے والے نے کہا: میں سعد بن أبي وقاص ہوں، میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دوں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۴، ج:۱، رقم الحدیث:۶۸۸۵)

ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر پہرہ دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ:۶۷) نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ اٹھا دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا باب باندھا ہے:۔ "بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں پہرہ دینے کا باب۔ (مرتب)

تشریح

دشمنوں سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا توکّل کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ توکّل دل میں ہوتا ہے اور یہ اسباب ظاہری طور پر اختیار کیے جاتے ہیں، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں دشمن کے بالکل قریب رہتے تھے، مگر ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ۲ زرہیں زیب تن فرمائیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو کفار و اشرار کی طرف سے جان کا خوف ہو وہ اپنے لئے حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں، بلکہ انہیں حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، تا کہ دشمن انہیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ نہ کر جائے اور اگر ایسا ہوا تو اس میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے گی اور کافروں کا رعب چھا جائے گا اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی جانیں بھی غیر محفوظ ہو جائیں گی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر پر ایک عرصہ تک مسلّح پہرے کا انتظام فرمایا ہے، تو پھر آج

عُلماء، صُلحاء، اَتقیاء کا اسلحہ سے اس قدر متنفّر ہونا عجیب معاملہ ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور نکتہ جو حدیث شریف کے الفاظ سے سمجھا جا سکتا ہے، یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تمنا فرمائی کہ کاش! میرا کوئی نیک صالح صحابی آ کر پہرہ دے، تو اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ دین کو اپنی پہرے داری کے لئے نیک اور صالح با اعتماد افراد کو متعیّن کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان کا کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ کسی وقت بدل جائے اور خود نقصان پہنچانے پر تُل جائے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہیں گھبراتے، وہ اپنی دنیاوی وفاداریوں کا بھی اکثر و بیشتر پاس نہیں رکھتے، اس لئے پہرے داری کے لئے ایسے صالح، نیک اور با اعتماد افراد کو متعیّن کیا جائے جو اس عمل کو پیشہ سمجھ کر نہیں، بلکہ نیکی اور عبادت سمجھ کر اداء کریں اور وہ اس قابل ہوں کہ دشمن سے دفاع کر سکیں۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ جو افراد اس کے اہل ہوں، وہ خود اپنی خدمات پیش کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور خدمت لینے والے کو اس سے زیادہ مسرّت اور خوشی ہوگی۔

حدیث شریف ۲۵

مجاہد کیلئے بشارت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ، طُوبَى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الحِرَاسَةِ كَانَ فِي الحِرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہلاک ہوا دینار کا غلام اور درہم کا غلام اور رنگین چادر کا غلام، اگر اُسے کچھ دیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناراض ہوتا ہے، ایسا شخص ہلاک اور

برباد ہوا، اگر اُسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو) اور خوشخبری (بشارت) ہو اُس بندے کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کیلئے اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، اس کا سر پراگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود ہیں، اگر وہ پہرے پر ہو (یعنی اُسے دشمن کے سامنے متعیّن کیا گیا ہو)، تو اس کا حق اداء کرے، اور اگر پیچھے ہو (یعنی اُسے لشکر کے پچھلے حصے پر دیکھ بھال کے لئے مقرّر کیا گیا ہو) تو اس کا حق اداء کرے (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ کسی سے (ملاقات وغیرہ کی) اجازت چاہے تو نہ ملے اور اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۴، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۸۷)

تشریح

عام طور پر مجاہد کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اہلِ دنیا کے ہاں اس کا کوئی مقام ہوتا ہے، مال اور حسن کی پجاری دنیا میں اس غریب پراگندہ حال مجاہد کو کون پوچھتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کا جو مقام ہے، اس تک بڑے بڑے لوگ نہیں پہنچ سکتے، بلکہ اُس مقام کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض روایات میں مجاہدین اور غیر مجاہدین کے اعمال کا مُوازنہ کیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کے اعمال کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی زیادہ ہے۔

اس حدیث شریف میں مجاہدین کی اِصلاح کے لئے بھی کافی سامان موجود ہے، ہر مجاہد کی قلبی تمنّا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرے اور اسے دشمن کے مورچوں پر حملہ کرنے اور دُوبدُو لڑنے کا موقع ملے، مگر انتظامی معاملات کی درستگی اور جہاد کو مُربوط بنانے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ مجاہدین اپنے آپ کو اپنے امیر کے سُپرد کر دیں اور امیر جس جگہ ان کا تعیُّن کردے، وہاں خوش دلی اور دلجمعی کے ساتھ اپنا فرضِ منصبی اداء کریں، اجر تو اپنی نیّت اور اِطاعت کی بقدر ملے گا، کیونکہ اجر کا دار و مدار میدانِ جنگ کے کسی خاص حصے یا جہاد کے کسی خاص شُعبے پر نہیں ہے، اگر ایک آدمی امیر کی اطاعت میں مجاہدین کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے یا ان کے لئے کھانا پکا رہا ہے تو اس آدمی کا اجر ہرگز اس آدمی سے کم نہیں جو دشمن کے مورچے میں گھس کر کافروں کو ذبح کر رہا ہے۔

اس لئے مجاہدین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں اور محض اپنی قلبی خواہشات اور جذبات کی تکمیل میں امیر کی نافرمانی کا گناہ نہ اٹھائیں۔

حدیث شریف ۲۶

جہاد میں پہرے داری کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوِ الْغَدْوَةُ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔

ترجمہ

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک دن کا پہرہ، دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے ان سب سے بڑھ کر ہے، جنّت میں تمہارے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ وہ شام جو بندہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے (یعنی جہاد) میں گزارے وہ دن جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ہو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۴۰۴، ج:۱، رقم الحدیث:۲۸۹۲)

تشریح

اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور اسلامی لشکر کے تحفّظ کے لئے پہرے داری کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ عبادت ہے، خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران: ۲۰۰)

ترجمہ: اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔

(رَابِطُوْا) یعنی جس طرف سے بھی دشمن کے حملے کا خطرہ ہو، اس طرف سے آہنی دیوار کی طرح ان کے راستے کی رُکاوٹ بن جاؤ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن اور رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے، اگر وہ اس حالت میں مر گیا تو اس کا وہ عمل جاری کر دیا جائے گا جو وہ کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا (یعنی منکر نکیر کے سُوال سے)۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مرنے والے کا عمل اس کے مرنے پر ختم ہو جاتا ہے، سوائے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل دوبارہ زندہ کیے جانے تک (یعنی قیامت تک) جاری رہتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سُوال سے محفوظ رہتا ہے۔ (حاکم وابن مردویہ / مختصر ابن کثیر، ص: ۳۵۱ ج: ۱)

ابنِ ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا انتقال اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرہ داری کرتے ہوئے ہو، تو اس کا وہ نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا، جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سُوال سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے بڑے خوف سے محفوظ و مامون کر کے اٹھائے گا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئی ہو اور ایک وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری میں جاگی ہو۔ (ترمذی)

غزوہ حُنین کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کی رات کون ہماری پہرے داری کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں پہرے داری کروں گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سوار ہو جاؤ، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس گھاٹی کی طرف چلے جاؤ،

یہاں تک کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ اور تمہاری سمت سے ہم پر (دشمنوں کا) حملہ نہیں ہونا چاہیے۔ جب صبح ہوئی تو حضورِ اکرم ﷺ نماز کی جگہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے دو رکعت نماز اداء کی، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے پہرے دار کو دیکھا؟ ایک شخص نے کہا: یارسُولَ اللہ! ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ نماز کا اعلان ہوا، حضورِ اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کی کچھ توجہ گھاٹی کی طرف بھی تھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: خوشخبری ہو، تمہارا شہسوار آ گیا، ہم یہ سن کر گھاٹی کی طرف درختوں کے درمیان سے دیکھنے لگے کہ اچانک وہ تشریف لے آئے اور حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: میں چلا، یہاں تک کہ اس گھاٹی کے اُوپر جا پہنچا، جیسا کہ آپ نے حکم دیا تھا، جب صبح ہوئی اور دونوں گھاٹیوں پر سورج نکل آیا، تو میں نے دیکھا، مگر کسی کو نہ پایا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم رات کو نیچے اُترے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں سوائے نماز اور قضاءِ حاجت کے نیچے نہیں اُترا۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے جنّت کو واجب کرلیا، اگرچہ تو اس کے بعد کوئی عمل نہ کرے (یعنی جنّت تیرے لئے واجب ہوگئی)۔ (ابوداود، نسائی)

حضرت اُبَیّ بن کَعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رَمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں کسی ایک دن اِخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت کرنے کا ثواب سو سال کے مسلسل روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے اور رَمضان میں ایک دن کا رِباط ایک ہزار سال کے صیام وقیام سے افضل واعلیٰ ہے، (صیام وقیام کے لفظ میں راوی کو کچھ تردُّد ہے۔) پھر فرمایا: اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح سالم اپنے اَہل وعیال کی طرف لوٹا دیا تو ایک ہزار سال تک اس پر کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور اس کے عمل رِباط کا اجر قیامت تک جاری رہے گا۔ (قرطبی ومعارف القرآن)

اَبُوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت فُضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ایک مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، بجُز مُرابِط کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر میں حساب کتاب لینے والوں سے وہ محفوظ ومامون رہتا ہے۔ (ابوداؤد)

اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ عملِ رباط (جہاد میں پہرے داری کا عمل) صدقہ جاریہ سے بھی افضل ہے، کیونکہ صدقہ جاریہ کا ثواب تو اُسی وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک اس کے صدقہ کیئے ہوئے مکان، زمین، تصانیف یا وقف کی ہوئی کتابوں وغیرہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، جب یہ فائدہ منقطع ہو جائے تو ثواب بھی بند ہو جاتا ہے، مگر مُرابِط فی سبیل اللہ کا ثواب قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں، وجہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا اعمالِ صالحہ پر قائم رہنا جب ہی ممکن ہے، جبکہ وہ دشمن کے حملوں سے محفوظ ہوں تو ایک مُرابِط کا عمل تمام مسلمانوں کے اعمالِ صالحہ کا سبب بنتا ہے، اسی لئے قیامت تک اس کے عمل کا ثواب بھی جاری رہے گا اور اس کے علاوہ وہ جتنے نیک کام دنیا میں کیا کرتا تھا، اُن کا ثواب بھی بغیر عمل کئے جاری رہے گا، جیسا کہ کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، ص:۲۷۵، ج:۲)

حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک مہینے کی پہرے داری پوری زندگی کے روزے رکھنے سے افضل ہے اور جس کا انتقال اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں رِباط (پہرے داری) کرتے ہوئے ہوا، وہ قیامت کے بڑے خوف اور شدت سے محفوظ رہے گا، اس کے رزق کو جنّت میں وسیع کر دیا جائے گا اور اُسے رِباط کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔ اس حدیث کو طَبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثِقہ ہیں۔

(الترغیب والترہیب، ص:۲۶۶، ج:۲)

طَبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں حضرت اَبُوہُریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مُرابِط کا انتقال حالتِ رباط (پہرے داری) میں ہو جائے تو اسکے عمل کا اجر قیامت تک کیلئے لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو صبح وشام جنّت میں رزق دیا جائے گا اور ستّر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا اور اُس سے کہا جائے گا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کی شفاعت کرو، یہاں تک کہ حساب ختم ہو جائے۔ (اس کی سند مُتقارِب ہے۔) (الترغیب والترہیب، ص:۳۶۸، ج:۲)

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رباط کا اجر پوچھا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اُسے

اپنے پیچھے ہر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے کا اجر ملے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید / الترغیب والترہیب، ص:۳۶۸، ج:۲)

یعنی جن لوگوں نے اطمینان کیساتھ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے ان کے اجر میں یہ مُرابِط بھی شریک ہے، کیونکہ اس کی بدولت ان کو اطمینان کے ساتھ یہ اعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد اور مُرابِط کا اَجر ان علمی خدمات میں بھی ہوگا، جنہیں عُلماء کرام اطمینان کے ساتھ اداء کر رہے ہیں، اس لئے کہ اگر کافر کسی ملک پر قبضہ کرلیں تو تمام دینی، علمی اور اصلاحی کاموں پر قدغن لگا دی جاتی ہے، جیسا کہ ماوَراء النَّہر کی اسلامی ریاستوں میں ہوا، مگر مجاہد کی قربانی کی بدولت یہ خدمات جاری رہتی ہیں اور مجاہد کو ان خدمات میں پورا پورا حصہ ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک دن اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کی، تو اللہ (تعالیٰ) اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنا دیتے ہیں اور ہر خندق سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ لاباس بہ ان شاء اللہ / الترغیب والترہیب، ص:۳۶۸، ج:۲)

حضرت ابُواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مُرابِط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور اس کا ایک دینار اور درہم خرچ کرنا ان سات سو دیناروں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ میں خرچ کیے جائیں۔ (رواہ البیہقی، الترغیب والترہیب، ص:۳۶۹، ج:۲)

مُجاہِد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رِباط میں تھے تو لوگ ساحل کی طرف دوڑے، پھر کہا گیا: کچھ نہیں ہے (یعنی کوئی خوف کی بات نہیں ہے)، تو لوگ لوٹ آئے، مگر ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہر گئے۔ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا، اس نے کہا: اے ابُوہریرہ! کس چیز نے آپ کو یہاں روکا ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) میں ایک ساعت کھڑے رہنا، لیلۃُ القدر میں حجرِ اسود کے سامنے قیام سے افضل ہے۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی، الترغیب والترہیب، ص:۳۶۹، ج:۲)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی

رات نہ بتاؤں جو لَیْلَۃُ القَدْر سے افضل ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا:) ایک پہرے دار جو ایسی خوف کی جگہ پہرہ دے رہا ہے، کہ شاید وہ گھر نہ لوٹ سکے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص:۱۴۹، ج:۹)

یعنی وہ دشمن کے مقابل پہرہ دے رہا ہے اور دشمن کے سامنے پہرہ دینے میں تو یہ اندیشہ ہوتا ہی ہے کہ دشمن کی طرف سے کوئی تیر یا گولی وغیرہ لگے یا دشمن رات کو شب خون مارے، جیسا کہ دورِ حاضر میں افغانستان میں مجاہدین کو رات کے وقت پہرہ دیتے ہوئے یہ تمام حالات پیش آتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے یہ عظیم فضائل حاصل کر لئے۔

حضرت اَبُو رَیحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (رات کے وقت) ہمیں ایک اُونچی جگہ لے گئے، جہاں ہمیں سخت سردی لگی، یہاں تک کہ ہم زمین میں گڑھے کھود کر اس میں گھس گئے اور اپنی ڈھالیں اپنے اُوپر ڈال لیں۔ جب حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھی، تو فرمایا کہ کون ہے جو آج رات پہرے داری کرے؟ میں اس کو ایسی دعاء دوں گا جس سے وہ اپنا مقام پائے گا۔ انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں پہرے داری کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعاء دی، حضرت اَبُو رَیحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی کہا کہ میں پہرے داری کروں گا۔ تو حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعاء دی، لیکن پہلی دعاء کی نسبت کم۔ پھر حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنّم کی آگ کو اس آنکھ پر حرام کر دیا گیا ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئے اور اس آنکھ پر جہنّم کی آگ حرام ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) میں جاگے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص:۱۴۹، ج:۹)

احادیثِ مُبارکہ میں رِباط کے اور بھی بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ آخر میں رِباط کی فضیلت پر ایک ایمان افروز قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عَبْدُ اللہ بن مُبارَک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یہ روایت ذکر کی ہے:
محمّد بن ابراہیم بن اَبِی سُکَینَہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عَبْدُ اللہ بن مُبارَک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ اشعار لکھوائے جب کہ وہ طَرطُوس میں تھے، (حضرت عَبْدُ اللہ بن مُبارَک رحمۃ اللہ علیہ طَرطُوس پہنچ کر اسلامی سرحدوں پر رِباط یعنی پہرے داری فرما رہے تھے)، انہوں نے یہ اشعار ۱۷۷ھ میں فُضَیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو

عابدُ الحرمین کے لقب سے مشہور تھے، کے نام لکھے):-

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

أَوْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ فَخُيُولُنَا يَوْمَ الْكَرِيهَةِ تَتْعَبُ

رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيرُنَا رَهَجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا قَوْلٌ صَحِيحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ

لَا يَسْتَوِي وَغُبَارُ خَيْلِ اللهِ فِي أَنْفِ امْرِئٍ وَدُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ

هٰذَا كِتَابُ اللهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَا يَكْذِبُ

❶ اے حرمین کے عابد! اگر آپ ہمیں (یعنی مجاہدین کو) دیکھ لیں تو آپ جان لیں گے کہ آپ عبادت میں کھیل رہے ہیں۔

❷ آپ لوگ تو اپنے رُخسار اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں، جب کہ ہماری گردنیں ہمارے لہو سے رنگین ہوتی ہیں۔

❸ اور لوگ تو اپنے گھوڑے فضول چیزوں میں تھکا دیتے ہیں، جب کہ ہمارے گھوڑے میدان جنگ میں تھکتے ہیں۔

❹ عنبر کی خوشبو آپ کو مُبارک، ہماری خوشبو تو کوڑوں کی چمک اور (جہاد کا) پاکیزہ غبار ہے۔

❺ ہم اپنے حضور نبی کریم ﷺ کا ایک سچا نا قابلِ تردید قول پیش کرتے ہیں۔ (وہ قول یہ ہے:)

❻ کہ کسی آدمی کے ناک میں اللہ تعالیٰ کے راستے کا غُبار اور جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا۔

❼ اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے درمیان سچا فیصلہ کرتی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے۔

(یعنی انجام کار کے اعتبار سے ہم شہید ہوں گے تو ہمیں مردہ نہیں کہا جائے گا، غسل وکفن کی حاجت نہیں ہوگی، قبر میں بھی سُوال وجواب نہیں ہوگا اور حشر میں بھی شفاعت کا اختیار دیا جائے گا۔)

راوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں فُضَیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے مسجدِ حرام میں ملا اور ان کو یہ خط

دیا۔ جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا: اَبُوعَبدالرَّحمٰن (عَبدُاللہ بن مُبَارَک رحمۃ اللہ علیہ) نے سچ کہا اور مجھے خوب نصیحت فرمائی۔

پھر مجھے فرمایا: کیا تم حدیث شریف لکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو فرمایا: میں تمہیں عَبدُاللہ بن مُبَارَک رحمۃ اللہ علیہ کے خط پہنچانے کے کرائے کے طور پر یہ حدیث لکھواتا ہوں، پھر حضرت فُضَیل بن عِیَاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث لکھوائی۔

حضرت اَبُوہُرَیرَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: یارَسُولَ اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے سے میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے برابر ثواب پالوں۔ تو حُضُورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا: کیا تو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ تو مستقل نماز پڑھے اور نہ تھکے (یعنی کبھی بھی تھک کر نماز نہ چھوڑے) اور روزے رکھے اور افطار نہ کرے (یعنی کسی دن بھی افطار نہ کرے)؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ یارَسُولَ اللہ! میں تو کمزور ہوں، اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حُضُورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے اتنی طاقت مل بھی جائے (کہ مستقل روزہ نماز میں لگا رہے)، تب بھی تو مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، کیا تو نہیں جانتا کہ جب مجاہد کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا چرنے کیلئے لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی اس (مجاہد) کیلئے اجر لکھا جاتا ہے؟ (تفسیر ابن کثیر و تفسیر سورۃ کہف)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کی عظمت اور تحفظ کیلئے رباط فی سبیل اللہ کی توفیق عطاء فرمائے اور اُمّت میں خلافت کے قیام کیلئے جہاد و رباط کے عمل کو زندہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حدیث شریف ۲۷

اے بنی اسمٰعیل تیر چلاؤ

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ رضي الله عنه قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: اِرْمُوْا بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، اِرْمُوْا وَأَنَا مَعَ

بَنِي فُلَانٍ - قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا لَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ؟ قَالُوْا: كَيْفَ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِرْمُوْا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ۔

ترجمہ:

حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَعْ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کا گزر قبیلہ بنی اسلم کے بعض افراد پر ہوا جو تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اسماعیل کے بیٹو! تیر اندازی کرو، تمہارے والد (اسماعیل علیہ السلام) بھی تیر انداز تھے، تم مشق کرو اور میں بنی فلاں کی طرف سے ہوں، (جب آنحضرت ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے) تو دوسرے فریق نے تیر اندازی کی مشق روک لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تیر اندازی نہیں کرتے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے تیر اندازی کریں جب کہ آپ ﷺ دوسرے فریق کے ساتھ ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۹، ج:۱، رقم الحدیث:۲۸۹۹)

حدیث شریف (۲۸)

تیر برساؤ اے سعد! میرے ماں باپ آپ پر قربان

قَالَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُفَدِّي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: إِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔

ترجمہ:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سوا میں نے کسی کے متعلق نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے اس پر فدا ہونے کو کہا ہو، میں نے سنا کہ آپ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے: تیر برساؤ، اے سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

(صحیح البخاری، ص:۴۰۷، ج:۱، باب المجن، رقم الحدیث:۲۹۰۵)

تشریح

اس مبارک حدیث سے حضورِاکرم ﷺ کی تیر اندازی میں دلچسپی اور تیر اندازی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

تیر اندازی وہ جنگی مہارت ہے، جسے حاصل کرنے کا حکم قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (الانفال:۶۰)

ترجمہ: اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کر سکو سو تیار رکھو۔

قوت کی تفسیر خود حضورِاکرم ﷺ نے فرمائی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انہوں نے حضورِاکرم ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے:

خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے، خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے، خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے۔ (صحیح مسلم، ص:۱۴۳، ج:۲)

یعنی میدانِ جہاد کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے اور دورِ حاضر کی جنگوں پر بھی آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک فرمان حرف بحرف صادق آتا ہے کہ فوجوں کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے، جس کا میزائل جتنا دور مار اور خطرناک ہوگا، وہ اتنا ہی طاقتور تصوّر کیا جائے گا، بلکہ اب تو دست بدست جنگ کا رواج ہی نہیں رہا، کہیں خال خال اس کا موقع پیش آتا ہے، اصل جنگ تو اس دور میں پھینکنے کی جنگ ہے۔

اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید نے مسلمانوں کو چودہ سو سال پہلے ہی یہ حکم دے دیا کہ جس قدر تم سے ہو سکے، جنگی قوت مہیا کرو، تاکہ تمہارا دشمن تم سے مرعوب رہے اور تمہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔

حضورِاکرم ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔

حمزہ بن اُسید رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضورِاکرم ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع

پر، جب ہم قریش کے مقابلہ کے لئے صف بستہ کھڑے تھے اور وہ بھی ہمارے مقابلے کے لئے صف باندھ چکے تھے، فرمایا کہ اگر قریش تمہارے قریب آجائیں تو تم لوگ تیر اندازی شروع کر دینا (تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں)۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۶، ج:۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھال سے کام لیتے تھے، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز تھے، جب آپ تیر چلاتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک اوپر اٹھا کر دیکھتے تھے کہ تیر کہاں جا لگا ہے۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۶، ج:۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک اس کے بنانے والے کو، جو خیر کے ثواب کی امید رکھے اور اس کے پھینکنے والے کو اور اس کے دینے والے کو۔ تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے اور جس نے تیر اندازی کو سیکھ کر اُسے ناپسند کرتے ہوئے بھلا دیا، تو یقیناً اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا ایک نعمت کی ناشکری کی۔ (الترغیب والترہیب، ص:۱۰۰، ج:۳/ ابوداؤد، ص:۳۴۷، ج:۱)

فُقَیم اللخمی رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان دو ہدفوں کے درمیان آجا رہے ہیں، حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور یہ کام آپ کیلئے باعث مشقت ہے، (یعنی اس عمر میں آپ کو تیر اندازی کی مشق اور نشانہ بازی کی کیا ضرورت ہے؟)۔ اس پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی تو میں اس قدر مشقت نہ اٹھاتا۔ حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن شماسہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی، پھر اُسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے، یا یہ فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم، ص:۱۴۳، ج:۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے لئے زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی مدد تمہیں کافی ہوگی، تو ایسے وقت میں تم میں سے کوئی اپنے تیروں کی مشق نہ چھوڑ بیٹھے۔ (صحیح مسلم، ص:۱۴۳، ج:۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تیر اندازی کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، یا فرمایا کہ تمہارے کھیلوں میں یہ سب سے بہتر ہے۔ (رواہ البزار و الطبرانی فی الاوسط وقال فانہ من خیر لعبکم واسنادھما جید قوی، الترغیب والترہیب ص:۳۰۱، ج:۲)

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر الانصاری رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ تیر اندازی کررہے تھے، ان میں سے ایک تھک کر بیٹھ گئے تو دوسرے (صحابی) نے ان سے فرمایا: کیا آپ سست ہوگئے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو اللہ (تعالیٰ) کے ذکر سے خالی ہو، وہ لہو ہے یا بھول، سوائے چار چیزوں کے، آدمی کا تیروں کے ہدف کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کی مشق کرنا)، آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، اپنی گھر والی سے کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید والترغیب والترہیب، ص:۳۰۲، ج:۲)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک تیر اچھی طرح چلایا (یعنی دشمن تک پہنچایا) تو اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہوگا تو میں نے اس دن سولہ تیر اچھی طرح چلائے (یعنی دشمن تک پہنچائے)۔

(نسائی، ص:۵۸، ج:۲، الترغیب والترہیب، ص:۳۰۲، ج:۲)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک تیر چلایا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (نسائی ص:۵۸، ج:۲، الترغیب والترہیب، ص:۳۰۲، ج:۲)

شرحبیل بن السمط رحمۃ اللہ علیہ نے کعب بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث احتیاط کے ساتھ بیان فرمایئے (یعنی حدیث میں کوئی کمی زیادتی، بھول چوک نہ ہو)۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ (تعالیٰ) اس عمل کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے ہیں۔ ابنِ نحام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ درجہ کتنا ہوگا؟ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جنت کے درجوں کی

مسافت) تمہارے گھر کے درجوں جیسی نہیں، بلکہ دو ۲ درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔ (نسائی، ص:۵۸، ج:۲، الترغیب والترہیب، ص:۲۰۳، ج:۲)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک تیر چلایا، وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا، اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جس نے ایک مسلمان غلام آزاد کیا، وہ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی شریف، ص:۵۸، ج:۲)

حضرت عقبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو اور دشمن سے قتال کرو، فرماتے ہیں کہ اس پر ایک شخص نے دشمن کی طرف تیر چلایا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے جنت کو اپنے لئے واجب کرلیا (یعنی جنت اس کے لئے واجب ہوگئی)۔ (رواہ احمد باسناد حسن / الترغیب والترہیب، ص:۲۰۴، ج:۲)

محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد میں شریک تھے اور انہوں نے عقبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، (میں نے انہیں میدانِ جنگ میں دیکھا) کہ وہ روزے کی حالت میں ہیں اور پیاس کی وجہ سے اُن کا بُرا حال ہے، اس حالت میں وہ اپنے غلام سے فرماتے ہیں: مجھے ڈھال دو، غلام نے انہیں ڈھال دی، تو انہوں نے کمزوری کے ساتھ دشمن پر تین تیر چلائے، پھر فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں تیر چلایا، وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا، تو اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔ (اس دن) حضرت ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ مغرب سے قبل ہی شہید ہوگئے۔ (رواہ الطبرانی / الترغیب والترہیب، ص:۲۰۵، ج:۲)

سبحان اللہ! اس کمزوری اور بڑھاپے کے عالم میں روزے کے ساتھ سخت پیاس کی حالت میں میدانِ جنگ میں موجود ہیں اور دشمن پر تیر برسا رہے ہیں اور پھر افطار سے قبل ہی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو رہے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ وہ ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اعمال میں شریک ہوتے تھے اور زبان نبوت سے بے شمار فضائل کی خوشخبریاں سنتے تھے۔

آج مسلمانوں کے لئے میدانِ جہاد میں نکل کر دشمنانِ اسلام پر بندوق، توپ اور لانچر کے ذریعے سے آگ اور بارود برسا کر یہ سارا اجر و ثواب حاصل کرنے کا سنہری موقع موجود ہے۔ مسلمان نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اسلحہ چلانا سیکھیں، تاکہ دشمنانِ اسلام پر تاک تاک کر گولیاں برسائیں اور ان تمام فضائل کے مستحق بنیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن پر تیر برسانے کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

حدیث شریف ۲۹

مسجد میں نیزہ بازی کی مشق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ، فَأَهْوٰى إِلَى الْحَصٰى فَحَصَبَهُمْ بِهَا، فَقَالَ: دَعْهُمْ يَا عُمَرُ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبشہ کے کچھ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھوٹے نیزے کے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے (دوسری روایت میں صراحت کے ساتھ ہے کہ یہ مشق مسجد نبوی شریف میں ہو رہی تھی۔) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! انہیں چھوڑ دو (یعنی انہیں یہ کھیل دکھانے دو)۔

(صحیح البخاری ص:۴۰۶، ج:۱، رقم الحدیث:۲۹۰۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے، جہاد کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہے، چونکہ نیزہ بازی جہاد میں کام آتی ہے اور جہاد ایک عبادت ہے، اس لئے مسجد میں اس کی اجازت دی گئی۔ (مرتب)

تشریح

ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہی نہ ہو، اس لئے نیزوں کی مشق کرنے والوں کو روکا، یا حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا ہو، مگر یہ سوچا ہو کہ آنحضرت ﷺ ان کو روکنے سے حیا فرمارہے ہیں، اس لئے خود ان کو روکا، مگر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منع فرمادیا اور نیزہ بازی کی مشق کو جاری رہنے دیا۔

کاش! رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی نیزہ بازی کی مجلسیں سجا کریں اور مسلمان مل جل کر حربی اُمور کی تربیت اور مشق کیا کریں، تاکہ مسلمانوں کا ہر فرد مجاہد بنے اور دشمن سے اپنا اور اپنے دین کا اور اُمتِ مُسلمہ کا دفاع کرسکے۔

حدیث شریف ۳۰

جہاد کیلئے اسلحہ کی خریداری

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خَاصَّةً، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال اللہ (تعالیٰ) نے اپنے رسولِ کریم ﷺ کو بطورِ مالِ فئے کے عطاء فرمائے، کیونکہ یہ اموال مسلمانوں کی طرف سے حملہ اور جنگ کے بغیر ملے تھے، تو یہ اموال خاص طور پر جناب رسولِ کریم ﷺ کی تحویل میں تھے، ان اموال سے آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دیتے تھے اور باقی مال جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کیلئے اسلحہ اور گھوڑوں پر لگاتے۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۷، ج:۱، باب المجن، رقم الحدیث:۲۹۰۴)

حدیث شریف (۳۱)

جہاد میں جنگی ٹوپی کا استعمال

عَنْ سَهْلٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ: جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ، فَكَانَتْ فَاطِمَةُ رضی اللہ عنہا تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ، فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيدُ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ حَصِيرًا فَأَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا، ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ۔

ترجمہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اُحُد کی لڑائی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کے دانت شہید ہو گئے تھے اور جنگی ٹوپی سر مبارک پر ٹوٹ گئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی لی اور اُسے جلایا یہاں تک کہ وہ راکھ ہو گئی، پھر اس راکھ کو زخموں پر ڈالا تو خون رُک گیا۔ (صحیح البخاری، ص:۴۰۸، ج:۱، باب لبس البیضۃ، رقم الحدیث:۲۹۱۱)

حدیث شریف (۳۲)

جہاد میں زرہ کا استعمال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي قُبَّةٍ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ، وَهُوَ فِي الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ ۝

ترجمہ:

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بدر کے دن ایک قُبّے میں تشریف فرما تھے اور دعاء فرما رہے تھے کہ یا اللہ! میں آپ سے آپ کے عہد اور آپ کے وعدے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، اگر آپ چاہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔ (یعنی مسلمان ختم ہو جائیں، کفّار کے ہاتھوں شکست کھا جائیں۔) اس پر حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بس کیجیے، اے اللہ کے رسُول! آپ نے اپنے رب کے سامنے خوب گریہ زاری کر لی۔ اس وقت حضورِ اکرم ﷺ زرہ پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ یہ آیات پڑھ رہے تھے:۔

ترجمہ: عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ دہشتناک اور تلخ تر ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۴۰۸، ج:۱، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۲۹۱۵)

تشریح

ان مُبارک احادیث سے حضورِ اکرم ﷺ کا جہاد کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور تعلّق کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جہاد کے سلسلے میں دو چیزوں کا حکم فرمایا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ (النساء:۸۴)

ترجمہ: پس تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ تو سوائے اپنی جان کے کسی کا ذمہ دار نہیں اور مسلمانوں کو تاکید کر۔

حضورِ اکرم ﷺ کو خود قتال کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس عمل پر اُبھارنے کے دو [۲] حکم دیے گئے، آنحضرت ﷺ نے دونوں احکام کی ایسی پیروی فرمائی ہے جو صرف آپ ﷺ ہی کی شان ہے، آپ ﷺ خود ستائیس مرتبہ میدانِ جہاد میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے شدید زخم

بھی کھائے، بعض میدانوں میں جب افراتفری ہوگئی اور ظاہری طور پر آپ ﷺ کے ساتھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے، تب بھی آپ ﷺ میدان میں ڈٹے رہے، آپ ﷺ نے باسٹھ سال کی عمر میں تبوک کا سخت مشقت والا سفر فرمایا، غزوہ خندق میں مشرکین کے طویل محاصرے کے دوران آپ ﷺ اپنے پیٹ پر دو ۲ پتھر باندھ کر ڈٹے رہے اور خود اپنے دستِ مبارک سے خندق کھودتے رہے، اس صبر آزما اور مشکل غزوے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ یہودیوں سے قتال کا حکم ملا، تو آپ ﷺ فوراً بنو قریظہ تشریف لے گئے اور پندرہ دن تک دشمن کو محاصرے میں رکھا، آپ ﷺ نے خیبر کی طویل لڑائی اور طائف کے مشکل محاذ پر خود ہی کمان فرمائی اور ہوازن اور بنی ثقیف کی فتح بھی آپ ﷺ کی قیادت میں ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے غنائم تقسیم فرمائے، بالآخر آپ ﷺ کی دیرینہ قلبی خواہش پوری ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی قیادت میں مکّہ مکرمہ کو فتح فرمالیا۔

ان تمام جنگوں میں آپ ﷺ لڑائی کے دوران دشمن کے سامنے ڈٹے رہے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے، انہیں جنّت کا راستہ دکھاتے رہے، آپ ﷺ نے جہاد میں اپنے چچا کے ٹکڑے بھی دیکھے، محبوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سَتّر سَتّر لاشیں بھی دیکھیں، اپنے منہ بولے بیٹے اور چچا زاد بھائی کی شہادت کی خبر بھی خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روتے ہوئے سنائی، مگر جہاد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ مدینہ منوّرہ کی زندگی میں کوئی دو ۲ ماہ ایسے نہیں گزرے جن میں حضورِ اکرم ﷺ خود جہاد میں تشریف نہ لے گئے ہوں، یا آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی دستہ نہ بھیجا ہو۔

آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے تو قتال سے لے کر خدمت تک کے اُمور میں بنفسِ نفیس شریک رہتے اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دستے بھیجتے تو انہیں رُخصت فرماتے اور جب تک وہ دستے واپس نہ لوٹ آتے آپ ﷺ کی توجہ اُدھر رہتی۔ آپ ﷺ جنگی اُمور میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ بڑے سے بڑے دشمن کی تدبیریں آپ ﷺ کے سامنے ہیچ ہوجاتی تھیں۔ آپ ﷺ جہاد ہی سے نہیں بلکہ شہادت سے بھی اس قدر محبّت فرماتے کہ بار بار اس کی تمنا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو معمولی سا نفقہ دیکر باقی اُموال سے جہاد کے لئے اسلحہ اور گھوڑے خریدتے تھے، یہی وجہ

ہے کہ چند ہی سالوں میں مسلمانوں کی جنگی قوت جو ابتداء میں کچھ نہ تھی، عُروج تک پہنچ گئی اور عرب وعجم پر اسلامی جھنڈے لہرانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آئندہ کے بڑے دشمنوں (قیصرو کسریٰ) سے لڑنے کے لئے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں ذہنی طور پر تیار فرمادیا اور ان تمام علاقوں کے فتح ہونے کی خوش خبری بھی پیشن گوئی کے طور پر سنادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض مُبارک فرمودات کے ذریعے سے اسلامی بحری بیڑے کی بنیاد رکھ دی، جو آگے چل کر اسلام کی ایک بہت بڑی قوت ثابت ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحری بیڑے کے پہلے دستے کے لئے جنّت کی بشارت سنائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگی اُمور میں مہارت کے لئے غیروں کے پاس بھی بھیجا، چنانچہ دو ۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منجنیق سیکھنے کے لئے بعض غیر مسلموں کے پاس بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُبارک فرمُودات کے ذریعے سے اپنے ہر صحابیؓ میں جہاد کی ایسی رُوح پھونک دی جو انہیں گھروں میں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، چنانچہ حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جہاد سب سے محبوب عمل بن چکا تھا اور وہ شہادت کی موت کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ بستر کی موت سے انہیں عار اور نفرت محسوس ہوتی تھی، وہ اپنے قائد کے فرمُودات کو سینوں میں محفوظ کر کے شام، فلسطین، قیصرو کسریٰ کے فاتح بنے، دنیا کی سُپر طاقتیں ان کی یلغار کے سامنے بے بس ہو گئیں اور لشکرِ محمدی کے یہ جانباز اس وقت تک لڑتے رہے، جب تک روح نے ان کے جسموں کا ساتھ دیا اور خون ان کی رگوں میں دوڑتا رہا، بلکہ بعض جان نثاروں نے تو یہ بھی وصیّت کی کہ ان کے جنازے بھی کاروانِ جہاد کے ساتھ ساتھ چلیں اور آخری منزل پر ان کو دفن کیا جائے۔

حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شُجاع تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شُجاعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مکمل طور پر سرایت کر چکی تھی۔

اب حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نُبوّت کی برکت سے حُضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُرثاء (علماء) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو یہ دو ۲ کام ملے ہیں، ایک خود قتال کرنا اور دوسرا مسلمانوں کو اس

مُبارک عمل کے لئے اُبھارنا اور تیار کرنا۔

خوش قسمت ہے وہ انسان، جو ان دونوں کاموں کو زندہ کر کے دین و دنیا کی سرفرازی حاصل کرے۔

حدیث شریف (۳۳)

روزی نیزے کے سائے کے نیچے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي۔

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے اس کے لئے ذِلّت اور پستی کو مقدر کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری، ص:۴۰۸، ج:۱، باب ما قیل فی الرماح)

تشریح

حدیث شریف میں نیزے کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ذریعہ معاش اللہ تعالیٰ نے نیزے یعنی جہاد کو بنایا ہے، اسی لئے بعض محدثین علماء فرماتے ہیں کہ تمام کمائیوں میں سب سے افضل کمائی غنیمت کا مال ہے اور حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمّت کے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا۔

فائدہ:

حدیث شریف میں کُفّار کے لئے ذِلّت و رُسوائی سے مُراد جزیہ ہے۔ (فتح الباری ص:۱۱۶، ج:۶)

آلاتِ جہاد میں سے یہاں صرف نیزے کا ذکر ہے کہ روزی نیزے کے سائے میں رکھ دی گئی ہے، جب کہ باقی آلات کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ عام طور پر جہاد میں جھنڈا نیزے پر لہرایا جاتا تھا، اس لئے نیزے کی طرف نسبت کی گئی ہے، مُراد اس سے اموالِ غنیمت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو مالِ طیب یعنی پاکیزہ مال قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ: اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، ملک میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک لیں، پھر اس نے تمہیں ٹھکانا بنادیا اور اپنی مدد سے تمہیں قُوت دی اور تمہیں سُتھری چیزوں سے رزق دیا تا کہ تم شکر کرو۔

فائدہ:

تفسیر جلالین میں طیبات کی تفسیر مالِ غنیمت سے کی گئی ہے۔ (تفسیر جلالین، ص:۱۸۹، طبع بیروت)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

یعنی اپنی قلت وضعف کا خیال کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم (جہاد) کو ماننے میں سُستی مت دکھلاؤ، دیکھو! ہجرت سے پہلے بلکہ اس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا، تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں، تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا کہ دشمنانِ اسلام کہیں نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا، انصار و مُہاجرین میں عدیم النظیر رشتہ مواخات قائم کر دیا، پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی، کُفار کی جڑ کاٹ دی، تم کو فتح الگ دی، مالِ غنیمت اور فدیہ اُساریٰ (جنگی قیدیوں کا فدیہ) الگ دیا، غرض حلال، طیب، ستھری چیزیں اور انواع واقسام کی نعمتیں عطاء فرمائیں، تا کہ تم اس کے شکر گزار بندے بنے رہو۔ (تفسیر عثمانی، ص:۳۱۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ ایسی خُصوصیات دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں، مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رُعب دیکر میری نُصرت کی گئی اور میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا، جب کہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا،

میری اُمت کا کوئی فرد جہاں بھی نماز کا وقت اس پر داخل ہو وہ ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے اور مجھے شفاعت کا حق دیا گیا اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے، جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (رواہ مسلم و بخاری/سنن کبریٰ بیہقی ص:۴، ج:۹)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو تمام اَدیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے اور قیامت تک تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے، اس لئے دینِ اسلام میں ان دشمنوں کے لئے جو دین کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، ایسی تدابیر نازل کی گئیں جن سے ان کی کمر ٹوٹ جائے، انہیں تدابیر میں سے ایک تدبیر مالِ غنیمت کا حلال ہونا ہے کہ اس کے ذریعے سے کُفار کی اقتصادی حالت کمزور ہو جائے گی اور وہ اپنے اموال کے ذریعے سے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر سکیں گے اور دُنیوی عیش و آرام کے جھانسے میں پھنسا کر انسانیت کو اسلام سے دور نہیں رکھ سکیں گے۔ انسان کے فِطری و طَبعی مزاج کی وجہ سے قوموں کی گمراہی کا ایک بہت بڑا ذریعہ مال و دولت ہے جس کی ظاہری چمک دمک میں پھنس کر کروڑوں اربوں انسان گمراہ ہو گئے، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے مُقرب بندوں کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کیا، اُنہی مال والے کافروں نے لوگوں کو اپنے مال کے پھندے میں پھنسا کر انبیاء علیہم السلام کا دشمن بنا دیا، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے اموال کی تباہی کی دعاء فرمائی، جو قرآن مجید کے ان الفاظ میں ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ (یونس:۸۸)

ترجمہ: اے رب ہمارے ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

یعنی فرعون اور اس کے کارندے عام لوگوں کو اپنے دُنیوی اموال اور عیش و عشرت کے جھانسے میں پھنسا کر اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور کر رہے ہیں، اس لئے اللہ رب العزت سے دعاء کی کہ یا اللہ! ان کے اموال کو ختم فرما دے۔ مال کی اس خاصیت اور کافروں کی اس خَصلت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلام نے ابتداء ہی سے اس کا علاج فرما دیا اور مالِ غنیمت کو حلال کر کے اور اسے مالِ طیب قرار دے کر کفار کے لئے مسلمانوں پر اقتصادی غلبہ اور مال و دولت کے ذریعے سے

انسانیت کی گمراہی کا راستہ بند فرمادیا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے خود اپنا پہلا غزوہ ابُوسُفیان کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے ارادے سے شروع فرمایا، چنانچہ حدیث اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابُوسُفیان ایک بڑے تجارتی قافلے کے ساتھ جا رہا ہے تو حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تیاری کے لئے فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس قافلے کو تمہارے لئے غنیمت بنادے مگر مشیّتِ الٰہی کہ ابُوسُفیان کا قافلہ مسلمانوں سے بچ کر نکل گیا، جب کہ مسلمانوں کا مُقابلہ اس قافلے کے دِفاع کے لئے آنے والے مشرکینِ مکّہ کے لشکرِ جرار سے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطاء فرمائی اور مشرکینِ مکّہ کو عبرتناک شکست ہوئی، بہرحال حضورِ اکرم ﷺ مدینہ منوّرہ سے ابُوسُفیان کے قافلے کیلئے نکلے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حق کا بول بالا اور کفر ذلیل ورُسوا ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت بھی ملا اور ستّر قیدی بھی ہاتھ آئے، جن کا فِدیہ مسلمانوں کو ملا، اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس مُبارک مال کے دروازے کھول دیئے اور حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی میں بڑی بڑی غنیمتیں آئیں اور حضورِ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تو مسجدِ نبوی میں رُوم وفارِس کے خزانوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے، جو مسلمانوں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

ان غنائم اور اسلامی معاشی نظام کی بدولت مسلمانوں پر وہ دور آگیا کہ زکوٰۃ دینے والے گلی کوچوں میں زکوٰۃ لینے والے کو تلاش کرتے پھرتے تھے، مگر لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

مالِ غنیمت کے متعلق چند احادیث و روایات

بُخاری اور مُسلم کی روایت میں حضرت ابُوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم غزوہ حُنین کے سال حضورِ اکرم ﷺ کے ہم رِکاب ہوکر جہاد کے لئے مدینہ سے چلے، دشمن سے مُقابلہ ہوا تو (ابتدا) مسلمانوں کو شکست ہوئی، میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان کے اُوپر سوار ہے، میں نے اس کے پیچھے سے گردن اور کاندھے کے جوڑ پر تلوار ماری جس سے اس کی زِرہ کٹ گئی، مشرک اس مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے چمٹ گیا اور ایسا دبایا کہ مجھے موت کا مزہ آگیا، لیکن وہ فوراً مر (کر گر) گیا اور

میں چھوٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عمرؓ بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے مل کر کہا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، پھر مسلمان لوٹ آئے (اور دوبارہ منظم ہو گئے) اور رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا: جس نے کسی (مشرک) کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ ہوں تو مقتول سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کا ہے۔ میں نے یہ فرمان سن کر کہا: کوئی میرے لئے شہادت دینے والا ہے؟ یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی الفاظ فرمائے اور میں نے بھی وہی الفاظ کہے کہ کوئی شہادت دینے والا ہے؟ یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی پہلے کی طرح فرمایا اور میں بھی (شہادت طلب کرنے کے لئے) کھڑا ہو گیا، (مگر کسی نے شہادت نہ دی۔) رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبُوقتادہ! کیا بات ہے؟ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر ایک شخص بولا: اَبُوقتادہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، اس کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے، میری طرف سے آپ ان کو راضی کر دیجئے۔ حضرت اَبُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ نہ، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ (تعالیٰ) کا ایک شیر، اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسُول کی طرف سے لڑے اور مقتول کا سامان تجھے دے دے، رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبُوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، اَبُوقتادہ کو سامان دے دو۔ (چنانچہ اس شخص نے مجھے وہ سامان دے دیا)۔ میں نے اس سے بنوسَلِمَہ کی آبادی میں کھجوروں کا ایک باغیچہ خریدا، یہ پہلا مال تھا جو حالتِ اسلام میں میں نے حاصل کیا۔) (تفسیر مظہری ص:۱۱۴، ج:۵/ طحاوی ص:۱۴۶، ج:۲)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حُنین کے دن رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے کسی (مُشرک) کو مار ڈالا تو مقتول سے چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا۔ حضرت اَبُوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز بیس مشرکوں کو قتل کیا اور ان کا سامان لے لیا۔

(طحاوی ص:۱۴۷، ج:۲/ رواہ الدارمی والطحاوی وابوداوٗد/ مظہری ص:۱۱۵، ج:۵)

حضرت سَلَمہ بن اَکوَع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر بنُوہوازن سے جہاد کیا، میں نے ایک شخص کو مار ڈالا اور اس کا اُونٹ مُہار سے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آیا، اُونٹ پر مقتول کا سب سامان اور اسلحہ لدا ہوا تھا، سامنے سے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ

تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا: فُلاں شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ابنِ اَکْوَع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے۔ فرمایا: مقتول کا سب سامان ابنِ اَکْوَع کا ہے۔

(مظہری/شرح معانی الآثار للطحاویؒ، ص: ۱۴۷، ج: ۲)

حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے کہ مشرکوں کا ایک جاسوس رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا، پھر چُپکے سے سرک گیا۔ رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اسے تلاش کر کے قتل کر دو۔ میں نے سب سے پہلے اس کو تلاش کر کے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا، حُضُورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہ سامان مجھے ہی عنایت فرما دیا۔

(طحاوی، ص: ۱۴۷، ج: ۲)

حضرت ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کا بیان ہے کہ ایک مشرک نے مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی، رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مقابلہ کا حکم دیا، حضرت زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے صف سے نکل کر اس مشرک کو قتل کر دیا، حُضُورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کا سامان حضرت زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دے دیا۔

(طحاوی، ص: ۱۴۶، ج: ۲)

حضرت اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ بَرَاء بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فارس کے ایک مَرزُبان سے مقابلہ کیا اور برچھا مار کر اس کی کاٹھی کا اگلا حصہ توڑ کر اس کو زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ پھر اس کے سامان کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا تو کوئی تیس ہزار کا معلوم ہوا۔ جب ہم فجر کی نماز پڑھ چکے تو حضرت عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تشریف لائے اور اَبُو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے فرمایا: پہلے ہم مقتول کے سامان کے پانچ حصے نہیں کرتے تھے، لیکن بَرَاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے جو چھینا ہے اس کی قیمت بڑی ہے، لہٰذا ہم نے اس کے پانچ حصے کرنے کی تجویز کی ہے، چنانچہ تخمینہ سے اس سامان کی قیمت تیس ہزار قرار پائی تو ہم نے پانچواں حصہ یعنی چھ ہزار حضرت عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دے دیا اور چار حصے یعنی چوبیس ہزار کا سامان تو یونہی حضرت بَرَاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا تھا، چنانچہ چھ ہزار ادا کرنے کے بعد کل سامان حضرت بَرَاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو ہو گیا۔ (رواہ الطحاوی)

مُسلِم اور اَبُوداوٗد کی روایت ہے کہ حضرت عَوف بن مالک اَشجعی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بیان کیا کہ مُوتہ کے

جہاد پر میں زَید بن حارِثہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے ساتھ گیا، ایک یَمَنی شخص مَدَدِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ بھی میرا رفیقِ سفر تھا، رُومیوں کی جَماعت سے ہمارا مقابلہ ہوا، رُومیوں کی جَماعت کا ایک شخص اَشقر گھوڑے پر سوار تھا، اس کی زِین بھی سنہری تھی اور ہتھیار بھی سنہرے تھے، وہ مسلمانوں سے لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا، مَدَدِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ اس کے انتظار میں ایک پتھر کی آڑ لے کر بیٹھ گیا، جب رُومی پتھر کی طرف سے گزرا، تو مَدَدِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے حملہ کردیا اور اس کے گھوڑے کی کُونچیں کاٹ دیں۔ رُومی گر پڑا، مَدَدِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ اس پر سوار ہوگیا اور اسے قتل کردیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا، مسلمانوں کی فتح کے بعد حضرت خالِد بن وَلِید رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے مَدَدِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے کچھ چھینا ہوا مال (یعنی اس مال کا خُمُس) لے لیا۔

حضرت عَوف رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا بیان ہے کہ میں خالِد رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے مقتول کا سامان قاتل کا قرار دیا ہے۔ فرمایا: بے شک ایسا ہے، لیکن میرے خیال میں مقتول کا سامان بہت تھا، اس لئے میں نے کچھ حصہ لے لیا۔ میں نے کہا: یا تو آپ واپس کردیں ورنہ میں رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو اطلاع کردوں گا۔ خالِد رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے واپس کرنے سے انکار کردیا (اور اس مال کو اجتماعی اموال میں جمع کردیا)۔ غرض جب ہم رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں جمع ہوئے تو میں نے مَدَدِی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا قصہ اور خالِد رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے سُلوک کا تذکرہ کیا۔ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا: خالِد رَضِیَ اللہُ عَنہُ تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے واپس دیدو، میں نے یہ حکم سُن کر کہا: لو خالِد! میں نے تم سے پوری بات نہیں کہہ دی تھی۔ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے واقعہ عرض کردیا۔ واقعہ کی تفصیل سُن کر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو غصہ آگیا اور فرمایا: خالِد رَضِیَ اللہُ عَنہُ (کچھ) واپس نہ کرنا، میرے لئے تم میرے مُقرّر کردہ امیروں کو چھوڑ دو (میں جانوں اور وہ جانیں)، انکے حکم کی بھلائی تم کو پہنچے گی اور حکم کی برائی خود ان پر پڑے گی۔ (مظہری، ص: ۱۱۸، ج ۵/ طحاوی، ص: ۱۴۸، ج: ۲)

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو بھی وہ پاکیزہ مالِ غنیمت عطاء فرمائے جو اس نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے لئے پسند فرمایا۔ آمین۔

مالِ غنیمت بہت برکت والا مال ہے لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ اگر جہاد میں مالِ غنیمت نہ ملے تو جہاد میں فرق آجاتا ہے یا مجاہد محروم رہ جاتا ہے، بلکہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر

مجاہد کو مالِ غنیمت نہ ملے تو اُسے غنیمت پانے والے مجاہد سے زیادہ اجر ملتا ہے، اس لئے کہ مجاہد کا اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے، مال غنیمت تو اس کا مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اسے فوری نعمت کے طور پر عطاء کیا جاتا ہے، اصل اجر تو اسے آخرت میں ملے گا۔

اگر مجاہد کو یہ نقد نعمت نہ ملے تو اس کا اجر آخرت میں بڑھا دیا جاتا ہے، جس طرح کہ مُومن کی وہ دُعائیں جو دُنیا میں قبول نہیں ہوتیں وہ آخرت کا اجر بن جاتی ہیں، بہر حال دونوں حالتوں میں مجاہد کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اس بحث کے آخر میں صحیح بخاری شریف کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس سے مجاہد کے مال میں برکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مستقل جہاد کرنے والے کا اکثر مال مالِ غنیمت ہی ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پاکیزہ مال میں خوب برکت ڈال دی جاتی ہے جس کی بدولت مجاہد کو استغناء نصیب ہوتا ہے۔

مُجاہد کے مال میں برکت کا واقعہ

حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب [میرے والد] حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ جنگِ جمل کے دن [میدان میں] کھڑے ہو گئے، تو انہوں نے مجھے بلایا، تو میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، انہوں نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! آج [کی لڑائی] کے دن یا تو ظالم قتل ہو گا یا مظلوم اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا؟ اے بیٹے! میرا مال بیچ کر قرضہ اداء کرنا، پھر اگر قرضہ اداء کرنے کے بعد مال میں سے کچھ بچ رہے تو اسکا تیسرا حصہ تمہارے بیٹوں کے لئے ہو گا۔

حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے قرضے کی ادائیگی کی تاکید کرتے رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے! اگر تم قرضے کی ادائیگی میں کہیں عاجز آجاؤ [اور مشکل میں پڑ جاؤ] تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا تھا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کیا ہے، [کیونکہ عربی زبان میں مولیٰ کئی معانی

میں استعمال ہوتا ہے۔] یہاں تک کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ فرمایا: اللہ (تعالیٰ) میرا مولیٰ ہے۔ ابن زُبیر رضی اللہ عنہ کہتے کہ اللہ کی قسم! ان کے قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی، تو میں پکار اُٹھا کہ اے زُبیر کے مَولیٰ! زُبیر کا قرضہ اداء فرما دے، تو اللہ (تعالیٰ) ضرور کوئی صورت پیدا فرما دیتے۔ پس حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، انہوں نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، البتہ دو زمینیں چھوڑیں جن میں سے ایک غابہ کی زمین تھی اور گیارہ مکان مدینہ میں، دو بصرہ میں، ایک مکان کوفہ میں اور ایک مصر میں تھا۔

حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کا یہ قرضہ [کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ] اس لئے تھا کہ جب کوئی آدمی ان کے پاس کوئی مال امانت رکھتا تھا تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرما دیتے یہ امانت نہیں ہے، بلکہ میرے ذِمّہ قرضہ ہے، تاکہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان اداء کر سکوں۔ ابنِ زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نہ کبھی حکومت کا کوئی عُہدہ قبول کیا اور نہ کبھی خَراجی زمین گِروی رکھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ آمدنی تھا مگر یہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اَبُوبکر صدیق، حضرت عُمر فاروق اور حضرت عُثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے رہے، [بس اُسی جہاد کا مالِ غنیمت ان کے پاس تھا]۔ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضے کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ روپے بنتا تھا، [اسی دوران] حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے: اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟ حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے قرضے کی صحیح رقم اُن سے چُھپا لی، [کیونکہ کچھ قرضہ اداء ہو چکا تھا]۔ میں نے کہا: ایک لاکھ روپے قرضہ ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہاری ساری جائیداد بھی اتنے قرضہ کی ادائیگی کی مُتحمل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ قرضہ بائیس لاکھ روپے ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں تم لوگ اسکی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے ــــ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے غَابہ کی زمین ایک لاکھ ستّر ہزار میں خریدی تھی، حضرت ابن زُبیر رضی اللہ عنہ نے اُسے سولہ لاکھ میں بیچ دیا اور اعلان فرما دیا کہ جس شخص کا

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ پر قرضہ ہو وہ غابہ کی زمین پر آ کر ہم سے وُصول کرے۔

[اسی طرح سارا قرضہ اداء ہوتا گیا] جب حضرت ابنِ زُبیر رضی اللہ عنہ قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبدُاللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک میراث تقسیم نہیں کروں گا، جب تک حج کے موقع پر چار سال تک اعلان نہ کر دوں کہ جس کا حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ پر قرضہ ہو، آ کر ہم سے وُصول کر لے، چنانچہ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے، چار سال گزرنے کے بعد آپ نے میراث تقسیم کر دی۔ رَاوِی کہتے ہیں کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں قرضے سے باقی بچے ہوئے مال کا ایک تہائی وصیّت پوری کرنے کے لئے نکال لیا گیا، [پھر باقی مال کا آٹھواں حصہ چار بیویوں کو دیا گیا تو ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ روپے ملے، [یعنی] ان کا کل متروکہ مال پانچ کروڑ روپے سے زائد بنا۔ واللہ اعلم۔ (تلخیص از بخاری ومشارع الاشواق)

حدیث شریف ۳۳

یہودیوں سے قتال کی بشارت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ، حَتّٰى يَخْتَبِىءَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ، فَيَقُوْلُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ۔

ترجمہ:

حضرت عبدُاللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یہودیوں سے قتال کرو گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر بولے گا: اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے ایک یہودی ہے، اسے قتل کر دو۔

(صحیح البخاری، ص:۴۰۹، ج:۱، باب قتال الیہود، رقم الحدیث: ۲۹۲۵)

تشریح

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام میں ایمان اور کفر اور اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے درمیان عداوت اور دشمنی کا ایک سلسلہ موجود ہے جو روزِ اول سے ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (البقرہ:۳۶)

ترجمہ: ہم نے کہا: تم سب اُترو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

یعنی بعض کی بعض کے ساتھ دشمنی کا قانون زمین پر اُسی وقت سے اُترا جس وقت سے یہ انسان زمین پر اُتارا گیا۔ جس طرح ظُلمت اور نُور کا تضاد، سفیدی اور سیاہی کا تضاد اور خوشی اور غمی کا تضاد بالکل واضح، بدیہی اور سمجھ میں آنے والا ہے، اسی طرح اسلام اور کفر کا تضاد بھی بالکل واضح ہے۔

سرکش کفّار کی خَصلت میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا مادہ وافر مقدار میں موجود رہتا ہے جس کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ یا ان کو نقصان پہنچانا ان کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔

اسی لیے کفّار ہمیشہ سے اہلِ حق کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں اور رہیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ (البقرہ:۲۱۷)

ترجمہ: اور کُفّار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ تمہارے دین سے تمہیں پھیر دیں، اگر اس کی طاقت رکھیں۔

اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی میں کافر ہمیشہ سے ایک دوسرے کے بھرپور معاون اور مددگار رہیں اور وہ آپس کے لاکھوں اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کی تصویر ثابت ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کے اس اتحاد کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے، تو انہی میں ہے۔ (المائدہ:۵۱)

یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض وعداوت کے باوجود وہ باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔

یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعتِ اسلام کے مقابلے میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی، ص:۲۰۴)

فائدہ:

یہاں وَلی کا ترجمہ دوست سے کیا گیا ہے، لیکن ولی صرف دوست ہی کو نہیں کہتے، بلکہ اس کے معنی بہت گہرے تعلّق کے آتے ہیں، جس میں دوستی، تعاوُن، حمایت، سب کچھ آجاتا ہے، اسی لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کفّار کے ساتھ وَلاء (تعلّق) رکھنے سے برارت کا اظہار کریں۔

پھر اسلام دشمنی کے اعتبار سے کافروں کے درجات ہیں، جس میں بعض کافر دوسرے بعض کافروں سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتا ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ (المائدہ: ۸۲)

ترجمہ: تو سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا۔

”ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت اور بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا، ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب (پہلا نمبر یہود کا، دوسرا مشرکین کا) اسلام اور مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں، مشرکین مکہ کی ایذاء رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں، لیکن ملعون یہودیوں نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا نہ رکھی۔ حضور اکرم ﷺ کو بے خبری میں شہید کرنا چاہا، کھانے

میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹوٹکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔" (تفسیر عثمانی)

بلکہ روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی اسلام کے خلاف سازشیں اور نت نئی شرارتیں مشرکینِ مکہ کی کھلی دشمنی سے زیادہ خطرناک تھیں۔

انہوں نے اسلام کی بربادی اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کیں، مسلمانوں کے دو متحد قبیلوں اوس اور خزرج کو دوبارہ لڑانے کی بھرپور کوشش کی، ایک دفعہ دونوں قبیلوں کے بہت سے مسلمان اکٹھے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، چند یہودیوں نے مجلس میں جا کر جنگِ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا، یہ وہ لڑائی ہے جس میں انصار کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑے تھے اور اس لڑائی نے ان کی تمام قوت برباد کر دی تھی، اس لڑائی کے تذکرے نے دونوں کو پرانے واقعات یاد دلا دیئے اور دفعتاً عداوت کی دبی آگ بھڑک اٹھی، لعن وطعن سے گزر کر تلواریں کھینچ لیں گئیں، حسن اتفاق سے آنحضرت ﷺ کو خبر ہوگئی، آپ ﷺ نے فوراً موقع پر پہنچ کر وعظ و پند سے دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ، ص:۸۸، ج:۱/ سیرت النبی ﷺ ص:۲۳۴، ج:۱)

یہودیوں کی سازشیں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ آنحضرت ﷺ راتوں کو گھر سے نکلتے تھے تو یہودیوں کی طرف سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، انہوں نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی کہ اگر میں رات کے وقت مروں تو آنحضرت ﷺ کو خبر نہ کرنا، اس لئے کہ یہود کی طرف سے ڈر ہے، ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ ﷺ پر حادثہ گزر جائے۔ (یہ واقعہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ میں ابوداؤد وغیرہ کی سند سے پورا نقل کیا ہے۔) (سیرت النبی، ص:۲۳۵، ج:۱)

مختصر یہ کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر ہمارے موجودہ دور تک کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے دور میں یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن رہے ہیں اور انہوں نے اسلام دشمنی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، لیکن مسلمان کبھی کبھار اپنے اس خطرناک دشمن اور اس کی سازشوں سے بے خبر ہو کر دھوکہ کھا جاتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ ظالم یہودی مسلمانوں کی نسلوں

تک کو مٹانے پر اُتر آتے ہیں، چنانچہ اس چیز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے مُبارک زمانے میں یہودیوں کے خلاف قتال فرمایا اور آئندہ کے مسلمانوں کو یہودیوں سے قتال کی فضیلت اور خوشخبری سنائی، قُربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا نُزول ہوگا، ان کے ساتھ مل کر مسلمان یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑیں گے اور اس وقت کوئی پتھر بھی یہودیوں کو پناہ نہیں دے گا۔

قرآن مجید نے بھی یہودیوں کی سازشوں سے بچنے اور ان پر غلبہ پانے کا ایک ہی ذریعہ بتایا ہے اور وہ ذریعہ قتال فی سبیل اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سازشی ٹولہ میدانِ جہاد میں مسلمانوں کے مُقابلے میں نہیں ٹھہر سکے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۔ (آلِ عمران: ۱۱۱)

ترجمہ: اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے، پھر مدد نہیں دیئے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خَیرُ الاُمَم ثابت کرو)، بس یہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامَردوں کی طرح تم کو بُرا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں، باقی تم پر غالب یا مُسلّط یا کوئی بڑا قوی نقصان پہنچا سکیں یہ کبھی نہ ہوگا، اگر لڑائی میں تمہارے مُقابلے پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے ان کو مدد نہ پہنچے گی جو ان کی ہزیمت کو روک سکے، یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہلِ کتاب کا یہ حشر ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر بال بیکا نہ کر سکے، جہاں مُقابلہ ہوا حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (گدھوں) کی طرح بھاگے، ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد خَیرُ الاُمَم کے شاملِ حال رہی۔

(تفسیر عثمانی، ص: ۱۱۰)

میرے مسلمان بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس بات کی یقین دہانی کرائی

ہے کہ یہ یہودی مقابلے میں میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ تو یہ اس وقت ہوگا جب مسلمان میدانِ جہاد میں اُتریں گے، وگرنہ سازشوں میں اور زبان کی تیزی میں مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میز کی جنگ میں اور سیاست کے میدان میں تو یہودی اپنی سازشوں کے بل بوتے پر مسلمانوں کو نیچا دکھلائیں گے، لیکن صرف جہاد کا میدان ہی ایسا میدان ہے جس میں یہودی مسلمانوں سے بار بار مار کھا چکے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے، مگر مسلمانوں نے اسی میدان کو خالی چھوڑ رکھا ہے، اگر کوئی تھوڑا بہت لڑ بھی رہا ہے تو جہاد کے لئے نہیں قومیت کے لئے، جس کا فائدہ یہودیوں کو ہی پہنچ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی فکر عطاء فرمائے کہ وہ اپنے اس بدترین دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں اور غفلت کی چادر اُتار کر جہاد کا عزت والا لباس پہن لیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں سے قتال کا شوق بڑھانے کے لئے مختصر طور پر ان جنگی کارروائیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے میں یہودیوں کے خلاف لڑی گئیں۔

❶ غزوہ بنی قَینُقاع...... یہ غزوہ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں پیش آیا، یہودیوں کے قبیلہ بنو قَینُقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں سے اعلان جنگ کی جرأت کی اور ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے آگ کو اور بھڑکا دیا۔

ایک انصاری مسلمان کی بیوی مدینہ منورہ کے بازار میں ایک یہودی کی دکان پر آئیں، یہودیوں نے ان کی بے حُرمتی کی (ان کی چادر کو ایک کیل میں اٹکا دیا جس سے چادر اُتر گئی)۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہو گیا، اس نے یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمان کو شہید کر ڈالا، حضورِ اکرم ﷺ نے اس پر تنبیہ فرمائی، تو یہودی اور اکڑنے لگے، آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کے ساتھ مل کر ان پر چڑھائی فرمائی، وہ قلعہ بند ہو گئے، پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر ان کے حلیف عبداللہ بن اُبَی کی درخواست پر انہیں جلا وطن کر دیا گیا، یہ سات سو شخص تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے۔

❷ کعب بن اشرف کا قتل...... کعب بن اشرف یہودیوں کا مشہور شاعر تھا اور اپنی دولت

مندی کے بل بوتے پر عرب کے تمام یہودیوں کا سربراہ تھا، اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی، بدر کی لڑائی میں سردارانِ قریش کے مارے جانے کا اس کو بہت صدمہ ہوا تھا، اس نے چند دردناک مرثیے لکھے، جن میں انتقام کی ترغیب تھی، وہ مکہ مکرمہ گیا جہاں لوگوں کو جمع کر کے اپنے مرثیے پڑھتا تھا اور روتا رلاتا تھا اور انتقام پر ابھارتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کی سازش تیار کی اور لوگوں کو اس کام پر متعین بھی کر دیا۔

ربیع الاول ۳ھ میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے فتنے کی اس جڑ کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کاٹ دیا اور اپنے چند رفقاء کو بھی اس سعادت میں اپنے ساتھ شریک رکھا۔

❸ غزوہ بنی نضیر...... بنو نضیر یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا، جو انصار کے قبیلہ خزرج کا حلیف تھا اور بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا، مگر ان کے دل بھی اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے لبریز تھے جس کا اظہار انہوں نے یوں کیا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو چھت پر چھپا دیا کہ جب آنحضرت ﷺ نیچے تشریف لائیں تو اوپر سے ایک چٹان نما پتھر آپ ﷺ پر گرا دینا، تاکہ آپ ﷺ شہید ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے آئے۔ قبیلہ بنی نضیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا اور انہیں منافقین نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور کہا تھا کہ قبیلہ بنو قریظہ بھی تمہارا ساتھ دے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا بھی پندرہ دن تک محاصرہ رکھا اور ان کے باغات کو کاٹنا شروع کیا۔ انہوں نے التجاء کی کہ ہمیں مدینہ منورہ سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور اتنا مال جو اونٹوں پر لادا جا سکے، لیجانے دے کر جلاوطن کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ درخواست مان لی۔ جب یہ یہودی اپنے گھروں کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑتے تھے، تاکہ مسلمان ان گھروں میں نہ رہ سکیں۔

یہ لوگ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے اور بعض شام کے علاقے اذرعات میں آباد ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔

❹ غزوہ بنی قریظہ...... صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہود نے آنحضرت ﷺ سے لڑائی کی، تو آپ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنو قریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنو قریظہ بھی دوسرے یہودیوں کی طرح شرارتوں میں پہلے سے ہی شریک تھے، مگر ان کے ساتھ کچھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا، مگر جنگِ خندق کے موقع پر انہوں نے کھل کر عہد شکنی کی اور مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی، وہ قلعہ جس میں مسلمان عورتیں تھی، بنو قریظہ کے قریب تھا، یہودیوں نے اس قلعہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی مثالی بہادری نے یہودیوں کو مرعوب کر دیا اور وہ اس حرکت سے باز رہے۔ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ احزاب (خندق) سے فارغ ہو کر حکم دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی ہتھیار نہ کھولیں اور بنو قریظہ کی طرف بڑھیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان یہودیوں نے اعلانیہ حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دیں۔ غرض ان کا محاصرہ کیا گیا، تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ رہا، بالآخر انہوں نے درخواست پیش کی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں گے ہم کو منظور ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی، مسلمانوں کے مایہ ناز مجاہد اور انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے اور غزوہ خندق میں زخمی ہو چکے تھے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں کو اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے، تمام مال اور اسباب کو غنیمت بنا لیا جائے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد اتم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کے اختیار کردہ فیصل کے عادلانہ فیصلے کے مطابق مسلمانوں نے اس دن تقریباً سات سو یہودیوں کو قتل کیا، ان میں ایک عورت بھی تھی، جس نے قلعہ پر سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔

یہ چند اہم کارروائیاں جو یہودیوں کے خلاف ہوئیں، ان کے علاوہ ابو رافع یہودی کا قتل، سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، غزوہ خیبر، عصماء یہودیہ کا قتل بھی ان اہم کارروائیوں میں سے ہیں جو یہودیوں کے خلاف دورِ نبوی ﷺ میں ہوئیں۔

ان تمام کارروائیوں سے یہودیوں کے خلاف جہاد کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اس کی

وجہ کوئی جذبہ انتقام یا کسی خاص قوم کی دشمنی نہیں تھی، بلکہ اس کی وجہ خود یہودیوں کی اسلام دشمنی تھی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں کفر کی نفرت بھر دے اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی پہچان نصیب فرمادے۔ آمین

جزیرۂ عرب سے یہودیوں کے اخراج کے متعلق چند روایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار ہم لوگ مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ سے تشریف لائے اور فرمایا: یہودیوں کے پاس چلو۔ چنانچہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں پہنچے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اے جماعتِ یہود! تم لوگ مسلمان ہو جاؤ تاکہ سلامتی پاؤ تمہیں جان لینا چاہئے کہ زمین اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول کی ہے۔ (یعنی اس زمین کا خالق و مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اس کا نائب و خلیفہ کی حیثیت سے اس زمین پر متصرف و حکمران ہے، اگر تم انکار کرتے ہو) تو سن لو! میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ تم کو اس زمین (جزیرۃ العرب) سے نکال دوں گا، پس تم میں سے کوئی شخص اپنے مال و اسباب میں کوئی چیز رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ اُسے فروخت کردے۔ (مسلم، ص:۹۴، ج:۲/ بخاری، ص:۴۴۹، ج:۱/ مشکوٰۃ شریف، ص:۳۵۵)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انتقال کے وقت) تین باتوں کی وصیت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دینا۔ قاصدوں اور ایلچیوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو میں کیا کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے تیسری بات سے خاموشی اختیار فرمائی یا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیسری بات میں بھول گیا۔ (بخاری، مسلم/ مشکوٰۃ شریف، ص:۳۵۵، صحیح البخاری، ص:۴۴۹، ج:۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے سوا جزیرۂ عرب میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔

(مسلم شریف، ص:۹۴، ج:۲، مشکوٰۃ شریف، ص:۳۵۵)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا: اگر میری زندگی رہی تو ان شاء اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے یہود نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے جلاوطن فرمایا، (اس سے پہلے) جب رسُول اللہ ﷺ کو اہلِ خیبر پر غلبہ ہوا تھا تو آپ ﷺ نے خیبر سے یہودیوں کو نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جس زمین پر (دینِ حق کو) کو غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے (کہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کا دین غالب اور مسلمانوں کو ہی حقِ تصرّف و حکمرانی حاصل ہوتا ہے)۔ لیکن یہودیوں نے رسُول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کو اس شرط پر رہنے دیں کہ وہ (زمینوں میں) محنت کریں اور پھلوں (یعنی پیداوار) کا آدھا حصہ آپ ﷺ کا حق ہوگا۔ چنانچہ رسُول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں اس شرط پر (خیبر میں) اسی وقت تک رہنے دیں گے، جب تک کہ ہم چاہیں گے، اس کے بعد ان کو خیبر میں رہنے دیا گیا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان سب کو مقامِ تیما اور اَریحا کی طرف جلاوطن کردیا۔ (بخاری و مسلم/مشکوٰۃ، ص:۳۵۵)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے جلا وطن کرنے کا ارادہ کرلیا تو (ان یہودیوں کے) قبیلہ بنی اَبی الحُقیق کا ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں جلاوطن کررہے ہیں؟ حالانکہ محمد (ﷺ) نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا اور ہمارے اموال کے سلسلے میں ایک مُعاملہ بھی طے کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گمان رکھتے ہو کہ میں رسُول اللہ ﷺ کی (یہ) بات بھول گیا (جو آپ ﷺ نے تجھ سے مخاطب ہوکر کہی تھی) کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا، جب تجھ کو خیبر سے جلا وطن کیا جائے گا اور اس کے بعد رات میں تیری اُونٹنی تیرے پیچھے دوڑ رہی ہوگی؟ تو اس (یہودی) نے جواب دیا کہ یہ بات تو اَبُوالقاسم (حضرت محمد ﷺ) نے اَزراہِ مذاق کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ (تعالیٰ) کے دشمن! تم جھوٹ بکتے ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو جلاوطن کردیا اور ان کے پاس رقم، میوہ اور جو کچھ تھا جیسے کھجوریں وغیرہ، تو ان کی قیمت میں ان کو

مال، اُونٹ اور اسباب، جیسے رسیاں اور پالان وغیرہ دے دیے۔ (بخاری/مشکوٰۃ، ص: ۳۵۵)

حدیث شریف ۳۵

جہاد میں دشمنوں کیلئے بددعا کرنا

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مشرکین کو) یہ بددعاء دی کہ یا اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۱۰، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۹۳۱)

امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کئی روایات ذکر فرمائی ہیں جن میں حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے نام لے لے کر ان کی ہلاکت اور ہزیمت کے لئے بددعاء فرمائی۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۰، ج: ۱)

تشریح

ایک روایت میں ہے کہ حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور مسلمانوں کی کافروں کے ہاتھوں نجات اور کفّار پر قحط کی دعاء فرمائی۔

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فجر کی نماز میں) دُعائے قنوت میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: یا اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطاء فرما، یا اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطاء فرما، یا اللہ! عیّاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطاء فرما، ایسے تمام کمزور مسلمانوں کو (جو مکّہ میں مشرکین کی سختیاں جھیل رہے ہیں) نجات عطاء فرما، یا اللہ! قبیلہ

مُضَر پر سخت عذاب نازل فرما، یا اللہ! ایسا قحط نازل فرما، جیسا یُوسف علیہ السلام کے زمانے میں پڑا تھا۔ (صحیح البخاری، ص:۱۱ا، ج:۱)

حضرت عبد اللہ بن اَبِی اَوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ اَحزاب کے موقع پر حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی تھی:

ترجمہ: یا اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بڑی تیزی سے حساب لینے والے، یا اللہ! کفار کی جماعتوں کو شکست دیجئے، یا اللہ! انہیں شکست دیجئے اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیجئے۔ (صحیح البخاری، ص:۱۱ا، ج:۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں نماز اداء فرما رہے تھے، اَبُو جہل اور قریش کے بعض دوسرے افراد نے کہا کہ (اُونٹ کی اوجھڑی لاکر کون حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالے گا؟) مکّہ کے کنارے ایک اُونٹ ذبح ہوا تھا، انہوں نے اپنے آدمی بھیجے، وہ اس اُونٹ کی اوجھڑی کو اُٹھا کر لائے اور اُسے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُوپر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے جسمِ مبارک سے اس گندگی کو ہٹایا، حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ دعاء کی تھی۔

ترجمہ: یا اللہ! قریش کو پکڑ، یا اللہ! قریش کو پکڑ، یا اللہ! قریش کو پکڑ، یا اللہ! اَبُو جہل بن ہشام، عُتْبَہ بن رَبِیعَہ، شَیبَہ بن رَبِیعَہ، وَلِید بن عُتبَہ، اُبَیّ بن خَلَف، عُقبَہ بن اَبِی مُعِیط سب کو (پکڑ)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے کنویں میں دیکھا، سب کو قتل کر کر کے اس میں ڈالا گیا تھا۔ (صحیح البخاری، ص:۱۱ا، ج:۱)

ان مُبارک احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کُفّار جو مسلمانوں کو ایذاء پہنچائیں اور مسلمانوں سے قتال کریں وہ حد درجہ قابلِ نفرت ہیں، یہاں تک کہ اُن کیلئے خود رحمۃ للعالمین نے بددعاء فرمائی۔ بیرِ مَعُونَہ کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ستّر حُفّاظ اور قُراء کو قتل کر دیا گیا تو حُضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھتے تھے اور کُفّار قاتلین کے لئے بددعاء فرماتے تھے۔

احادیث کا یہ مضمون ان روایات کے مُخالِف نہیں ہے جن میں حضور اکرم ﷺ کا مخالفین کے لیے دعاءِ رحمت کرنا ثابت ہوا ہے، اس لیے کہ جب تک ان کی ہدایت کی توقُّع اور اُمید ہو تو ان کے لیے ہدایت کی دعاء کی جائے، لیکن جب ظلم و تعدّی پر اتر آئیں تو پھر ان کے لیے بددعاء کی جا سکتی ہے، لیکن اگر پھر بھی ہدایت کی دعاء کی جائے تو درست ہے، البتہ جب کُفّار مسلمانوں کے مقابلے پر جنگ کے لیے نکل کھڑے، تو پھر مسلمانوں کے لیے فتح کی دعاء اور کُفّار کے لیے ہزیمت کی دعاء خود قرآن مجید نے سکھلائی ہے۔

حدیث شریف (۳)

قتال کا حکم

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ۔

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کا اقرار کرلیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، سوائے اسلامی حق کے، (یعنی اگر کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا دین اسلام میں اس کی جان یا مال پر آتی ہے تو یہ اس سے مستثنیٰ ہے) اور اس کا حساب اللہ (تعالیٰ) کے ذمے ہے۔ (صحیح البخاری، ص:۴۱۴، ج:۱، رقم الحدیث:۲۹۴۶)

تشریح

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جہاد اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ ایک حکم ہے اور اس حکم پر اس وقت تک عمل جاری رہے گا جب تک لوگ کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کا اقرار نہ کرلیں،

یعنی یا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں یا پھر کلمہ پڑھنے والوں کی غلامی اختیار کر لیں۔ اس حدیث مُبارک سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی کلمہ والی دعوت کے پیچھے قتال کی قوت ہے، یعنی مسلمان جس کو کلمہ یعنی ایمان کی دعوت دیں گے تو اس دعوت کے پیچھے قتال کی قوّت کو بھی ساتھ رکھیں گے، تا کہ اگر کوئی اس دعوت کو ٹھکرا دے اور کلمہ پڑھنے والوں کی اطاعت میں رہنے سے بھی انکار کرے، تو قتال کے ذریعے اس کا خاتمہ کیا جا سکے، اس لئے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسلام قبول کرنے سے بھی انکار کر دے اور جزیہ دینے سے بھی منکر ہو اور پھر سکون کے ساتھ حکومت کرتا رہے اور لوگوں کو بھی اسلام سے دور لے جانے کا ذریعہ بنے، قتال کا حکم اس لئے اُتارا گیا تا کہ ایسے سرکش عناصر کا علاج کیا جا سکے اور اسلامی دعوت آگے بڑھتی چلی جائے اور کہیں اس میں کوئی رُکاوٹ نہ آئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بھی دُنیا کے بادشاہوں کو دعوت دی اور حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلایا تو انہیں اپنے قول اور عمل سے یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی دعوت کو اتنا کمزور نہیں بنایا کہ تم اگر نہ مانو گے تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ عالمگیر نظام دنیا کے کونے کونے تک پھیلنے اور غالب ہونے کے لئے اُترا ہے، اس لئے جو رُکاوٹ اس کے راستے میں آئے گی، ہم اس رُکاوٹ کو پاش پاش کرتے ہوئے اس دعوت کو لے کر آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بُخاری شریف کی روایت میں ہے کہ

حضرت جُبَیر بن حیّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ ہمیں (جہاد میں بھیجنے کیلئے) طلب فرمایا اور نُعمان بن مُقَرِّن رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم دشمن کی زمین (نُہاوَنْد) کے قریب پہنچے، تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار کا لشکر لے کر ہماری طرف بڑھا، پھر ایک ترجمان نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہم سے گفتگو کرے۔ حضرت مُغیرَہ بن شُعبَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ آخر تم لوگ ہو کون؟ حضرت مُغیرَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہم بہت ہی بدبختی اور سخت مصیبتوں میں مُبتلا تھے، بھوک کی شدت سے ہم چمڑے اور گٹھلیاں چوسا کرتے تھے، اُون اور بالوں کا لباس پہنتے تھے اور درختوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے، ہم انہی حالات میں تھے کہ آسمان اور زمین کے رب نے جس کا ذکر بُلند ہے

اور جس کی عظمت جلال کے ساتھ سربلند ہے، ہماری طرف ہم میں سے ایک نبی بھیجا، ہم اس کے ماں باپ (کی اعلیٰ نسبتی و شرافت) کو جانتے ہیں، پس ہمارے نبی، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال (جنگ) کریں جب تک تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے لگو یا پھر جزیہ دینا نہ قبول کرلو اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر لڑتے ہوئے) ہمارا جو فرد بھی قتل کیا جائے گا، وہ جنت کی ان نعمتوں کو پائے گا، جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی اور جو ہم میں سے باقی رہے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بنیں گے (یعنی فتح حاصل کر کے تمہارے حاکم بنیں گے)۔

(صحیح البخاری، ص:۴۴۶، ج:۱)

اسلام کی دعوت ایمان کے پیچھے قتال کی قوت کا ہونا قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: تم سب اُمتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کیلئے بھیجی گئیں، اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر اُمّت کے سب سے بڑے مفسر حبر الامۃ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما یوں فرماتے ہیں:

تَأْمُرُونَهُمْ أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيُقِرُّوا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَتُقَاتِلُونَهُمْ عَلَيْهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَعْظَمُ الْمَعْرُوفِ وَالتَّكْذِيبُ هُوَ أَنْكَرُ الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ: تم ان لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ اس کی گواہی دیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو اللہ (تعالیٰ) نے نازل کیا ہے اس کا اقرار کریں اور تم ان سے اس

پر قتال کرتے ہو (یعنی وہ نہیں مانتے تو تم ان سے قتال کرتے ہو) اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سب سے بڑا معروف ہے اور اس کلمے کو جھٹلانا سب سے بڑا منکر ہے۔

(التفسیر الکبیر، ص:۱۸۰، ج:۸)

اس آیت کریمہ پر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا یہ تو پہلی اُمتوں میں بھی تھا اور پھر یہی تینوں چیزیں اس آیتِ کریمہ میں اس اُمت کے افضل ہونے کی وُجوہ کے طور پر بیان فرمائی گئی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس اعتراض کا جواب امام اَبُوبکر قفّال رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں دیا ہے:

ترجمہ

اس اُمت کی دیگر اُمتوں پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُمت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑے درجے یعنی قتال کے عمل کو کرنے والی ہے، کیونکہ امر بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے اور کبھی زُبان اور کبھی ہاتھ سے اور اس کا سب سے مضبوط درجہ قتال ہے، اس لئے کہ قتال میں اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈالا جاتا ہے اور سب سے بڑا معروف دین حق اور توحید و رسالت پر ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کرنا ہے، تو جہاد کے ذریعے سے دین کو سب سے زیادہ ضَرر رساں چیز (کُفر) سے بچایا جاتا ہے تاکہ لوگ سب سے بڑی مَنفعت یعنی دینِ اسلام تک پہنچ سکیں، تو ضروری ہوا کہ جہاد کا درجہ عبادات میں سب سے عظمت والا ہو، تو جب جہاد (جو عبادت میں سب سے افضل و اعظم ہے۔) ہماری شریعت یعنی شریعتِ محمدیہ میں دیگر شرائع سے زیادہ اہمیت اور قُوت کے ساتھ پایا گیا، تو یقیناً یہ دیگر تمام اُمتوں پر ہماری اُمت کی اَفضلیت کا مُوجب ہے۔

(التفسیر الکبیر، ص:۱۸۰، ج:۸)

امام اَبُوبکر قفّال رحمۃ اللہ علیہ کی اس بلیغ اور نکتہ رس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس اُمت کی اَفضلیت کا سبب نہیں ہیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں پہلی اُمتوں میں بھی کسی نہ کسی درجے میں موجود تھیں، اس لئے اس اُمت کی دیگر تمام اُمتوں پر فضیلت کی وجہ سے امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلیٰ درجہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے، تو سب سے بڑے معروف یعنی ایمان کی دعوت میں جان بھی قتال سے پیدا ہوتی ہے اور سب سے بڑے منکر کفر کی کمر بھی قتال سے ٹوٹتی ہے، تو اس اُمت کی اَفضلیت کی وجہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔

اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ قتال تو پہلی اُمتوں میں بھی موجود تھا؟ تو اس کا جواب امام قفّال رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا عبارت میں یوں دیا کہ قتال کی اتنے زور شور سے مشروعیت اور اس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی فرضیت اس اُمت کا خاصہ ہے۔

اگرچہ پہلی اُمتوں میں بھی جہاد موجود تھا، مگر جتنا جہاد اس اُمت نے اور اس اُمت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اتنا کسی اُمت میں نہیں ہوا اور اس اُمت پر جہاد کو جس قدر اہمیت کے ساتھ مشروع کیا گیا اور فرض فرمایا گیا، ایسا پہلی اُمتوں پر نہیں ہوا اور اس اُمت میں تو قیامت تک جہاد کو جاری رکھا گیا ہے، یہاں تک کہ اُمت کا آخری جہادی دستہ دجال سے برسرِ پیکار ہوگا۔

اور امام قفّال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ جہاد کے ذریعے سے چونکہ سب سے بڑی منفعت یعنی ایمان کا تحفّظ ہوتا ہے اور سب سے بڑی مُضر چیز یعنی کفر کا خاتمہ ہوتا ہے، تو اس اعتبار سے جہاد دیگر تمام عبادات میں افضل و اعظم ہوا اور یہ افضل و اعظم عمل جس اُمت میں زیادہ ہوگا، وہی اُمت افضل ہوگی، تو چونکہ ہماری اُمتِ محمدیہ میں ان کی مشروعیت اور فرضیت دیگر اُمتوں کے مقابلے میں اہمیت کے ساتھ ہوئی ہے، اس لئے یہ اُمت دیگر تمام اُمتوں سے افضل ہے۔

حدیث شریف ۳۷

موت پر اور میدان سے نہ بھاگنے پر بیعت

عَنْ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ عَدَلْتُ إِلٰى ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ: يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: وَأَيْضًا. فَبَايَعْتُهُ

الثَّانِيَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ۔

ترجمہ:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حدیبیہ کے موقع پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، پھر ایک درخت کے سائے میں آ گیا، جب لوگ کم ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بیعت کر چکا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر (بیعت کرو)، تو میں نے دوبارہ بیعت کر لی۔ یزید بن ابی عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو مسلم! اس دن آپ لوگوں نے کس چیز پر بیعت کی تھی، تو فرمایا: موت پر۔

(صحیح البخاری، ص:۴۱۵، ج:۱/ باب البیعۃ فی الحرب علی ان لایفروا، رقم الحدیث:۲۹۶۰)

حدیث شریف ۳۸

بیعت علی الجہاد

عَنْ مُجَاشِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَا وَأَخِي فَقُلْتُ: بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا۔ فَقُلْتُ: عَلَامَ تُبَايِعُنَا؟ قَالَ: عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ۔

ترجمہ:

حضرت مجاشع بن مسعود السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی کے ساتھ (یا اپنے بھتیجے کے ساتھ) حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ ہمیں ہجرت پر بیعت فرما لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہجرت تو ہجرت کرنے والوں پر ختم ہو گئی۔ تو میں نے عرض کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ ارشاد فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔ (صحیح البخاری، ص:۴۱۶، ج:۱، رقم الحدیث:۲۹۶۲)

تشریح

پہلی حدیث شریف میں جس بیعت کا تذکرہ ہے، یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید کے ان مبارک الفاظ میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۟

(الفتح: ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔

اسی بیعت کے متعلق دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

(الفتح: ۱۰)

ترجمہ: بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

بیعتِ رضوان کا یہ واقعہ ذوالقعدہ ۶ھ میں پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی، مگر شدتِ اشتیاق سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال اس طرف گیا کہ عمرہ اسی سال میسّر ہوگا اور اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عمرے کا ارادہ فرمالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرے کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لئے، سوائے تلواروں کے اور کوئی اسلحہ بھی ساتھ نہیں لیا۔ احتیاطاً قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جس کے اسلام لانے کا حال قریش کو معلوم نہ تھا، پہلے بھیج دیا، تاکہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے، جب قافلہ

مقامِ عُسفان کے قریب پہنچا، تو اس نے آ کر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل کو جمع کر کے یہ عزم کیا ہے کہ محمد (ﷺ) کو مکّہ مکرّمہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، بلکہ ان میں بعض مشرکین مُقدمۃ الجیش کے طور پر مکّہ مکرّمہ سے نکل بھی چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ راستہ بدل کر حُدَیبیہ پہنچ گئے حُدَیبیہ، مکّہ مکرّمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے، جس کی وجہ سے گاؤں کا نام بھی حُدَیبیہ پڑ گیا۔ آجکل اس جگہ کو شُمَیسِیہ کہتے ہیں وہاں پہنچ کر حضور ﷺ کی اُونٹنی بیٹھ گئی آپ ﷺ نے وہاں سے پہلے ایک قاصد بھیجا، تاکہ اہلِ مکّہ کو بتایا جائے کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے، بلکہ عُمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جب اس کا کوئی جواب نہیں ملا تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ مشرکین سے گفتگو کریں اور مکّہ میں پھنسے ہوئے بعض مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں کے نام یہ بشارت بھیجی کہ عنقریب مکّہ مکرّمہ میں اسلام غالب ہو جائے گا، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو قُریش نے مکّہ مکرّمہ میں روک لیا اور ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے، اسی دوران قریش کے ایک دستے نے حملہ بھی کیا جسے مسلمانوں نے گرفتار کر لیا، آنحضرت ﷺ نے عفو و درگزر سے کام لے کر ان گرفتار شدہ اسی آدمیوں کو رہا فرما دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو بیعت علَی الجہاد کے لیے بلایا اور پھر آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر میدانِ جنگ میں ڈٹ کر لڑنے اور موت تک مُقابلہ کرنے کی بیعت لی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن میں عورتیں، مرد بھی سب شامل تھے، انہوں نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دستِ مُبارک پر جاں نثاری کا عہد کیا، قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اسی بیعت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جناب رسُول اللہ ﷺ نے ان سے دو مرتبہ بیعت لی۔ علّامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں چونکہ یہ جنگ کا مُعاملہ تھا اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جنگ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے، اس لئے ان سے احتیاطاً دو مرتبہ بیعت لی، دوسری وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جنگ میں پیادہ کا کام بھی کرتے تھے اور گھڑ سوار کا بھی (یعنی اپنی تیز رفتاری کے باعث وہ پیدل ہوتے

ہوئے بھی گھڑسواروں سے زیادہ تیزی سے قتال فرما سکتے تھے)، اس لئے ان سے دو مرتبہ بیعت لی گئی۔ (فتح الباری ص: ۱۳۸، ج: ۶)

اس واقعہ میں مسلمانوں کے لئے بہت ہی عبرت کا سامان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک مسلمان کے خون کا بدلہ چکانے کے لئے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر بیعت لے رہے ہیں اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے باوجود وہاں پر قتال کا ارادہ فرما رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا خون کتنا قیمتی ہے اور اس خون کے تحفظ کے لئے اگر خون کی ندیاں بہانا پڑیں تو گوارا کی جاسکتی ہیں، مگر کفار کو یہ باور نہیں کرایا جاسکتا کہ وہ کسی مسلمان کو نہتا یا اکیلا سمجھ کر اُسے قتل کر ڈالیں، بلکہ کُفار کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، جس طرح جسم کے کسی بھی حصے کو چھیڑنا یا ستانا پورے جسم کو مقابلے کے لئے بُلانے کا باعث بن جاتا ہے، اسی طرح کسی ایک مسلمان کی جان، مال اور آبرو پر ہاتھ ڈالنا پوری اُمتِ مُسلِمہ کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوگا، یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کمزور سے کمزور مسلمان پر ہاتھ اُٹھانے سے پہلے سوچتا تھا کہ یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے پیچھے پوری اُمتِ مُسلِمہ ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں میں یہ اسلامی جذبہ ختم ہو چکا ہے اور بے حسی کا دور دورہ ہے، ایک مسلمان تو کیا، مسلمانوں کے پورے کے پورے ملک تباہ کر دیئے جاتے ہیں، ہزاروں لاکھوں ماؤں بیٹیوں کی عزتیں پامال کی جاتی ہیں، معصوم بچوں کے خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے، مگر دوسرے مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے، کسی مسلمان کا دل دوسرے مسلمان کی تکلیف پر نہیں کُڑھتا یہی وجہ ہے کہ آج دُنیا میں سب سے سَستی چیز مسلمان کا خون اور اس کی عزت ہے، آج کافروں کو مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہوئے فکر تک نہیں ہوتی کہ انہیں کسی جوابی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا، بلکہ انہیں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ کسی جانور کے قتل پر تو دُنیا کے کئی ادارے حرکت میں آسکتے ہیں لیکن مسلمانوں کا خون بہانے پر خود دوسرے مسلمان بھی کچھ نہیں کریں گے بلکہ اُلٹا اپنے ذبح ہونے والے مسلمانوں کو کوسیں گے اور انہیں اپنی زُبانوں کے ذریعے سے ایذاء پہنچا کر ان کے زخموں پر نمک چھڑکیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہمیں کافروں سے کوئی شکوہ نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کو مٹانا تو ان کا مشن اور محبوب ترین مشغلہ ہے وہ تو اسلام کے شیدائیوں کے بہتے خون کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں، یہ تو ان کی زندگی کا نصب العین ہے، اصل دکھ تو اس بات کا ہے کہ خود مسلمان کی نظر میں دوسرے مسلمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی، بلکہ کُفّار کے ہاتھوں پستے ہوئے، مار کھاتے ہوئے مسلمانوں کو دوسرے مسلمان حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، تو جب ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی تو یہ خون سستا کیوں نہیں ہوگا؟ یقیناً اس خون کی قیمت پانی سے بھی کم ہو جائے گی، ہزاروں مسلمانوں کے قتل پر اتنا بھی ردعمل نہیں ہوگا جتنا کسی دوسرے کے جانور کو مار دینے پر ہو سکتا ہے۔

اب حالت یہ ہے کہ چند دن تک کسی علاقہ کے مسلمان کافروں کے ہاتھوں تنہا ظلم اٹھاتے رہتے ہیں، وہ قتل کیے جاتے ہیں ان کی عزتیں پامال ہوتی رہتی ہیں اور اس دوران دوسرے مسلمان بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کو ذبح اور ماؤں، بہنوں کو بے حُرمت ہوتے دیکھتے رہتے ہیں، اور کافروں کی ناراضی کے خوف سے، اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کے لئے ہمدردی کا کوئی کلمہ تک زبان سے نہیں نکالتے، وہ سمجھتے ہیں کہ مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرنے سے ہمارے آقا ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور ہمارے کام بند ہو جائیں گے۔

لیکن چند ہی دنوں بعد حالات کی چکی گھومتی ہے اور یہی مسلمان جو کل تک اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کا خون دیکھ رہے تھے، خود کفار کے مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی چیخ و پکار کو سن کر دوسرے مسلمان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی سیاسی چکر چل رہا ہے، اس طرح سے ایک بعد دوسرے مسلمان کی زندگی تنگ ہو رہی ہے اور آہستہ آہستہ مسلمان کافروں کا آسان ترین شکار بنتے جا رہے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب تک خود ہمارے اُوپر حالات نہ آ جائیں ہم اس وقت تک نہیں سنبھلتے، ہمیں جہاد کے احکام اور فضائل بھی اس وقت یاد آتے ہیں جب کافر ہم پر حملہ آور ہو کر درندگی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں، لیکن جب تک خود ہمارے گھر میں

آگ نہ لگے اور ہم محفوظ ہوں تو ہمیں اپنے بالکل قریب کے مسلمانوں کے گھروں میں لگی ہوئی آگ کی تپش تک محسوس نہیں ہوتی اور نہ جہاد کے احکام وفضائل یاد آتے ہیں، آج جہاد کے مزے لے لے کر فرض کفایہ کہنے والوں کے گھروں پر (اللہ تعالیٰ نہ کرے) اگر وہ حالات آجائیں جو کشمیر کے مسلمانوں پر اس وقت ہیں، تو یہ کبھی بھی جہاد کو حقارت کے ساتھ نظر انداز نہیں کرسکیں گے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ بُرے حالات آنے سے پہلے سنبھل جائیں اور آگ کو اپنے گھروں تک پہنچنے سے پہلے بُجھادیں اور دوسرے مسلمانوں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھیں اور ان کے درد کو محسوس کرنے کی کوشش کریں، ان کی تکلیفوں کا مذاق نہ اُڑائیں، بلکہ ان کے شانہ بشانہ کفر کا مُقابلہ کریں اور ایک ایک مسلمان کا قصاص کافروں سے لیں۔

جب دشمن کو معلوم ہوگا کہ اس قوم میں جان ہے اور یہ دین کی خاطر لڑنا جانتے ہیں اور یہ متحد ومتفق ہیں تو دشمن مرعوب ہوگا اور کمزور پڑ جائے گا اور ایک نہتے مسلمان پر بھی ہاتھ ڈالنے سے پہلے سو مرتبہ سوچے گا اللہ تعالیٰ اُمتِ مُسلمہ کی حالت پر رحم فرمائے اور مسلمانوں کو باہمی تعلق نصیب فرمائے جو جناب رسُولُ اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ آمین ثم آمین۔

جہاد کیلئے بَیعت

ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبیِ کریم ﷺ کے زمانے میں جہاد پر بَیعت ہوتی تھی جیسا کہ قرآن مجید کی دو آیاتِ کریمہ میں گزر چکا ہے، بلکہ قرآن مجید میں مَردوں کے لئے جہاں بھی بَیعت کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہاں جہاد کی بَیعت مراد ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب نبیِ کریم ﷺ کے دستِ حق پرست پر جہاد کی بَیعت فرمایا کرتے تھے، اس سلسلے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت یَعلیٰ بن مُنیَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دوسرے دن حُضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسُولَ اللہ! میرے والد کو ہجرت پر بَیعت فرمالیجئے تو حُضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: (ہجرت پر نہیں) بلکہ میں تو انہیں جہاد پر بَیعت کروں گا، ہجرت تو فتح مکہ کے دن ختم ہوچکی ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص:۱۶، ج:۹)

حضرت بشیر بن معبدؓ (ابن الخصاصیہ) فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے اسلام پر بیعت کروں، تو حضورِ اکرم ﷺ نے مجھ پر شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور (محمد ﷺ) اللہ (تعالیٰ) کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کروں اور زکوۃ ادا کروں اور فرض حج ادا کروں اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھوں اور اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کروں۔ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ان میں سے دو چیزوں کی تو میں طاقت نہیں رکھتا۔ ایک تو جہاد (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ (مسلمان) بتاتے ہیں کہ جس نے میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیری (یعنی بھاگ کھڑا ہوا) تو اس نے اللہ (تعالیٰ) کے غضب کو دعوت دی، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدانِ جہاد میں نکل کر موت سے ڈر جاؤں، میرا نفس گھبرا جائے اور میں بھاگ جاؤں اور دوسرا زکوۃ (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ میرے پاس سوائے چند بکریوں اور تھوڑے سے مال کے اور کچھ نہیں اور ان سے میں اپنے گھر والوں کا انتظام کرتا ہوں۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ان (حضرت بشیر بن معبدؓ) کا ہاتھ پکڑا، پھر ان کے ہاتھ کو ہلایا اور پھر ارشاد فرمایا:

نہ جہاد کرو گے، نہ صدقہ دو گے، تو جنّت میں کیسے جاؤ گے؟ (یعنی مال کی قربانی دو گے نہ جان کی، تو جنّت میں کیسے جاؤ گے؟) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! (تمام شرائط پر راضی ہو کر) میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں، پس میں نے آپ ﷺ سے ان تمام چیزوں پر بیعت کر لی۔

(مختصر تفسیر ابن کثیر، ص: ۹۳، ج: ۲/ سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۲۰، ج: ۹، مسند احمد)

فائدہ:

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ مشرکین و کفّار سے قطع تعلق پر بھی بیعت لیا کرتے تھے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنا دستِ مبارک بڑھایئے تا کہ میں آپ سے بیعت کروں اور آپ مجھ پر کچھ شرط لگائیں، کیونکہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ میں کس شرط پر بیعت ہوں۔ تو حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ میں تجھے بیعت کرتا ہوں اس پر کہ تم اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کرو گے اور نماز کو قائم کرو گے اور زکوٰۃ اداء کرو گے اور اہلِ ایمان سے خیر خواہی کرو گے اور مشرکین سے جُدائی اختیار کرو گے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص:۱۳، ج:۹)

اہلِ ایمان سے خیر خواہی کرنے میں جہاد کا حکم آ گیا، کیونکہ مسلمانوں کے جان و مال کا تحفّظ اور کافروں کے نرغے سے ان کی آزادی یہ بھی ایک بہت بڑی خیر خواہی ہے اور آنحضرت ﷺ نے مشرکین سے قطع تعلُّق کا حکم دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ اسلام پر اور اُمورِ خیر پر بھی بیعت لیتے تھے، ان دنوں میں جہاد بھی شامل ہے، کیونکہ اسلام پر بیعت لینے میں اسلام کے جملہ احکام آ گئے جن میں جہاد بھی شامل ہے اور اُمورِ خیر پر بیعت لینے میں جہاد بھی آ گیا، کیونکہ جہاد بھی خیر کا ایک بہت بڑا کام ہے۔

بہر حال حضورِ اکرم ﷺ کی کوئی بھی بیعت جو آپ ﷺ نے مَردوں سے لی، اس میں جہاد پر یا تو صراحتاً بیعت لی گئی یا پھر کسی جامع لفظ کے ذریعے سے اور قرآن مجید میں تو مَردوں کے لئے جس بیعت کا ذکر ہے اور جس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رِضا کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ بیعت علی الجہاد ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے بعد ہمارے اسلاف واکابر میں بھی بیعت علی الجہاد کا سلسلہ جاری رہا، لیکن بدقسمتی سے آج ہم اس خیرِ عظیم سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیعت میں ایک خاص قسم کی تاثیر رکھی ہے، اس لئے کہ کسی بھی چیز پر بیعت کرنے کے بعد آدمی اپنے اُوپر ایک ذِمّہ داری محسوس کرتا ہے اور بیعت میں کیے گئے معاہدے کو توڑنے اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہے اور جہاد کا مسئلہ تو بہت ضروری اور نازک ہے، اس پر اس لئے بیعت لی جاتی تھی کہ کسی بھی مشکل موڑ پر انسان کا نفس اُسے جہاد سے بھگا کر نہ لے جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ عین میدانِ جہاد سے یہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے اور مسلمانوں کی صف میں افراتفری پھیلے اور کافروں کو اسلام اور مسلمانوں پر مذاق اُڑانے کا موقع ملے۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بیعت کرنے والا جس کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا ہے تو اس سے اس کا ایک خاص عقیدت اور محبت والا تعلّق پیدا ہوجاتا ہے اور اس کے فرمودات پر عمل کرنے میں خوشی اور سعادت مندی محسوس ہوتی ہے اور اس کی نافرمانی یا حکم عدولی سے ڈر لگتا ہے۔ تو جہاد جیسے اہم عمل پر بیعت کا یہ فائدہ ہے کہ بیعت کرلینے کے بعد اپنے امیر سے عقیدت ومحبت کا ایک رشتہ قائم ہوجاتا ہے، جس کی بدولت امیر کی اطاعت (جو جہاد کا اہم جزو ہے) آسان ہوجاتی ہے اور امیر کے ان فیصلوں پر سرِ تسلیم خم کرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے، جو فیصلے نفس کے خلاف ہوتے ہیں اور جہاد کے جس شعبے یا مقام پر امیر متعین کردے، وہاں کام کرنے میں دل لگتا ہے، اس طرح جہاد میں ایک نظم وضبط رہتا ہے، لیکن اگر امیر سے بیعت کا تعلّق نہ ہو تو اس کے ان احکام کو ماننا تو سب کے لیے آسان ہوگا جو اپنی خواہش کے مطابق ہوں گے، لیکن اگر اس کا کوئی فیصلہ نفس کے خلاف یا طبیعت کے خلاف ہوگا، تو نَحْنُ رِجَالٌ وَهُمْ رِجَالٌ کا نعرہ بلند کرکے امیر کی مخالفت پر اتر آئیں گے، اسی طرح جہاد کے مختلف شعبوں میں تقرری کے مسئلہ پر بھی امیر کی اطاعت کا التزام نہ ہوگا، بلکہ ہر کوئی اپنے پسند کی جگہ کو اختیار کرے گا جس سے نظام جہاد شدید خلل کا شکار ہوجائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوگا کہ امیر کی کوئی قدر ومنزلت دل میں نہیں ہوگی اور اس کے ایک ایک فعل کو عمومی نگاہوں سے پرکھا جائے گا جس کا نتیجہ یقیناً اچھا نہیں نکلے گا، لیکن اگر امیر سے جہاد پر بیعت کرلی جائے تو یہ صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں بیعت علی الجہاد کے طریقے کو زندہ فرمادے، تاکہ مجاہدین اپنے امیر کے ہاتھ پر بیعت کرکے مکمل اطمینان اور اتحاد واتفاق کے ساتھ پوری دنیا میں جہاد کے فریضہ کو زندہ کرسکیں۔

حدیث شریف ۳۹

جہاد میں اطاعتِ امیر

وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ

فَقَدْ عَصَانِي، وَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا وَ إِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ۔

ترجمہ

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ (تعالیٰ) کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ (تعالیٰ) کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام (امیر) تو ڈھال کی طرح ہوتا ہے جس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے سے (دشمن کے وار سے) بچا جاتا ہے پس اگر وہ (امیر) اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کو اس کا اَجر ملے گا اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔

(صحیح البخاری، ص:۴۱۵، ج:۱، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ، رقم الحدیث:۲۹۵۷)

تشریح

اطاعتِ امیر کے سلسلے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے۔

یحییٰ بن حُصَین رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی سے روایت فرماتے ہیں کہ ان کی دادی نے فرمایا: رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃُ الوداع کے خطبے میں فرمایا: اگر تم پر کسی غلام کو امیر مقرر کیا جائے جو تمہیں کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (صحیح مسلم، ص:۱۲۵، ج:۲)

بعض روایات میں ہے کہ اگر تم پر ایک نکٹا حبشی غلام متعین کیا جائے اور وہ تمہیں شریعت کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت کرو۔

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے سمع اور طاعت (عمل کی نیت سے سننا اور اطاعت کرنا) لازم ہے، تنگی میں اور کشادگی میں، چاہنے اور نہ

چاہنے میں تم پر کسی اور کو ترجیح دیے جانے میں (یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے، نفس چاہے نہ چاہے اور اگرچہ تم پر کسی کو ترجیح دی جا رہی ہو)۔ (صحیح مسلم، ص:۱۴۴، ج:۲)

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی مَعصیت اور گناہ کے کام کا حکم نہ دے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔ (صحیح مسلم، ص:۱۲۵، ج:۲)

کہ امیر کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔

یعنی اگر امیر کسی ایسی چیز کا حکم دے جو واضح طور پر دلائل کی روشنی میں بلا تاویل شریعت کے خلاف ہو، تو پھر اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، وگرنہ دیگر تمام اُمور میں امیر کی اطاعت واجب ہے اور اس چیز کا فیصلہ کرنا کہ کون سا کام شریعت کے خلاف ہے اور کون سا کام شریعت کے مطابق ہے، ہر آدمی کا کام نہیں اور نہ ہی ہر آدمی کو اس میں پڑنا چاہئے، چونکہ امیر کی نافرمانی پر سخت وعید آئی ہے اور اسے جناب رسُولُ اللہ ﷺ کی نافرمانی قرار دیا گیا ہے، اس لئے کسی مفروضے کو گھڑ کر نافرمانی کا جواز پیدا نہیں کرنا چاہئے، ہاں اگر محقق علمائے کرام اَدِلّہ اربعہ کی روشنی میں کسی چیز کے خلاف شریعت ہونے کا فیصلہ فرما دیں اور کوئی ایسی شدید ضرورت بھی موجود نہ ہو جو اس خلاف شریعت کام کی رُخصت دینے والی ہو، تو پھر بھی ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کام کو نہ کیا جائے اور اس سلسلے میں حُدود سے تجاوُز کی کوشش نہ کی جائے، ہاں اگر امیر کا حکم قطعی طور پر شریعت کے خلاف ہو، تو پھر کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کیا جائے۔

حدیث شریف کی کتابوں میں ایسی کئی روایات موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر حال میں سَمع وطاعت پر حضور اکرم ﷺ سے بَیعت کیا کرتے تھے، ان تمام احادیث وروایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی عبادات اور اجتماعی اُمور میں مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی امیر کی اطاعت میں یہ اُمور سرانجام دیں اور الگ الگ دھڑوں میں بٹ کر تفرقہ بازی میں نہ پڑیں اور امیر کی نافرمانی نہ کریں، کیونکہ امیر کی نافرمانی کرنے سے اجتماعیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور دینی کاموں

میں برکت نہیں رہتی، بے شک اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جس نے جماعت چھوڑی تو اس نے بڑی غلطی کی۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایک جان ہو کر اپنے امیر کی اطاعت میں شریعت کے عین مطابق تمام اجتماعی اعمال خصوصاً فریضۂ جہاد کو مکمل آداب کے ساتھ اداء کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث شریف ۴۰

جہاد میں شعر پڑھنا

عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَى التُّرَابُ شَعَرَ صَدْرِهٖ وَكَانَ رَجُلاً كَثِيْرَ الشَّعَرِ، وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۔۔۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۔۔۔ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۔۔۔ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ۔

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کے موقع پر دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھو رہے تھے، یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھنے بالوں والے تھے۔ (یعنی بعض اعضاء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال گھنے تھے، سینے پر بالوں کی ایک پتلی سی لکیر تھی۔ کمافی شمائل الترمذی)

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا رجز پڑھ رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۔۔۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے ۔۔۔ نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا

ہمارے دلوں پر آپ سکینہ نازل فرمائیے اور اگر ہم دشمن سے ٹکرائیں تو ثابت قدمی عطاء فرمائیے

اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَدُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

بے شک دشمن نے ہمارے پر زیادتی کی ہے وہ ہمیں اگر فتنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں

آنحضرت ﷺ یہ رجز (یعنی اشعار) بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری، ص:۴۲۵، ج:۱، باب الرجز فی الحرب ورفع الصوت، رقم الحدیث:۳۰۳۴)

تشریح

آنحضرت ﷺ عام طور پر شعر گوئی نہیں فرماتے تھے، مگر جہاد کے میدان میں آپ ﷺ پر خاص کیفیت طاری ہوتی تھی جس میں آپ ﷺ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صحیح شعر وشاعری سے انسان کے دینی جذبات کو تقویت ملتی ہے جو کہ جہاد میں بہت کام آتی ہے۔ غزوۂ حُنَین کے موقع پر جب کُفّار کی طرف سے اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر لشکرِ اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے اور لشکر کے افراد میدان سے پیچھے ہٹ گئے، تو اس وقت جناب نبی کریم ﷺ تیروں کی بُوچھاڑ میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں

(صحیح البخاری، ص:۴۰۳، ج:۱)

غزوۂ خندق کے موقع پر انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھودتے وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ہم نے محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے، (کہ ہم جہاد کرتے رہے گے) جب تک ہم زندہ رہے۔

انصار کے والہانہ شعر کے جواب میں حضورِاکرم ﷺ نے بھی یہ شعر پڑھا:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَاَکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ

ترجمہ: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، یا اللہ! انصار و مہاجرین کو عزت و اکرام عطاء فرما۔ (صحیح البخاری، ص:۴۱۶، ج:۱)

ایک مرتبہ کسی جہاد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی انگلی مبارک میں زخم آ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ شعر پڑھا:

ھَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

تو ایک انگلی کے سوا کیا ہے جو زخمی ہوگئی اور تجھے جو زخم پہنچا یہ اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں ہے (صحیح البخاری، ص:۳۹۳، ج:۱)

حضورِاکرم ﷺ نے ۸ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ملک شام میں جہاد کے لئے بھیجی تھی، جس کا مقابلہ دشمنوں سے مقام موتہ میں ہوا، یہ جگہ بلقاء سے قریب تھی، اس جماعت کا امیر حضورِاکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور یہ حضرات اسی ترتیب سے جھنڈا لیتے رہے اور تینوں شہید ہوگئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی۔ ان سے پہلے جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا، تو مذکورہ بالا شعر کے ساتھ مزید دو شعر پڑھے جو درج ذیل ہیں۔

یَا نَفْسُ اِنْ لَّا تُقْتَلِیْ تَمُوْتِیْ ھٰذِہٖ حِیَاضُ الْمَوْتِ قَدْ صَلِیْتِ

اے نفس اگر تو مقتول نہ ہوا تو (اپنی موت ضرور) مرے گا، یہ موت کے حوض ہیں جن میں تو داخل ہوچکا ہے۔

مَا تَمَنَّیْتِ فَقَدْ لَقِیْتِ اِنْ تَفْعَلِیْ فِعْلَھُمَا ھُدِیْتِ

اور تو نے جو شہادت کی تمنّا کی تھی، اس (کے موقع کو) پالیا، اگر تو ان دونوں

(حضرت زید، حضرت جعفر رضی اللہ عنہما) جیسا کام کرے تو ہدایت پا جائے۔

(فتح الباری، باب ما یجوز من الشعر والرجز)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کی بدعہدیوں اور سازشوں کی وجہ سے ان کا محاصرہ کرلیا، تو یہودیوں نے منافقین کی شہ پر باہر آنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اَللّٰہُ اَکْبَرُ حَارَبَتْ یَہُوْدُ) اللہ (تعالیٰ) سب سے بڑا ہے، یہودی جنگ پر اتر آئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کئی دن تک جاری رکھا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ بنونضیر کے درخت کاٹ دیئے جائیں اور باغات جلا دیئے جائیں۔ بالآخر بنونضیر نے جلاوطنی کی درخواست کی، جو قبول ہوئی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو بنونضیر کے درخت جلا دیئے تھے، ان کا ذکر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں کیا ہے:

وَھَانَ عَلٰی سَرَاۃِ بَنِیْ لُؤَیٍّ حَرِیْقٌ بِالْبُوَیْرَۃِ مُسْتَطِیْرُ

(صحیح البخاری، ص:۳۱۲، ج:۱)

اور آسان ہو گیا بنی لؤی کے سرداروں (یعنی مہاجرین) پر بمقام بویرہ میں ایسی آگ لگانا جس کے شرارے خوب اڑ رہے تھے۔

دیوانِ حسان رضی اللہ عنہ میں مندرجہ بالا شعر کے ساتھ تین شعر اور بھی ہیں:

① تَفَاقَدَ مَعْشَرٌ نَصَرُوْا قُرَیْشًا وَلَیْسَ لَھُمْ بِبَلْدَتِھِمْ نَصِیْرُ

جن لوگوں نے قریش کی مدد کی، ان سب نے ایک دوسرے کو گم کر دیا، یعنی سب ہلاک ومنتشر ہو گئے اور ان کے شہر تک میں ان کا کوئی مددگار نہ رہا۔

② ھُمْ اُوْتُوا الْکِتَابَ فَضَیَّعُوْہُ فَھُمْ عُمْیٌ مِّنَ التَّوْرَاۃِ بُوْرُ

ان لوگوں کو کتاب دی گئی، پس انہوں نے اس کو ضائع کر دیا۔ پس یہ لوگ تورات کے بارے میں اندھے ہیں اور ہلاک شدہ ہیں۔

③ کَفَرْتُمْ بِالْقُرْاٰنِ وَقَدْ اُتِیْتُمْ بِتَصْدِیْقِ الَّذِیْ قَالَ النَّذِیْرُ

تم نے کفر کیا قرآن کے ساتھ، حالانکہ تم کو اس چیز کی تصدیق دی جا چکی ہے، جو

اللہ (تعالیٰ) کے نذیر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (انعام الباری، ص: ۱۰)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار و مشرکین کے ساتھ جس طرح تلوار اور مال سے جہاد کرتے تھے، اسی طرح اپنی زبانوں کے ذریعے سے اشعار پڑھ کر کفار و مشرکین کی ہجو کرتے تھے اور مسلمانوں کی ہمت کو بڑھاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر کہہ کر ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتے تھے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

هَجَاهُمْ حَسَّانٌ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى۔ (صحیح مسلم)

یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے شفا دی اور خود بھی شفایاب ہوگئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کا قصیدہ کہا تھا، اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بطور دفاع قصیدہ کہا تھا۔

فائدہ: (ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئے تھے۔)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، جو صحیح مسلم میں مروی ہیں:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

تو نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں برائی بیان کی، پس میں نے اس کا جواب دیا اور میرے لئے...... اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک اس میں بہت بڑی جزاء ہے۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِيًّا رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اکرم میں نامناسب باتیں کہیں جو حسن سلوک والے ہیں، متقی ہیں، اللہ (تعالیٰ) کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کی خصوصی خصلت وفاداری ہے۔

فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَتِيْ وَعِرْضِيْ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

پس تحقیق میرے ماں باپ اور میری آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے تم سے آڑ ہے

(یعنی آپ ﷺ کی آبرو کی حفاظت کے لئے ہم سب قربان ہیں)۔

۴ ثَكِلْتُ بُنَيَّتِيْ اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا تُثِيْرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَيْ كَدَاءٖ

میں اپنی جان گم کر دوں، اگر تم ہمارے گھوڑوں کی اس حال میں نہ دیکھو کہ وہ غبار اڑا رہے ہیں اوران کے سفر کا منتہا کداء ہے (جو مکہ میں داخل ہوتے وقت ایک گھاٹی پڑتی ہے)۔

۵ يُبَارِيْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ عَلٰى اَكْتَافِهَا الْاَسَلُ الظِّمَاءُ

یہ گھوڑے جھگڑتے ہیں، اپنی باگوں سے آگے بڑھتے ہوئے (کہ ہم کو آگے بڑھنے دو)، ان کے مونڈھے پر نیزے ہیں جو (دشمن کے) خون کے پیاسے ہیں۔

۶ تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَآءُ

ہمارے عمدہ گھوڑے تیزی سے آگے بڑھتے ہیں جن کو عورتیں دوپٹوں کے ساتھ تھپیڑے مارتی ہیں (یعنی ان گھوڑوں کی پرورش بڑے ناز کے ساتھ ہوئی ہے کہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے ان کے چہرے چھوتی اور صاف کرتی ہیں)۔

۷ فَاِنْ اَعْرَضْتُمُ عَنَّا اعْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

پس (اے مشرکو!) اگر تم ہم سے اعراض کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے اور فتح ضرور حاصل ہوگی اور پردہ ہٹ جائے گا (یعنی اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے جو وعدہ کیا ہے کہ مکہ فتح ہوگا، یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور پیشین گوئی کا نتیجہ سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گا)۔

۸ وَاِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ يَوْمٍ يُعِزُّ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اگر تم اعراض نہیں کرتے یعنی عمرہ کے لئے (راستہ نہیں دیتے) تو ایسے دن کی مار دھاڑ کا انتظار کرو، جس میں اللہ (تعالیٰ) جس کو چاہے گا عزت دے گا (یعنی اہل اسلام کی اس دن بڑی عزت ہوگی)۔

۹ وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهٖ خِفَآءُ

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے، میں نے بھیجا ہے ایک بندے کو رسول بنا کر وہ حق کہتا ہے جس کی بات میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

۱۰ وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے آسانی دے دی ایک لشکر کو، یہ حضرات انصار ہیں (جو دشمن سے جنگ کرنا اور فتح پانا جانتے ہیں) اور جو دشمنوں سے مڈبھیڑ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۱۱ لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءُ

روزانہ بنو معد سے دل آزار باتیں کرنا یا ان سے جنگ کرنا یا ان کی ہجو کرنا ہمارا کام ہے (یعنی مکہ معظمہ کے جو مشرکین اسلام کے خلاف ہو گئے ہم ان کے علاج میں مصروف ہیں اور کسی نہ کسی طرح ان کی کاٹ کرتے رہتے ہیں۔)

۱۲ فَمَنْ يَهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ وَيَمْدَحُهٗ وَيَنْصُرُهٗ سَوَاءُ

پس جو شخص تم میں سے رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرے یا تعریف کرے یا مدد کرے یہ سب برابر ہے (کیونکہ تمہاری بدگوئی سے ان کو کوئی نقصان نہیں اور تمہاری مدح سے ان کو کوئی نفع نہیں)۔

۱۳ وَجِبْرِيْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهٗ كِفَاءُ

اور جبرئیل علیہ السلام اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے پیغام لانے والے ہیں جو ہمارے اندر موجود ہوتے ہیں اور ان کا لقب روح القدس ہے، ان کی کوئی نظیر نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگی اشعار

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے۔ یہودیوں کا سردار مرحب اکڑتے ہوئے اپنی تلوار کو اوپر نیچے کرتے ہوئے نکلا اور اس نے آمنے سامنے کے مقابلے کے لیے بلایا اور یہ رجزیہ کلمات پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں کے ساتھ مکمل طور پر مضبوط

ہوں، آزمایا ہوا پہلوان ہوں، جس وقت کہ جنگیں شعلہ زن ہونے لگیں۔

مقابلے کی دعوت سن کر حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور یہ شعر پڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ عَامِرٌ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرٌ

خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار لگائے ہوئے پوری طرح مضبوط ہوں، سختیوں میں گھس جانے والا پہلوان ہوں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار جب مرحب کی ڈھال میں گڑ گئی۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرحب کا مقابلہ ہوا۔ مرحب نے پھر وہ اشعار پڑھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَه

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَه

اُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَه

میں وہی ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے، جنگلوں کے شیروں کی طرح ہوں جس کے دیکھنے سے ڈر لگتا ہے، میں دشمنوں کو ان کی خوراک (یعنی قتل) بھرپور پیمانے کے ذریعے پیش کرتا ہوں۔

پھر مقابلہ ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں مرحب کو قتل کر دیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن الاکوع کا شعر

ایک مرتبہ عبدالرحمان فزاری نے جو کافر تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ والی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور اونٹنیاں لوٹ لیں اور جو صحابی اونٹنیاں چراتے تھے، انہیں قتل کر دیا۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ صبح کی اذان سے پہلے تیر کمان لئے ہوئے پیدل غابہ کی طرف جا رہے تھے، انہیں جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے سلع نامی پہاڑی پر چڑھ کر تین بار زور سے پکارا۔ ''یَا صَبَاحَاه''

پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ تیر کمان لے کر ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ پڑے، وہ لوگ تعداد میں بہت

زیادہ تھے اور سوار تھے، حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے ان میں سے کسی کو زخمی کر کے گراتے، پھر آگے دوڑ پڑتے، آپ رضی اللہ عنہ نے اکیلے تمام اونٹنیوں آزاد کرالیں اور کافر اپنا سامان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے، اس دوران حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اس شعر کے ذریعے سے دشمنوں کو للکارتے تھے:

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ ۞ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

ترجمہ: میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ (صحیح البخاری ص:۶۲۷، ج:۲)

شہادت کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین مکہ نے گرفتار کرلیا اور مکہ مکرمہ لے آئے، کچھ عرصہ تک قید میں رکھنے کے بعد مشرکین مکہ ان کو حرم سے باہر لائے اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ میں دو رکعت نماز ادا کرلوں۔

انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے ادا فرمائیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر کی وجہ سے زیادہ دیر کر رہا ہوں تو میں اور لمبی نماز پڑھتا۔

حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ نے ایک اچھا طریقہ جاری فرمایا کہ قتل کے وقت دو ۲ رکعتیں پڑھی جائیں، اس کے بعد ہر مسلمان کے لئے یہ طریقہ مسنون ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء کی کہ یا اللہ! کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو میرا اسلام تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے لہٰذا آپ سلام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ اسی دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خُبیب رضی اللہ عنہ کا سلام پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا خُبَيْبُ! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ خُبیب رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد چالیس دن تک سولی پر جسم لٹکائے رکھا تو زخم سے خون جاری تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ جب حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر زندہ لٹکایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کے حق میں یہ بددعاء کی:

اَللّٰهُمَّ احْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا

یا اللہ! ان میں سے ہر ایک کو تو اپنے شمار میں رکھ اور ہر ایک کو الگ قتل فرما اور ان میں

سے کسی کو بھی باقی نہ رکھ۔

بس جس وقت حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ دعاء فرما رہے تھے تو کافر ڈر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ان کو یہ بددعاء ضرور لگے گی، چنانچہ ایک سال نہ گزرا تھا کہ یہ سب لوگ ختم ہو گئے۔ ان میں سے صرف ایک شخص بچا جو دعاء کے وقت زمین سے چپک گیا تھا۔

حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا کر جب نیزے سے ان کا بدن چھلنی کیا گیا تو اس وقت ان سے کافروں نے قسم دیکر پوچھا کہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں؟ حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: واللہ العظیم! مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں چھوٹ جاؤں اور اس کے بدلے میں ہمارے آقا رُوحِی فِدَاہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ (فتح الباری)

حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ نے سولی پر چڑھتے ہوئے، دشمنوں کے حملہ کے وقت یہ اشعار پڑھے:

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَ ذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاْءُ ۔۔۔ یُبَارِکْ فِیْ اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں، اس وقت کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کسی پہلو پر میرا پچھاڑا جانا ہوا اور یہ قتل (اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اور اس کی رضا کے لئے ہے) اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کیے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کے دس اشعار نقل کیے ہیں جو مع ترجمہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

لَقَدْ جَمَعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا ۔۔۔ قَبَائِلَھُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا کُلَّ مَجْمَعٍ

اس میں شک نہیں کہ بہت سی جماعتیں میرے اردگرد جمع ہو گئی ہیں اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو جمع کر لیا ہے اور پوری طرح جمع ہو گئے ہیں۔

وَقَدْ قَرَّبُوْا اَبْنَاءَھُمْ وَنِسَاءَھُمْ ۔۔۔ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُمَنَّعٍ

اور بے شک انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو نزدیک کر لیا ہے اور میں ایک لمبی گھبراہٹ کے قریب کر دیا گیا ہوں جو ختم کی جارہی ہے۔

وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا عَلَيَّ لِأَنِّي فِي وَثَاقٍ بِمَضْيَعِ

اوران میں سے ہر ایک خوب کوشش کر کے مجھ پر دشمنی ظاہر کر رہا ہے، کیونکہ میں بیڑیوں میں بندھا ہوا ہوں اور ہلاک ہونے کی جگہ میں ہوں۔

اِلَى اللّٰهِ أَشْكُوا غُرْبَتِي بَعْدَ كُرْبَتِي وَمَا جَمَعَ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَصْرَعِي

اللہ تعالیٰ ہی کے حضور میں اپنی بے بسی اور بے چینی کی اور ان چیزوں کی شکایت کرتا ہوں جو جماعتوں نے میرے لئے پچھاڑنے کے وقت جمع کی ہیں۔

يَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِي عَلَى مَا أَصَابَنِي وَقَدْ بَضَعُوا لَحْمِي وَقَدْ قَلَّ مَطْمَعِي

اے عرش والے! صبر دے اس مصیبت پر جو مجھے پہنچی ہے اور حال یہ ہے کہ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور آرزو کی گنجائش بہت کم ہے۔

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ يُبَارِكْ فِي أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہے کہ اگر چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

وَقَدْ عَرَضُوا بِالْكُفْرِ وَالْمَوْتُ دُوْنَهٗ وَقَدْ ذَرَفَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَدْمَعِ

یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے پیش آئے ہیں، حالانکہ موت اس سے ورے ہے (یعنی ان کو اپنی موت کی فکر نہیں ہے، جو جلد آ جانے والی ہے، جس کے بعد کفر کی غیر متناہی سزا ہوگی) اور حال یہ ہے کہ میری آنکھیں رو رہی ہیں، مگر آنسو نہیں ہیں۔

وَمَا بِي حِذَارُ الْمَوْتِ إِنِّي لَمَيِّتٌ وَلٰكِنْ حِذَارِي حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعُ

اور مجھے موت کا ڈر نہیں ہے، میں ضرور مرنے والا ہوں، لیکن میرا ڈر لپٹ جانے والی (جہنم کی) آگ سے ہے (اللہ تعالیٰ مجھے بچائے)۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللّٰهِ مَرْجَعُ

پس میں نے دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے والا نہیں ہوں اور نہ گھبراہٹ ظاہر کرنے والا ہوں بلا شبہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جا رہا ہوں۔

وَلَسْتُ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَضْجَعِيْ

اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں، اس وقت کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کس پہلو میرا پچھاڑا جانا ہوتا ہے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا شعر

اَلْجِنُّ تَفْزَعُ يَوْمَ الْحَرْبِ مِنْ فَزَعِيْ

اِذَا اَتَيْتُ اِلَى الْهَيْجَا بِلَا جَزَعِ

جب میں بلاخوف و خطر جنگ کی طرف بڑھتا ہوں تو جنات بھی گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا شعر

وَسَيْفِيْ فِي الْوَغٰى اَبَدًا صَقِيْلٌ

طَلِيْقُ الْحَدِّ فِيْ اَهْلِ الضَّلَالِ

میری تلوار لڑائی میں ہمیشہ صیقل اور گمراہوں کے لئے برہنہ رہتی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا شعر

اَنَا الْهُمَامُ الْفَارِسُ الْكَرَّارُ

اُفْنِيْ بِسَيْفِيْ عُصْبَةَ الْكُفَّارِ

میں ہی عالی ہمت شہسوار تابڑ توڑ حملہ کرنے والا ہوں اور اپنی تلوار سے کفار کی طاقتور جماعت کا فنا کر دینے والا ہوں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔

نظر ثانی:

۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۰ نومبر ۲۰۰۹ء

یوم الثلثاء